

www.ircpk.com

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ قَرِحُونَ



# بلائن حق

تالیف: ارشاد التمدان

نظر ثانی: حافظ عبدالغفار مہربن محمد  
مولانا ابوالحسن مہربن احمد ربانی

# تلاش حق



تالیف:

ارشاد القدیمان

نظر ثانی:

حافظ عبدالعظیم اللہ مہتمم بن محمد

مولانا ابو الحسن علی شاہ صاحب

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

ملاش حق

نام کتاب

ارشاد الشہداء

تالیف

حافظ عبدالرشید صاحب مدظلہ العالی / مولانا ابوبکر محمد شہزاد صاحب مدظلہ العالی

نظر ثانی



اردو بازار، لاہور میں مکتبہ اسلامیہ، مکتبہ قدوسیہ اور نعمانی کتب خانہ کے  
علاوہ دارالاندلس لاہور، دارالایمان گجرات، تجلیات طیبہ راولپنڈی،  
الفرقان اسلامک سنٹر سیا لکوٹ اور دارالہدی کراچی سے بھی دستیاب ہے

## تلاش حق

صفحہ نمبر	مضامین	فصل
29	خطبہ مسنونہ	
31	عرض ناشر	
33	مؤلف کی آپ بیتی	
37	مقدمہ	
41	چند باتیں	
43	فہرست کتب	
46	خلاصہ	
48	دین کے معاملہ میں ہمارا رویہ	
50	قرآن مجید	
51	حدیث مبارک	
52	احادیث موضوعہ و ضعیفہ کا مجموعہ اور .....	
55	چند مزید موضوع اور ضعیف احادیث	
59	سب سے ضروری گزارش	
توحید و شرک		
(۱) توحید کا بیان		
63	توحید کی تعریف	

صفحہ نمبر	مضامین	فصل
63	خالص توحید کا بیان	
63	اللہ تعالیٰ کی توحید کے آٹھ ثبوت	
64	توحید پر مزید دلائل	
64	اللہ کے برابر کوئی نہیں کیونکہ وہ خالق ہے.....	
64	دوسروں کو اللہ کے برابر سمجھنے والا کافر	
65	اصل ایمان عقیدہ توحید ہی ہے	
65	عقیدہ توحید پر ایمان	
65	عقیدہ توحید کا انکار	
66	دلائل توحید	
68	اللہ کے برابر کوئی نہیں	
69	اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں	
69	اللہ تعالیٰ جیسا کوئی نہیں	
69	مخلوق خالق کی شریک نہیں ہو سکتی	
(۲) شرک کا بیان		
71	شرک کا بیان	
73	مشرک کی پہچان	
73	دوسری پہچان	
75	حاصل بحث	
76	کیا امت مسلمہ شرک میں مبتلا ہو سکتی ہے؟	
(۳) توحید و شرک کی اقسام		
83	توحید و شرک کی اقسام	

صفحہ نمبر	مضامین	فصل
83	۱۔ شرک اکبر	
83	۲۔ شرک اصغر	
84	توحید فی الحکم اور شرک فی الحکم	
85	اللہ ورسول کی اطاعت کا حکم	
87	دین قرآن و حدیث میں مکمل ہو چکا	
89	تاریخ انسانی کا بھیا تک ترین المیہ	
89	ناجی (کامیاب) گروہ کون؟	
94	خلاصہ بحث توحید فی الحکم	
(۴) توحید فی الذات اور شرک فی الذات		
97	توحید فی الذات اور شرک فی الذات	
98	اللہ کی اولاد اور جزو بنانا	
101	مسئلہ نور و بشر	
106	نبی ﷺ کے بشر ہونے کے مزید ثبوت	
108	بریلوی حضرات کی دورخی	
111	باقی انبیائے کرام ﷺ کے بشر ہونے کے رضا خانی ثبوت	
112	انبیائے کرام ﷺ کے بشر ہونے کے متعلق.....	
113	توحید فی الذات کے بارے میں شرکیہ امور	
(۵) توحید فی الصفات اور شرک فی الصفات		
115	توحید فی الصفات اور شرک فی الصفات	
118	توحید فی الصفات کے بارے میں شرکیہ امور	

صفحہ نمبر	مضامین	فصل
		(۶) توحید فی العلم اور شرک فی العلم
121	توحید فی العلم اور شرک فی العلم	
122	مختلف انبیائے کرام ﷺ کے متعلق قرآنی فیصلے.....	
131	رسول اللہ ﷺ غیب نہ جانتے تھے	
131	۱۔ نبوت سے پہلے کا زمانہ	
132	۲۔ نبوت کا زمانہ	
133	قرآن و حدیث سے حوالہ جات	
148	۳۔ فوت ہونے کے بعد نبی ﷺ سے.....	
151	مسئلہ حاضر و ناظر	
152	کلمہ شہادت	
156	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غیب نہ جانتے تھے	
162	قرآن مجید غیب کے متعلق کیا کہتا ہے	
163	توحید فی العلم میں شرکیہ امور	
		(۷) توحید فی العبادت اور شرک فی العبادت
165	توحید فی العبادت اور شرک فی العبادت	
165	اللہ یعنی معبود کون؟	
168	عبادت کی اقسام	
168	۱۔ جسمانی عبادت	
168	۲۔ مالی عبادت	
169	۳۔ قلبی عبادت	
170	۴۔ زبانی عبادت	

صفحہ نمبر	مضامین	فصل
171	دعا یعنی پکارنا، مانگنا، بلانا	
172	خلاصہ بحث	
174	کیا مشرکین صرف بتوں کی عبادت کرتے تھے؟	
179	کیا ﴿مِن دُونِ اللّٰهِ﴾ سے مراد صرف بت ہیں؟	
181	احمد رضا خان صاحب کا قرآنی ترجمہ اور .....	
191	ایک اہم نکتہ	
193	ان کی گڑ بڑ کے کچھ مزید نکات	
195	”دعو“ الفاظ کے ترجمہ میں رضا خانی قرآن .....	
196	غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے (قرآنی فیصلے)	
197	غیر اللہ کو پکارنا کفر ہے (قرآنی فیصلے)	
197	غیر اللہ کو پکارنا ان کی عبادت ہے (قرآنی فیصلے)	
197	اللہ کو پکارو (قرآنی فیصلے)	
197	غیر اللہ کو پکارنا بے کار، کیونکہ وہ تصرف .....	
197	خالص (یعنی صرف اور صرف) اللہ کو پکارو .....	
198	اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو (قرآنی فیصلے)	
199	مخلوق کو نہ پکارو (قرآنی فیصلے)	
199	عیسائی اور یہودی غیر اللہ کو پکارتے ہیں	
199	غیر اللہ کو پکارنے والے اور قیامت کا دن	
199	دعا و مناجات	
199	احکام دعا	
200	قرآنی دعائیں	



صفحہ نمبر	مضامین	فصل
204	توحید فی العبادت کے بارے میں شرکیہ امور	
207	توحید کا مفہوم	
213	پہلا اصول	
214	دوسرا اصول	
215	شفاعت کی اقسام	
217	تیسرا اصول	
217	عبادت شمس و قمر کی دلیل	
218	عبادت صالحین کی دلیل	
218	عبادت ملائکہ کی دلیل	
219	عبادت انبیاء کی دلیل	
219	عبادت شجر و حجر کی دلیل	
220	چوتھا اصول	
247	نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے	
248	نمازیوں کے مشرکانہ عقائد	
(۸) توحید فی التصرف اور شرک فی التصرف		
251	توحید فی التصرف اور شرک فی التصرف	
255	رسول اللہ ﷺ اپنے یا کسی کے نفع و نقصان.....	
261	اللہ تعالیٰ کو اپنے لیے کافی سمجھو	
264	معجزات انبیائے کرام کے اختیار میں نہ تھے	
265	غیر اللہ کے لیے رب اور اس طرح کے.....	
266	قرآنی فیصلے اور آج کل کے کلمہ گو	

صفحہ نمبر	مضامین	فصل
267	صرف اللہ تعالیٰ ہی رب یعنی داتا ہے	
269	بے قراری کی دعا	
269	صرف اللہ ہی سب کا وہاب اور داتا ہے	
270	صرف اللہ ہی سب کا وکیل یعنی کارساز اور داتا ہے	
270	توحید فی التصرف کے شرکیہ امور	
273	فرق صاف ظاہر ہے	
275	کیا اللہ کے سوا کوئی اور مشکل حل کرنے پر.....	
276	بے بس و مجبور نام نہاد داتا	
277	غیر اللہ میں تصرف کے اختیارات ماننے.....	
277	اولیاء اللہ کا مقام	
287	دیوبندی بھائیو! سوچیے ذرا	
287	وحدت الوجود	
293	بزرگوں کی روحوں سے امداد	
294	مشرکین مکہ سے سبقت لے جانا	
297	مردہ بزرگوں سے مدد	
301	مخلوق سے مشکل کشائی اور دیوبندی	
310	قبروں سے استفادہ اور دیوبندی	
311	عقیدہ علم الغیب اور اہل دیوبند	
313	اتحادِ ملاحہ	
313	۱۔ حلول	
315	۲۔ وحدۃ الوجود	

صفحہ نمبر	مضامین	فصل
317	۳۔ وحدۃ الشہود	
319	تصوف کی کتابوں کے نام	
(۹) توحید فی العادت اور شرک فی العادت		
321	توحید فی العادت اور شرک فی العادت	
321	۱۔ شریکۃ نام رکھنا	
321	۲۔ غیر اللہ کی قسم کھانا	
321	۳۔ غیب کی باتیں پوچھنا	
323	لیپین وٹو کی پیش گوئیاں	
327	۴۔ اللہ پر ایمان اور ستاروں پر ایمان	
327	۵۔ ریاکاری	
328	۶۔ جاندار کی تصویر بنانا	
اہل سنت والجماعت کون.....؟		
(۱) ایمان و کفر		
331	ایمان کی تعریف	
331	کفر کی تعریف	
331	کفریہ امور	
335	خلوص اور نفاق	
335	خلوص کی تعریف	
335	نفاق کی تعریف	
(۲) سنت و بدعت		
337	بدعت کی تعریف	

صفحہ نمبر	مضامین	فصل
337	ابتداع و ایجاد کی دو قسمیں ہیں	
338	بدعت کی قسمیں	
338	پہلی قسم	
338	دوسری قسم	
339	بدعت کی تمام قسموں کا حکم دینی نقطہ نظر سے	
342	بدعتوں کے ظاہر ہونے کی جگہیں	
343	بدعات ظاہر ہونے کے اسباب	
344	دینی احکام سے لاعلمی و جہالت	
344	خواہشات کی پیروی	
345	مخصوص لوگوں کی رائے کے لیے تعصب برتنا	
345	کافروں سے مشابہت اختیار کرنا	
346	بدعتیوں کے متعلق امت مسلمہ کا موقف	
349	بدعتیوں کی تردید میں اہل سنت و الجماعت کا.....	
349	سنت کی تعریف	
349	بدعت کی تعریف	
(۳) حقیقی اہل سنت و الجماعت		
351	حقیقی اہل سنت و الجماعت	
351	۱۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کا مسئلہ	
352	۲۔ نماز تراویح کی جماعت	
352	۳۔ حج تمتع کا مسئلہ	
353	۴۔ خلافت اور عمر رضی اللہ عنہما کا موقف	

صفحہ نمبر	مضامین	فصل
354	سنت کو مضبوطی سے پکڑنے اور بدعت سے بچنے کا بیان	
354	۱۔ سنت قولی	
354	۲۔ سنت عملی	
354	۳۔ سنت تقریری	
356	بدعت کی حقیقت	
358	بدعات کی فہرست	
362	عرفہ	
362	شرع محمدی مہر	
364	دعاؤں میں اضافے	
365	نماز، روزے اور وضو کی زبان سے نیت کرنا	
367	سلسلہ ہائے طریقت	
368	تعویذ لٹکانا شرک ہے؟	
370	بسم اللہ کرنا	
371	آمین	
372	روزہ کشائی	
372	فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا	
373	چھ کلمے پڑھنا اور پڑھانا	
373	مردوں اور عورتوں کا جدا جدا طریقے سے نماز پڑھنا	
374	اسلام پنجاب کے ضروری ارکان	
375	حاصل بحث سنت و بدعت	
375	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چند واقعات	

صفحہ نمبر	مضامین	فصل
تقلید ائمہ اربعہ		
(۱) اصل امام کون؟		
381	اصل امام کون؟	
381	اطاعتِ رسول دراصل اطاعتِ الہی	
382	امام بنانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے	
383	رسول ہی حاکم ہوتا ہے	
384	اطاعتِ رسول باعثِ محبتِ الہی	
384	اطاعتِ رسول سببِ ہدایت	
384	رسول شریعتِ الہی کا شارح	
385	رسول کے قول و فعل کی مخالفتِ فتنہ عظیم	
385	رسول کی زندگی اسوۂ حسنہ	
387	رسول ہی منبعِ ہدایت	
388	رسول کی نافرمانی باعثِ حسرت و ندامت	
388	اتباعِ رسول باعثِ رحمت	
388	رسول صرف اللہ سے ڈرتا ہے	
390	رسول تقیہ نہیں کرتے	
(۲) ردِ تقلید		
393	تقلید کی تعریف	
393	تقلید کی ابتدا	
393	کیا تقلید واجب ہے؟	
395	ردِ تقلید سے ائمہ اربعہ کی ممانعت	

صفحہ نمبر	مضامین	فصل
397	۲۔ ائمہ اربعہ کا عقیدہ	
		(۳) تقلید کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ
399	تقلید کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ	
400	امام ابوحنیفہ <small>رضی اللہ عنہ</small> کا حقیقی دشمن کون؟	
402	تقلید اور تحقیق میں فرق	
403	ائمہ کی شان بہت بڑھا دینا	
403	چاروں مذہب برحق نہیں	
404	جماعت محمدی کا حق پر ہونا	
404	حنفی اور جماعت محمدی کی مثال	
405	مقلد آزادی سے حدیث پر عمل نہیں کر سکتا	
405	آؤ! اپنے نبی کی طرف	
408	بریلوی حضرات کی مزید دورخی	
411	تنبیہ	
		(۴) فقہ حنفی کی حقیقت
413	فقہ حنفی کی حقیقت	
413	موجودہ فقہ حنفی کی حالت زار	
414	حصہ اول	
416	فقہ کے متعلق	
416	عقائد کے متعلق	
416	ایمان کے متعلق	
417	وضو کے متعلق	

صفحہ نمبر	مضامین	فصل
417	مسواک کے متعلق	
417	جن چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا	
418	پانی کے بیان میں	
418	پیشاب کے متعلق	
418	عام نجاستوں کے متعلق	
419	شراب کے متعلق	
420	کتے کے متعلق	
420	متفرق نجاستیں	
420	تیمم کا بیان	
421	اذان کا بیان	
421	نماز کی کیفیت کا بیان	
422	وہ امور جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی	
423	متعلقات نماز	
424	متعلقات جمعہ	
425	زکوٰۃ کا بیان	
426	روزوں کے متعلق	
426	وہ چیزیں جن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا	
426	حج کا بیان	
427	نکاح کا بیان	
427	رضاعت کا بیان	
427	نسب کا بیان	



صفحہ نمبر	مضامین	فصل
428	حدود کا بیان	
429	گم شدہ کا بیان	
429	ذبح کا بیان	
429	قربانی کا بیان	
430	حلال و حرام کا بیان	
430	مشروب کا بیان	
430	فقہ حنفی میں حیلہ سازی	
431	فقہ کی حقیقت	
431	من و سلوئی کے بدلے لہسن و پیاز	
432	فقہ حنفی کا باب دوم	
432	قرآن و حدیث ایک مکمل دین	
432	حجیت حدیث	
433	اقوال امام ابوحنیفہ اور مقام حدیث	
433	کتب احادیث کے متعلق	
433	کتب فقہ کتب حدیث کے مقابل	
434	اجماع	
434	اہل سنت کی تعریف	
434	تقلید اور کتب فقہ	
434	بدعت اور اہل بدعت	
434	عقائد کا بیان	
435	علم غیب کا بیان	

435	مسائل متفرقہ
435	وضو کے متعلق
435	مسح کے متعلق
435	پانی کے متعلق
436	اوقات نماز کے متعلق
436	اذان و نماز کے متعلق
437	امامت کے متعلق
437	وتر کا بیان
437	نماز کے متعلق
438	تراویح کے متعلق
438	جمعہ کے متعلق
439	عیدین کے متعلق
439	دفن کے متعلق
440	روزوں کے متعلق
440	نکاح کے متعلق
440	طلاق کے متعلق
440	گم شدہ کے متعلق
440	زنج کے متعلق
441	قربانی کے متعلق
441	شہادت کے متعلق
441	قاضی کے متعلق
441	حلال و حرام کے متعلق

445	حاصل بحث فقہ حنفی	
445	تقلید کے گڑھ ”دارالعلوم دیوبند“ کے مہتمم	.....
446	یہود و نصاریٰ قرآن و حدیث اور حنفی فقہ کی روشنی میں	
448	قرآن نے یہود و نصاریٰ کو مشرک قرار دیا	
448	انھیں شرک فی الذات کا مرتکب قرار دیا	
450	اہل کتاب کا غلو	
453	تبلیغی جماعت	
455	فضائل اعمال کے سات مختلف ایڈیشنوں کے حوالہ جات	
466	رسول اللہ ﷺ کا سایہ مبارک	
466	پہلی دلیل	
466	دوسری دلیل	
467	تیسری دلیل	
467	چوتھی دلیل	
(۵) مشرکین مکہ اور آج کے کچھ کلمہ گو		
471	مشرکین مکہ اور آج کے کچھ کلمہ گو	
474	حیات النبی ﷺ	
475	کچھ کلمہ گو صاحبان کی گوہر افشائیاں	
491	اللہ تعالیٰ کے ساتھ تین وعدے	
492	قطععی نصوص قرآن اور احناف کی دیدہ دلیری	
چند اہم امور کی وضاحت		
(۱) اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ و ناپسندیدہ کام		
495	اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ و ناپسندیدہ کام	

صفحہ نمبر	مضامین	فصل
495	ناپسندیدہ کام	
499	اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کام	
(۲) متنازعہ امور پر چند اہم قرآنی فیصلے		
501	متنازعہ امور پر چند اہم قرآنی فیصلے	
501	۱۔ شرک	
502	۲۔ فرقہ بندی	
503	۳۔ بغاوت	
503	۴۔ تقلید	
504	۵۔ جمہوریت کا بت	
505	۶۔ آباؤ اجداد کی تقلید	
505	۷۔ ملوک اور صاحب ثروت	
506	۸۔ غرباء و مساکین سے بے التفاتی	
506	۹۔ علمائے سوء کی قیادت	
507	۱۰۔ قلت فہم	
507	۱۱۔ قیاس فاسد	
507	۱۲۔ قیاس صحیح سے انکار کرنا	
507	۱۳۔ غلو	
508	۱۴۔ نفی و اثبات	
508	۱۵۔ ہٹ دھرمی	
508	۱۶۔ کتب سماوی کے بدلے کتب جادو	
508	۱۷۔ مشرکین کا ایک کفریہ اصول	

صفحہ نمبر	مضامین	فصل
509	۱۸۔ نسبت میں تناقض	
509	۱۹۔ عیب جوئی	
509	۲۰۔ کہانت کو کرامت سمجھنا	
509	۲۱۔ مشرکین کی عبادت	
510	۲۲۔ مشرکین کا دین	
510	۲۳۔ مشرکین کا تکبر	
510	۲۴۔ مشرکین کا غلط استدلال	
511	۲۵۔ تحریف	
511	۲۶۔ غلط لٹریچر کی اشاعت	
511	۲۷۔ مشرکین کے ہاں قبول ہونے والے عقائد	
511	۲۸۔ مشرکین کی ایک خصلت رذیلہ	
512	۲۹۔ افتراق	
512	۳۰۔ اپنے ہی مسلک کی مخالفت کرنا	
512	۳۱۔ انکارِ حق	
512	۳۲۔ مشرکین کا اپنے بنیادی عقائد کا انکار	
513	۳۳۔ مشرکین کی گروہ بندی میں مسابقت	
513	۳۴۔ بڑھنگی بھی عبادت	
513	۳۵۔ حرام کو حلال قرار دینا	
513	۳۶۔ غیر اللہ کو داتا و مشکل کشا سمجھنا	
514	۳۷۔ صفات الہیہ میں الحاد	
514	۳۸۔ اسمائے الہیہ میں الحاد	

صفحہ نمبر	مضامین	فصل
515	۵۴۔ مذہبی تعصب	
517	۶۵۔ ترک حق	
517	۶۶۔ افراط	
517	۶۷۔ تفریط	
517	۶۸۔ ترک واجب	
(۳) موت کا بیان اور قرآنی فیصلے		
523	موت کا بیان اور قرآنی فیصلے	
523	موت پر سوگ قرآن کی روشنی میں	
524	سوگ صحیح احادیث کی روشنی میں	
525	سوگ فقہ حنفی کی روشنی میں	
526	خلاصہ تحریر	
527	کیا فوت شدگان زندوں کی باتیں سنتے ہیں؟	
528	فوت شدگان کو زندہ لوگوں کے کاموں کی خبر نہیں	
531	موت کے بعد دنیا میں آنے کا رد	
(۴) چند دیگر امور		
533	محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے عقیدہ	
536	نعت خوانی اور شرک	
536	راگ اور گانے کے متعلق حنفی فقہ کی مشہور کتابوں.....	
537	کچھ اہل حدیث صاحبان کے بارے میں	
537	فرضی نماز کے بعد اجتماعی دعا	
539	کیا فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی.....	

صفحہ نمبر	مضامین	فصل
<b>شیعیت اور مرزائیت</b>		
<b>(۱) عقائد شیعہ</b>		
545	عقائد شیعہ	
545	شیعہ عقائد کا اصلی روپ	
546	۱۔ قرآن کے بارے تحریف کا عقیدہ	
546	۲۔ حدیث اور سنت کو رد کرنا	
547	اسلام میں احادیث کی مشہور کتابیں	
548	شیعہ مذہب میں ائمہ کی طرف منسوب روایات	.....
548	۳۔ ختم نبوت کے انکار کی قطعی صورت	
549	۴۔ شیعوں کے ان عقائد میں سے ہر ایک کا	.....
550	۵۔ ہمارے علمائے کرام کی حیرت انگیز لاعلمی	
554	اہل تشیع کی قرآن میں تحریف	
<b>(۲) مرزائیت</b>		
563	مرزائیت	
563	چیلنج	
563	وحی بند ہے	
564	ختم نبوت پر ایمان اور اصرار	
564	اجماعی عقیدہ کا منکر لعنتی ہے	
565	نبوت جاری ہے	
565	۱۔ میرے پاس آئیل آیا	
565	۲۔ اللہ تعالیٰ کی وحی	
565	۳۔ خدا نے میرا نام نبی رکھا	
565	۴۔ ختم نبوت ایک باطل عقیدہ اور اسلام	.....

صفحہ نمبر	مضامین	فصل
566	اللہ تعالیٰ کی توہین	
566	۱۔ اللہ کی زبان پر مرض	
566	۲۔ اللہ اور چور	
566	۳۔ قادیان میں خدا	
566	۴۔ سچا خدا	
567	۵۔ میں خود خدا ہوں	
567	رسول اللہ ﷺ کی توہین	
567	۱۔ قادیانی محمد رسول اللہ	
567	۲۔ مرزا قادیانی خاتم النبیین	
568	۳۔ مرزا قادیانی تمام نبیوں کا مجموعہ	
568	۴۔ قادیان میں محمد رسول اللہ	
569	۵۔ محمد رسول اللہ کے تمام کمالات مرزا غلام احمد.....	
569	۶۔ قادیانی کلمہ	
569	۷۔ افضلیت مرزا	
569	۸۔ مرزا قادیانی پر درود	
570	انبیائے کرام ﷺ کی توہین	
570	۱۔ سیدنا نوح (علیہ السلام) پر فضیلت	
570	۲۔ سیدنا یوسف (علیہ السلام) پر فضیلت	
570	۳۔ سیدنا ابراہیم (علیہ السلام) پر فضیلت	
571	عیسیٰ (علیہ السلام) کی توہین	
571	۱۔ سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) گالیاں دیتے تھے	
571	۲۔ سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) نے انجیل چرا کر لکھی	



صفحہ نمبر	مضامین	فصل
571	۳۔ سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) کا کوئی معجزہ نہیں	
571	۴۔ سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) کے معجزوں کی حقیقت	
572	۵۔ سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) شراب پیتے تھے	
572	۶۔ سیدہ مریم (علیہا السلام) کا نکاح	
572	۷۔ سیدہ مریم صدیقہ (علیہا السلام) کا اپنے منسوب سے .....	
573	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین	
573	۱۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی توہین	
573	۲۔ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما .....	
573	۳۔ مولوی (حکیم) نور الدین، ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہے	
574	۴۔ زندہ علی، مردہ علی	
574	۵۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی توہین	
574	۶۔ کربلا کی سیر	
574	۷۔ سو حسین قربانی، مرزا قادیانی کی ایک گھڑی .....	
575	۸۔ گالیاں دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے	
576	۹۔ بدزبان بدتر ہے	
576	مسلمانوں کو گالیاں اور کفر کا فتویٰ	
576	۲۔ عیسائی، یہودی، مشرک	
576	۳۔ بدکار عورتوں کی اولاد	
577	۴۔ مرد خنزیر، عورتیں کتیاں	
577	۵۔ مرزا کو نہ ماننے والا پکا کافر	
577	۶۔ جہنمی	
577	مسلمانوں سے معاشرتی بائیکاٹ	

صفحہ نمبر	مضامین	فصل
577	۱۔ مسلمانوں سے تعلقات حرام	
578	۲۔ مسلمانوں کے پیچھے نماز قطعی حرام	
<b>متفرقات</b>		
(۱) مختلف موضوعات پر قرآنی آیات		
581	مختلف موضوعات پر قرآنی آیات	
585	۱۔ کوئی نبی بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں	
586	۳۔ قیامت کے دن گواہی	
587	۴۔ شہید کی برزخی زندگی	
588	۱۵۔ مولویوں اور درویشوں کے غلط کام	
589	۲۴۔ نیک اعمال کے بدلے دنیا کمانا	
590	۵۲، ۳۵۔ ایصال ثواب کی حقیقت	
591	۴۴۔ تقلید چھوڑو، اتباع رسول کرو	
592	۵۸۔ آیات کا ٹیڑھا مطلب نکالنے کی مذمت	
593	سورۃ انعام کا خلاصہ	
(۲) عقائد اہل سنت (سوالات و جوابات)		
597	عقائد اہل سنت (سوالات و جوابات)	
599	تاویل	
599	کیفیت	
599	تمثیل	
599	تعطیل	
601	۱۔ تاویل	

صفحہ نمبر	مضامین	فصل
601	۲۔ اکراہ	
601	۳۔ جہالت	
601	۴۔ بلا مقصد	
(۳) اسلام اور جمہوریت کا تضاد		
641	اسلام اور جمہوریت کا تضاد	
642	عوام کی حاکمیت	
644	اکثریت کا فیصلہ	
646	عورت کی سربراہی اور اس کی شہادت	
647	علماء اور جہلاء کی یکسانیت	
649	کثیر جماعتی نظام	
650	حکومت و منصب کی خواہش	
651	کلیدی مناصب پر غیر مسلموں کا تقرر	
653	سیکولرازم	
(۴) نبی ﷺ کا خواب میں آنا		
655	نبی ﷺ کا خواب میں آنا	
655	زیارت نبوی ﷺ کا نسخہ	
656	یہ ”مجان رسول“	
(۵) عذاب جہنم اور انعامات جنت کا بیان		
659	عذاب جہنم کی کیفیت	
661	جنت کی خوبی اور اہل جنت کے عیش	



## مسنون خطبہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ  
شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ،  
وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ  
لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ  
وَسَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ

”بلاشبہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ ہم اسی کی تعریف کرتے، اسی سے مدد  
مانگتے اور اسی سے بخشش طلب کرتے ہیں۔ اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے برے  
اعمال سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ راہ دکھائے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور  
جسے وہ دھتکار دے اسے کوئی راہ راست پر نہیں لاسکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ  
ہی معبود برحق ہے، وہ اکیلا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ  
حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔“

”حمد و صلوة کے بعد! یقیناً تمام باتوں سے بہتر بات اللہ کی کتاب اور تمام طریقوں  
سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے اور تمام امور میں سے برے کام (دین میں) خود ساختہ  
(بدعت والے) کام ہیں، ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی کا انجام جہنم ہے۔“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا  
وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ○ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ  
مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا  
كَثِيرًا وَنِسَاءً ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ط

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ  
وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ  
ذُنُوبَكُمْ ۝ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝

”اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں اس حال میں موت آنے کے تم مسلمان ہو۔ لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، (پھر) اس سے اس کی بیوی کو بنایا اور (پھر) ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں اور انہیں (زمین پر) پھیلا دیا۔ اللہ سے ڈرتے رہو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قطع رحمی سے (بچو)۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔ اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو اور سیدھی (سچی اور کھری) بات کہو۔ اللہ تمہارے اعمال سنوار دے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی، یقیناً اس نے عظیم کامیابی حاصل کر لی۔“



- ① ((مسلم‘ الجمعة‘ بابا تخفيف الصلوة و الخطبة‘ حديث ۸۶۸ و ۸۶۷۔ والنسائي‘ ۳۲۷۸))  
② ((رواه الاربعة واحمد والدارمي و روى البغوي فى شرح السنة مشکوة مع تعليقات الابانى‘ النكاح‘ باب اعلان النكاح..... وقال الابانى حديث صحيح..))

تنبیہات:

- صحیح مسلم سنن نسائی اور مستدر احمد میں ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیث میں خطبہ کا آغاز ((ان الحمد لله)) سے ہے لہذا ((الحمد لله)) کی بجائے ((ان الحمد لله)) کہنا چاہیے۔  
➤ یہاں ((نومن به و نتوکل علیہ)) کے الفاظ صحیح احادیث میں موجود نہیں ہیں۔  
➤ یہ خطبہ نکاح جمعہ اور عام و منظر و ارشاد یا درس و تدریس کے موقع پر پڑھا جاتا ہے۔ اسی خطبہ حاجت کہتے ہیں اسے پڑھ کر آدمی اپنی حاجت و ضرورت بیان کرے۔

## عرض ناشر

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ  
وَالْمُرْسَلِيْنَ اَمَّا بَعْدُ! ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِنَّ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السَّبِيْلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيْلِهِ ط  
ذٰلِكُمْ وَظَلَمْتُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ [الأنعام: ۱۵۳]

”اور یہ میرا راستہ تو بالکل سیدھا ہے، لہذا اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمہیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ تاکیدی حکم اس نے تمہیں دیا ہے، تاکہ تم بچ جاؤ۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے ایک سیدھا خط کھینچا اور فرمایا: ”یہ اللہ کا راستہ ہے۔“ بعد ازاں اس کے دائیں جانب اور بائیں جانب کچھ خطوط کھینچے اور فرمایا: ”یہ شیطان کے راستے ہیں اور ہر راہ پر شیطان ہے جو ان راستوں کی جانب بلاتا ہے۔“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ وَاِنَّ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ﴾ [الأنعام: ۱۵۳]

”اور یہ میرا راستہ تو بالکل سیدھا ہے، تم اس کی پیروی کرو۔“

[مسند أحمد: ۴۳۵/۱، ح: ۴۱۴۱، و إسناده حسن لذاته]

زیر نظر کتاب ”تلاش حق“ محترم جناب ارشاد اللہ مان صاحب کی ساہلہ سال کی تحقیق و کاوش کا حاصل ہے۔ ان کی زندگی کا آغاز تقلید اور خانقاہی سلسلوں سے ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں حق کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس دوران انھوں نے مختلف مسالک اور ان کے عقائد و نظریات کا گہرائی سے مطالعہ کر کے کتاب و سنت سے ان کا تقابل کیا۔ یوں صراط مستقیم

اپنی تمام تر حقانیت کے ساتھ ان پر واضح ہوا۔ انھی تفصیلات کو انھوں نے کتابی شکل میں جمع کر کے اس کا نام ”تلاش حق“ رکھا، تاکہ ان کی یہ بے پناہ ریاضت متلاشیان حق کے لیے سہولت بن جائے۔ کتاب کو محترم حافظ عبدالسلام بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بالاستیعاب پڑھا اور بہت مفید پایا۔ انھی کی ترغیب پر دارالاندلس کی طرف سے اسے شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا، محترم مولانا مبشر احمد ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کتاب کو بغور پڑھا اور اصلاح فرمائی۔

کتاب کے حسن کو دوبالا کرنے کے لیے اسے مختلف ابواب اور فصلوں میں تقسیم کیا گیا، کتابت شدہ آیات لگائی گئیں اور احادیث کی مکمل تخریج کی گئی، تخریج کا فریضہ سید تنویر الحق شاہ صاحب نے ادا کیا۔ احادیث کے علاوہ کتب کے حوالہ جات میں محترم ارشاد اللہ مان صاحب ہی کی تخریج پر اعتماد کیا گیا ہے۔ کمپوزنگ میں محمد شفیق اور حافظ آصف رشید نے بھرپور محنت کی۔ اللہ تعالیٰ مؤلف محترم اور جمع احباب کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور انھیں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آمین!

اس وقت پاکستان میں بالخصوص اور پوری دنیا میں بالعموم مسلمانوں کی اکثریت نے براہ راست کتاب و سنت سے فیض حاصل کرنے کی بجائے تقلید کی روش اپنا کر مختلف خود ساختہ نظریات کی پیروی اختیار کر رکھی ہے، ایسے کروڑوں مسلمانوں کے لیے یہ کتاب گراں قدر تحفہ ہے، اسے پڑھیں، اپنے عقائد و نظریات کو حق کے ترازو پر پرکھیں اور کتاب و سنت پر عمل پیرا ہو کر متلاشیان حق کی صفوں میں شامل ہو جائیں کہ اسی میں دنیا و آخرت کی فلاح کا راز پنہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اخو کم فی اللہ

سیف اللہ خالد

مدیر ”دارالاندلس“

۴ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

بسمہ اہل الحدیث



## مؤلف کی آپ بیتی

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ!

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ وَأَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۗ وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ۗ وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ۗ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿﴾ [آل عمران: ۱۰۲، ۱۰۳]

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقہ میں نہ پڑو اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب کہ تم آپس میں دشمن تھے پھر تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پھر تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے پھر تم کو اس نے نجات دی۔ اس طرح اللہ تمہیں اپنی نشانیاں یاد دلاتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔“

کچھ شک نہیں کہ میں بھی اپنی گمراہی کے ہاتھوں آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھا اور

میرے رب نے مجھ پر احسان کیا، مجھے بجالیا اور میرا رخ ہدایت کی جانب موڑ دیا۔

داستان کچھ اس طرح ہے کہ میں ضلع شیخوپورہ کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں ۱۹۳۸ء میں پیدا ہوا۔ میٹرک ۱۹۵۳ء میں ہائی سکول واربرٹن سے اور ایف ایس سی ۱۹۵۶ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے کی۔ ۱۹۶۱ء میں ضلع کونسل شیخوپورہ میں ملازم ہو گیا۔ ۱۹۶۲ء کی بات ہے، شرقپور شہر میں میاں شیر محمد صاحب کا عرس تھا، اس موقع پر شرقپور کے کچھ احباب نے شرقپور آنے کی دعوت دی، میں نے دعوت قبول کر لی کہ چلو اس بہانے میاں شیر محمد صاحب کا عرس بھی دیکھیں گے۔ جب



میں اور میرے احباب عرس میں پہنچے تو بڑا عجیب منظر دیکھا۔ سٹیج لگ چکا تھا، بیس کے قریب علماء سٹیج پر براجمان تھے، سٹیج سیکرٹری سپیکر پر یکے بعد دیگرے علماء کے نام پکار رہا تھا، ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع تھے۔ باری باری علماء مائیک پر آتے، تقریر فرماتے اور واپس اپنی نشست پر بیٹھ جاتے۔ ایک مولوی صاحب کہ نام جن کا مولوی نوری قصوری تھا، مائیک پر تشریف لائے، انھوں نے تقریر شروع کی اور تقریر کے دوران ایک واقعہ سنایا، جو کچھ یوں تھا:

”جنید بغدادی بغداد کے رہنے والے تھے۔ اس شہر کے ساتھ دریائے دجلہ بہتا ہے۔ جنید بغدادی جائے نماز لے کر دریا کے کنارے تشریف لائے اور دریا کے کنارے پر جائے نماز بچھا کر دو رکعت نفل نماز پڑھی۔ اس کے بعد جائے نماز کو اٹھا کر دریا میں بہتے پانی پر رکھ دیا اور ساکن جائے نماز پر دو نفل نماز ادا کی، پھر جائے نماز کو دریا کے دوسرے کنارے چلنے کا حکم دیا، دوسرے کنارے پہنچ کر پھر جائے نماز بچھا دی، دو نفل نماز ادا کی پھر جائے نماز اٹھا کر انھوں نے دریا کے اندر بہتے پانی پر رکھ دی اور خود اس کے اوپر بیٹھ گئے اور جائے نماز کو واپس شہر کی طرف چلنے کا حکم دیا۔ ابھی تھوڑی ہی دور دریا کے اندر جائے نماز گئی تھی کہ قریبی جنگل سے ایک آدمی نکلا، اس نے کہا مجھے بھی بغداد شہر جانا ہے۔ جنید بغدادی نے جائے نماز کو حکم دیا کہ واپس کنارے پر لگ جاؤ، چنانچہ اس آدمی کو بھی جائے نماز پر بٹھالیا۔ جنید بغدادی نے اسے حکم دیا کہ تم یا جنید! یا جنید! کہتے رہو اور میں یا اللہ! یا اللہ! کہوں گا، وہ سامنے بغداد شہر ہے، ہم ابھی پہنچ جائیں گے۔ اس آدمی نے یا جنید! یا جنید! کہنا شروع کیا اور جنید بغدادی یا اللہ! یا اللہ! کہتے رہے اور جائے نماز دریا کے اندر بہتے پانی پر بغداد شہر کی طرف چلنے لگی۔ جب آدھا سفر طے ہو گیا تو شیطان نے اس آدمی کے کان میں پھونکا کہ تم شرک کر رہے ہو کہ تم غیر اللہ کو پکار رہے ہو، جیسا کہ شیطان ان کے کان میں پھونکا کرتا ہے۔ اس آدمی نے سوچا بات تو ٹھیک ہے، چنانچہ اس نے یا جنید! کی بجائے یا اللہ! یا اللہ! کہنا شروع کر دیا۔ یہ کہنا تھا کہ وہ پانی میں ڈوبنے لگا، جب جنید نے یہ صورت حال دیکھی تو اس کو بالوں سے پکڑ کر جائے نماز پر بٹھایا اور فرمایا: تمہارے ساتھ یہی ہونا چاہیے تھا کہ تم جنید تک تو ابھی پہنچے نہیں اور اللہ کو لگے ہو پکارنے!“ مولوی نوری قصوری کی اس بات نے میرے تن بدن میں آگ لگا دی۔ حالانکہ مجھے نہیں پتا تھا کہ بریلوی کیسے ہیں؟ دیوبندی کیا ہیں؟ اہل حدیث کون ہیں؟ اور یہ کہ شیعہ کیا چیز ہیں؟ کیونکہ میں نے میٹرک اور ایف ایس سی میں صرف اسلامیات پڑھی تھی، اس کے علاوہ میرا مذہبی مطالعہ نہ تھا۔

میرے نزدیک مولوی نوری قصوری کی بات اللہ کے حضور بہت بڑی گستاخی تھی، چنانچہ میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ یہ لوگ گمراہ ہیں اور مجھے تحقیق کرنی چاہیے کہ اصل دین کیا ہے؟ پھر ۱۹۶۲ء سے لے کر ۲۰۰۵ء تک میں نے ہمیشہ یہ تحقیق کی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں جو دین دیا ہے، وہ کیا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ میں نے احمد رضا صاحب کا ترجمہ قرآن اور تفسیر مراد آبادی پڑھی، دیوبند مکتبہ فکر کا ترجمہ و تفسیر پڑھی، اہل حدیث کا ترجمہ و تفسیر پڑھی، سعودیہ سے چھپنے والے قرآن کا اردو ترجمہ و تفسیر پڑھی، بخاری، مسلم اور مشکوٰۃ شریف کا ترجمہ پڑھا، حنفی فقہ کی کتابیں یعنی ہدایہ، درمختار، کنز، قدوری، شرح وقایہ، فتاویٰ عالمگیری، مالابدمنہ اور بہشتی زیور وغیرہ پڑھیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب غنیۃ الطالبین کا مطالعہ کیا، حقیقۃ الفقہ اور دیگر بے شمار کتابیں پڑھیں، تاکہ حقیقی دین کا پتا چل سکے۔ علاوہ ازیں آج کے تمام متنازعہ مسائل پر بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث علماء سے قرآن مجید صحیح حدیث کی روشنی میں بار بار تبادلہ خیال کیا، کیونکہ اگر انسان حقیقی دین کا علم حاصل کیے بغیر کوئی عقیدہ رکھے گا اور عمل کرے گا تو جب قیامت کے دن ایسا انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرا عقیدہ ہی ٹھیک نہ تھا، لہذا تیرے سارے اعمال رائگاں ہیں اور تو جہنم کا مستحق:

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾

[البقرة : ۳۹]

”اور جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا اور جھٹلایا وہی دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“

چنانچہ اب تینتالیس (۳۳) سالہ تحقیق کا نچوڑ میں نے اس کتاب میں لکھ دیا ہے، میری طویل تحقیق کا خلاصہ یہ ہے:

- ۱۔ اصل آفاقی اور عالمگیر دین اسلام کا قرآن اور صحیح احادیث کی روشنی میں علم حاصل کیجیے، کیونکہ یہ دونوں وحی جلی اور وحی خفی ہیں اور انھی میں دین مکمل ہو چکا ہے۔
- ۲۔ مکمل توحید کا خالص عقیدہ و عمل اختیار کریں، ہر عمل اسوۂ رسول (ﷺ) کے مطابق کریں، بدعت سے قطعی اجتناب کریں۔

۳۔ اسلام مسلک، فقہ الرائے اور فرقہ کی نفی کرتا ہے، امت کو محض کسی مسلک، فرقے اور فقہ الرائے

کی طرف دعوت دینے کی بجائے اسلام کے آفاقی اور عالمگیر پیغام کی طرف دعوت دیں، کیونکہ اگر آپ نے اسلام آباد سے مکہ و مدینہ جانا ہے اور آپ جدہ کی پرواز میں سوار ہونے کی بجائے اسلام آباد سے جکارتہ کی پرواز میں سوار ہو جائیں تو آپ کا یہ امید رکھنا کہ میں جدہ یا مکہ و مدینہ پہنچ جاؤں گا محض خام خیالی اور ناممکن بات ہے۔

۴۔ رسول عربی ﷺ کا عقیدہ، اطاعت، سنت اور طریقہ اختیار کریں، تاکہ آپ کو قیامت کے دن رسول عربی ﷺ کے تابع فرمان کے طور پر پکارا جائے، ورنہ تباہی ہے، کیونکہ اللہ کے نزدیک جو مقام امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے وہ اور کسی ہستی کو حاصل نہیں اور قیامت کے دن ہر انسان کو اس ہستی کے نام پر پکارا جائے گا جس کی اس نے اس دنیا میں فرماں برداری کی ہوگی۔ اگر اس دن آپ کو رسول اللہ ﷺ کے تابع فرمان کے طور پر پکارا گیا تو آپ کامیاب ہیں، ورنہ ناکام۔ (دیکھیے تفسیر مراد آبادی۔ بنی اسرائیل: ۷۱، ف: ۱۵۹)

۵۔ اس کتاب میں جو کتابیں حوالہ کے لیے درج کی گئی ہیں مثلاً قرآن مجید، کتب احادیث اور دیگر کتب، ان کی لائبریری بنائیں تاکہ آپ دین کا مکمل علم حاصل کر سکیں۔ اگر ایک آدمی یہ لائبریری نہیں بنا سکتا تو مل کر بنائیں، روزانہ صبح و شام تھوڑا تھوڑا وقت دین کے مطالعہ کے لیے وقف کریں، اس طریقہ سے دو تین سال میں آپ کی لائبریری بھی بن جائے گی اور صحیح دین کا علم بھی حاصل ہو جائے گا۔

کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ صرف وہ دلائل دیے جائیں جو قرآن اور صحیح احادیث سے ثابت ہوں۔ موضوع اور ضعیف احادیث سے مکمل اجتناب کیا گیا ہے۔ دوست و احباب اور علمائے کرام سے گزارش ہے کہ وہ عوام کے فائدہ کی خاطر بے تکلف ہر نقص و کمی سے آگاہ فرمائیں، مؤلف خلوص دل سے اپنی غلطیوں کو قبول کر کے مشکور ہوگا اور اگلی طبع میں ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور اس کی اصلاح کر دے گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

خادم کتاب و سنت

ارشاد اللہ مان

محلہ مسلم گنج، نزد سٹیڈیم پارک، شیخوپورہ

فون: ۰۵۶-۳۶۱۰۶۶۱

## مقدمہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ .  
 اللہ تبارک و تعالیٰ کا احسان عظیم اور امتنان جزیل ہے کہ اس نے ہمیں رسول اللہ ﷺ کی  
 امت میں سے بنایا اور خالص دین عطا کیا، جو وحی الہی پر مبنی ہے اور کتاب و سنت میں مکمل طور پر محفوظ و  
 موجود ہے۔ ہمارے عقائد و اعمال کا اثبات اللہ کے قرآن اور نبی محمد ﷺ کی حدیث و سنت سے  
 ہوتا ہے۔ یہ دو چیزیں اصل الاصول ہیں اور ہماری نجات کا ذریعہ، کامیابی و کامرانی کا وسیلہ اور فوز و  
 فلاح کا زینہ ہیں۔ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ ﷺ نے بیت اللہ کی دیواریں بلند کرتے ہوئے دعا مانگی:

﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ  
 وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾ [البقرة: ۱۲۹]

”اے ہمارے پروردگار! ان میں ایک رسول انھی میں سے مبعوث فرما جو ان پر تیری آیات  
 تلاوت کرے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے، بے شک تو  
 ہی ہر چیز پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جس رسول کے لیے دعا مانگی وہ ہمارے رسول سیدنا محمد ﷺ ہیں، ان کی  
 بعثت کے مقاصد میں کتاب و حکمت کی تعلیم ہے۔ (اس کے متعلق مزید ملاحظہ ہو: البقرة: ۱۵۱۔ آل عمران:  
 ۱۶۳۔ الجمعة: ۲) اللہ تعالیٰ نے کتاب و حکمت ہی کا نزول فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذْ كُنَّا نُنزِّلُ آيَاتِنَا عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ لِيُعْظَمَ بِهِ ﴾

[البقرة: ۲۳]

”اور یاد کرو تم اپنے اوپر اللہ کی نعت کو اور جو اس نے تم پر کتاب و حکمت میں سے نازل  
 فرمایا، وہ اس کے ذریعے تمہیں نصیحت کرتا ہے۔“

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [النساء: ۱۱۳]

”اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی۔“

اور یہی دو چیزیں نبی ﷺ کی بیویوں کے گھروں میں پڑھی جاتی تھیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَذِّنْ لَنَا مَا يَنْتَظِرُ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ [الأحزاب: ۳۳]

”اور تم یاد کرو! جو تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت میں سے پڑھا جاتا ہے۔“

ان آیات میں کتاب کے ساتھ حکمت کا جو تذکرہ آیا ہے اس سے مراد سنت ہے اور تقریباً یہ

بات تمام مفسرین نے نقل کی ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”فَقَرَضَ اللَّهُ عَلَى النَّاسِ اتِّبَاعَ وَحْيِهِ وَسُنَنَ رَسُولِهِ.“ [الرسالة: ص ۷۶، رقم ۲۴۴]

”اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر اپنی وحی اور اپنے رسول کی سنن کی اتباع فرض کی ہے۔“

پھر مذکورہ بالا آیات ذکر کر کے لکھتے ہیں:

”فَذَكَرَ اللَّهُ الْكِتَابَ وَهُوَ الْقُرْآنُ وَ ذَكَرَ الْحِكْمَةَ فَسَمِعَتْ مَنْ أَرْضَى

مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْقُرْآنِ يَقُولُ: الْحِكْمَةُ: سُنَّةُ رَسُولِ اللَّهِ وَهَذَا يَشْبَهُ مَا

قَالَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ لِأَنَّ الْقُرْآنَ ذُكِرَ وَ أُتْبِعَتْهُ الْحِكْمَةُ وَ ذَكَرَ اللَّهُ مِنْهُ عَلَى

خَلْقِهِ بِتَعْلِيمِهِمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ فَلَمْ يَحْزِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ ! أَنْ يُقَالَ

الْحِكْمَةُ هَاهُنَا إِلَّا سُنَّةُ رَسُولِ اللَّهِ وَ ذَلِكَ أَنَّهَا مَقْرُونَةٌ مَعَ كِتَابِ اللَّهِ وَ

أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ طَاعَةَ رَسُولِهِ وَ حَتَمَ عَلَى النَّاسِ اتِّبَاعَ أَمْرِهِ فَلَا يَجُوزُ أَنْ

يُقَالَ لِقَوْلٍ: فَرَضَ إِلَّا لِكِتَابِ اللَّهِ ثُمَّ سُنَّةِ رَسُولِهِ.“

[الرسالة: ص ۷۸، رقم ۲۵۲ تا ۲۵۵]

”چنانچہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک تو کتاب کا ذکر کیا ہے جو قرآن مجید ہے اور

حکمت کا ذکر کیا ہے اور قرآن کا علم رکھنے والوں میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ شخص

کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حکمت رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور یہ تفسیر

فرمودہ الہی سے زیادہ مشابہ ہے۔ واللہ اعلم! کیونکہ قرآن مجید کے ذکر کے بعد حکمت کا

ذکر کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کتاب و حکمت کی تعلیم کے ذریعے اپنی مخلوق پر اپنا احسان بیان فرما رہا ہے، لہذا یہاں سنت رسول اللہ کے سوا کسی چیز کو حکمت کہنا جائز نہیں، واللہ اعلم! اور یہ اس لیے کہ (حکمت) کتاب اللہ کے ساتھ متصلاً مذکور ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اطاعت فرض کی ہے اور آپ کے حکم کی پیروی کو لازم کیا ہے، پس کسی قول کو کتاب اللہ پھر سنت رسول اللہ کے علاوہ فرض نہیں کیا جاسکتا۔“

لہذا ہمارے اوپر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی غیر مشروط طور پر اطاعت و فرماں برداری فرض ہے اور اللہ کی فرماں برداری کا مطلب و معنی اس کے قرآن کو ماننا اور رسول اللہ ﷺ کی فرماں برداری کا معنی آپ کی سنت و حدیث کو ماننا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کسی کی غیر مشروط اطاعت ہمارے اوپر لازم نہیں ہے۔ جب کوئی شخص قرآن و حدیث سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور اللہ و رسول کے علاوہ کسی کی اطاعت کو اپنے اوپر فرض قرار دے لیتا ہے تو پھر گمراہی کا دروازہ کھل جاتا ہے اور امت مسلمہ کی تباہی و بربادی کا باعث بن جاتا ہے، جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ کسی کو اپنا مقتدا و مطاع بنا لیا انھوں نے پھر اس کی بات کو رسول اللہ ﷺ کی بات کا درجہ دے دیا جیسا کہ مولوی محمود حسن کی ترمذی وغیرہ پر تقاریر میں مذکور ہے کہ ”قول مجتہد بھی قول رسول اللہ ﷺ ہی شمار ہوتا ہے۔“ [الورد الشذی: ۳۰۲، تقاریر حضرت شیخ الہند، ص: ۲۳]

پھر حدیث رسول کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے اور اپنے مزعومہ امام کے اقوال کو زیادہ اہمیت و حیثیت دی جاتی ہے اور آج گمراہ فرقوں کا یہی حال ہے۔ ان کے ہاں قرآن و حدیث کی وہ وقعت اور اہمیت نہیں ہے جو ان کے مولویوں اور پیروں کی بات کی ہے۔ مفتی احمد یار خان گجراتی نے لکھا ہے:

”چار مذہبوں کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں، اگرچہ وہ صحابہ کے قول، صحیح حدیث اور آیت کے موافق ہی ہو، جو ان چار مذہبوں سے خارج ہے وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے کیونکہ حدیث و قرآن کے محض ظاہری معنی لینا کفر کی جڑ ہے۔“

[جاء الحق: ۲۴، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور]

لیجیے مفتی احمد یار خان نے تو بات بالکل واضح کر دی ہے کہ تقلید سے ہٹ کر بات کرنا گمراہ ہونا ہے، خواہ وہ بات قرآن و حدیث اور صحابہ کے قول کے موافق ہی کیوں نہ ہو۔ اسی لیے تو ہم

عرض کرتے ہیں کہ کتاب وسنت کی عظیم شاہراہ سے ہٹ جانا گمراہی اور ضلالت کا باعث ہے۔ زیر نظر کتاب ”تلاش حق“ از ارشاد اللہ مان صاحب اسی منہج عظیم پر لانے کی دعوت کے پیش نظر مرتب کی گئی ہے اور مؤلف نے جذبہٴ صادقہ کے ساتھ گمراہ انسانیت کو راہ راست کی طرف سچی دعوت پیش کی ہے اور عقائد و اعمال کی اصلاح کے لیے قرآن وسنت کے بکھرے ہوئے پھولوں کو ایک گلستان میں جمع کر دیا ہے اور معاشرے میں پھیلی ہوئی گمراہیوں کے کئی پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے اور کتاب وسنت کی نصوص کے ذریعے ان کی اصلاح کی ہے، لہذا یہ جو بیان حق و صداقت اور گم گشتگان راہ کے لیے مینارہٴ نور ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مؤلف، ناشر، قارئین اور تمام ان افراد کے لیے مشعل راہ اور نجات کا وسیلہ و ذریعہ بنائے جنہوں نے کسی بھی پہلو سے اس کتاب کی تیاری میں حصہ ڈالا ہے۔ آمین!

ابوالحسن مبشر احمد ربانی عفا اللہ عنہ  
۱۳۶- این بلاک، سبز زار لاہور



## چند باتیں

« إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ  
أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا  
هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ  
مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، أَمَّا بَعْدُ ! فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرَ  
الْهُدَى هُدَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا وَكُلُّ  
مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، الضَّلَالَةُ فِي النَّارِ »

عام طور پر خطبہ میں « نُوْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ » کے الفاظ پڑھے جاتے ہیں، یہ صحیح  
احادیث میں موجود نہیں ہیں۔ احادیث صحیحہ میں « نَشْهَدُ » جمع کا صیغہ نہیں بلکہ « أَشْهَدُ » واحد کا  
صیغہ ہے۔ یہ خطبہ نکاح و جمعہ، عام وعظ و ارشاد اور درس و تدریس کے موقع پر پڑھا جاتا ہے۔ اسے  
خطبہ حاجت کہتے ہیں، اسے پڑھ کر آدمی اپنی حاجت و ضرورت بیان کرے۔

میرے بھائیو! یہ خطبہ رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ آج کل کچھ کلمہ گواں مسنون خطبہ کو چھوڑ کر  
خود ساختہ خطبے پڑھتے ہیں، جیسا کہ محمد الیاس قادری بریلوی صاحب کی کتاب ”فیضان سنت“ میں  
ہے۔ یاد رہے کہ جس طرح نبی اکرم ﷺ کی ذات روئے زمین کے تمام بزرگوں اور اماموں سے  
اعلیٰ و ارفع ہے، اسی طرح آپ کی تعلیم و سنت روئے زمین کے تمام طریقوں سے اعلیٰ و ارفع  
ہے۔ لوگ جھوم جھوم کر نبی ﷺ کے حسن و اخلاق، عفت و کردار اور امانت و صداقت کو تو خوب  
بیان کرتے ہیں لیکن اتباع رسول ﷺ میں وہ آپ کی بات کے مقابلے میں فقہ، قیاس اور بدعات



کو ترجیح دیتے ہیں۔ انھیں سوچنا چاہیے کہ یہ کس کا کردار ہے جسے انھوں نے اپنایا ہوا ہے، حالانکہ دین مکمل ہو چکا ہے اور اس میں ایک لفظ کی بھی تبدیلی کرنا جائز نہیں ہے۔

یہ دنیا چند روزہ ہے پھر موت آئی ہے۔ قیامت کے بعد شروع ہونے والی زندگی کبھی ختم نہ ہو گی، کیونکہ قیامت کے دن موت کو ذبح کر دیا جائے گا۔ اس لیے ہر انسان کو چاہیے کہ دین کے معاملہ میں مکمل تحقیق کرے اور اندھا دھند چال نہ چلے۔ دین کی اچھی طرح تحقیق کر کے اپنے عقیدہ کو درست کرے۔ عقیدے کی درستی کے بعد نیک اعمال کرے، کیونکہ جس کا عقیدہ درست نہیں اس کا کوئی عمل قابل قبول نہیں:

﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

[المائدة: ۵]

”اور جو کوئی ایمان کو نہ مانے اس کے عمل رائیگاں ہیں اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔“

اور قرآن مجید میں جگہ جگہ پہلے ایمان اور پھر عمل کا ذکر ہے، مثلاً:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتُ التَّعْلِيمِ ۖ خَالِدِينَ فِيهَا وَعَدَّ اللَّهُ حَقًّا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [لقمان: ۸، ۹]

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ان کے لیے نعمت کے باغ ہیں، جہاں ہمیشہ رہیں گے، اللہ کا سچا وعدہ ہو چکا اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔“

اور مقدمہ ہدایہ صفحہ ۲ پر ہے کہ جب تک صحیح اعتقاد نہ ہو بدنی اعمال رائیگاں ہیں اور یہی چیز قرآن مجید میں کئی جگہ ہے کہ پہلے ایمان اور پھر عمل:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۖ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۗ﴾ [البینة: ۷]

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے، یہی لوگ بہترین مخلوق ہیں۔“

(مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے: البقرہ: ۲۵۔ التین: ۶۔ آل عمران: ۵۶، ۵۷۔ النساء: ۱۲۲ تا ۱۲۳)

زیر مطالعہ کتاب کی تالیف سے کسی کی دل آزاری مقصود نہیں بلکہ یہ عقیدے کی درستی کے متعلق لکھی گئی ہے۔ اصلاح احوال اور کلمہ گو بھائیوں کی ہمدردی اور بھلائی مقصود ہے۔ اسے آپ حوالہ جات کی کتاب بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کتاب میں قرآن مجید، صحیح احادیث اور فقہ حنفی کی

کتابوں کے حوالے دیے گئے ہیں۔ اس کتاب میں اہل سنت والجماعت کے تمام فریقوں یعنی حنفی بریلوی، حنفی دیوبندی، اہل حدیث اور اس کے علاوہ شیعہ اور قادیانی حضرات کے عقائد کے متعلق بحث کی گئی ہے اور فرقہ ناجی کی نشاندہی کی گئی ہے یعنی وہ فرقہ جو اللہ کے دین کی رو سے نجات پانے والا ہے۔

دین کو سمجھنے کے لیے بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث علماء سے پوچھ کر تحقیق کریں، جو مسئلہ آپ کے ذہن میں صاف نہ ہو وہ ان علماء سے قرآن و حدیث کی روشنی میں بار بار پوچھیں، یہاں تک کہ آپ کے ذہن میں وہ معاملہ بالکل صاف ہو جائے، ہر اختلافی مسئلہ میں اسی طرح کریں۔ علمائے سوء کی اس بات پر بالکل توجہ نہ دیں کہ فلاں کے پاس جاؤ اور فلاں کے پاس نہ جاؤ، کیونکہ جو یہ بات کہتا ہے کہ فلاں کے پاس نہ جاؤ وہ جھوٹا ہے، اس لیے کہ یہ کافروں کا طرز عمل ہے، وہ بھی کہتے تھے کہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں کے پاس نہ جاؤ، ان کی بات نہ سنو۔ ہمیں مسلمانوں والا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ آپ تحقیق ضرور کریں پھر اپنی مرضی کریں، کیونکہ کسی کو اس معاملہ میں مجبور نہیں کیا جاسکتا اور قیامت کے دن بھی ہر کوئی اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہوگا۔

فہرست کتب:

کتابوں کی تفصیل جن کے زیادہ تر حوالے اس کتاب میں دیے گئے ہیں:

- ۱۔ قرآن مجید مع ترجمہ و جملہ تفاسیر (ا) احمد رضا خان صاحب اور نعیم الدین مراد آبادی صاحب۔ (ب) احمد علی صاحب لاہوری۔ (ج) شبیر احمد عثمانی صاحب۔ (د) مودودی صاحب۔ (ر) اشرف علی تھانوی صاحب۔ (س) حافظ نذر احمد صاحب (یہ بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث کا متفقہ ترجمہ ہے) (ص) جناب نواب وحید الزماں صاحب حیدر آبادی۔ (ع) احسن البیان مکتبہ دار السلام۔

- ۲۔ اللؤلؤ والمرجان: اسلام کی بنیاد قرآن و حدیث پر ہے۔ احادیث طیبہ کا ذخیرہ علمائے اسلام نے مختلف کتابوں کی صورت میں مرتب و مدون کیا۔ ان کتب احادیث میں جو مقام صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو حاصل ہوا ہے وہ کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں ہوا۔ امت مسلمہ ان دونوں میں موجود احادیث کی صحت پر متفق ہے۔ اس لیے ان کو صحیحین کے نام سے یاد کیا جاتا

ہے۔ ان کتب میں موجود ہر حدیث ہمارے لیے حجت اور دلیل ہے۔ کتاب اللؤلؤ والمرجان ان ہر دو کتب مقدسہ میں موجود متفق علیہ احادیث کا مجموعہ ہے، یعنی یہ کتاب ان احادیث کا مجموعہ ہے جن کی صحت پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں۔

۳۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم: اجماع ہے کہ بعد قرآن کے بخاری ہے اور پھر مسلم۔ (مقدمہ ہدایہ: ۱۱۳ شرح وقایہ: ص ۵۔ مقدمہ فتاویٰ عالمگیری: ۲۱ تا ۲۹)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کیا امام بخاری اور امام مسلم شافعی مسلک کے تھے؟ لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ مجتہد تھے، اللہ نے ان کو بڑے علم سے نوازا تھا، اپنے وقت کے بڑے محدث تھے۔ صحیح اور ضعیف روایات میں سے صحیح ترین روایات کو انھوں نے چھانٹ کر علیحدہ کیا اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم مرتب کیں اور اس کام میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۶ برس صرف کیے۔ کسی بھی امام کی کوئی بات ان دونوں کو غلط معلوم ہوئی تو اس کو انھوں نے رد کیا ہے۔ کہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بات کو غلط پایا ہے تو اس کا انکار کیا ہے۔ کہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بات غلط سمجھی تو اسے رد کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حنفی فقہ کی مشہور کتابوں میں صحیح بخاری و صحیح مسلم کو صحیحین کہا گیا ہے۔

۴۔ مشکوٰۃ المصابیح: یہ مشکوٰۃ اردو ترجمہ مع فوائد از محمد صادق خلیل رحمۃ اللہ علیہ فیصل آبادی پانچ جلدوں پر مشتمل ہے، اس مشکوٰۃ میں جہاں جہاں ضرورت تھی وہاں حدیث کے نیچے اس کا فائدہ بھی لکھا گیا ہے یعنی حدیث کی صحت پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ساٹھ کتابوں کا مطالعہ کر کے لکھی گئی ہے جیسا کہ جلد ۵ کے آخر میں درج ہے۔

۵۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔ یعنی کتب ستہ کی باقی چار کتب احادیث۔

۶۔ حنفی فقہ کی مندرجہ ذیل کتابوں سے بھی حوالے دیے گئے ہیں جو مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور سے دستیاب ہیں، ان سب کتابوں کے اردو ترجمے شائع ہو چکے ہیں، یہ سب کتابیں بریلویوں اور دیوبندیوں دونوں کی ہیں، کیونکہ یہ دونوں امام ابوحنیفہ کو اپنا امام اعظم تسلیم کرتے ہیں:

۱) قدوری: یہ کتاب مکتبہ شرکت علمیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان نے طبع کروائی ہے اور اس کی دو

جلدیں ہیں۔

ب ہدایہ: فقہ حنفی کی یہ مشہور کتاب اردو ترجمہ میں چار جلدوں پر مشتمل ہے اور اسے مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور نے طبع کرایا ہے۔

ج کنز الدقائق: اردو ترجمہ والی فقہ کی یہ کتاب مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور سے دستیاب ہے۔  
د شرح وقایہ: اردو ترجمہ والی فقہ کی یہ کتاب ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی نے طبع کرائی ہے، یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے۔

ر در مختار: اردو ترجمہ والی فقہ کی یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے اور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ہی نے طبع کی ہے۔

س فتاویٰ عالمگیری: حنفی فقہ کی یہ کتاب اردو ترجمہ کے ساتھ دس جلدوں پر مشتمل ہے اور اسے مکتبہ رحمانیہ لاہور نے طبع کیا ہے۔ یہ کتاب مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے پانچ سو حنفی علماء سے تالیف کروائی۔ (مقدمہ عالمگیری: ۲۰۸/۱)

ص مالا بدمنہ: اصل کتاب فارسی میں ہے، مکتبہ شرکت علمیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان نے اس کا اردو ترجمہ طبع کیا ہے۔

ع بہشتی زیور: حنفی فقہ کی یہ کتاب جناب اشرف علی تھانوی کی تصنیف ہے اور یہ اردو زبان میں بارہ حصوں پر مشتمل ہے۔

یہ سب کتابیں بریلویوں اور دیوبندیوں کی فقہ کی ہیں، کیونکہ یہ دونوں امام ابو حنیفہ کو اپنا امام اعظم تسلیم کرتے ہیں۔

دینی علم کی اہمیت:

ہر کلمہ گو کے لیے دین کا علم حاصل کرنا از بس ضروری ہے۔ جو اللہ کی آیات سنے اور ان کا خیال نہ کرے وہ ظالم اور مجرم ہے، اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ﴾

[ السجدة: ۲۲ ]

”اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جس کو اس کے مالک کی آیتیں سنائی جائیں پھر وہ

ان کا خیال نہ کرے، بے شک ہم مجرموں سے (اپنی نافرمانی کا) بدلائیں گے۔“

جس نے اللہ کی ہدایت کا خیال نہ کیا وہ قیامت کے دن اندھا اٹھایا جائے گا:

﴿ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ فَمَا تَأْتِيكُمْ مِنِّي هُدًى ۚ فَمِنَ النَّبِيِّ هُدَاى فَلَآ يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى ۗ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى ۗ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ أَعْمَى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا ۗ قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۗ وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْفَى ۗ ﴾ [ طہ: ۱۲۳ تا ۱۲۶ ]

”فرمایا تم دونوں بہشت سے (زمین پر) اترو۔ تم میں ہر کوئی ایک دوسرے کا دشمن رہے گا۔ پھر اگر میری طرف سے تم پر ہدایت آئے تو جو کوئی میری ہدایت پر چلے، نہ وہ بھیسے گا اور نہ وہ بدنصیب ہوگا اور جس نے میری کتاب کا خیال نہ کیا اس کی زندگی تنگ اور قیامت کے دن ہم اس کو اندھا اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا مالک تو نے مجھ کو اندھا کیوں اٹھایا، میں دیکھتا بھالتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے ایسا ہی کیا، ہماری آیتیں تیرے پاس آئیں، تو نے ان کا خیال نہ کیا اور اسی طرح تو بھی آج کے دن چھوڑ دیا جائے گا۔“

(مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے: الکہف: ۵۷۔ البقرة: ۳۸، ۳۹، ۱۲۰، ۱۲۵، ۱۸۷، ۱۹۸، ۲۲۲، ۲۸۵۔

الاعراف: ۳۔ الانعام: ۵۵، ۵۷۔ الرعد: ۳۷۔ النجم: ۵۲)

اسی طرح بخاری شریف، مسلم شریف اور مشکوٰۃ المصابیح کے علم کے باب میں یہی کچھ ہے کہ ہر مسلمان دین کا علم حاصل کرے اور دوسروں تک پہنچائے اور یہ کہ دین کے عالم کی عام لوگوں پر بہت فضیلت ہے اور جو شخص دین کا علم حاصل کرنے کے لیے نکلتا ہے، ساری مخلوق اس کی مغفرت کے لیے دعا مانگتی ہے۔

خلاصہ:

اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ ہر کلمہ گو کے لیے ضروری ہے کہ دین کا علم حاصل کرے، ہر کلمہ گو کو اسلام کے عقائد، فرامین، اوامر و نواہی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتوں کا علم ہونا چاہیے، تاکہ صحیح عمل کر کے قیامت کے دن سرخ رو ہو سکے اور غلط عقیدہ

اور غلط عمل سے بچ کر قیامت کے دن دوزخ کی سزا سے بچ سکے اور یہ تبھی ممکن ہے جب دین کا علم ہو۔ دین کا علم حاصل کرنے کے لیے گھر سے ایک فرد وقف کریں، کیونکہ دین کا معاملہ نہایت اہم ہے، اس پر ابدی زندگی کا انحصار ہے، اس معاملہ میں کوتاہی بہت نقصان دہ ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ دین کا سمجھنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے، یہ بات بالکل غلط ہے، کیونکہ اگر دین سمجھنا ہی مشکل ہے تو دین کے اتارنے کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے، دین بالکل آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ﴾ [ القمر: ۱۷ ]

”اور بے شک ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا۔ پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔“

یعنی اس کے مطالب و معانی کو سمجھنا، اس سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا اور اسے زبانی یاد کرنا ہم نے آسان کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ قرآن اعجاز و بلاغت کے اعتبار سے نہایت اونچے درجے کی کتاب ہونے کے باوجود اگر کوئی شخص تھوڑی سی توجہ دے تو وہ عربی گرامر اور معانی و بلاغت کی کتابیں پڑھے بغیر بھی اسے آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ اس طرح یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جو لفظ بہ لفظ یاد کر لی جاتی ہے۔ ورنہ چھوٹی سے چھوٹی کتاب کو بھی اس طرح یاد کر لینا اور اسے یاد رکھنا نہایت مشکل ہے اور انسان اگر اپنے قلب و ذہن کے درتچے وارکھ کر اسے عبرت کی آنکھوں سے پڑھے، نصیحت کے کانوں سے سنے اور سمجھنے والے دل سے اس پر غور کرے تو دنیا و آخرت کی سعادت کے دروازے اس کے لیے کھل جاتے ہیں اور یہ اس کے قلب و دماغ کی گہرائیوں میں اتر کر کفر و معصیت کی تمام آلودگیوں کو صاف کر دیتی ہے۔ یاد رہے:

۱۔ قرآن کریم نے یہ بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اس لیے آئے کہ جاہلوں اور گمراہوں کو ہدایت پر لائیں۔

۲۔ قرآن کریم کو اللہ نے آسان و عام فہم بنایا تاکہ اس سے ہر شخص فائدہ اٹھائے۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”میں آسان دین لے کر آیا ہوں۔“

ثابت ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو کچھ فرمایا وہ حق ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے

کہ قرآن و حدیث کا سمجھنا مشکل ہے تو گویا وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چیلنج کر رہا ہے جس کا وہ بروز قیامت جواب دہ ہوگا۔

تفسیر مراد آبادی میں التوبہ (۱۲۲، ف ۲۹۳) میں ہے کہ علم دین حاصل کرنا فرض ہے، جو چیزیں بندے پر فرض و واجب ہیں اور جو اس کے لیے ممنوع و حرام ہیں اس کا سیکھنا فرض عین ہے۔ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں دین کا علم تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ دین دینے والا ہے۔“ (بخاری و مسلم)

یہ حدیث دین کا علم تقسیم کرنے کے بارے میں ہے لیکن کچھ کلمہ گو بھائیوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ یہ حدیث بتاتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور وہ ان خزانوں کو تقسیم کر رہے ہیں حالانکہ قرآن میں ہے کہ ”(اے نبی!) فرما دیجیے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں ہیں۔“ (الانعام: ۵۰)

دین کے معاملہ میں ہمارا رویہ:

دین کے معاملہ میں ہمارا رویہ ﴿سَمِعْنَا وَ أَطَعْنَا﴾ ”ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی“ والا ہونا چاہیے نہ کہ مخالفانہ اور جدلی یعنی جھگڑے والا انداز کہ ﴿سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا﴾ ”ہم نے سنا اور ہم نہیں ماننے“ والا نہیں ہونا چاہیے:

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۗ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ٥١﴾ [النور: ۵۱]

”مومنوں کی بات تو یہی ہوتی ہے کہ جب انھیں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔“

ہر کلمہ گو کو نازل شدہ دین پر ایمان لانا ضروری ہے، جیسا کہ سورۃ البقرہ (۲۸۵) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نازل شدہ دین پر ایمان لائے اور مومن بھی ایمان لائے اور انھوں نے ﴿سَمِعْنَا وَ أَطَعْنَا﴾ کہا۔ میری ایک کلمہ گوشخص سے ملاقات ہوئی، وہ میرے گھر میری کتاب لینے آیا، میں نے اسے کہا کہ نعیم مراد آبادی کی تفسیر میں لکھا ہے کہ انبیاء کو بشر کہنا کافروں کا شیوہ

ہے۔ وہ آدمی کہنے لگا کہ یہ بات ٹھیک لکھی ہے۔ میں نے کہا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ فرمایا کہ انبیاء بشر تھے اور قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول ﷺ سے کئی جگہ اعلان کروایا کہ فرما دیجیے کہ میں بشر ہوں، وہ کہنے لگا کہ یہ بات ٹھیک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو قرآن میں بشر کہا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے بشر ہونے کا اعلان فرمایا لیکن آپ مجھے یہ دکھائیں کہ قرآن میں یہ کہاں لکھا ہے کہ تم بھی رسول اللہ ﷺ کو بشر کہو اور اٹھ کر چلا گیا اور مزید بات نہ سنی۔ یہ بات سن کر مجھے بہت افسوس ہوا، جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہر کلمہ گو کے لیے ضروری ہے کہ اس پر ایمان لائے۔ (البقرہ: ۲۸۵) اور ﴿سَمِعْنَا وَ أَطَعْنَا﴾ کا رویہ اختیار کرے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اس سے انکار نہ کرے، کیونکہ انکار کرنے والا مسلمان نہیں رہتا اور اس کی بخشش ناممکن ہے۔ (الأعراف: ۳۷ تا ۴۱) اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اس کو ناپسند نہ کرے، کیونکہ ایسا کرنے والے کے سارے عمل برباد ہو جاتے ہیں۔ (محمد: ۹ تا ۱۰) ہر کلمہ گو کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین کی دل سے تصدیق کرے اور زبان سے اقرار کرے، اقرار باللسان و تصدیق بالقلب، کیونکہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم آجائے تو کسی مسلمان مرد یا کسی مسلمان عورت کو کچھ اختیار نہیں رہتا اور جو حکم نہ مانے وہ صریح گمراہ ہو چکا۔ (الأحزاب: ۳۶)

قرآن حکیم مع ترجمہ پڑھیں:

”اور ہم نے اس قرآن کو آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی اس سے نصیحت حاصل کرنے والا۔“ (القمر: ۱۷) قرآن حکیم کھول کر ترجمہ کے ساتھ پڑھیے۔

❁ کیا آپ نے قرآن کا مطالعہ کیا ہے؟

❁ اگر نہیں تو اس سے زیادہ محرومی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے!

لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ صبح اُٹھتے ہی اخبار پڑھنے کے لیے بے چین رہتے ہیں، رسائل کا شوق سے مطالعہ کرتے ہیں، اپنے اپنے مسالک کے جرائد لے کر بیٹھ جاتے ہیں، دنیا بھر کی کتابیں پڑھنے کے لیے وقت نکال لیتے ہیں، لیکن اللہ کی کتاب پڑھنے کے لیے ان کے پاس کوئی وقت نہیں ہے؟ حالانکہ نزول قرآن کا آغاز ہی اس کتاب کو پڑھنے کے حکم ”اقْرَأْ“ سے ہوا ہے۔

❁ یہ صرف تلاوت کے لیے نہیں بلکہ سمجھ کر پڑھنے اور ہدایت حاصل کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے۔



یہ مردوں کو بخشنوانے کے لیے نہیں بلکہ زندوں پر نجات کی راہ کھولنے کے لیے آئی ہے۔  
یہ انسان کو غور و فکر کی دعوت دیتی ہے، تاکہ اس کے خیالات میں نکھار پیدا ہو اور زندگی سنور جائے۔

یہ مطالبہ کرتی ہے کہ زندگی کا سفر اس کی روشنی میں طے کیا جائے۔  
کیا یہ مقاصد دیواروں پر ”یہ جو کتاب ہے..... درس انقلاب ہے“ لکھنے سے پورے ہوں گے؟ یا اس کتاب کو صرف ”مکمل ضابطہ حیات“ کہنے سے مسئلہ حل ہوں گے؟ یا یہ مقاصد قرآن کے مطالعہ کے بغیر پورے ہو سکتے ہیں؟ ایسے کتنے لوگ ہیں جنہوں نے زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ ہی قرآن سمجھ کر پڑھا ہو؟ آئیے! غفلت کے اس پردے کو چاک کریں اور قرآن نہی کو عام کریں:

﴿ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴾ [محمد: ۲۴]

”تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم قرآن پر غور و فکر نہیں کرتے، کیا تمہارے دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں؟“

### قرآن مجید:

- قرآن مجید کی جو خصوصیات اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں وہ یہ ہیں:
- ۱۔ قرآن میں کوئی شک نہیں، یہ مومنوں کے لیے راہ ہدایت ہے۔ (البقرہ: ۲)
  - ۲۔ قرآن مجید جیسا کلام کوئی نہیں سنا سکتا۔ (البقرہ: ۲۳، ۲۴)
  - ۳۔ قرآن مجید کی آیات صاف اور کھلی ہیں، ان کا انکار نافرمان ہی کرتے ہیں۔ (البقرہ: ۹۹)
  - ۴۔ آسمانی ہدایت ہی ہدایت ہے، اس سے روگردانی خطرناک ہے۔ (البقرہ: ۱۲۰، ۱۳۷، ۱۳۵)
  - ۵۔ آسمانی ہدایت اتارنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کی نعمت مکمل ہو جائے، لوگ ہدایت پر آجائیں اور ان کو شریعت کی وہ باتیں بتادی جائیں جن کا ان کو علم نہیں۔ (البقرہ: ۱۵۰، ۱۵۱)
  - ۶۔ قرآن لوگوں کے لیے ہدایت اور حق و باطل کے درمیان پہچان ہے۔ (البقرہ: ۱۸۵)
  - ۷۔ وحی پر پیغمبر اور مومنوں کا ایمان لانا ضروری ہے اور ﴿ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ﴾ یعنی ”ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت اختیار کی“ والا روئے ضروری ہے۔ (البقرہ: ۲۸۵)
  - ۸۔ قرآن سمجھنے میں آسان ہے۔ (القم: ۱۷، ۲۲، ۳۲، ۳۰)

- ۹۔ اللہ تعالیٰ کی بات سچی ہے۔ (النساء: ۸۷، ۱۲۲)
- ۱۰۔ اس میں اختلاف نہیں۔ (النساء: ۸۲)
- ۱۱۔ قرآن باطل پر حق کی چوٹ ہے۔ (الانبیاء: ۱۸۔ الفرقان: ۳۳)
- ۱۲۔ قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لیا۔ (الحجر: ۹)
- ۱۳۔ وحی کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والے کافر ہیں، ظالم ہیں، نافرمان ہیں۔ (المائدہ: ۴۴، ۴۵، ۴۷)
- ۱۴۔ قرآن سے ہدایت یافتہ اور مجرموں کا پتا چلتا ہے۔ (البقرہ: ۵ تا ۳۹، ۳۸)
- ۱۵۔ اللہ تعالیٰ کے کلام سے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ (الزمر: ۲۳)
- حدیث مبارک:

حدیث کا جواز قرآن سے ثابت ہے، اس کے لیے صفحہ ۶۲۴ تا ۶۳۷ سے سوالات و جوابات دیکھیے۔ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ حدیث مبارک پر عمل کرنا بھی ضروری ہے، کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی وغیرہ کا حکم دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان پر پوری طرح عمل کر کے تفصیل کے ساتھ بتایا کہ ان احکام پر عمل درآمد اس طرح کرنا ہے۔ حدیث مبارک کے بغیر قرآن پر عمل ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اکتیس دفعہ اپنی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم بھی دیا ہے، جس کی تفصیل اس کتاب کے توحید فی الحکم اور شرک فی الحکم کی بحث اور سنت و بدعت کی بحث میں ہے۔ صحیح احادیث آپ کو صحیح بخاری، صحیح مسلم، اللؤلؤ والمرجان، مشکوٰۃ شریف وغیرہم اور علامہ البانی کی کتاب السلسلۃ الصحیحۃ میں مل سکتی ہیں۔ احادیث مبارکہ کی اہمیت کے سلسلہ میں ہم صرف ایک حدیث بیان کرنے پر اکتفا کریں گے جو مومنوں کے لیے کافی ہے:

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ”لعنت کی اللہ تعالیٰ نے گودنے والیوں اور گودوانے والیوں پر اور منہ کے بال اکھاڑنے والیوں اور اکھڑوانے والیوں اور دانتوں کو کشادہ کرنے والیوں پر خوب صورتی کے لیے اور اللہ کی تخلیق بدلنے والیوں پر۔“ پھر یہ خبر بنی اسد کی ایک عورت کو پہنچی جس کا نام ام یعقوب تھا، وہ قرآن پڑھا کرتی تھی تو وہ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پاس آئی اور بولی: ”مجھے کیا خبر پہنچی ہے کہ تم نے لعنت کی گودنے اور گودوانے اور منہ کے بال

اکھاڑنے اور اکھڑوانے اور دانتوں کو کشادہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کی خلقت کو بدلنے والیوں پر۔“ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ”میں کیوں لعنت نہ کروں اس پر جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی اور یہ تو اللہ کی کتاب میں موجود ہے۔“ وہ عورت بولی: ”میں نے تو دو گتوں میں جس قدر قرآن تھا پڑھ ڈالا، مجھے یہ نہیں ملا۔“ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اگر تو پڑھتی تو تجھ کو ملتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”جو رسول تم کو دے اس کو تمہارے رکھو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔“ (الحشر: ۷) وہ عورت بولی: ”ان میں سے تو بعض کام تمہاری بیوی بھی کرتی ہے۔“ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ”جاد دیکھ تو سہی۔“ وہ ان کی بیوی کے پاس گئی تو کچھ نہ پایا، پھر لوٹ آئی اور کہنے لگی: ”ان میں سے کوئی بات میں نے ان میں نہیں دیکھی۔“ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اگر وہ ایسا کرتی تو ہم اس سے صحبت نہ کرتے۔“ [صحیح مسلم، کتاب اللباس و الزینة، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة..... الخ : ۲۱۲۵] نیز دیکھیے صفحہ ۲۲۴ تا ۲۳۷ سے سوالات و جوابات۔

احادیث موضوعہ و ضعیفہ کا مجموعہ اور امت کا خسارہ عظیم:

ذیل میں ہم ان احادیث کا تذکرہ کر رہے ہیں جن کو احادیث موضوعہ و ضعیفہ کہا جاتا ہے، ان احادیث کی وجہ سے امت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔  
اب ہم ملا علی قاری حنفی کی کتاب موضوعات کبیر کے کچھ حوالہ جات درج کریں گے۔ یاد رہے کہ یہ کتاب موضوع احادیث کے بارے میں ہے، یہ کتاب اردو ترجمہ کے ساتھ محمد سعید اینڈ سنز کراچی نے شائع کی ہے:

- ۱۔ ابو حنیفہ میری امت کے چراغ ہیں۔ (یہ حدیث باتفاق محدثین موضوع ہے۔ ص ۹۱)
- ۲۔ خضر علیہ السلام اور الیاس علیہ السلام ہر سال حج کے موسم میں جمع ہوتے ہیں۔ (حافظ عسقلانی فرماتے ہیں اس بارے میں کوئی شے ثابت نہیں۔ ص ۹۶)
- ۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا زندہ ہونا۔ (یہ حدیث موضوع ہے۔ ص ۹۸)
- ۴۔ میری امت کا اختلاف بھی رحمت ہے۔ (اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔ ص ۹۸)
- ۵۔ جب محبت سچی ہو جائے تو شرائط ادب ختم ہو جاتی ہیں۔ (یہ حدیث نہیں ہے۔ ص ۱۰۷)

- ۶۔ چار چیزوں کا چار چیزوں سے پیٹ نہیں بھرتا: زمین کا بارش سے، عورت کا مرد سے، آنکھ کا دیکھنے سے اور عالم کا علم سے۔ (یہ حدیث موضوع ہے۔ ص ۱۰۹)
- ۷۔ تم میں سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا علیؑ ہے۔ (یہ حدیث مرفوعاً ثابت نہیں۔ ص ۱۲۲)
- ۸۔ اے اللہ! اسلام کی دو عمروں میں سے ایک عمر کے ساتھ تائید فرما۔ (ان الفاظ کے ساتھ اس کی کوئی اصل نہیں۔ ص ۱۲۸)
- ۹۔ شہد کی مکھیوں کے امیر جناب علیؑ ہیں۔ (اس کی کوئی اصل نہیں۔ ص ۱۳۲)
- ۱۰۔ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ (یہ حدیث منکر ہے۔ ص ۱۳۴)
- ۱۱۔ میں اللہ سے ہوں اور مومن مجھ سے ہیں۔ (یہ حدیث نہیں۔ ص ۱۳۶)
- ۱۲۔ بلال اذان میں ”ش“ کو ”س“ سے بدل دیا کرتے تھے۔ (کتب حدیث میں اسرا کا کہیں وجود نہیں۔ ص ۱۳۷)
- ۱۳۔ مردہ اپنے گھر میں لوگوں کو سات دن تک دیکھتا ہے۔ (یہ باطل ہے۔ ص ۱۳۹)
- ۱۴۔ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔ (بعض محدثین کا خیال ہے کہ یہ موضوع ہے۔ ص ۱۹۱)
- ۱۵۔ عالم کی مجلس میں حاضر ہونا ایک ہزار رکعت نماز سے افضل ہے۔ (یہ موضوع ہے۔ ص ۲۰۲)
- ۱۶۔ علیؑ نے خیبر کے دروازے کو اٹھالیا۔ (یہ غلط ہے۔ ص ۲۰۳)
- ۱۷۔ عرب کے سردار سیدنا علیؑ ہیں۔ (یہ ضعیف ہے۔ ص ۲۳۸)
- ۱۸۔ «صَدَقَ رَسُولُ اللَّهِ» (اس کی کوئی اصل نہیں۔ ص ۲۵۱)
- ۱۹۔ عالم کے پیچھے نماز پڑھنے سے چالیس ہزار چار سو چالیس نمازوں کا اجر ملتا ہے۔ (یہ باطل ہے۔ ص ۲۵۳)
- ۲۰۔ مسواک کر کے نماز پڑھنا بغیر مسواک کے ستر نمازوں سے بہتر ہے۔ (یہ حدیث باطل ہے۔ ص ۲۵۵)
- ۲۱۔ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ (اس کی کوئی اصل نہیں۔ ص ۲۶۸)
- ۲۲۔ غرباء انبیاء کے وارث ہیں۔ (یہ حدیث باطل ہے۔ ص ۲۷۳)
- ۲۳۔ دل اللہ کا گھر ہے۔ (اس کی مرفوعاً کوئی اصل نہیں۔ ص ۲۸۴)

- ۲۴۔ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔ (ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث نہیں۔ ص ۲۹۷)
- ۲۵۔ جب رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا گیا تو پانی آپ ﷺ کی آنکھوں کے گڑھوں پر بلند ہو گیا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اسے پی لیا تو انھیں اولین اور آخرین کا علم دے دیا گیا۔ (یہ روافض کا قول ہے۔ ص ۳۱۵)
- ۲۶۔ چاول کے متعلق تمام احادیث موضوع ہیں۔ (ص ۳۲۴)
- ۲۷۔ جھنڈے کو قیامت کے دن سیدنا علی رضی اللہ عنہ اٹھائیں گے۔ (یہ موضوع ہے۔ ص ۳۲۷)
- ۲۸۔ کوئی پستہ قد حکمت سے اور کوئی لمبا قد حماقت سے خالی نہیں ہوتا۔ (سخاوی کہتے ہیں میں اس سے واقف نہیں۔ ص ۳۳۶)
- ۲۹۔ جو بھی نبی بنایا گیا وہ چالیس سال کی عمر میں بنایا گیا۔ (یہ حدیث موضوع ہے۔ ص ۳۴۱)
- ۳۰۔ گردن کا مسح کرنا طوق سے امان ہے۔ (یہ حدیث موضوع ہے۔ ص ۳۴۷)
- ۳۱۔ اذان کے وقت رسول اللہ ﷺ کے نام پر دونوں شہادت کی انگلیوں کے پوروں سے انھیں چومنے کے بعد آنکھوں پر مسح کرنا۔ (یہ صحیح نہیں۔ ص ۳۴۸)
- ۳۲۔ جو بازار میں داخل ہوتے وقت لا الہ الا اللہ کہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے، ایک لاکھ گناہ مٹاتا ہے۔ (یہ منکر ہے۔ ص ۳۵۰)
- ۳۳۔ میرا دھی، میرے بھید کی جگہ، میرے گھر والوں میں میرا خلیفہ اور میرے بعد کے لوگوں میں سب سے بہتر سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ (یہ حدیث موضوع ہے۔ ص ۴۲۵)
- ۳۴۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی جوان نہیں اور ذوالفقار کے علاوہ کوئی تلوار نہیں۔ (اس کی کوئی اصل نہیں۔ ص ۴۳۴)
- ۳۵۔ ائمہ کی ایک دوسرے سے ملاقات کے بارے میں اور ایسی ہی وہ تصانیف جو بڑے بڑے لوگوں کی قبروں کے بارے میں لکھی گئیں، یہ سب کی سب باطل ہیں۔ (ص ۴۵۴)
- ۳۶۔ ایسی ہی وہ سب روایات جن میں تھوڑا سا نیک عمل کرنے کا بہت زیادہ ثواب لکھا ہے، ان کی بھی کوئی اصل نہیں ہے۔

- ۳۷۔ جو شخص بعد مغرب کے چھ رکعات نماز پڑھے اسے بارہ سال کی عبادت کے برابر ثواب ملتا ہے۔ (یہ حدیث منکر ہے۔ ص ۲۸۶)
- ۳۸۔ عقل کے بارے میں جتنی بھی روایات ہیں، وہ صحیح نہیں۔ (ص ۵۱۵)
- ۳۹۔ سیدنا خضر علیہ السلام کے بارے میں جن احادیث میں ان کی زندگی کا تذکرہ ہو وہ سب جھوٹ ہے۔ (ص ۵۱۵)
- ۴۰۔ ایک اہم اصول یہ بھی ہے کہ جو حدیث صریحاً قرآن کے مخالف ہے، وہ صحیح نہیں۔ (ص ۵۲۵)
- ۴۱۔ جو حدیث عقیدہ نصاریٰ کے مشابہ ہو، وہ صحیح نہیں۔ (ص ۵۲۵)
- ۴۲۔ دن رات کی جتنی نمازیں ہیں مثلاً اتوار، پیر، منگل وغیرہ اور ان راتوں کی نمازیں حتیٰ کہ پورے ہفتہ کی نمازیں، یہ سب موضوع ہیں۔ (ص ۵۴۱)
- ۴۳۔ شعبان کی پندرہویں شب کی نمازیں ثابت نہیں۔ (ص ۵۶۰)
- ۴۴۔ کبوتر کی روایات میں سے کوئی بھی صحیح نہیں۔ (ص ۵۵۲)
- ۴۵۔ عاشورہ کے متعلق جملہ روایات صحیح نہیں۔ (ص ۵۶۰)
- ۴۶۔ اسی طرح کی وہ روایات جو سورتوں کے فضائل اور ثواب کو بیان کرتی ہیں وہ صحیح نہیں، سوائے بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ کے۔ (ص ۵۶۲)
- چند مزید موضوع اور ضعیف احادیث پر تبصرہ و تحقیق (ابو طاہر حافظ زبیر علی زئی حضور و انک):

الحمد لله رب العلمين و الصلوة و السلام على رسوله الامين اما بعد !  
بعض لوگ اپنے باطل نظریات کے لیے قرآن و سنت میں لفظی و معنوی تحریقات کے ساتھ ساتھ بعض موضوع اور ضعیف روایات بھی پیش کرتے ہیں۔ لہذا اس مختصر مضمون میں چند ایسی ہی روایات پر تبصرہ و تحقیق پیش خدمت ہے جن سے عامۃ الناس کے شبہ میں پڑنے کا خطرہ ہے۔  
وما توفیقی الا باللہ!

۱۔ « مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِى سَمِعْتُهُ..... الخ »

”جو شخص مجھ پر میری قبر کے پاس دوڑ پڑھے میں اسے سنتا ہوں۔“

(شعب الایمان، بیہقی: ۲/۲۱۸، ج: ۱۵۸۳، فضائل حج: ص ۹۰ حنفی بہشتی زیور، از عالم فقیری بریلوی ص ۴۹۰ وغیرہم)

اس روایت کا مرکزی راوی محمد بن مروان السدی ہے۔ (بیہقی۔ میزان الاعتدال وغیرہ) عبداللہ ابن نمیر رضی اللہ عنہ اور جریر بن عبدالحمید رضی اللہ عنہ نے کہا: ”کذاب (یعنی یہ جھوٹا ہے)۔“ امام صالح جزرہ نے کہا: ”كَانَ ضَعِيفًا وَ كَانَ يَضَعُ“ ”یہ (محمد بن مروان) ضعیف تھا (بلکہ) یہ جھوٹی حدیثیں گھڑتا تھا۔“ (تہذیب التہذیب: ۳۸۷/۹) حافظ برہان الدین الکلمی نے اس کا تذکرہ ”الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث“ میں کیا ہے۔ (ص ۴۰۴)

بعض لوگوں نے اس روایت کی ایک اور سند ابوالشیخ الاصہبانی کی کسی کتاب سے تلاش کی ہے۔ (دیکھیے آئینہ تسکین الصدور: ۳۲۶، ۳۲۷) حالانکہ یہ روایت بھی باطل ہے۔ اس میں ابوالشیخ کے استاد عبدالرحمن بن احمد الاعرج کی عدالت نامعلوم ہے۔ (دیکھیے آئینہ تسکین الصدور: ۱۱۳) ان دونوں سندوں میں الأعمش ہیں جو بالاتفاق مدلس ہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور: ۱۲۱) مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ (کتاب الرسالة للشافعی۔ عام کتب اصول حدیث۔ خزائن السنن: ۱۔ فتاویٰ رضویہ: ۲۳۵/۵، ۲۶۶ وغیرہم)

۲۔ (( اِخْتِلَافُ أُمَّتِي رَحْمَةً ))

”میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔“ (الجامع الصغیر وغیرہ)

ہمارے علم کے مطابق کسی کتاب میں بھی اس کی کوئی سند موجود نہیں۔ علامہ سبکی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”مجھے اس کی نہ صحیح سند ملی اور نہ ضعیف اور نہ موضوع۔“ (فیض القدر للمناوی) علامہ ابن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”باطل مکذوب“ یعنی ”یہ روایت باطل اور جھوٹی ہے۔“ (الأحكام)

۳۔ (( لَوْلَاكَ لَمَّا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ ))

”اگر آپ نہ ہوتے تو میں کائنات پیدا نہ کرتا۔“ (موضوعات صنعائی)

اس کی کوئی سند بھی ہمارے علم میں نہیں ہے۔ امام صنعائی رضی اللہ عنہ نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ امام دیلمی رضی اللہ عنہ کی گنجینہ موضوعات ”کتاب الفردوس“ میں بھی یہ روایت (لفظاً ومعناً) نہیں ملی۔ ابن عساکر رضی اللہ عنہ والی روایت کو ابن جوزی رضی اللہ عنہ اور سیوطی رضی اللہ عنہ دونوں نے موضوع قرار دیا ہے۔

۴۔ (( يَا سَارِيَةَ! الْجَبَلُ ))

”اے ساریہ! پہاڑ کے پیچھے ہو جاؤ۔“ (الاصابہ وغیرہ)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر بھیجا اور اس پر ایک شخص کو امیر بنایا جس کا نام ساریہ تھا۔ آپ خطبہ دے رہے تھے کہ آپ نے پکار کر کہا: ”ساریہ! پہاڑ کو لازم پکڑ۔“ لشکر سے ایک قاصد آیا، کہنے لگا: ”اے امیر المؤمنین! جب ہم دشمن سے ملے تو ہماری شکست ہوئی تو ایک پکارنے والے نے پکارا: ”اے ساریہ! پہاڑ کو لازم پکڑ۔“ ہم نے اپنی پٹھیں پہاڑ کی طرف کر لیں تو اللہ نے ان کو شکست دی۔“ اس کو نبیہتی نے دلائل النبوة میں روایت کیا۔

اس روایت کی مرکزی سند کا راوی محمد بن عثمان مدلس ہے (طبقات المدلسین لابن حجر رضی اللہ عنہ وغیرہ) اور عن سے روایت کر رہا ہے۔ اس کے دیگر جتنے شواہد ہیں سب ضعیف ہیں۔ تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے (قبر پرستی ایک حقیقت پسندانہ جائزہ، طبع دوم ص ۱۱۵۵ از راقم الحروف)

۵۔ « الْأَبْدَالُ يَكُونُونَ بِالشَّامِ »

”ابدال شام میں ہوں گے۔“ (مسند احمد: ۱۱۲۶)

شرح بن عبید سے روایت ہے کہ اہل شام کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس ذکر کیا گیا اور کہا گیا: ”اے امیر المؤمنین! ان پر لعنت کریں۔“ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”نہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے ابدال اہل شام میں سے ہوں گے، وہ چالیس آدمی ہیں، جب بھی ان میں سے کوئی آدمی فوت ہو جاتا ہے، اس کی جگہ اور آدمی اللہ تعالیٰ بدل دیتا ہے، ان کی برکت سے بارش برتی ہے، ان کی دعاؤں سے دشمنوں پر فتح ہوتی ہے اور اہل شام سے ان کی وجہ سے عذاب پلٹا دیا جاتا ہے۔“

اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (مسند احمد تحقیق احمد محمد شاکر: ۱۷۱/۲، ج ۸۹۶)

اور شرح بن عبید کی جناب علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔

۶۔ ایک روایت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہو گیا تو آپ نے کہا (یا)

محمد!..... الخ۔ (الأدب المفرد للبخاری: ج ۹۶۴: ۲۵۰، فی نسخہ: ج ۹۶۷: ۳۲۳)

اس روایت میں دو راوی سفیان (الثوری رضی اللہ عنہ) اور ابو اسحاق (السیعی) عن سے روایت کر

رہے ہیں اور دونوں مدلس ہیں۔ (کتب المدلسین)

۷۔ « يَا حَابِرُ! أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورَ نَبِيِّكَ »



”اے جابر! اللہ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا۔“ (زرقاتی۔ نثر الطیب وغیرہ)

یہ روایت نہ تو مصنف عبدالرزاق میں موجود ہے اور نہ تفسیر عبدالرزاق میں، بلکہ تلاش بسیار کے باوجود اس کی کوئی بھی سند نہیں ملی۔ یہ صحیح روایت کے بھی خلاف ہے۔ دیکھیے محترم ڈاکٹر ابو جابر عبد اللہ دامانوی حفظہ اللہ کی کتاب ”عقیدہ نور من نور اللہ کی شرعی حیثیت“ (قرآن و حدیث کی روشنی میں) ص ۴۰ تا ۴۸۔ اس مفہوم کی ایک مختصر روایت رافضیوں کی اصول کافی (۴۴۲/۱) نمبر ۱۰ میں ابو جعفر (محمد بن علی بن الحسین الباقر) سے منقول ہے لیکن یہ سند اہل السنہ اور الروافض دونوں کے نزدیک موضوع ہے۔ محمد بن سنان اور جابر الجعفی کے علاوہ اس کی سند میں المفصل بن صالح ابو جلیلہ الاسدی ہے، جسے ابن الفہارزی (رافضی) وغیرہ نے ”كَذَّابٌ يَضَعُ الْحَدِيثَ“ قرار دیا ہے۔ (تنقیح المقال للماتقانی الرافضی: ۲۳۷، ۲۳۸) بلکہ ہاشم معروف (رافضی) نے لکھا ہے: ”اتَّفَقَ الْمُؤَلَّفُونَ فِي أَحْوَالِ الرَّجَالِ أَنَّهُ كَانَ كَذَّابًا يَضَعُ الْحَدِيثَ“ (الموضوعات: ۲۳۰ بحوالہ رجال الشیعہ فی المیران: ص ۱۱۹۔ الکویت) یعنی ”اسماء الرجال میں سے (رافضی) مصنفین کا اتفاق ہے کہ یہ شخص جھوٹا تھا اور احادیث گھڑتا تھا۔“

۸۔ سعید بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ جب حرہ کا واقعہ پیش آیا تو نبی رحمت ﷺ کی مسجد میں تین دن اذان اور اقامت نہ کہی گئی اور سعید بن مسیب کو نماز کا وقت معلوم نہیں ہوتا تھا مگر خفی آواز سے کہ اس کو حجرہ کے اندر سے سنتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک وہاں تھی۔ (سنن الدارمی: ۴۴۱/۱، ج ۹۴)

اس روایت کے ایک راوی سعید بن عبدالعزیز ثقہ ہیں مگر آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ (تہذیب التقرب و عام کتب الرجال، کتب المختلطين۔ التلخیص الحبیر: ۱۸۰/۳)

اس کا کوئی ثبوت نہیں ملا کہ مروان بن محمد نے ان کے اختلاط سے پہلے روایت کی ہے۔ دوسرا یہ کہ سعید نے اس کی صراحت بھی بیان نہیں فرمائی کہ سعید بن مسیب کا یہ واقعہ انھیں کس سند سے معلوم ہوا تھا؟

۹۔ ابوالجوزاء سے روایت ہے کہ مدینہ میں سخت قحط پڑ گیا تو انھوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس شکایت کی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”تم قبر نبوی اور آسمان کے درمیان روشن دان بناؤ، یہاں تک کہ قبر اور آسمان کے درمیان رکاوٹ نہ ہو۔“ لوگوں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا۔ سو بہت زیادہ بارش برسائی گئی یہاں تک کہ گھاس اگ گئی، اونٹ موٹے ہو گئے اور چربی سے پھٹ گئے تو اس سال کا نام نبق رکھا گیا۔“  
 عمرو بن مالک کی بعض محققین نے توثیق کی ہے مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (تہذیب: ۳۳۶/۱) ابو الجوزاء اوس بن عبد اللہ کی ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات میں اختلاف ہے۔ اس روایت میں بشرط صحت اس نے نہیں بتایا کہ اسے یہ روایت کس ذریعہ سے معلوم ہوئی ہے؟ ایسی مشکوک اور منقطع روایت پر قبر پرستی کی بنیاد رکھنا انتہائی مذموم حرکت ہے۔  
 اعاذنا اللہ منہ!

۱۰۔ ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا کی تھی۔  
 (المستدرک الحاکم: ۶۱۸۰/۲)

اسے حافظ ذہبی نے موضوع اور باطل قرار دیا۔ (المیزان وغیرہ) اس کے ایک راوی عبدالرحمن ابن زید بن اسلم کے بارے میں صاحب مستدرک امام حاکم فرماتے ہیں: ”رَوَى عَنْ أَبِيهِ أَحَادِيثَ مَوْضُوعَةً..... الخ“ (المدخل الی الصحیح: ۱۵۴) یعنی اس نے اپنے باپ سے موضوع روایات بیان کی ہیں (جن میں ملامت اسی پر ہے)۔ اس کا شاگرد عبد اللہ مجہول یا معجم الصغیر میں مجہول راویوں کے ساتھ اس کی دوسری سند موجود ہے، جس کا موضوع ہونا ظاہر ہے۔ (دیکھیے مجمع الزوائد: ۲۵۳/۸ وغیرہ)

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں کتاب و سنت پر ثابت قدم رکھے اور ہمارا خاتمہ (( مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ وَ أَبْغَضَ لِلَّهِ وَ أَعْطَى لِلَّهِ وَ مَنَعَ لِلَّهِ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ )) کے مطابق ہو۔ آمین!  
 سب سے ضروری گزارش:

- جو انسان کلمہ طیبہ پڑھ لیتا ہے اس پر واجب ہے:
- ۱۔ توحید کا عقیدہ رکھے اور شرک نہ کرے۔
  - ۲۔ ایمان کا عقیدہ رکھے اور کفر سے بچے۔
  - ۳۔ خلوص والا عقیدہ رکھے اور نفاق سے بچے۔
  - ۴۔ سنت کا عقیدہ رکھے اور بدعت سے بچے۔

کیونکہ توحید، ایمان، خلوص اور سنت وہ چیزیں ہیں کہ ان پر عقیدہ رکھنے والا اور عمل کرنے والا کلمہ گو انسان اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق جنت میں جائے گا اور شرک، کفر، نفاق اور بدعت ایسی خطرناک چیزیں ہیں کہ ان پر عقیدہ رکھنے والا اور عمل کرنے والا انسان قیامت کے دن شدید خطرے میں ہوگا اور اس کے ساتھ مجرموں والا سلوک ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کیونکہ پہلے ایمان یعنی عقیدہ ہے اور پھر عمل:

﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ ۝﴾

[المائدة : ۵۰]

”اور جو ایمان سے منکر ہوا تو اس کے اعمال ضائع ہوئے اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔“

﴿هَلْ أَمَّلَكِ حَدِيثُ الْعَاشِيَةِ ۝ وَجُودُ يَوْمِيذِ خَاشِعَةَ ۝ عَامِلَةٌ تَأْتِيهَا تَصَلَّى تَارًا

حَامِيَةً ۝﴾ [الغاشية : ۱ تا ۴]

”کیا آپ کے پاس چھا جانے والی (قیامت) کی خبر پہنچی ہے؟ اس دن بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے، محنت کرنے والے، تھکنے والے، دیکتی ہوئی آگ میں داخل کر دیے جائیں گے۔“

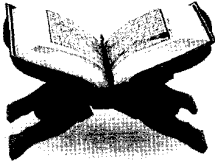
مزید حوالہ جات التوبہ: ۱۷، ۱۸۔ مقدمہ ہدایہ (۲/۱) میں ہے کہ جب تک صحیح اعتقاد نہ ہو بدنی اعمال رانگاہ ہیں۔

مراد آبادی کی تفسیر میں بھی یہی بات لکھی ہے کہ نیک اعمال کی قبولیت کے لیے عقائد کا درست ہونا ضروری ہے۔ دیکھیے احمد رضا صاحب کا ترجمہ مع تفسیر (البقرة: ۱۷۷، الف: ۳۱۱، النحل: ۹۷، ف: ۲۳۰۔ بنی اسرائیل: ۱۹، ف: ۵۲۔ ط: ۱۱۲، ف: ۱۷۰)



باب اول

# توحید و شرک



- فصل اول: توحید کا بیان  
فصل دوم: شرک کا بیان  
فصل سوم: توحید اور شرک کی اقسام  
فصل چہارم: توحید فی الذات اور شرک فی الذات  
فصل پنجم: توحید فی الصفات اور شرک فی الصفات  
فصل ششم: توحید فی العلم اور شرک فی العلم  
فصل ہفتم: توحید فی العبادت اور شرک فی العبادت  
فصل ہشتم: توحید فی التصرف اور شرک فی التصرف  
فصل نہم: توحید فی العادت اور شرک فی العادت

• توحید و شرک

• اہل سنت و الجماعت کون؟

• تقلید ائمہ اربعہ

• چند اہم امور کی وضاحت

• شیعیت اور مرزائیت

• مشققات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ  
لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ  
دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ

(الزمر: ۴۵)

”اور جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل  
تنگ پڑ جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب  
ان کا ذکر ہوتا ہے جو اس کے علاوہ ہیں تو اچانک وہ بہت  
خوش ہو جاتے ہیں۔“

## فصل اول

## توحید کا بیان

## توحید کی تعریف:

اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، اختیارات اور حقوق میں اللہ تعالیٰ کو ایک جاننا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ ان چاروں چیزوں میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک یعنی ساجھی یا حصے دار نہیں ہے، یہ توحید ہے۔

## خالص توحید کا بیان:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۚ اللَّهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْهُ ۚ لَمْ يُولَدْهُ ۚ وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۚ﴾

[الأحلاص]

”اے پیغمبر! ان لوگوں سے جو اللہ کا حال پوچھتے ہیں (کہہ دے! اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا (یعنی نہ کوئی اس کی اولاد ہے) نہ اس کو کسی نے جنا ہے (یعنی نہ وہ کسی کی اولاد ہے) اور اس کے برابر والا (جوڑ کا) کوئی نہیں۔“

## اللہ تعالیٰ کی توحید کے آٹھ ثبوت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْمُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ يَمَّا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَنَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ ۖ وَتَصَرَّفِ الْيُسُوفِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝﴾ [البقرة: ۱۶۴]

”تحقیق عقلمندوں کے لیے آسمان اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اول بدل میں اور کشتیوں میں جو لوگوں کے فائدے کا سامان لے کر سمندر میں چلتی ہیں اور بارش میں جس کو اللہ نے آسمان سے برسایا پھر مردہ زمین کو تروتازہ کیا اور سب قسم کے جانوروں کو زمین میں پھیلایا اور ہواؤں کے پھیرنے میں اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان حکم کا تابع ہے، اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔“

توحید پر مزید دلائل:

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۖ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۖ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۖ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِّتْ ۖ ﴾ [الغاشية: ۱۷ تا ۲۰]

”کیا یہ لوگ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے بنائے گئے ہیں اور آسمان کو، وہ کیسا اونچا رکھا گیا ہے اور پہاڑوں کو، وہ کیوں کر نصب کیے گئے ہیں اور زمین کو، وہ کیسے ہموار بنائی گئی۔“

اللہ کے برابر کوئی نہیں کیونکہ وہ خالق ہے، باقی سب مخلوق:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۗ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً ۖ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ ۗ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۗ ﴾ [البقرة: ۲۱، ۲۲]

”اے لوگو! اپنے مالک کی بندگی کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا، تاکہ تم بچ جاؤ۔ جس نے زمین کو تمہارے لیے بچھونا بنایا اور آسمان کو چھت اور آسمان سے پانی برساکر میوے نکالے تمہارے کھانے کو، تو جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کے برابر کسی کو مت بناؤ۔“

دوسروں کو اللہ کے برابر سمجھنے والا کافر:

سورۃ النعام میں ہے:

﴿ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ۗ ثُمَّ الَّذِينَ

كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ﴿١﴾ [ الأنعام : ١ ]

”سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کو لائق ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیرے اور اجالا بنایا، پھر بھی کافر اپنے مالک کے ساتھ دوسروں کو برابر مانتے ہیں۔“

اصل ایمان عقیدہ توحید ہی ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ﴾ [ البقرة : ١٧٧ ]

”یہی نیکی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو بلکہ اصل نیکی تو اس کی ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے۔“

عقیدہ توحید پر ایمان:

اللہ کے رسول ﷺ اور تمام مومنوں کے لیے عقیدہ توحید پر ایمان لانا ضروری ہے:

﴿آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ

وَرُسُلِهِ﴾ [ البقرة : ٢٨٥ ]

”رسول ایمان لایا جو کچھ اس پر اس کے رب کی طرف سے اترا ہے اور مومن بھی ایمان لائے، سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔“

عقیدہ توحید کا انکار:

تمام مومنوں کے لیے عقیدہ توحید پر ایمان لانا ضروری ہے اور توحید کا انکاری کافر اور گمراہ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ

الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ

صَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ [ النساء : ١٣٦ ]

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول (ﷺ) پر اور اس کتاب پر



جو اس نے اپنے رسول (ﷺ) پر اتاری اور ان کتابوں پر جو پہلے اس نے اتاریں اور جو کوئی اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں اور قیامت کے دن کا انکار کرے وہ پرلے درجے کا گمراہ ہو گیا۔“

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا مطلب ہے کہ اللہ کو اس کی ذات، صفات، اختیارات اور حقوق میں ایک مانا جائے، ورنہ اللہ تعالیٰ کو تو مشرک بھی مانتے تھے۔

عقیدہ توحید پر ایمان لانے والے ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے، یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَعَدَّ اللَّهُ حَقًّا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [لقمان: ۹، ۸]

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ان کے لیے نعمت کے باغ ہیں، جہاں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کا سچا وعدہ ہو چکا اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔“

### دلائل توحید:

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جو دلائل توحید بیان فرمائے ہیں ان میں سے کچھ کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔ سورۃ النحل کو سورۃ النعم بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس سورت میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے۔ سورۃ النحل کی دلائل توحید والی آیات کا ترجمہ درج ذیل ہے:

”اللہ کا حکم آپہنچا، تم اس میں جلدی مت کرو، وہ لوگوں کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہتا ہے فرشتوں کو وحی دے کر بھیج دیتا ہے یہ کہ خبردار کرو کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، پس مجھ سے ڈرتے رہو۔ اسی نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر بنایا ہے، وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔ اسی نے آدمی کو ایک بوند سے پیدا کیا پھر وہ یکا یک کھلم کھلا جھگڑنے لگا اور تمہارے واسطے چارپایوں کو بھی اسی نے بنایا۔ ان میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہے، اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور تم ان میں سے کھاتے بھی ہو اور تمہارے لیے ان میں زمینت بھی ہے، جب شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب چرانے لے جاتے ہو اور وہ تمہارے بوجھ اٹھا کر ان شہروں تک لے جاتے ہیں کہ جہاں تک تم جان کو تکلیف میں

ڈالنے کے سوا نہیں پہنچ سکتے تھے۔ بے شک تمہارا رب بڑا شفقت کرنے والا، مہربان ہے اور گھوڑے اور نخر اور گدھے پیدا کیے کہ ان پر سواری کرو اور زینت کے لیے اور وہ چیزیں پیدا کرتا ہے جو تم نہیں جانتے۔ اور اللہ تک سیدھی راہ پہنچتی ہے اور بعض ان میں ٹیڑھی بھی ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو سیدھی راہ بھی دکھا دیتا۔ وہی ہے جس نے آسمان سے تمہارے لیے پانی نازل کیا، اسی میں سے پیتے ہو اور اسی سے درخت ہوتے ہیں جن میں چراتے ہو۔ وہ تمہارے واسطے اسی سے کھیتی اور زیتون اور کھجوریں اور انگور اور ہر قسم کے میوے اگاتا ہے، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے نشانی ہے جو غور کرتے ہیں۔ اور رات اور دن اور سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگا دیا ہے اور اسی کے حکم سے ستارے بھی کام میں لگے ہوئے ہیں، بے شک اس میں لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو سمجھ رکھتے ہیں اور تمہارے واسطے جو چیزیں زمین میں رنگ برنگ کی پھیلائی ہیں ان میں ان لوگوں کے لیے نشانی ہے جو سوچتے ہیں۔ اور وہ وہی ہے جس نے دریا کو کام میں لگا دیا کہ اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو اور تو اس میں جہازوں کو دیکھتا ہے کہ پانی کو چیرتے ہوئے چلے جاتے ہیں اور تاکہ تم اس کے فضل کو تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔ اور زمین پر پہاڑوں کے بوجھ ڈال دیے تاکہ تمھیں لے کر نہ ڈمگائے اور تمہارے لیے نہریں اور راستے بنا دیے تاکہ تم راہ پاؤ۔ اور نشانیاں بنائیں اور ستاروں سے لوگ راہ پاتے ہیں، پھر کیا وہ جو پیدا کرے اس کے برابر ہے جو کچھ بھی پیدا نہ کرے؟ کیا تم سوچتے نہیں۔ اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو تو ان کا شمار نہیں کر سکو گے، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ اور جنھیں اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں۔ وہ تو مردے ہیں جن میں جان نہیں اور وہ نہیں جانتے کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔ تمہارا معبود اکیلا معبود ہے، پھر جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل نہیں مانتے اور وہ تکبر کرنے والے ہیں۔ ضرور اللہ جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ بے شک وہ غرور کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“ (النحل: ۲۳ تا ۲۱)

(مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے سورۃ النحل : ۶۵ تا ۹۳ اور سورہ الرحمن مکمل اور سورۃ الملک مکمل اور سورۃ الحدید مکمل)

اللہ کے برابر کوئی نہیں:

اللہ تعالیٰ کے برابر، ہمسریا شریک کسی بھی غیر اللہ کو ٹھہرانا سخت منع ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً ۖ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ ۗ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا ۖ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة: ۲۱، ۲۲]

”اے لوگو! اپنے مالک کی بندگی کرو جس نے بنایا تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو، تم بیج جاؤ۔ جس نے زمین کو تمہارے لیے بچھونا بنایا اور آسمان کو چھت اور آسمان سے پانی برس کر میوے نکالے تمہارے کھانے کو، تو جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کے برابر کسی کو مت بناؤ۔“

”انداد“ کا واحد ”ند“ ہے۔ جس کے معنی ہمسر اور شریک کے ہیں یعنی جب تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اور نفع و نقصان بھی اسی کے قبضہ و قدرت میں ہے تو پھر دوسروں کو اس کا ہمسر کیوں سمجھتے ہو؟ شرک کے بہت سے شعبے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے اس کا سدباب کرنے کے لیے ہر ایسے قول و فعل سے منع فرمایا ہے جس میں شرک کا شائبہ تک بھی پایا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: « مَا شَاءَ اللَّهُ وَمَا شِئْتُ » «جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں» تو اس پر آپ نے فرمایا: « أَجَعَلْتَنِي لِلَّهِ نِدًّا » «کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک ٹھہرایا؟» [عمل اليوم والليلة للنسائي: ۹۸۸۔ تاریخ بغداد: ۱۰۵/۸، ت ۴۲۱۸۔ ابن

ماجہ، أبواب الكفارات، باب النهي أن يقال ما شاء الله و شئت [۲۱۱۷]

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ شرک بہت خفی ہے۔ ایک شخص کسی کی جان کی قسم کھاتا ہے یا یہ کہتا ہے کہ فلاں بطن نہ ہوتی تو گھر میں چور آجاتے وغیرہ کلمات بھی ایک طرح سے ”ند“ کے تحت آجاتے ہیں۔ [ابن کثیر، تحت الآية: ۲۲ من السورة البقرة: ۱/۵۵]

یاد رہے کہ اگر کوئی انسان کوئی بھی شرک کرتا ہے تو وہ انسان گویا غیر اللہ کو اللہ کے برابر ٹھہراتا ہے۔ مزید حوالہ جات کے لیے: البقرة: ۱۶۵ تا ۱۶۷۔ الأنعام: ۱۵۰، ابراہیم: ۳۰۔ الشعراء: ۹۷، ۹۸۔ سبأ:

۳۳۔ الزمر: ۸۔ حم السجدة: ۹۔ مریم: ۶۵۔ الاخلاص مکمل)

اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُن لَّهُ وِثْرًا مِّنَ الدِّينِ وَكَبِيرُهُ تُكْبِيرًا﴾ [بنی اسرائیل: ۱۱۱]

”اور کہہ دو سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ سلطنت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور اس کی بڑائی، بیان کرتے رہو۔“

ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَرَهُ تَقْدِيرًا﴾ [الفرقان: ۲]

”وہ جس کی آسمانوں اور زمین میں سلطنت ہے اور اس نے نہ کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ سلطنت ہی میں اس کا کوئی شریک ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کر کے اندازے پر قائم کر دیا۔“

اللہ تعالیٰ جیسا کوئی نہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے متعلق فرمایا:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ [الشورى: ۱۱]

”اس جیسا کوئی نہیں (نہ ذات، نہ صفات، نہ اختیارات اور نہ حقوق میں)۔“

مخلوق خالق کی شریک نہیں ہو سکتی:

ارشادِ ربانی ہے:

﴿إِن شِئْنَا لَمَّا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ﴾ [الأعراف: ۱۹۱]

”کیا ایسوں کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں۔“

(مزید حوالہ جات کے لیے: الرعد: ۱۶۔ النحل: ۱۷۔ الفرقان: ۲۔ القمان: ۱۱۳۸)

- مراد آبادی کی تفسیر میں بھی یہی باتیں لکھی ہیں، دیکھیے احمد رضا خان کا ترجمہ مع تفسیر:
- ۱۔ توحید۔ (بنی اسرائیل: ۳۹، ف ۸۷) ان آیات کی ابتدا توحید کے حکم سے ہوئی اور انتہا شرک کی ممانعت پر، اس سے معلوم ہوا کہ ہر حکمت کی اصل توحید و ایمان ہے اور کوئی قول و عمل بغیر اس کے قابل پذیرائی نہیں۔ (مزید حوالے: فاطر: ۱۰، ف ۲۶۔ الاحقاف: ۱۳، ف ۳۳)
  - ۲۔ اللہ پر ایمان کا مطلب۔ (البقرہ: ۱۶۳، ف ۲۹۱) معبود صرف ایک ہے، نہ وہ متجزی ہوتا ہے نہ منقسم، نہ اس کے لیے مثل نہ نظیر، الوہیت و ربوبیت میں کوئی اس کا شریک نہیں، وہ یکتا ہے اپنے افعال میں، مصنوعات کو تنہا اسی نے بنایا، وہ اپنی ذات میں اکیلا ہے، کوئی اس کا قسم نہیں، اپنی صفات میں یگانہ ہے، کوئی اس کا شبیہ نہیں۔ (مزید حوالہ جات: البقرہ: ۱۷۷، ف ۳۱۲۔ التوبہ: ۲۹، ف ۶۱۔ ہود: ۱۱۲۔ ف ۲۲۹)
  - ۳۔ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ (بنی اسرائیل: ۱۱۱، ف ۲۳۳۔ الروم: ۲۸ تا ۳۰، ف ۶۶ تا ۵۳۔ المؤمنون: ۹۰، ف ۱۳۲۔ الکہف: ۱۱۰۔ ف ۲۲۳۔ طہ: ۶۱، ف ۷۹) ہماری شریعت میں کسی بھی قسم کا سجدہ غیر اللہ کے لیے جائز نہیں۔ (مراد آبادی۔ البقرہ: ۳۳، ف ۶۱)
  - ۴۔ کوئی چیز اللہ کی شریک نہیں۔ (النساء: ۳۶، ف ۱۰۹) نہ جاندار کو نہ بے جان کو، نہ اس کی ربوبیت میں نہ اس کی عبادت میں (شریک بناؤ)۔ (المستحیة: ۱۲، ف ۴۵)



## شرک کا بیان

اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات یا اختیارات یا حقوق میں غیر اللہ کو شریک یعنی ساجھی یا حصے دار سمجھنے والا انسان مشرک ہے۔ قرآن میں شرک یعنی ساجھی اور حصے دار کا لفظ کئی مقامات پر آیا ہے۔

(النساء: ۱۲۔ الروم: ۲۸۔ الصافات: ۳۳۔ الزخرف: ۳۹۔ ط: ۳۲)

اللہ تعالیٰ مشرک کو کبھی نہیں بخشے گا:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ

فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا﴾ [النساء: ۴۸]

”بے شک اللہ شرک کو تو بخشنے والا نہیں اور شرک کے سوا جس کو چاہے بخش دے اور

جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا پس اس نے (اللہ تعالیٰ پر) بڑا گناہ باندھا۔“

﴿هَلْ لَكُمْ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ شُرَكَاءَ فِيمَا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنْتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ

كَيْفِيَّتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ ۚ كَذَلِكَ نَفَّصَلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ [الروم: ۲۸]

”کیا جن کے تم مالک ہو وہ اس میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے تمہارے شریک

ہیں؟ پھر اس میں تم برابر ہو؟ تم ان سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح اپنوں سے

ڈرتے ہو، اسی طرح ہم عقل والوں کے لیے آیتیں کھول کر بیان کرتے ہیں۔“

جیسا کہ مندرجہ بالا آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حصے دار مقرر کرنا شرک

ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا کوئی حصے دار اور کوئی شریک نہیں ہے۔

اٹھارہ نبیوں کا نام لے کر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا اگر یہ بھی شرک کرتے تو ان کے

اعمال بھی برباد ہو جاتے:

﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ ۖ نَزَّاهُ دَرَجَاتٍ مِّنْ سَمَاءٍ ۚ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۖ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۖ كُلًّا هَدَيْنَا ۖ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ ۚ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۗ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلًّا مِّنَ الظَّالِمِينَ ۗ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيُوسُفَ ۖ وَنُوحًا ۖ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَىٰ الْعَالَمِينَ ۗ وَمِنَ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۗ ذَٰلِكَ هُدَىٰ اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۗ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝﴾ [الأنعام: ٨٣ تا ٨٨]

”اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو اس کی قوم کے مقابلے میں بتائی، ہم جس کو چاہیں اس کے درجے بلند کر دیتے ہیں، بے شک تیرا مالک حکمت والا، جاننے والا ہے۔ اور ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو اسحاق (علیہ السلام) اور یعقوب (علیہ السلام) دیے اور ہر ایک کو ہدایت دی اور نوح (علیہ السلام) کو تو ہم ہدایت دے چکے تھے اور ان کی اولاد میں سے داؤد (علیہ السلام) اور سلیمان (علیہ السلام) اور ایوب (علیہ السلام) اور یوسف (علیہ السلام) اور ہارون (علیہ السلام) کو ہدایت دی اور نیکوں کو ہم ایسا ہی بدلا دیتے ہیں اور زکریا (علیہ السلام) اور یحییٰ (علیہ السلام) اور عیسیٰ (علیہ السلام) اور الیاس (علیہ السلام) یہ سب نیک بختوں میں سے تھے اور اسماعیل (علیہ السلام) اور یسع (علیہ السلام) اور یونس (علیہ السلام) اور لوط (علیہ السلام) ان سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان پر، ان کے بعض باپ دادوں کو اور اولاد کو اور بھائیوں کو بھی ہم نے چن لیا اور ان کو سیدھی راہ کی طرف ہدایت دی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے ہدایت دے اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو ان کا کیا کرایا برباد ہو جاتا۔“

اٹھارہ انبیاء علیہم السلام کے اسمائے گرامی کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے اگر یہ بھی شرک کا ارتکاب کر لیتے تو ان کے سارے اعمال برباد ہو جاتے۔ جس طرح دوسرے مقام پر نبی ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَئِنِ اشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ [الزمر: ٦٥]

”(اے پیغمبر!) اگر تو نے بھی شرک کیا تو تیرے سارے عمل برباد ہو جائیں گے۔“

حالانکہ پیغمبروں سے شرک کا صدور ممکن نہیں، مقصد امتوں کو شرک کی خطرناکی اور ہلاکت خیزی سے آگاہ کرنا ہے۔ اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کو مانتے بھی ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں۔ اس بات کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ﴾ [یوسف: ۱۰۶]

”اکثر لوگ ایسے ہیں جو اللہ کو مانتے ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے شرک کو حرام قرار دیا۔ (الاعراف: ۳۳) اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ (بنی اسرائیل: ۱۱۱)

### مشرک کی پہچان:

مشرک کی پہچان یہ ہے کہ وہ ایک اللہ کے تذکرے سے ناراض ہو جاتا ہے:

﴿وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ

الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾ [الزمر: ۴۵]

”اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کے دل نفرت کرتے ہیں اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ فوراً خوش ہو جاتے ہیں۔“

مخرفین کا آج بھی یہی حال ہے، جب ان سے کہا جاتا ہے کہ صرف ”یا اللہ مد“ کہو، کیونکہ اس کے سوا کوئی مد کرنے پر قادر نہیں ہے تو سبخ پا ہو جاتے ہیں۔ یہ جملہ ان کے لیے سخت ناگوار ہوتا ہے۔

لیکن جب ”یا رسول اللہ مد“ ”یا رَسُولَ اللَّهِ! أَنْظِرْ حَالَنَا“ ”یا رَسُولَ اللَّهِ! اسْمَعْ قَالَنَا“ ”یا علی مد“ کہا جائے، اسی طرح دیگر مردوں سے استمداد و استغاثہ کیا جائے مثلاً: ”یا شَيْخُ عَبْدِ الْقَادِرِ! شَيْئًا لِلَّهِ“ وغیرہ تو پھر ان کے دل کی کلیاں کھل اٹھتی ہیں۔ ﴿تَسَاءَلْتُمْ قُلُوبُهُمْ﴾ (البقرة: ۱۸۸)

### دوسری پہچان:

مشرک اللہ کی بجائے غیر اللہ سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ (البقرة: ۱۶۷ تا ۱۶۸)

کسی نبی نے اللہ تعالیٰ کے سوا اپنی یا کسی دوسرے کی بندگی کی دعوت نہیں دی یعنی شرک کی دعوت نہیں دی:

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنَّبُوءَةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي



مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّيْنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ۗ وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُتَّخَذَ وَالْمَلَكَةَ وَالتَّيِّبِينَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۗ ﴿

[ آل عمران : ۸۰، ۷۹ ]

”کسی آدمی کے لیے ایسا کرنا مناسب نہیں کہ اللہ اس کو کتاب اور حکمت اور پیغمبری سے سرفراز کرے پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، بلکہ (اس کو یہ کہنا سزاوار ہے کہ اے اہل کتاب) تم ربانی ہو جاؤ۔“ کیونکہ تم کتاب (اللہ) پڑھتے پڑھاتے رہتے ہو اور نہ یہ مناسب ہے کہ تمہیں حکم دے کہ فرشتوں یا پیغمبروں کو اپنا رب (داتا) بنا لو۔ بھلا یہ کوئی بات ہے کہ مسلمان ہو جانے کے بعد وہ کہے کہ کافر ہو جاؤ۔“

شرک تمام نیک اعمال ضائع کر دیتا ہے خواہ نبی ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ مشرک کے لیے جنت حرام ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا:

﴿ إِنَّهُ مَنْ يَشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۗ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۗ ﴾ [ المائدة : ۷۲ ]

”جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے تو اللہ تعالیٰ جنت کو اس پر حرام کر چکا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔“

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہراؤ (صرف بتوں کی بات نہیں جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں):

﴿ أَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ﴾ [ الأنعام : ۱۰۱ ]

”اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔“

اللہ تعالیٰ چونکہ خالق ہے باقی سب مخلوق، اس لیے کوئی اس کا شریک نہیں:

﴿ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَبْدُوا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۗ قُلِ اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ فَأَنْتُمْ تُؤْفَكُونَ ۗ ﴾ [ بونس : ۳۴ ]

”کہہ دو! آیا تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو مخلوقات کو پیدا کرے، پھر اسے دوبارہ زندہ کرے؟ کہہ دو! اللہ پیدا کرتا ہے، پھر اسے لوٹائے گا، سو تم کہاں پھرے جاتے ہو۔“

لوگوں نے خود ہی نام رکھ لیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان ناموں کی کوئی سند نہیں اتاری، اس لیے یہ نام بے اصل ہیں:

﴿إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَإِنَّا وَكَلُمْنَا لَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۝﴾

[النجم: ۲۳]

”یہ تو نرے نام ہی ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے، اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری۔“

یہ لوگ بس اٹکل پر چلتے ہیں اور جو ان کے دل میں آتا ہے کرتے ہیں، حالانکہ ان کے مالک کی طرف سے ان کا راستہ بھی بتایا جا چکا تھا۔ (مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیں: یوسف: ۴۰۔ الاعراف: ۷۱)

حاصل بحث:

توحید اور شرک کی بحث میں جو گفتگو ہوئی اس کا حاصل یہ ہے کہ ایک کلمہ گو کا سب سے بڑا سرمایہ عقیدہ توحید ہے اور قیامت کے روز انسان کی نجات کا انحصار عقیدہ توحید پر ہوگا اور جو مشرک ہوگا اس کے سارے عمل برباد ہو جائیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور مشرک کی پہچان بھی اللہ تعالیٰ نے بتا دی ہے (جیسا کہ مذکور ہو چکا) اور لوگوں نے کچھ نام اپنی طرف سے بنا رکھے ہیں، مثلاً داتا، مشکل کشا، دستگیر، غریب نواز، غوث، گنج بخش، طوفانوں سے نجات دینے والا، کھوٹی قسمت کھری کرنے والا، اولاد دینے والا، ڈوبتی کوکنارے لگانے والا، وغیرہ وغیرہ۔ یہ نام لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ لیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری اور اس طرح یہ لوگ پہلے مشرکوں کی پیروی کر رہے ہیں اور یہ قیامت کے دن ان خود ساختہ ناموں اور اس شرک کا کوئی جواز اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش نہ کر سکیں گے۔ ان کے پاس اس چیز کا کوئی جواب نہ ہوگا کہ تمہیں کس نے کہا بغداد والے تمہارے غوث الاعظم ہیں؟ کس نے کہا لاہور والے تمہارے داتا ہیں؟ بغداد والے پیر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ۵۶۱ ہجری میں فوت ہوئے۔ لاہور والے علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ۴۶۵ ہجری میں فوت ہوئے۔ قرآن و حدیث میں ان کا ذکر تک نہیں ہے اور قرآن میں ہے مشرک کا کوئی عذر قیامت کے دن قبول نہ ہوگا۔

دیکھیے صفحہ ۵۹۷، ۵۹۸ اور ۶۱۹ تا ۶۲۳ سے سوالات و جوابات۔ اور مراد آبادی صاحب نے بھی اپنی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔ (البقرہ: ۵۲، ف ۸۸) شرک سے مسلمان مرتد ہو جاتا ہے۔ (البقرہ: ۲۸۳، ف ۲۱۵۔ النساء: ۱۱۶، ف ۳۰۵)

کیا امت مسلمہ شرک میں مبتلا ہو سکتی ہے؟:

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا امت مسلمہ شرک میں مبتلا ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب ہاں میں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی بہت سی احادیث اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں:

۱۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ قبیلہ دوس کی عورتوں کے سرین ذوالخلصہ کے گرد بلیں گے (یعنی وہ اس کا طواف کریں گی)۔“ ذوالخلصہ قبیلہ دوس کا بت تھا جس کو وہ زمانہ جاہلیت میں پوجا کرتے تھے۔

[بخاری، کتاب الفتن، باب تغیر الزمان حتی تعبد الأوثان: ۷۱۱۶۔ مسلم، کتاب الفتن،

باب لا تقوم الساعة حتی تعبد دوس ذوالخلصة: ۲۹۰۶]

۲۔ (( لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَلْحَقَ قِبَائِلُ مَنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ وَحَتَّى يُعْبُدُوا الْأَوْثَانَ ))

[صحیح۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء لا تقوم الساعة حتی یخرج کذابون: ۲۲۱۹]

”قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبیلے مشرکوں سے جا ملیں گے اور بتوں کی عبادت کریں گے۔“

۳۔ ”تم اگلے لوگوں کے طور طریقوں پر چلو گے بالشت برابر بالشت اور ہاتھ برابر ہاتھ یہاں تک

کہ اگر وہ گور پھوڑ (سانڈے) کے سوراخ میں گھسیں گے تو تم بھی گھس جاؤ گے۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم

نے عرض کی: ”اے اللہ کے پیارے رسول! کیا اگلے لوگوں سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں؟“ تو

آپ ﷺ نے فرمایا: ”اور کون؟“

[بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ: لتبعن سنن من کان

قبلکم: ۷۳۲۰، ۳۴۵۶۔ مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن اليهود والنصارى: ۲۶۶۹]

اور قرآن میں جگہ جگہ ہے کہ یہود اور نصاریٰ مشرک ہیں۔ قرآن کی مندرجہ ذیل آیات سے

صاف ظاہر ہے کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ شرک کے مرتکب ہوئے ہیں۔

وہ شرک فی الحکم کر رہے ہیں:

﴿ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ٥٠ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عَزِيزُ ابْنِ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ٥١ فَتَلَاهُمُ اللَّهُ ٥٢ أَنِّي يُؤْفِكُونَ ٥٣ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا ٥٤ لَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ٥٥ ﴾ [التوبة: ٢٩-٣١]

”ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اسے حرام جانتے ہیں جسے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے حرام کیا ہے اور سچا دین قبول نہیں کرتے، ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں، یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور یہود کہتے ہیں عزیر (علیہ السلام) اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح (علیہ السلام) اللہ کا بیٹا ہے، یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں، وہ کافروں کی سی باتیں بنانے لگے ہیں، جو ان سے پہلے گزرے ہیں، اللہ انھیں ہلاک کرے یہ کدھر اٹے جا رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا داتا بنا لیا ہے اور مسیح (علیہ السلام) مریم کے بیٹے کو بھی حالانکہ انھیں حکم یہی ہوا تھا کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔“

مندرجہ بالا آیات سے درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں:

- ۱۔ اہل کتاب کا اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں کیونکہ وہ مشرک ہیں۔
- ۲۔ اہل کتاب نے شرک فی الذات کیا۔
- ۳۔ ایسا کرنا کفر و شرک ہے۔
- ۴۔ انھوں نے اللہ کے احکامات ماننے کے بجائے اپنے مولویوں اور درویشوں (پیروں) کے احکامات مانے۔
- ۵۔ انھوں نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو اپنا رب یعنی داتا بنا لیا۔
- ۶۔ انھوں نے شرک فی العبادۃ کیا۔
- ۲۔ وہ شرک فی الذات کر رہے ہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

(مزید حوالہ جات: المائدہ: ۷۲، ۷۳ تا ۷۷۔ البقرہ: ۱۱۶، ۱۱۷۔ النساء: ۱۷۱ تا ۱۷۳۔ یونس: ۶۸ تا ۷۰۔ الکہف: ۵، ۳، ۳۵، ۳۶ اور ۸۸ تا ۹۵)

۳۔ وہ شرک فی العبادت کر رہے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔

(مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے: المائدہ: ۱۱۶، ۱۱۷۔ البقرہ: ۸۳، ۸۴ تا ۱۳۳۔ آل عمران: ۶۲ تا ۶۴۔ النساء: ۸۰، ۷۹، ۷۸۔ المائدہ: ۷۲ تا ۷۷)

۴۔ وہ شرک فی التصرف کر رہے ہیں:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۗ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَبْنَىٰ إِسْرَءِيلَ ۚ اعبُدوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۗ إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۗ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن أَنْصَارٍ ۗ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثٍ ۚ وَمَا مِن إِلَهٍ إِلَّا إِلَهُ وَاحِدٌ ۗ وَإِن لَّمْ يَنْتَهُوا عَنَّا يَقُولُونَ لَكَيْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۗ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لَهُ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۗ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ ۖ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَنِ الطَّعَامَ ۗ أَنْظِرْ كَيْفَ نَبِّئُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ أَنْظِرْ أَنِّي يُؤْكَلُونَ ۗ قُلْ اتَّعَبُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۗ وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۗ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِن قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ ۗ﴾ [المائدة: ۷۲ تا ۷۷]

”یقیناً وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا بے شک اللہ وہ مسیح مریم کا بیٹا ہی ہے۔ حالانکہ مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل! اس اللہ کی بندگی کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ بے شک جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا سو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے ایک ہے، بے شک وہ (بھی) کافر ہوئے، حالانکہ سوائے ایک معبود کے اور کوئی معبود نہیں ہے اور اگر وہ اس بات سے باز نہ آئیں گے جو وہ کہتے ہیں تو ان میں سے کفر پر قائم رہنے والوں کو دردناک عذاب پہنچے گا۔ اللہ کے آگے کیوں توبہ نہیں کرتے اور گناہ نہیں بخشواتے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے، مسیح مریم کا بیٹا تو صرف ایک پیغمبر ہی

ہے، جس سے پہلے اور بھی پیغمبر گزر چکے ہیں اور اس کی ماں صدیقہ (پچی) ہے۔ دونوں کھانا کھاتے تھے، دیکھ ہم انہیں کیسی دلیلیں بتلاتے ہیں، پھر دیکھ وہ کہاں الٹے (پھرے) جاتے ہیں۔ کہہ دو! تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی بندگی کرتے ہو جو تمہارے نقصان اور نفع کے مالک نہیں ہیں اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔ کہہ دو! اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں ناحق زیادتی مت کرو اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو ان سے پہلے گمراہ ہو چکے ہیں اور انہوں نے بہت سے (لوگوں کو) گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے دور ہو گئے۔“

ان آیات سے درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں: ۱۔ نبی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ انسانی شکل میں اللہ ہی ہے، کفر ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں۔ ۳۔ اللہ نبیوں کا بھی رب یعنی داتا ہے اور باقی لوگوں کا بھی۔ ۴۔ عیسائی مشرک ہیں اور جو کوئی بھی شرک کرے اس پر جنت حرام ہے۔ ۵۔ شرک یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کی جائے، غیر اللہ کو داتا مانا جائے۔ ۶۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا معبود ہے۔ ۷۔ مشرک اگر توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ ۸۔ اللہ تعالیٰ نے کئی رسول بھیجے ہیں، وہ کھانا کھاتے تھے، اس لیے وہ اللہ کی ذات میں سے نہ تھے۔ ۹۔ نبیوں کی عبادت منع ہے کہ وہ نفع و نقصان کے مالک نہیں۔ ۱۰۔ نبیوں کی عبادت اس لیے بھی منع ہے کیونکہ لوگوں کی پکار اور احوال کو صرف اللہ تعالیٰ ہی سنتا اور جانتا ہے۔ ۱۱۔ من دون اللہ یعنی اللہ کے سوا سے یہاں مراد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدہ مریم علیہا السلام ہیں۔ ۱۲۔ عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدہ مریم علیہا السلام کے معاملہ میں غلو سے کام لیا یعنی جو اللہ کے حقوق تھے وہ ان کو دے دیے۔ ۱۳۔ عیسائیوں نے اللہ کے احکام ماننے کی بجائے دوسروں کی خواہش کی پیروی کی۔ ۱۴۔ ایسا کرنے والے لوگ خود بھی گمراہ ہو گئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر گئے۔

۵۔ چونکہ اہل کتاب مشرک ہیں لہذا ان کا اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں، جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔ ہر مشرک کا یہی حکم ہے، جیسے مشرکین مکہ، حالانکہ یہ سب ملت ابراہیم پر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ (دیکھیے تفسیر مراد آبادی: ۲/۱۳۵، ف: ۲۴۶)

۶۔ وہ شرک فی العلم کر رہے ہیں جیسا کہ سورہ مائدہ (۱۱۶، ۱۱۷) میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ

تعالیٰ سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) سے پوچھے گا کہ اے عیسیٰ (علیہ السلام)! کیا تو نے اپنی امت کو حکم دیا تھا کہ میری اور میری ماں مریم (علیہا السلام) کی پوجا کرو؟ تو سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے دربار میں قیامت والے دن عرض کریں گے کہ میں نے تو ان کو یہی حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے لیکن جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو اس کے بعد جو کچھ انھوں نے کیا وہ تو ہی بہتر جانتا ہے، مجھے علم نہیں۔

۷۔ اہل کتاب غلو کر رہے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔ غلو کا مطلب ہے اعتدال کا راستہ چھوڑ دینا، یہ افراط و تفریط دونوں صورتوں میں ہے۔

غلو کے لیے دیکھیے (النساء: ۱۷۵ تا ۱۷۷- المائدہ: ۷۲ تا ۷۷)

۸۔ نصاریٰ عیسیٰ (علیہ السلام) کو پکارتے ہیں۔ (بنی اسرائیل: ۵۶، ۵۷۔ دیکھیے تفسیر مراد آبادی و ترجمہ احمد رضا خان صاحب)

یاد رہے یہاں لفظ ”یدعون“ ہے، جس کے معنی پکارنا ہیں جیسا کہ مراد آبادی صاحب نے ان آیات کے تحت فائدہ ۱۱۸ میں لکھا۔ یہاں مراد آبادی صاحب کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اہل کتاب عیسیٰ (علیہ السلام) اور عزیر (علیہ السلام) کو پکارتے ہیں۔ اور:

﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ۖ وَآتَهُ لِنَا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۖ قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ۖ قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ صَدْرًا وَلَا رَشَدًا ۖ﴾ [الحجن: ۱۸ تا ۲۱]

”اور بے شک مسجدیں اللہ کے لیے ہیں، پس تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو اور جب اللہ کا بندہ (نبی) اس کو پکارنے کھڑا ہوتا ہے تو لوگ اس پر جم گھٹا کرنے لگتے ہیں۔ کہہ دو! میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتا۔ کہہ دو کہ میں نہ تمہارے کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا۔“

قرآن مجید کی ان آیات کے تحت احمد رضا خان صاحب کی تفسیر میں لکھا ہے: ”جیسا کہ یہود و نصاریٰ کا طریقہ تھا کہ وہ اپنے گرجاؤں اور عبادت خانوں میں شرک کرتے تھے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنے عبادت خانوں میں غیر اللہ کو پکارتے تھے، جیسا کہ آج کل امت مسلمہ کے کچھ لوگ

مجدوں میں غیر اللہ کو پکار رہے ہیں۔“

امت مسلمہ کے بھی کچھ لوگ شرک کر رہے ہیں، ہم قرآن و صحیح حدیث اور فقہ کی کتابوں سے ثابت کریں گے کہ امت مسلمہ کے کچھ لوگ بھی اہل کتاب کی طرح یہی کچھ کر رہے ہیں اور رسول عربی ﷺ کی مندرجہ بالا حدیث کہ تم بھی پہلی امت کی چال چلو گے، سو فیصد درست ثابت ہو رہی ہے۔ یاد رہے کہ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو پکارتے ہیں جیسا کہ ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے ان کو قرآن میں مشرک اور کافر کہا ہے، اب جو کلمہ گو اللہ تعالیٰ کے ساتھ یا رسول اللہ مد، یا علی مد، یا غوث الاعظم کہتے ہیں، یہ بھی یقیناً قرآن کی رو سے مشرک ہوئے۔

اب ہم کچھ کلمہ گو بھائیوں کے اشکال کا یہاں جواب دیں گے:

۱۔ بعض افراد نے نا سچی میں یہ لکھ دیا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت کے رگ و ریشہ میں توحید اس درجہ سرایت کر چکی ہے کہ مجھے ان کے دوبارہ شرک کی طرف لوٹ جانے کا مطلق اندیشہ نہیں۔ نیز کچھ اور ایسے ہی لوگ بخاری (کتاب الجنائز: ۱۳۳۳) میں مروی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کا یہ حصہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! میں تمہارے متعلق اس بات سے نہیں ڈرتا کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم ایک دوسرے کے مقابلے میں دنیا میں رغبت کرو گے“ پیش کر کے کہتے ہیں کہ امت مسلمہ کبھی شرک نہیں کر سکتی اور اس طرح کی اور بھی احادیث بیان کرتے ہیں۔

ازالہ: جب یہ احادیث اور ان احادیث کو جن میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت شرک کرے گی، سامنے رکھ کر اور قرآن مجید کی ان آیات کو سامنے رکھ کر جن میں اہل کتاب کو مشرک اور کافر کہا گیا ہے، مجموعی جائزہ لیا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ امت مسلمہ مجموعی طور پر مشرک نہیں ہوگی بلکہ بعض افراد امت مسلمہ میں سے ایسے ہوں گے جو شرک کے مرتکب ہوں گے اور بعض قبائل بت پوجنا شروع کر دیں گے۔ شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ”نبی ﷺ کے اس فرمان ”مجھے تمہارے متعلق شرک کا ڈر نہیں“ کا مطلب یہ ہے کہ تم مجموعی طور پر شرک نہیں کرو گے، اس لیے کہ امت مسلمہ میں سے بعض افراد کی جانب سے شرک کا وقوع ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔“ (فتح الباری: ۲۱۱/۳) اور علامہ بدر الدین عینی حنفی نے بھی یہی لکھا ہے۔ (عمدة القاری شرح صحیح بخاری: ۱۵۷/۸) اور علامہ



ابوالعباس احمد بن محمد القسطلانی نے بھی یہی لکھا ہے۔ (ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری: ۴۳۰/۲)

ائمہ و محدثین کی تشریح سے معلوم ہوا کہ امت مسلمہ مجموعی طور پر مشرک نہیں ہوگی، البتہ بعض افراد و قبائل شرک کریں گے جیسا کہ آج کل بہت سے لوگ اہل قبور سے استغاثہ، فریادری، نذرو نیاز وغیرہ کے شرک میں مبتلا ہیں اور بالکل وہی کام کر رہے ہیں جن کی وجہ سے مشرکین مکہ اور یہود و نصاریٰ کو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مشرک کہا، حالانکہ وہ سب ملت ابراہیم پر ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ (دیکھیے ترجمہ مع تفسیر احمد رضا خان صاحب: انعام: ۱۶۱۔ البقرة: ۱۳۵۔ آل عمران: ۶۷)۔ ان احادیث کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مشرک نہیں کریں گے کیونکہ اس بات کے اولین مخاطب وہی تھے۔



## توحید و شرک کی اقسام

شرک کی سات قسمیں ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم شرک کی ان سات قسموں کو سمجھیں اور ان سات قسموں کے شرک کی بجائے سات قسموں کی توحید کا عقیدہ رکھیں۔ توحید اور شرک کی یہ سات قسمیں مندرجہ ذیل ہیں:

شرک کی اقسام	توحید کی اقسام
شرک فی الحکم	توحید فی الحکم
شرک فی الذات	توحید فی الذات
شرک فی الصفات	توحید فی الصفات
شرک فی العلم	توحید فی العلم
شرک فی العبادت	توحید فی العبادت
شرک فی التصرف	توحید فی التصرف
شرک فی العادت	توحید فی العادت

یاد رہے کہ شرک دو عنوان کے تحت آتا ہے:

### ۱۔ شرک اکبر:

اس میں اوپر بیان کی گئی شرک کی ساتوں اقسام شامل ہیں۔

### ۲۔ شرک اصغر:

اس میں ریا کاری اور غیر اللہ کی قسم اٹھانا وغیرہ شامل ہیں۔

توحید فی الحکم اور شرک فی الحکم:

توحید فی الحکم یہ ہے کہ دین کے معاملے میں اللہ کے سوا کسی کا حکم نہ مانا جائے اور چونکہ رسول ﷺ کا حکم بھی اللہ ہی کا حکم ہے (النساء: ۸۰) اس لیے دین میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہی کا حکم ہے اور یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ رسول ﷺ کا راستہ اختیار کرو اور مومنوں کا راستہ اختیار کرو یعنی اہل سنت و الجماعت بنو۔ (النساء: ۱۱۵) اور اسی آیت میں ہے کہ اس راستے سے ہٹنے کا انجام دوزخ ہے:

﴿وَمَنْ يُضَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ [النساء: ۱۱۵]

”اور جو کوئی رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے، بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے راستے کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف چلائیں گے جہرہ خود پھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔“

﴿إِنَّ الْحُكْمَ لِلَّهِ﴾ [الأنعام: ۵۷ - یوسف: ۴۰]

”اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں۔“

﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ [الأعراف: ۵۴]

”یاد رکھو! وہی خالق ہے اور اسی کا حکم ہے۔“

﴿أَلَا لَهُ الْحُكْمُ﴾ [الأنعام: ۶۲]

”حکم اسی کا ہے۔“

﴿اتَّبِعْ مَا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ﴾ [الأنعام: ۱۰۶]

”جو تیرے مالک نے تجھ کو حکم بھیجا اس پر چل۔“

﴿فَاسْمِعْ يَا دَجِيءُ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ [الزخرف: ۴۳]

”پھر آپ مضبوطی سے پکڑیں اسے جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، بے شک آپ سیدھے راستے پر ہیں۔“

اللہ ورسول کی اطاعت کا حکم:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِينَ ۝﴾

[آل عمران: ۳۱، ۳۲]

”کہہ دے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری راہ پر چلو اللہ بھی تم سے محبت رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ کہہ دیجیے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو۔ پھر اگر وہ نہ مانیں تو اللہ منکروں سے محبت نہیں کرتا۔“

اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرنے والوں پر اللہ رحم کرتا ہے، جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرتا ہے وہ جنت میں جائے گا اور جو نافرمانی کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرنے والے وہ ہیں جو اللہ پر اور نیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، جو اطاعت نہیں کرتے وہ منافق ہیں۔ وہ مومن نہیں جو رسول (ﷺ) کا فیصلہ دل و جان سے قبول نہیں کرتا۔ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرنے والے نبیوں، صدیقیوں، شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔ (النساء: ۶۶ تا ۶۹) جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ (النساء: ۸۰)

جس نے رسول (ﷺ) اور صحابہ کرام کا راستہ چھوڑ دیا وہ دوزخی ہے۔ (النساء: ۱۱۵) قرآن اور سنت کی پیروی کرو اور اگر ایسا نہ کرو گے تو رسول (ﷺ) پر تو صرف پہنچا دینا ہے۔ (المائدہ: ۹۲)

رسول (ﷺ) کی پیروی کرنے والے مراد پانے والے ہیں۔ (الأعراف: ۱۵۷، ۱۵۸)

اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے فیصلے کے بعد مومن کو اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں رہتا اور جس نے نافرمانی کی وہ کھلا گمراہ ہو چکا۔ (الأحزاب: ۳۶)

مومنوں کو چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کریں اور اپنے اعمال باطل نہ کریں۔ (محمد: ۳۳)

قرآن میں کم از کم ۳۱ جگہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔

(آل عمران: ۳۱، ۳۲، ۱۳۲۔ الأنفال: ۳۲۔ النساء: ۱۳، ۱۴، ۵۶، ۶۳، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰،

۱۱۵،۸۰۔ المائدۃ: ۹۲۔ الاعراف: ۱۵۸،۱۵۷۔ الأنفال: ۱۳۱،۱۳۰،۲۱،۲۲،۳۶۔ التوبة: ۶۳۔ النور: ۵۲،۵۳،۵۴،۵۶۔ الأحزاب: ۲۱،۳۶،۷۱۔ محمد: ۳۳۔ لفتح: ۱۷۔ الحجرات: ۱۳۔ المجادلة: ۱۳۔ الحشر: ۷۔ التغابن: ۱۲۔  
الجن: ۲۳)

صحیح بخاری کی حدیث اس سلسلہ میں بہت اہم ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت کے تمام لوگ جنت میں داخل ہوں گے سوائے اس کے جو خود جنت میں داخل ہونے سے انکار کر دے۔“ عرض کیا گیا: ”کس نے انکار کیا؟“ فرمایا: ”جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔“ [بخاری، کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء لسنن رسول الله ﷺ: ۷۲۸۰]

اماموں کی امامت بے شک بجا ہے  
مگر اطاعت کے لائق صرف مصطفیٰ ہے

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو فرمایا کہ میری طرف سے تم تک میری ہدایت آئے گی تو اس پر چلنا، جو میری ہدایت پر چلیں گے نہ ان کو ڈر ہوگا نہ غم۔ (البقرة: ۳۸) یعنی وہ ولی ہوں گے۔ (یونس: ۶۲-۶۳) کیونکہ ان دونوں مقامات پر ہے ﴿خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ کہ نہ ان پر خوف ہوگا نہ غم یعنی جو اللہ کی ہدایت پر چلتا ہے نہ اس پر خوف ہے نہ غم اور اللہ کے ولی پر بھی نہ خوف ہے نہ غم یعنی اللہ کی ہدایت پر چلنے والا ہی اللہ کا ولی ہے۔ لیکن جس نے اللہ کی ہدایت سے منہ پھیرا اس کو قیامت کے دن اندھا اٹھایا جائے گا۔ (طہ: ۱۲۳-۱۲۶) ہرنبی نے اپنی امت کو یہی حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو، اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ (الاعراف: ۵۹، ۶۵، ۷۰، ۷۳، ۸۵)

اور محمد ﷺ کی امت کو حکم ہوا: ”لوگو! جو تمہارے مالک کی طرف سے تم پر اترا (قرآن و حدیث) اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا دوسرے دوستوں کی پیروی مت کرو، تم بہت کم نصیحت لیتے ہو۔“ (الاعراف: ۳)

اور فرمایا: ”اور نہ خواہش سے وہ (رسول ﷺ) بات کرتا ہے، اس (رسول ﷺ) کی جو بات ہے وہی ہے جو اس پر وحی کی جاتی ہے، اس کو بہت زور والے فرشتے (جبرائیل) نے سکھائی ہے۔“ (النجم: ۵۳) اور فرمایا: ”آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر

دی۔“ (المائدہ: ۳) دین مکمل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تمام ارکان، فرائض، سنن، حدود، احکام، کفر، شرک بیان کر دیے گئے ہیں۔ مندرجہ بالا تینوں آیات سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دین کی جو بھی بات بتائی خواہ وہ قرآن ہے یا حدیث، وہ بات وحی کے مطابق ہے۔

دین قرآن و حدیث میں مکمل ہو چکا:

ہمیں نازل کردہ دین (قرآن و حدیث) پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے علاوہ کسی اور کی بات نہ ماننے کا حکم دیا گیا ہے۔ (الأعراف: ۳) اگر کوئی آسمانی ہدایت (قرآن و حدیث) کے علاوہ دوسروں کی پیروی کرتا ہے تو اسے اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں۔ (البقرہ: ۱۲۰، الرعد: ۳۷) اگر کوئی آسمانی ہدایت کے علاوہ دوسروں کی پیروی کرتا ہے تو وہ ظالم ہے۔ (البقرہ: ۱۲۵) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین کے مطابق حکم نہ دیں، وہ کافر ہیں، ظالم ہیں، نافرمان ہیں۔ (المائدہ: ۴۴، ۴۵، ۵۰ تا ۵۲) اپنے رب کی طرف سے آئی ہوئی وحی کی پیروی کرو۔ (الأعراف: ۳) اللہ کی طرف سے اتری ہوئی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے، باقی سب گمراہی ہے۔ (البقرہ: ۳۸، ۳۹، ۱۳۷، ۲۸۵) آسمانی ہدایت کی پیروی کرنے والوں کو نہ خوف ہو گا نہ غم۔ (البقرہ: ۳۸، ۳۹) آسمانی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔ (آل عمران: ۷۳۔ الانعام: ۷۱)

آسمانی ہدایت کے ذریعے اللہ تمہیں اگلے نیک لوگوں کی راہ پر چلانا چاہتا ہے۔ (النساء: ۲۶) لیکن افسوس در افسوس کہ امت مسلمہ کی اکثریت نے قرآن و حدیث پر عمل کرنے کے واضح احکامات کے باوجود شرک فی الحکم کیا اور اس سلسلہ میں پہلی امتوں کی پیروی کی اور ان باتوں پر عقیدہ رکھا جن کا قرآن و حدیث میں کوئی وجود تک نہیں، یہی وجہ ہے کہ آج امت مسلمہ کئی فرقوں میں تقسیم ہو چکی ہے اور ان میں سے جو بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے منہ پھیر چکا ہے وہ شرک فی الحکم کا مرتکب ہو چکا ہے، کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بجائے دوسروں کے احکامات مانے۔

اللہ کے سوا اور کسی کا فیصلہ نہ تلاش کرو، زمین کے اکثر لوگ تمہیں گمراہ کر دیں گے۔ (الانعام: ۱۱۳ تا ۱۱۶) اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) نے مولویوں اور درویشوں کو اپنے رب بنا لیا یعنی انھوں نے شرک فی الحکم کیا، فرمایا:

﴿اتَّخَذُوا آجِبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ﴾ [التوبة: ۳۱]

”ان لوگوں نے اپنے مولویوں اور درویشوں (علماء اور مشائخ) کو اللہ کے سوا اپنے رب بنا لیا۔“

﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ اشْرَعُوا لَهُمْ مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنُ بِهِ اللَّهُ﴾ [شوری: ۲۱]

”کیا ان لوگوں نے ایسے اللہ کے شریک مقرر کر رکھے ہیں جنہوں نے ایسے احکام دین مقرر کر دیے ہیں جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں ہیں۔“

﴿وَإِنِ اتَّخَذُوا آلِهَةً مِّمَّنْ كُفِّرُوا بَعَدُهَا﴾ [الأنعام: ۱۲۱]

(اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف) اگر تم نے کسی کا کہا مانا تو تم یقیناً مشرک ہو گئے۔“

﴿مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۗ أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ۗ﴾ [القلم: ۳۶، ۳۷]

”تم کو کیا ہو گیا ہے، کیسا حکم لگاتے ہو؟ کیا تمہارے پاس کوئی (آسمانی) کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو؟“

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتیں دی ہیں، اگر انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتیں گنا شروع کر دے تو وہ ان کو گن نہیں سکتا۔ (مثلاً النحل: ۱۸، ۵۳ تا ۵۵۔ ابراہیم: ۳۳۔ لقمان: ۲۰) لیکن سب سے بڑی اللہ کی نعمت آسمانی ہدایت ہے جو قرآن و حدیث میں مکمل ہو چکی ہے۔ (الأعراف: ۳۔ النجم: ۳، ۵۔ المائدة: ۳، ۷)

لیکن امت مسلمہ کی اکثریت نے پہلی امتوں کی طرح قرآن و حدیث جو حق ہے، میں باطل کو ملا دیا اور اس طرح کئی فرقوں میں تقسیم ہو گئی اور آسمانی ہدایت یعنی نعمت کو خلط ملط کر کے بدل دیا، جیسا کہ پہلی امتوں نے کیا۔ (البقرة: ۴۲، ۲۱۱) حالانکہ ان کو پہلی امتوں کے اس طریقہ کو اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (الحدید: ۱۶۔ البقرة: ۱۲۰، ۱۳۵)

آسمانی ہدایت ایک نعمت ہے، آسمانی ہدایت کو بدلنا جرم ہے، ایسا کرنے والوں کے لیے سخت عذاب ہے۔ (البقرة: ۲۱۱)

حق کے ساتھ باطل کو مت ملاؤ، حالانکہ حق کا تمہیں پتا ہے۔ (البقرة: ۴۲) یعنی قرآن اور حدیث میں اور چیزیں نہیں ملانی چاہئیں۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اہل کتاب کا رویہ اختیار کرنے سے منع فرمایا۔ (الحدید: ۱۶)

## تاریخ انسانی کا بھیانک ترین المیہ:

انسانی تاریخ سے پتا چلتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید بھی ہمیں بتاتا ہے کہ آدم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جب دنیا میں بھیجا تو ان کو حکم دیا کہ آسمانی ہدایت پر چلنا اور جو لوگ آسمانی ہدایت پر نہ چلیں وہ دوزخ میں جائیں گے۔ (طہ: ۱۲۳ تا ۱۲۶) جناب آدم ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جب کافی عرصہ گزر گیا تو جناب نوح ﷺ کے وقت انسانوں کی غالب اکثریت مشرک تھی کیونکہ انھوں نے آسمانی ہدایت (نعمت) سے منہ پھیر لیا تھا۔ (نوح: ۲۸ تا ۲۹) پھر اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا غرق کر دی، وہی بچے جو مومن تھے، پھر دنیا ان مومنوں کی اولاد سے آباد ہوئی۔ پھر جناب ابراہیم ﷺ کے وقت انسانوں کی غالب اکثریت مشرک تھی، انھوں نے پھر آسمانی ہدایت (نعمت) سے منہ پھیر لیا تھا۔ پھر جناب ابراہیم ﷺ نے اپنی مومنہ بیوی اور بیٹے جناب اسماعیل ﷺ کو مکہ میں آباد کیا اور ان کی نسل سے مکہ آباد ہوا اور قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کے وقت مکہ والوں کی غالب اکثریت مشرک تھی، کیونکہ انھوں نے آسمانی ہدایت (نعمت) سے منہ پھیر لیا تھا۔ یہی کچھ جناب موسیٰ ﷺ اور جناب عیسیٰ ﷺ کی امتوں نے کیا۔ انھوں نے بھی آسمانی ہدایت (نعمت) سے منہ پھیر لیا، اس میں باطل کی آمیزش کی اور یہی کچھ امت مسلمہ کی غالب اکثریت اس وقت کر رہی ہے اور آسمانی ہدایت (نعمت) میں باطل یعنی غیر آسمانی ہدایت کی آمیزش کر چکی ہے اور کر رہی ہے، کیونکہ یہ بھی قرآن اور صحیح حدیث کے احکام سے آزاد ہو چکے ہیں اور اپنی من مانیوں کر رہے ہیں اور پھر بھی ہر فرقہ کہتا ہے کہ ہم ٹھیک ہیں، حالانکہ سارے فرقے کیسے ٹھیک ہو سکتے ہیں؟ جماعت تو ایک ہی ٹھیک ہوگی اور ایک ہی جماعت کامیاب ہوگی، یہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ ہے۔

ناجی (کامیاب) گروہ کون؟:

اس وقت دنیا میں مسلمانوں کے جتنے فرقے ہیں ان میں سے صرف اہل سنت والجماعت ہی کامیاب ہوں گے۔ اہل سنت والجماعت کی تعریف یہ ہے کہ جو لوگ عقیدہ اور عمل میں اس طریقہ پر چلتے ہیں جو طریقہ ہمارے پیارے رسول ﷺ نے اختیار کیا اور جو طریقہ صحابہ کرام نے اختیار کیا اور یہ دین ہمارے پیارے نبی ﷺ کی زندگی ہی میں مکمل ہو گیا۔ جو کچھ بعد میں شامل کیا گیا وہ



شرک فی الحکم میں آئے گا، اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔ (نیز دیکھیے: صفحہ ۶۲۲، ۶۲۳)

۱۔ اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کو پکارنے سے قرآن مجید میں سختی سے منع فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے بھی منع فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس بات پر سختی سے عمل کیا لیکن کچھ کلمہ گو بلکہ بہت سے کلمہ گو اب غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ یقیناً شرک فی الحکم میں آتا ہے کیونکہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا اس سلسلہ میں حکم نہ مانا بلکہ اپنے علماء اور مشائخ کا حکم مانا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی صورت حال کے تحت اہل کتاب کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا:

﴿ اِتَّخَذُوا آٰخِبَارَهُمْ وُرُهَابًا لَّهُمْ اَدْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ [التوبة: ۳۱]

”ان لوگوں نے اپنے مولویوں اور درویشوں (علماء و پیروں) کو اللہ کے سوارب بنا لیا ہے۔“

۲۔ اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کو آدم علیہ السلام کی اولاد بنایا اور فرمایا آدم علیہ السلام بشر تھے اور مٹی سے بنائے گئے اور سب انبیاء علیہم السلام، جن میں ہمارے پیارے نبی ﷺ بھی شامل ہیں، بشر ہیں، یہ باتیں قرآن مجید میں بہت جگہ بیان ہوئی ہیں اور رسول ﷺ نے بھی فرمایا: میں تو صرف بشر ہوں اور فرمایا میں قیامت کے دن سب انسانوں کا سردار ہوں۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ذَرِيَّةٌ مِّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا﴾: ۴۷۱۲۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قاله شرعًا ..... الخ: ۲۳۶۲، و کتاب الإیمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها: ۱۹۴]

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”رسول ﷺ (بشر ہیں۔“ (ابن حبان: ۵۶۷۵) اور یہ قرآن و صحیح حدیث کا متفقہ مسئلہ ہے لیکن آج کچھ کلمہ گو اس بات سے انکاری ہیں، ان کا یہ عقیدہ شرک فی الحکم میں آتا ہے کیونکہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نہ مانی بلکہ اپنے علماء اور درویشوں کی مانی اور یہی کچھ اہل کتاب نے کیا (التوبة: ۳۱) اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مشرک قرار دیا۔ یاد رہے علماء کی غیر مشروط اطاعت حرام ہے۔ اگر قرآن و صحیح حدیث کے مطابق ہو تو حلال ورنہ حرام ہے۔

۳۔ اسی طرح کچھ لوگوں نے کسی بزرگ کا نام داتا، مشکل کشا، دستگیر، غریب نواز، غوث الاعظم، کسی کا گنج بخش، طوفانوں سے نجات بخشنے والا، کھوٹی قسمت کھری کرنے والا وغیرہ اپنی طرف سے نام رکھ لیے، اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری اور یہ عقیدے بعد کی

پیداوار ہیں اور یہ عقیدے شرک فی الحکم میں آتے ہیں (انجم: ۲۳) جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ یاد رہے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بغداد والے کی پیدائش ۵۰۰ ہجری ہے اور علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا سن وفات ۴۶۵ ہجری ہے اور ان کا مکمل شدہ دین اسلام میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ ان کے متعلق سب عقائد خود ساختہ ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بے شمار باتیں ہیں جو بعد میں عقائد میں شامل کی گئیں، جن کا ذکر اپنی اپنی جگہ آئے گا۔

قرآن اور صحیح حدیث اور فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں صاف صاف لکھا ہے کہ دین اسلام قرآن اور حدیث میں مکمل ہو چکا ہے، اگر آج بھی سارے مسلمان اس بات پر متفق ہو جائیں کہ دین اسلام قرآن و حدیث میں مکمل ہو چکا ہے اور باقی سب عقیدے باطل ہیں تو سب فرتے ختم ہو کر ایک امت مسلمہ بن سکتی ہے اور سب کلمہ گو توحید فی الحکم پر عمل کر سکتے ہیں اور شرک فی الحکم سے بچ سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرقوں کی بار بار مذمت فرمائی اور فرقوں کی وجہ ضد بازی اور آسمانی ہدایت سے روگردانی بیان فرمائی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا فرقہ بندوں سے تیرا کوئی تعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۗ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ [آل عمران: ۱۰۵]

”اور تم ان جیسے نہ بنو جو فرقے فرقے ہو گئے اور واضح دلائل آنے کے بعد آپس میں پھوٹ ڈالی، یہی ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔“  
نیز فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَتَرُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا سَأَلَتْ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۖ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾ [الأنعام: ۱۵۹]

”یقیناً جنھوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور آپس میں مختلف گروہ بن گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، پھر وہ ان کو ان کے کاموں کا نتیجہ بتا دے گا (یعنی سزا دے گا)۔“ اور فرمایا:

﴿أَنْ أَقْبِلُوهَا الَّذِينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهَا﴾ [الشورى: ۱۳]

”تم لوگ دین کو سیدھا رکھو اور اس میں فرقے پیدا نہ کرو۔“

ان آیات میں ہر وہ فرقہ سازی اور گروہ بندی ممنوع اور مذموم ہے جس سے اصول جدا ہوں، اخوت و محبت غیب ہو اور ایک دوسرے کے ساتھ عداوت و نفرت قائم ہو۔ ان آیتوں کو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے ساتھ خاص کرنا ان کی تحریف ہے کیونکہ جو صفت یہود و نصاریٰ وغیرہ کے لیے بری تھی وہی صفت اسلام کے دعوے داروں میں اگر پائی جائے تو بھی بری ہوگی۔ اہل کتاب اور دوسری قوموں کے حالات سے آگاہ کرنے کا مقصد دراصل ان کی بری صفات و عادات سے بچنے کا حکم ہوتا ہے، کیونکہ قرآن کے نزول کا مقصد صرف امتوں اور اشخاص کی تاریخ بیان کرنا نہیں بلکہ تاریخ کے واقعات سے عبرت و نصیحت پکڑنا مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار فرمایا کہ وہ اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن فرمائے گا۔ ظاہر ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جب امت مسلمہ کے موجودہ اختلافات کا فیصلہ فرمائے گا تو فیصلہ ان کے حق میں ہوگا جنہوں نے آسمانی ہدایت کی پیروی کی ہوگی اور ان کے خلاف فیصلہ ہوگا جنہوں نے فرقے بنائے، ہٹ دھرمی سے کام لیا، آسمانی ہدایت کی بجائے اپنے علماء اور مشائخ کی پیروی کی، آسمانی ہدایت کی بجائے اپنے آباؤ اجداد کے طریقے پر چلے، جس کی قرآن میں بار بار ممانعت آئی ہے:

﴿وَإِذْ أُنزِلَ لَهُمُ الْبُحُرُومَ مَا نَزَّلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَنْتَبِعُ مَا آفَئِنَّا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوْ لَوْ كَانُوا  
آبَاءَهُمْ لَا يَعْزِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ﴾ [البقرة: ۱۷۰]

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ بھی عقل نہ رکھتے ہوں اور نہ سیدھی راہ پر ہوں۔“

یہ انکل بچو پر چلے، اسی لیے انکل بچو پر چلنے سے منع فرمایا گیا ہے، ایسے تمام لوگ شرک فی الحکم کے مرتکب ہوئے کیونکہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں اور یہ سب کے سب خطرے میں ہیں:

﴿قُلْ إِنْ هُدَى اللَّهُ هُوَ الْهُدَىٰ ۖ وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۖ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾ [البقرة: ۱۲۰]

”بے شک ہدایت اللہ ہی کی ہدایت ہے اور اگر تم نے ان کی خواہشوں کی پیروی کی، اس کے بعد کہ تمہارے پاس علم آچکا تو تمہارے لیے اللہ کے ہاں کوئی دوست اور کوئی مددگار نہیں ہوگا۔“

کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے قیامت کے دن مجرم ہوں گے کیونکہ انھوں نے ان چیزوں کو دین کا حصہ قرار دیا جن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے دین کا حصہ قرار نہیں دیا اور یہی اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ (النساء: ۵۰۔ القف: ۷) انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدلا یعنی آسمانی ہدایت کو بدل دیا۔ انھوں نے خالق کا درجہ مخلوق کو دیا کیونکہ دین سازی کا حق خالق کو ہے مخلوق کو نہیں اور یہی شرک فی الحکم ہے۔ (الأعراف: ۵۳۔ الشوریٰ: ۲۱) کیونکہ اللہ کی باتوں (قرآن و حدیث) سے کسی کی بات زیادہ سچ نہیں۔ (النساء: ۸۷) اللہ کی باتیں حق ہیں جو باطل کو مٹا دیتی ہیں۔ (الانبیاء: ۱۸) اللہ کی باتیں مومنوں اور مجرموں کے راستوں کو واضح کرتی ہیں۔ (الانعام: ۵۵) اور اللہ کی باتوں میں تضاد نہیں۔ (النساء: ۸۲) رسول ﷺ نے دین کے بارے میں جو کچھ بتایا (یعنی قرآن و حدیث) تو وہ وحی کے بغیر نہیں بتایا اور دین مکمل ہو چکا اور یہ اللہ کی طرف سے نعمت ہے۔ قیامت کے دن اسلام کے علاوہ کوئی دین قابل قبول نہ ہوگا۔ (آل عمران: ۸۵) جو عمل سنت کے مطابق نہ ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود (نا قابل قبول) ہے اور بدعتی کا امت مسلمہ سے کوئی تعلق نہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے دین میں کوئی ایسا کام کیا جس کی بنیاد شریعت میں نہیں تو وہ کام مردود ہے۔“

[بخاری، کتاب الشهادات، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود: ۲۶۹۸۔

مسلم، کتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور: ۱۷۱۸]

ایک دوسری روایت میں ہے:

«مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ»

”جو شخص ایسا کام کرے جس کے لیے ہمارا حکم نہ ہو تو وہ مردود ہے۔“

[بخاری، تعلیقا، کتاب البیوع، باب النجش، فوق الحدیث: ۲۱۴۲۔ مسلم، کتاب الأقضية،

باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور: ۱۷۱۸ / ۱۸]

یعنی لغو اور مردود ہے، اس سے بچنا چاہیے اور اس پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔ یہ تینوں احادیث (تیسری حدیث کا حوالہ آگے آ رہا ہے) تمام بدعات اور نئی چیزوں کو جو لوگوں نے دین میں داخل کی ہیں، جامع ہیں اور دوسری حدیث پہلی حدیث سے بھی زیادہ صاف ہے۔ ان تینوں احادیث نے بدعتیوں کا سارا ڈھانچہ توڑ دیا اور ان کا گھر اجڑ گیا کیونکہ انھوں نے دین میں جو نئے کام نکالے یہ احادیث ان سب کو رد کرتی ہیں۔

تیسری حدیث جس کا ذکر ہوا وہ یہ ہے:

سیدنا علی، سیدنا عبد اللہ بن عمر اور سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم کے متعلق ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے گھر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا حال پوچھا، جب ان کو بتلایا گیا تو انھوں نے اس عبادت کو کم خیال کیا، کہنے لگے ہم کہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں! ہم لوگ تو گناہ گار ہیں۔ ایک کہنے لگا میں تو ساری عمر رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا، دوسرا کہنے لگا میں ہمیشہ روزہ دار رہوں گا اور تیسرا کہنے لگا میں تو عمر بھر عورتوں سے الگ رہوں گا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، فرمایا: ”میں روزہ بھی رکھتا ہوں، افطار بھی کرتا ہوں، رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، جو کوئی میرے طریقے کو ناپسند کرے وہ میرا نہیں۔“

[بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح: ۵۰۶۳]

یاد رہے کہ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سب بزرگوں اور اماموں سے اعلیٰ و ارفع ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ”سنت“، طریقہ بھی روئے زمین کے تمام طریقوں سے اعلیٰ و ارفع ہے اور پیغمبر کی بات سب باتوں سے اعلیٰ ہے۔

خلاصہ بحث توحید فی الحکم:

اس باب یعنی توحید فی الحکم اور شرک فی الحکم کے باب میں جو بحث ہوئی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر کلمہ گو کو دین میں ثابت شدہ عقائد کے مطابق اپنا عقیدہ رکھنا چاہیے اور جو عقیدہ دین سے ثابت نہیں وہ اس کلمہ گو کے لیے قیامت کے دن مصیبت بن جائے گا اور اس سے خود ساختہ عقائد کے متعلق سوال ہوگا۔ مثلاً تمہیں کس نے کہا علی رضی اللہ عنہ تمہارے مشکل کشا ہیں، بغداد والے کے متعلق یہ عقیدے رکھو، لاہور والے تمہارا داتا ہے اور فلاں امام کی تقلید کرنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو چھوڑ

کر اور قبروں پر غیر شرعی کام کرنا۔

تفسیر مراد آبادی میں بھی یہی لکھا ہے (الأنعام: ۵۶۔ فائدہ ۱۲۳) یعنی تمہارا طریقہ اتباع نفس و خواہش ہوا ہے نہ کہ اتباع دلیل، اس لیے اختیار کرنے کے قابل نہیں۔ (الأنعام: ۱۲۱، ف ۲۴۲) کیونکہ دین میں حکم الہی کو چھوڑنا اور دوسرے کے حکم کو ماننا اللہ کے سوا اور کو حاکم قرار دینا شرک ہے۔ (الأعراف: ۱۲، ف ۱۷) نص کے موجود ہوتے ہوئے اس کے مقابل قیاس کرنا جو قیاس کہ نص کے خلاف ہو وہ ضرور مردود ہے۔



## فصل چہارم

## توحید فی الذات اور شرک فی الذات

توحید فی الذات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات میں اکیلا، بے مثل اور لاشریک لہ مانا جائے، اس کی نہ بیوی ہے نہ اولاد، نہ ماں ہے نہ باپ، نہ وہ کسی کی ذات کا جزو، نہ کوئی اس کی ذات کا جزو ہے۔ شرک فی الذات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی اور کو شریک سمجھنا یعنی فلاں اس کی اولاد ہے یا فلاں اس کی ذات کا جزو ہے۔

اہل کتاب کے شرک فی الذات کی قرآن میں تردید آئی ہے اور ان کو اس عقیدہ کی وجہ سے کافر اور مشرک قرار دیا گیا ہے:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عِزِّيُّرَ بْنَ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ يَأْتُوهُمْ يَضَاهُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَتَلْتَهُمُ اللَّهُ أَلِي يُؤْفَكُونَ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَآ إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ [التوبة: ۳۰، ۳۱]

”یہودی کہتے ہیں عزیر (علیہ السلام) اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں مسیح (علیہ السلام) اللہ کا بیٹا ہے، یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں، لگے لگے کافروں کی سی باتیں بنانے، اللہ ان کو غارت کرے کہاں بہک گئے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے مولویوں اور درویشوں کو اور مسیح مریم کے بیٹے کو اللہ کے سوا اپنے رب بنا لیا ہے حالانکہ ان کو یہی حکم ملا تھا کہ اکیلے اللہ کی پرستش کریں اور اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک ہے۔“

اللہ کی اولاد اور جزو بنانا:

مشرکین مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے باطل عقیدہ کی تردید فرمائی۔ (الانعام: ۱۰۱) بعض مشرک مخلوق میں مثلاً فرشتوں، جنوں اور انسانوں میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو مدغم سمجھتے تھے (اسے عقیدہ حلول کہا جاتا ہے) بعض مشرک کائنات کی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کو مدغم کہتے تھے (اسے عقیدہ وحدۃ الوجود کہا جاتا ہے) اللہ تعالیٰ نے ان تمام باطل عقائد کی تردید فرمائی:

﴿وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا لِيَاۤئِنِ الْاِنْسَانُ لَكَفُوْرًا مُّبِيْنًا ۗ﴾ [الزحرف: ۱۵]

”اور اس کے لیے اس کے بندوں میں ٹکڑا ٹھہرایا (ف ۱۶) بے شک آدمی (ف ۱۷) کھلا ناشکرا ہے۔ (ف ۱۸)“

(ف ۱۶) اولاد صاحب اولاد کا جزو ہوتی ہے، ظالموں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے جزو قرار دیا، کیسا عظیم جرم ہے۔ (ف ۱۷) جو ایسی باتوں کا قائل ہے۔ (ف ۱۸) اس کا کفر ظاہر ہے۔ (تفسیر مراد آبادی و ترجمہ احمد رضا خاں صاحب)

ان ساری آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی خاندان نہیں، اس کی بیوی ہے نہ اولاد، ماں ہے نہ باپ، نہ اللہ تعالیٰ کی ذات کائنات کی کسی جاندار یا غیر جاندار چیز میں مدغم ہے، نہ کسی چیز کا جزو ہے، نہ کائنات کی کوئی دوسری جاندار یا غیر جاندار چیز اللہ تعالیٰ کی ذات میں مدغم ہے، نہ ہی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی ذات کا جزو ہے، نہ ہی اللہ تعالیٰ کے نور سے کوئی مخلوق پیدا ہوئی ہے، نہ ہی کوئی مخلوق اس کے نور کا جزو ہے۔ اللہ تعالیٰ شرک فی الذات سے پاک ہے۔ (البقرہ: ۱۱۶-۱۱۷)

پیغمبروں کو انسانی جامہ میں اللہ سمجھنا کفر و شرک ہے، آج کل کے کچھ کلمہ گو بالکل عیسائیوں کی طرح عقیدہ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں۔

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر

اتر پڑا مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

بلکہ اپنے اوپر مزید ظلم کرتے ہیں کیونکہ عیسائیوں نے تو عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کہا (المائدہ: ۷۲ تا

۷۷) لیکن انھوں نے چند قدم آگے بڑھ کر رسول ﷺ کے علاوہ عام بزرگوں کو بھی اللہ کہا۔



چاچڑ وانگ مدینہ جاتم تے کوٹ مٹھن بیت اللہ  
رنگ بنا بے رنگی آیا کیتم روپ تجلی  
ظاہر دے وچ مرشد ہادی باطن دے وچ اللہ  
نازک مکھڑا پیر فریدا سانوں ڈسڈا ہے وجہ اللہ

(حج فقیر بر آستانہ پیر: ص ۴۵)

اور یہ جو کچھ کلمہ گو کہتے ہیں کہ رسول ﷺ اللہ کے نور میں سے نور ہیں یہ قرآن مجید کی ان آیات کا انکار کر رہے ہیں جن میں رسول ﷺ کو اللہ کا بندہ اور بشر اور ان کے خاندان اور ان کی اولاد کا تذکرہ ہے (جس کا تفصیلی ذکر نور و بشر کی بحث میں آئے گا) اور اس کے علاوہ قرآن کی مندرجہ ذیل آیات کا بھی کھلم کھلا انکار کر رہے ہیں، جن میں ہے کہ اللہ جیسا کوئی نہیں ہے (نہ ذات میں، نہ صفات میں، نہ اختیارات میں اور نہ حقوق میں):

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ [الشورى: ۱۱]

”اللہ جیسی کوئی چیز بھی نہیں ہے۔“

انھوں نے اللہ کے بندوں کو اللہ کا جزو بنا دیا، بے شک ایسے انسان کافر ہو گئے:

﴿وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا ۗ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ﴾ [الزخرف: ۱۵]

”ان لوگوں نے اللہ کے بندوں کو اللہ کا جزو (کھڑا) بنا دیا، بے شک انسان کھلم کھلا کافر

ہو گیا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کا وفد نجران کے ۶۰ عیسائیوں سے مناظرہ ہوا۔ انھوں نے کہا: ”اگر عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے نہ ہوں تو بتائیے ان کا باپ کون ہے۔“ اور سب کے سب بولنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم نہیں جانتے کہ بیٹا باپ سے ضرور مشابہ ہوتا ہے؟“ انھوں نے اقرار کیا پھر فرمایا: ”تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب جی لایموت ہے، اس کے لیے موت محال ہے اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت آنے والی ہے۔“ انھوں نے اس کا بھی اقرار کیا پھر فرمایا: ”کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب بندوں کا کارساز اور ان کا حافظ حقیقی اور روزی دینے والا ہے؟“ انھوں نے کہا: ”ہاں!“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عیسیٰ (علیہ السلام) بھی ایسے ہی ہیں؟“ کہنے لگے: ”نہیں۔“ فرمایا: ”کیا تم

نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ پر آسمان وزمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں؟“ انھوں نے اقرار کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تو کیا عیسیٰ (علیہ السلام) بغیر تعلیم الہی اس میں سے کچھ جانتے ہیں؟“ انھوں نے کہا: ”نہیں۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم نہیں جانتے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) حمل میں رہے، پیدا ہونے والوں کی طرح پیدا ہوئے، بچوں کی طرح غذا دیے گئے، کھاتے پیتے تھے، عوارض بشری رکھتے تھے؟“ انھوں نے اس کا اقرار کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پھر وہ کیسے اللہ ہو سکتے ہیں، جیسا کہ تمھارا گمان ہے؟“ اس پر وہ سب ساکت رہ گئے اور ان سے کوئی جواب بن نہ آیا۔ اس پر سورہ آل عمران کی اول سے کچھ اوپر ۸۰ آیات نازل ہوئیں۔ (تفسیر نعیم الدین مراد آبادی، آل عمران: ۲۳، ۲۴، فائدہ ۲) صفات الہیہ میں جی بھمنی دائم باقی ہے، یعنی ایسی ہیجنگی رکھنے والا جس کی موت ممکن نہ ہو۔ قیوم وہ ہے جو قائم بالذات ہو اور خلق اپنی دنیوی اور اخروی زندگی میں جو حاجتیں رکھتی ہے اس کی تدبیر فرمائے:

﴿وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ﴾ [الزحرف: ۱۵]

اس آیت کا احمد رضا صاحب ترجمہ کرتے ہیں:

”اور اس کے لیے اس کے بندوں میں سے ٹکڑا ٹھہرایا۔ (ف ۱۶) بے شک (ف ۱۷)

آدمی کھلا ناشکر ہے۔ (ف ۱۸)“

تفسیر میں لکھا ہے (ف ۱۶) ظالموں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے جزو قرار دیا، کیسا عظیم جرم ہے۔ (ف ۱۷) جو ایسی باتوں کا قائل ہے۔ (ف ۱۸) اس کا کفر ظاہر ہے۔

اوپر احمد رضا خاں صاحب کا ترجمہ اور نعیم مراد آبادی کی تفسیر میں آپ نے ملاحظہ فرمایا، جن باتوں کی احمد رضا خاں صاحب کے مطابق قرآن تردید کر رہا ہے کیا کچھ کلمہ گو حضرات رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہی عقائد نہیں رکھتے؟

قرآن مجید میں بہت سی جگہ شرک فی الذات کی تردید آئی ہے۔ (البقرہ: ۱۱۶، ۱۱۷، التوبہ: ۳۰، ۳۱۔ بنی اسرائیل: ۱۱۱) اور ان مقامات پر شرک فی الذات کو شرک اور کفر قرار دیا گیا ہے اور فرمایا کہ جن کو یہ اللہ کی ذات کا حصہ قرار دیتے ہیں وہ کھانا کھاتے تھے اور دوسرے بشری تقاضے ان میں موجود تھے۔ (المائدہ: ۷۲ تا ۷۷۔ مریم: ۱۶ تا ۳۶)

## مسئلہ نور و بشر:

قرآن پاک میں جہاں بھی ظلمات اور نور کے الفاظ آئے ہیں ان سے مراد کفر و ایمان ہی ہے۔ (مثلاً البقرة: ۱۷، ۱۸، ۲۰، ۲۵، المائدة: ۱۵، ۱۶، ۳۴، ۳۶۔ فاطر: ۱۹، ۲۳ تا ۲۴۔ الزمر: ۲۲، ۶۹) اور سورہ انعام میں ظلمات اور نور رات اور دن کے معانی میں آئے ہیں۔ کوئی بھی مسلمان آفتاب نبوت کی نورانیت کا منکر نہیں ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کی بشریت کا۔ قرآن و حدیث اور دوسری آسمانی کتابوں اور اسلام کو بھی نور کہا گیا ہے۔ قرآن کو المائدة (۱۵) میں اور تورات کو الانعام (۹۱) میں اور اسلام کو النور (۳۵) میں اور رسول اللہ ﷺ کو الاحزاب (۳۶) میں سراج منیر کہا گیا ہے۔ قرآن اور حدیث دونوں وحی الہی ہیں، ایک وحی جلی، ایک وحی خفی اور دونوں نور ہیں کیونکہ وحی بھی نور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((أُوتِيْتُ الْقُرْآنَ وَ مِثْلَهُ مَعَهُ)) ”مجھے قرآن اور اسی جیسی چیز اس کے ساتھ دی گئی۔“

[مسند أحمد: ۱۳۱/۴۔ أبو داؤد، كتاب السنة، باب في لزوم السنة: ۴۶۰۴]

آپ ﷺ کے اخلاق عظیمہ قرآن کریم کی تعبیر ہی تھے۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ((كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ)) ”آپ ﷺ کا اخلاق قرآن ہے۔“

[مسلم، كتاب صلاة المسافرين باب جامع صلاة الليل..... الخ: ۷۴۶۔ مسند أحمد:

۱۶۳/۶، ۲۱۶۔ نسائی، كتاب قيام الليل، باب قيام الليل: ۱۶۰۲]

لہذا آپ ﷺ کا اخلاق بھی نور۔ حدیث آپ ﷺ کے قول اور فعل کا نام ہے وہ بھی نور ہے، لہذا آپ ﷺ اس نور نبوت و نور ہدایت کے لحاظ سے سراجاً منیراً اور نور ہیں۔ یہ ہے مسلمانوں کے نزدیک سید البشر ﷺ کی نورانیت کا تصور اور عقیدہ اور اسی عقیدہ کا اظہار قرآن و حدیث اور تمام صحابہ سے ثابت ہے اور یہ لوگ جو قرآنی آیت پیش کرتے ہیں اس آیت سے بھی زیادہ سے زیادہ اسی چیز کا مفہوم واضح ہوتا ہے اور وہاں نور من نور اللہ کے الفاظ نہیں ہیں:

﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَمُخْرَجَهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝﴾

[المائدة: ۱۵، ۱۶]

”بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا (ف۵۸) اور روشن کتاب

(۵۹) اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے اسے جو اللہ کی مرضی پر چلا، سلامتی کے راستے پر اور اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انھیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔“ (ترجمہ از احمد رضا)

(ف ۵۸) رسول اللہ ﷺ کو نور فرمایا گیا کیونکہ آپ سے تاریکی کفر دور ہوئی اور راہِ حق واضح ہوئی۔ (ف ۵۹) یعنی قرآن شریف۔ (تفسیر از نعیم مراد آبادی)

احمد رضا خاں صاحب کا ترجمہ اور تفسیر مراد آبادی آپ نے ملاحظہ فرمائی لیکن درحقیقت نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد قرآن کریم ہے، ان کے درمیان ”واو“ عطف تفسیری ہے جس کی واضح دلیل قرآن کی اگلی آیت ہے۔ جس میں کہا جا رہا ہے ﴿يَهْدِي بِهٖ اللّٰهُ﴾ کہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ہدایت فرماتا ہے۔ اگر نور اور کتاب دو الگ الگ چیزیں ہوتیں تو الفاظ ”يَهْدِي بِهٖمَا اللّٰهُ“ ہوتے یعنی اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ذریعے سے ہدایت فرماتا ہے۔ قرآن کریم کی اس نص سے واضح ہو گیا کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد ایک ہی چیز یعنی قرآن کریم ہے، یہ نہیں ہے کہ نور سے رسول اللہ ﷺ اور کتاب سے قرآن مجید مراد ہے، جیسا کہ اہل بدعت باور کرواتے ہیں جنھوں نے نبی کریم ﷺ کی بابت نور من نور اللہ کا عقیدہ گھڑ رکھا ہے اور آپ ﷺ کی بشریت کا انکار کرتے ہیں۔ اسی طرح اس خانہ ساز عقیدے کے اثبات کے لیے ایک حدیث بھی بیان کرتے ہیں کہ ”اللہ نے سب سے پہلے نبی ﷺ کا نور پیدا کیا اور پھر اس نور سے ساری کائنات پیدا کی“ حالانکہ یہ حدیث کے کسی بھی مستند مجموعے میں موجود نہیں ہے۔ علاوہ ازیں یہ اس صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ» «سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم پیدا فرمایا۔“

[ترمذی، کتاب القدر، باب إعظام أمر الإیمان بالقدر: ۲۱۵۵۔ أبو داؤد، کتاب السنن، باب فی القدر: ۴۷۰۰]

اور اس حدیث کے بارے میں علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”فَالْحَدِيثُ صَحِيحٌ بِلَا رَيْبٍ، وَ هُوَ مِنَ الْأَدَلَّةِ الظَّاهِرَةِ عَلَى بُطْلَانِ الْحَدِيثِ الْمَشْهُورِ «أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُورَ نَبِيِّكَ يَا جَابِرُ!»“ (تعلیقات

للالبانی علی المشکوٰۃ : (۳۴/۱)

”یہ حدیث صحیح ہے اور یہ اس مشہور حدیث جابر کو کہ ”اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی ﷺ کا نور پیدا کیا“ باطل قرار دیتی ہے۔“

مسئلہ دراصل نبی اکرم ﷺ کی بشریت و نورانیت کا نہیں، مسئلہ دراصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کی تخلیق مٹی سے ہوئی یا نور سے؟ دلائل سے ثابت ہے کہ آپ کی تخلیق عام انسانوں کی طرح مٹی سے ہوئی، قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ آدم علیہ السلام بشر تھے (سورہ ص: ۷۱) اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے۔ (الحجر: ۲۶- الرحمن: ۱۴) اور پھر پانی یعنی نطفہ سے انسان کی نسل چلی اور سب انسان آدم علیہ السلام کی اولاد یعنی بشر ہیں:

﴿وَمِن آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا آتَيْنَاكُمْ بَشَرًا تَنْشُرُونَ﴾ [الروم: ۲۰]

”اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر تم انسان ہو گئے جو زمین میں پھیل رہے ہو۔“

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا﴾

[الأعراف: ۱۸۹]

”وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا، تاکہ اس سے سکون حاصل کرے۔“

اور اس معاملے میں انبیاء علیہم السلام بھی شامل ہیں، لہذا ثابت ہوا سب انبیاء کرام علیہم السلام بھی بشر ہیں:

﴿يَتَّبِعِي آدَمَ إِنَّمَا يَأْتِيَكُمْ رَسُولٌ مِّنكُمْ يَفْقُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي قَبْلَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ وَلَا تَلْمِزُوهُم بِمَا نَكَلَمَكُم مِّن دُونِهَا سَاءَ الَّذِي يَتْلُمُونَ﴾ [الأعراف: ۳۵]

”اے آدم کی اولاد! اگر تمہی میں سے تمہارے پاس رسول آئیں جو تمہیں میری آیتیں سنائیں پھر جو شخص ڈرے گا اور اصلاح کرے گا ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے (آل عمران: ۷۹- الزمر: ۷۱) کیونکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام ایک دوسرے کی اولاد، بھائی اور باپ دادا تھے اور انسانوں ہی میں سے تھے، مزید براں مرد تھے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا التَّبَوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُمْ مُهْتَدٍ  
وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾ [الحديد: ۲۶]

”اور ہم نے نوح (ﷺ) اور ابراہیم (ﷺ) کو رسول بنایا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب اتاری، سوان میں سے بعض ہدایت یافتہ تھے اور زیادہ فاسق تھے۔“  
اور ابراہیم (ﷺ) کے بعد سب نبی اولاد ابراہیم ہیں:

﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ التَّبَوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي  
الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ﴾ [العنكبوت: ۲۷]

”اور ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا کیے اور اس کی نسل میں نبوت اور کتاب مقرر کر دی اور ہم نے اسے اس کا بدلا دنیا میں دیا اور وہ آخرت میں بھی نیکوں میں سے ہوگا۔“

یہ عجیب اتفاق ہے کہ پہلی قوموں نے (جو منکر ہوئے) انبیائے کرام (ﷺ) کو کہا کہ تم بشر ہو، ہم تمہیں نبی نہیں مانتے اور اس زمانہ کے منکرین نے کہا کہ ہم نبی کو بشر نہیں مانتے جبکہ قرآن کہتا ہے کہ سب انبیائے کرام (ﷺ) بشر تھے اور نبی تھے۔ جو لوگ یہ کہتے تھے کہ بشر نبی نہیں ہو سکتے وہ بھی وحی کے منکر ہوئے اور اب جو کہتے ہیں کہ ہمارا نبی بشر نہیں ہے وہ بھی قرآن کی بے شمار آیات کے منکر ہوئے، جو نہایت خطرناک بات ہے اور بڑی دیدہ دلیری اور جرأت کا کام ہے، ان لوگوں کو قیامت کا دن یاد نہیں۔

پہلے منکروں نے کہا تم بشر ہو نبی نہیں حالانکہ وہ نبی بھی تھے اور بشر بھی تھے۔ (الشراء: ۱۵۳ تا ۱۸۱) اور نبیوں نے کہا کہ ہم بشر ہیں:

﴿قَالُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّونا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا  
بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ﴾ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَنْ  
يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ  
الْمُؤْمِنُونَ﴾ [إبراهيم: ۱۰، ۱۱]

”انھوں نے کہا تم بھی تو ہمارے جیسے انسان ہو، تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان چیزوں سے

روک دو جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے رہے، سو کوئی کھلا ہوا معجزہ لاؤ۔ ان سے ان کے رسولوں نے کہا ضرور ہم بھی تمہارے جیسے ہی آدمی ہیں، لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے اور ہمارا کام نہیں کہ ہم اللہ کی اجازت کے سوا تمہیں کوئی معجزہ لا کر دکھائیں اور ایمان والوں کا بھروسا اللہ ہی پر ہونا چاہیے۔“

﴿سُبْحٰنَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۗ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُؤْمِنُوْا اِذْ جَاءَهُمُ الْهُدٰى اِلَّا اَنْ قَالُوْا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۗ قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْنُوْنَ مُطْمَٔنِّنِيْنَ لَنَزَلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۗ﴾ [بنی اسرائیل: ۹۳ تا ۹۵]

”تم فرماؤ! پاکی ہے میرے رب کو، میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا (ف ۱۹۶) اور کس بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا جب ان کے پاس ہدایت آئی مگر اسی نے کہ بولے کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا (ف ۱۹۷)۔ تم فرماؤ! اگر زمین میں فرشتے ہوتے۔ (ف ۱۹۸) چین سے چلتے تو ان پر ہم رسول بھی فرشتہ اتارتے۔“ (ف ۱۹۹)

(ف ۱۹۹) کیونکہ وہ ان کی جنس سے ہوتا لیکن جب زمین میں آدمی بستے ہیں تو ان کا ملائکہ میں سے رسول طلب کرنا نہایت ہی بے جا ہے۔ (ترجمہ از احمد رضا خان صاحب، تفسیر از مراد آبادی) نبیوں کے لیے قرآن میں جگہ جگہ ہے کہ وہ اپنی اپنی قوم میں سے تھے اور ان کے بھائی تھے۔ (الشعراء: ۱۰۶، ۱۲۴، ۱۳۴، ۱۶۱، الاحقاف: ۲۱) یہاں سب جگہ بھائی کا لفظ ہے۔ (ہود: ۲۵، ۲۷، ۲۸، ۳۰، ۳۶، ۳۸، ۵۰، ۶۱، ۶۳) یہ سب حوالے قوم کے ہیں یعنی انبیائے کرام ﷺ اپنی قوم میں سے تھے:

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰى قَوْمِهٖۙ اِنِّیْ لَکُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۙ﴾ [ہود: ۲۵]

”اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اس کی قوم کی طرف بھیجا، بے شک میں تمہیں صاف ڈرانے والا ہوں۔“

آپ ﷺ بشر ہیں:

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَوْ اَقَابِيْنَ مِمَّا قَالُوْنَ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۗ﴾ [الانبیاء: ۳۴]

”اور ہم نے تجھ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشہ کے لیے زندہ نہیں رہنے دیا، پھر کیا اگر تو مر گیا تو وہ رہ جائیں گے۔“

مزید حوالہ (بنی اسرائیل: ۹۳ تا ۹۵) جس کا ترجمہ اوپر دیا جا چکا ہے۔

آپ ﷺ عبد ہیں، اولاد آدم ہیں۔ آپ ﷺ کے خاندان کا قرآن میں ذکر ہے:

﴿الَّذِي أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾ [الأحزاب: ۶]

”نبی (ﷺ) مسلمانوں کے معاملہ میں ان سے بھی زیادہ دخل دینے کے حق دار ہیں

اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔“

مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے (الأحزاب: ۲۸ تا ۳۳-۵۹)

نبی ﷺ کے بشر ہونے کے مزید ثبوت:

۱: آپ ﷺ اہل مکہ میں سے تھے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ﴾

[آل عمران: ۱۶۴]

”اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان کیا ہے جو ان میں انہی میں سے رسول بھیجا، وہ

ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے۔“

مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے (التوبہ: ۱۲۸)

ب: آپ ﷺ مرد تھے اور سب نبی مرد تھے اور ان کی بیویاں اور اولاد تھی، وہ کھانا کھاتے تھے اور

سب کو موت آئی۔ (یونس: ۲- الاعراف: ۶۳-۶۹- یوسف: ۱۰۹- الانبیاء: ۳۳) اور (الفرقان: ۷، ۲۰-

الانبیاء: ۸، ۷) صحیح بخاری و صحیح مسلم اور مشکوٰۃ المصابیح میں آپ ﷺ کے والدین، آپ ﷺ کی

پیدائش، آپ ﷺ کے کھانے پینے، آپ ﷺ کے سونے، آپ ﷺ کی رفع حاجات،

آپ ﷺ کے بیوی بچوں، آپ ﷺ کے بیمار ہونے اور فوت ہونے اور آپ ﷺ کے تھک

کر آرام فرمانے اور دیگر بشری تقاضوں کا تفصیلی ذکر موجود ہے اور بخاری [کتاب مناقب

الأنصار، باب مبعث النبی ﷺ، تحت ح: ۳۸۵۰] میں رسول اللہ ﷺ کے خاندان کی

بائیس نسلوں تک کے نام ہیں اور یہاں ہم بخاری کی ایک حدیث کا حوالہ دینا چاہتے ہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے

کہ رسول اللہ ﷺ اس بیماری میں وفات پا جائیں گے، کیونکہ میں بنو عبدالمطلب کے مرنے



والوں کے چہرے پہچانتا ہوں۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ و وفاته: ۴۴۴۷] اور اللہ کا قانون ہے کہ بشر سے بشر ہی پیدا فرماتا ہے۔ (آل عمران: ۴۷) اور بشر سے نوری (تخلیق کے لحاظ سے) نہیں پیدا فرماتا۔ الفرقان (۵۴) میں ہے: ”اور وہی ذات ہے جس نے بشر کو پانی (نطفہ) سے بنایا اور پھر اس کے رشتے اور سسرال مقرر کیے اور تمہارا رب قدرت والا ہے۔“ بشر کی یہ قرآنی تفسیر افضل البشر ﷺ پر صادق آتی ہے۔ جو لوگ آپ ﷺ کو اللہ کے نور میں سے نور کہتے ہیں وہ قرآن کی ایک آیت اور مصنف عبد الرزاق والی روایت کا حوالہ دیتے ہیں، اس ضمن میں عرض ہے کہ قرآن کی مذکورہ آیت میں ”نور من نور اللہ“ کے الفاظ نہیں ہیں، زیادہ سے زیادہ آپ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ آپ ﷺ صفت کے لحاظ سے نور ہیں، جس کا کوئی بھی مسلمان منکر نہیں ہے۔ مصنف عبد الرزاق والی روایت کی سند مطلوب ہے تاکہ اس کے متعلق معلوم کیا جائے کہ صحیح بھی ہے یا نہیں کیونکہ سند کے بغیر کوئی حدیث قبول نہیں کی جاسکتی جیسا کہ مقدمہ صحیح مسلم [باب بیان أن الإسناد من الدين..... الخ: ۳۲، ۲۶] میں ہے۔ اس روایت اور قرآن و حدیث کے دوسرے دلائل کے درمیان تطبیق کی صورت کیا ہوگی کہ جن میں نبی اکرم ﷺ کے بشر اور مٹی سے پیدا ہونے کا ثبوت موجود ہے، ان میں سے کچھ دلائل ہم نے ذکر بھی کیے ہیں۔ (بریلوی حضرات کی طرف سے ”الجزء المفقود“ کے نام سے مصنف عبد الرزاق کا ایک جعلی نسخہ پیش کیا گیا ہے، جس میں نور والی روایت کی سند پیش کی گئی ہے، اس کی مکمل تحقیق ”جعلی جزء کی کہانی اور علمائے ربانی“ میں دیکھی جاسکتی ہے، جسے مکتبہ اسلامیہ نے شائع کیا ہے)۔

اگر نبی ﷺ اللہ کے نور سے پیدا ہوتے تو آپ ﷺ کو نیند، موت اور دوسری چیزیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے منافی ہیں، کیونکر پیش آتیں؟ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرح کھانے پینے اور شادی بیاہ سے پاک ہونا چاہیے تھا۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اللہ کے نور سے پیدا نہیں ہوئے، ورنہ آپ ﷺ میں اللہ تعالیٰ کی صفات موجود ہوتیں۔

حنفی فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ مترجم کے مقدمہ میں کتب احادیث کی درجہ بندی کی گئی ہے، درجہ اول میں بخاری اور مسلم اور مؤطا امام مالک کو رکھا گیا ہے۔ درجہ دوم میں ترمذی، نسائی اور ابوداؤد وغیرہ کو رکھا گیا ہے۔ درجہ سوم میں مسند شافعی، مصنف عبد الرزاق وغیرہ کو رکھا گیا ہے اور

لکھا ہے کہ ان کتابوں کی احادیث بغیر تنقید اعتبار کے قابل نہیں ہیں۔ (مقدمہ ہدایہ: ۱۱۴) اس طرح مذکورہ کتاب درجہ سوم کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ آسمانوں کے اوپر عرش عظیم پر جلوہ افروز ہے۔ (الاعراف: ۵۴۔ یونس: ۳)

بریلوی حضرات کی دورخی:

سورہ بقرہ کی آیت (۹) کے فائدہ (۱۳) کے تحت نعیم مراد آبادی دوسرا مسئلہ لکھتے ہیں: ”اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو بشر کہنے میں اس کے فضائل و کمالات کے انکار کا پہلو نکلتا ہے۔ اس لیے قرآن پاک میں جا بجا انبیائے کرام کے بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا اور درحقیقت انبیاء کی شان میں ایسا لفظ ادب سے دور اور کفار کا دستور ہے۔“

اور سورہ بقرہ کی ایک آیت (۳۰) کے فائدہ (۵۵) کے تحت لکھتے ہیں: ”یعنی میری حکمتیں تم پر ظاہر نہیں۔ بات یہ ہے کہ انسانوں میں انبیاء بھی ہوں گے، اولیاء بھی، علماء بھی اور وہ علمی و عملی دونوں فضیلتوں کے جامع ہوں گے۔“ (یعنی یہاں سب انبیاء کو خود مراد آبادی صاحب نے انسان کہا)

آل عمران کی آیت (۲) کے فائدہ (۲) کے تحت لکھتے ہیں: ”حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام حمل میں رہے، پیدا ہونے والوں کی طرح پیدا ہوئے، بچوں کی طرح غذا دیے گئے، کھاتے پیتے تھے، عوارض بشری رکھتے تھے، انھوں نے اس کا اقرار کیا۔“ (یعنی یہاں عیسیٰ علیہ السلام کو مراد آبادی صاحب نے خود بشر کہا)

آل عمران کی آیات (۳۲ تا ۳۵) کے تحت فائدہ (۶۷) میں لکھتے ہیں کہ آدم، نوح، ابراہیم اور عمران ایک دوسرے کی نسل سے تھے۔

آل عمران (۷۹) میں اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء کو بشر فرمایا، الشوریٰ (۵۱، ۵۲) میں اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء کو بشر فرمایا اور رسول اللہ ﷺ کو بھی بشر فرمایا۔

بنی اسرائیل (۹۳ تا ۹۵) میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بشر فرمایا اور آپ ﷺ سے اعلان کروایا کہ کہہ دیجیے میں بشر ہوں۔ احمد رضا نے ترجمہ کیا: ”تم فرماؤ! اگر زمین میں فرشتے

ہوتے چین سے چلتے تو ہم ان پر رسول بھی فرشتہ اتارتے۔“ مراد آبادی صاحب یہاں فائدہ (۱۹۹) کے تحت لکھتے ہیں: ”کیونکہ وہ ان کی جنس سے ہوتا لیکن جب زمین میں آدمی بستے ہیں تو ان کا ملائکہ میں سے رسول طلب کرنا نہایت ہی بے جا ہے۔“ یعنی یہاں مراد آبادی صاحب نے رسول اللہ ﷺ کو آدمی کہا۔

بنی اسرائیل کی آیت (۸۷) کے تحت فائدہ (۱۹۰) میں لکھتے ہیں: ”اس نے آپ ﷺ پر قرآن نازل فرمایا اور اس کو باقی و محفوظ رکھا اور آپ ﷺ کو تمام بنی آدم کا سردار اور خاتم النبیین کیا اور مقام محمود عطا فرمایا۔“ یعنی اس جگہ مراد آبادی صاحب نے خود رسول اللہ ﷺ کو بنی آدم کا سردار کہا۔ بنی اسرائیل کی آیت (۷۰) کے تحت فائدہ (۱۵۸) میں لکھتے ہیں: ”خواص بشر یعنی انبیاء ﷺ خواص ملائکہ سے افضل ہیں۔“ یعنی یہاں مراد آبادی صاحب نے خود انبیائے کرام کو بشر لکھا۔ (مزید حوالہ جات کے لیے النساء: ۱ کے تحت فائدہ ۳، ۲ دیکھیے۔ الأعراف: ۱۴۳، ۳۵ کے تحت فائدہ ۲۶۲، ۵۳ دیکھیے۔ الزمر: ۷۱ کا ترجمہ دیکھیے۔ مریم: ۵۸ تا ۳۹ کے تحت فائدہ ۸۲ تا ۹۸ دیکھیے۔ العنکبوت: ۲۷ کے تحت فائدہ ۶۶ دیکھیے۔ التوبہ: ۱۲۸ کے تحت فائدہ ۳۰۷ دیکھیے۔ النحل: ۴۳، فائدہ ۸۹، ۹۰ دیکھیے۔ الانبیاء: ۳۴ کے تحت فائدہ ۶۶، ۶۷ دیکھیے۔ حم السجدہ: ۶ کے تحت فائدہ ۱۲ دیکھیے۔ الزخرف: ۱۵۔ ابراہیم: ۱۰، ۱۱ اور الرحمن: ۳ دیکھیے)

مندرجہ بالا تمام مقامات پر احمد رضا خان صاحب کا ترجمہ اور مراد آبادی صاحب کی تفسیر دیکھنے کے بعد یہ بات بالکل عیاں ہے کہ انھوں نے قرآن میں جگہ جگہ انبیائے کرام ﷺ اور خود ہمارے پیارے رسول ﷺ کو انسان، بشر اور آدمی لکھا۔ اس باب کے شروع میں مراد آبادی صاحب نے انبیائے کرام کو بشر کہنے والوں پر کفر کا جو فتویٰ لگایا تھا وہ کس کس پر لگا؟ تو بہ کی ضرورت ہے، سوچنے کی ضرورت ہے۔

احمد رضا خان صاحب کے قرآنی ترجمہ و تفسیر مراد آبادی کے مزید حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ کو النحل (۴۳، ف ۸۹، ۹۰) میں بشر، انسان، مرد کہا اور النساء (۱، ف ۳) میں لکھا کہ آدم علیہ السلام ابو البشر ہیں جن کو بغیر ماں باپ کے مٹی سے پیدا کیا گیا اور سب انسان جن میں سید عالم ﷺ اور سیدنا یعقوب علیہ السلام شامل ہیں سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ الأعراف (۳۵، ف

(۵۳) میں لکھا کہ تمام مرسلین آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور خاص سید عالم خاتم الانبیاء ﷺ کی اولاد میں سے ہیں اور الانبیاء (۳۴، ف ۶۶) میں رسول اللہ ﷺ کو آدمی لکھا اور آپ ﷺ کی وفات کا ذکر کیا اور الحج (۷۵، ف ۱۹۳) میں آپ ﷺ، سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بشر اور انسان لکھا اور حم السجدة (۶، ف ۱۲) میں آپ ﷺ کو بشر تسلیم کیا اور یونس (۲، ف ۳۰-۳۱) میں آپ ﷺ کو بشر لکھا اور ہود (۱، ف ۱) میں آپ ﷺ کے بڑھاپے کا ذکر کیا اور النور (۴۵، ف ۱۰۴، ۱۰۶) میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اجناس حیوان کو پانی کی جنس سے پیدا کیا اور پانی ان سب کی اصل ہے اور آدمی اور پرند دو پاؤں پر چلتے ہیں اور المؤمنون (۱۲ تا ۱۶، ف ۱۳ تا ۹) میں لکھا کہ انسان یعنی آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا گیا اور پھر پانی کی بوند سے انسان کی نسل چلی اور اسے ماں کے پیٹ میں مختلف مراحل سے گزارا گیا پھر اس کی پیدائش ہوئی پھر عمر پوری ہونے کے بعد اسے موت آئی اور پھر قیامت کے دن اسے اٹھایا جائے گا (یہ بات ہر انسان پر صادق آتی ہے جس میں انبیائے کرام ﷺ بھی شامل ہیں)۔

اور انجم (۶، ف ۸) میں اور الرحمن (۳، ف ۳) میں اور العلق (۲ تا ۵، ف ۶) میں ہر جگہ آپ ﷺ کو انسان لکھا اور سب (۴۶، ف ۱۲۴) میں لکھا کہ آپ ﷺ قریش میں سے اور نوع انسان میں سے ایک شخص ہیں اور لکھا کہ آپ ﷺ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ دیکھیے ان کی تفسیر البقرة (آیات ۱، ۹۰، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۳، ۱۵۰ اور نواحد ۱۵۴، ۲۳۴، ۲۳۸، ۲۴۲، ۲۴۳) اور آپ ﷺ کا سایہ لکھا۔ (النور: ۱۱، ف ۱۵) اور آپ ﷺ کی خواب گاہ کا لکھا (الانفال: ۳۰، ف ۵۱) اور آپ ﷺ کی قضائے حاجت کا ذکر کیا (النساء: ۱۰۲، ف ۲۸۳) اور آپ ﷺ کے نکاح، نوبیویوں، بیٹوں اور بیٹیوں، آپ ﷺ کے والد، والدہ، دادا اور چچوں اور آپ ﷺ کی عمر اور وفات اور کھانا کھانے اور لباس اور آپ ﷺ کے رشتے داروں اور آپ ﷺ کی ولادت اور بیری کے سائے میں آرام فرمانے کا ذکر کیا اور آپ ﷺ کو اللہ کے بندے اور مخلوق کہا۔ دیکھیے احمد رضا خاں کا قرآنی ترجمہ مع تفسیر (الرد: ۳۸، ف ۱۰۵-الاحزاب: ۲۸، ف ۷۳، ۷۴، ۷۵، ف ۳۳، ف ۸۵-الاحقاف: ۱۵، ف ۳۹-الضحیٰ: ۶، ف ۷-الطارق: ۱، ف ۲-الاحقاف: ۲۰، ف ۵۶-المستحیة: ۷، ف ۲۰-الفیل: ۵، ف ۵-بنی اسرائیل: ۱، ف ۵-الشعراء: ۲۲، ف ۱۹۵-حم السجدة: ۶، ف ۱۱) اور لکھا کہ اللہ

کا بندہ اور مخلوق معبود نہیں ہو سکتا جیسے عیسیٰ ﷺ (مریم: ۳۸ ف ۵۹) اور لکھا الہ یعنی معبود صرف ایک ہے۔ (حم السجدہ: ۶، ف ۱۱)

یاد رہے کہ قرآن اور حدیث کی رو سے انبیائے کرام ﷺ سب مخلوق سے افضل ہیں لیکن وہ انسان، بشر اور مرد تھے۔ یہاں رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا کا ذکر ہے جانہ ہوگا جو آپ ﷺ صبح کی نماز کے وقت مانگتے تھے:

(( اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُورًا وَّ فِيْ بَصَرِيْ نُورًا وَّ فِيْ سَمْعِيْ نُورًا وَّ عَن يَمِيْنِيْ نُورًا وَّ عَن يَسَارِيْ نُورًا وَّ فَوْقِيْ نُورًا وَّ تَحْتِيْ نُورًا وَّ اَمَامِيْ نُورًا وَّ خَلْفِيْ نُورًا وَّ اجْعَلْ لِيْ نُورًا وَّ فِيْ لِسَانِيْ نُورًا وَّ عَصَبِيْ وَّلَحْمِيْ وَّ دَمِيْ وَّ شَعْرِيْ وَّ بَشْرِيْ وَّ اجْعَلْ فِيْ نَفْسِيْ نُورًا وَّ اعْظِمْ لِيْ نُورًا اَللّٰهُمَّ اعْطِنِيْ نُورًا )) [بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء إذا انتبه من الليل: ۶۳۱۶ - مسلم،

کتاب صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ و دعائه بالليل: ۷۶۳]

”اے اللہ! میرے دل میں نور بنا دے اور میری آنکھوں میں نور بنا دے اور میرے کانوں میں نور بنا دے اور میرے دائیں اور بائیں نور بنا دے اور میرے سامنے اور پیچھے نور بنا دے اور مجھے نور عطا فرما اور میری زبان میں نور بنا دے اور میرے پٹھے میں اور میرے گوشت میں اور میرے خون میں اور میرے چمڑے میں نور بنا دے اور بڑا کر میرے لیے نور، یا الہی دے مجھ کو نور۔“

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کو نور من نور اللہ مانتے ہیں ان کا مندرجہ بالا دعا کے بارے میں کیا تبصرہ ہوگا جو دعا آپ ﷺ ہر صبح کی نماز کے وقت مانگتے تھے، اگر آپ نور من نور اللہ تھے تو یہ دعا مانگنے کی ضرورت نہ تھی۔

باقی انبیائے کرام ﷺ کے بشر ہونے کے رضا خانی ثبوت:

البقرہ (۱۷۷، ف ۳۱۲) میں لکھا کہ انبیاء مرد ہوتے ہیں۔ النساء (۱، ف ۳) میں لکھا کہ تمام انبیاء بشر اور انسان تھے۔ یوسف (۱۰۹، ف ۲۳۵، ۲۳۶) میں لکھا کہ تمام انبیاء مرد تھے۔ الحج (۷۵، ف ۱۹۳) میں لکھا انبیاء بشر اور انسان ہیں۔ المؤمنون (۲۳، ف ۳۳) میں لکھا کہ بشر کا رسول ہونا نہ

تسلیم کرنا کمال حماقت ہے۔ التغبان (۶، ف ۱۱) میں لکھا انھوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا اور یہ کمال بے عقلی و ناہنجی ہے۔ مزید حوالہ ضرور ملاحظہ فرمائیں (بنی اسرائیل: ۹۴، ف ۱۹۷) جنھوں نے بشر کو رسول تسلیم نہ کیا ان کی یہ کمال بے عقلی و ناہنجی ہے لیکن جو آج انبیائے کرام ﷺ کو بشر تسلیم نہیں کرتے کیا یہ ان کی کمال بے عقلی و ناہنجی نہیں؟ کیونکہ وہ بھی وحی کے منکر ہوئے اور یہ بھی، کیونکہ قرآن تو بار بار انبیائے کرام ﷺ کو بشر کہتا ہے۔

قرآن میں ہر نبی کو اس قوم کا بھائی کہا گیا ہے۔ (الاعراف: ۶۵، ۷۳، ۸۵، ۸۷، ۹۰، ۹۱، ۸۴) جس کا مطلب اسی قوم اور قبیلے کا فرد ہے، جس کو بعض جگہ ﴿رسولا منہم﴾ یا ﴿من انفسہم﴾ یا ﴿منکم﴾ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ (البقرہ: ۱۲۹، ۱۵۱، آل عمران: ۱۶۴، الاعراف: ۳۵۔ الزمر: ۷۱) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فلاں نبی کی قوم۔

اور مطلب ان سب کا یہ ہے کہ رسول اور نبی انسانوں میں سے ہی ایک انسان ہوتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت کے لیے چن لیتا ہے اور وحی کے ذریعے اس پر اپنی کتاب اور احکام نازل فرماتا ہے اور اس طرح وہ رسول اور نبی تمام عام انسانوں سے افضل ہو جاتا ہے۔

اس باب میں عرض یہ ہے کہ سب سے پہلے نعیم مراد آبادی تفسیر میں کہا گیا کہ قرآن پاک میں جا بجا انبیائے کرام ﷺ کے بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا۔ (البقرہ: ف ۱۳ مسئلہ) اس کے بعد دو رخی اختیار کرتے ہوئے انبیائے کرام ﷺ کو جا بجا اپنی تفسیر میں بشر، انسان اور مرد لکھا، جس کا ہم بہت تفصیل کے ساتھ ذکر کر چکے ہیں اور پھر سہ رخی اختیار کرتے ہوئے لکھا کہ رسولوں کو بشر ہی جانتے رہے اور ان کے منصب نبوت اور اللہ تعالیٰ کے عطا فرمائے ہوئے کمالات کے مقرر اور معترف نہ ہوئے، یہی ان کے کفر کی اصل تھی یعنی مراد آبادی صاحب نے یہاں اصل بات لکھ دی۔ (بنی اسرائیل: ۹۴، ف ۱۹۷)

انبیائے کرام ﷺ کے بشر ہونے کے متعلق مزید دلائل:

سورہ یوسف کی آیت (۳۱) میں ہے:

”ان عورتوں نے جب اسے دیکھا تو بہت بڑا جانا اور اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور زبان

سے نکل گیا کہ ماشاء اللہ یہ ہرگز انسان نہیں، یہ تو یقیناً کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔“

اس سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء ﷺ کی غیر معمولی خصوصیات و امتیازات کی بنا پر انھیں انسانیت

سے نکال کر نورانی مخلوق قرار دینا ہر دور کے ایسے لوگوں کا شیوہ رہا ہے جو نبوت اور اس کے مقام

سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ سورہ حجرت کی آیت (۳۳) میں ہے:

”وہ بولا میں ایسا نہیں کہ اس انسان کو سجدہ کروں جسے تو نے کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے بنایا۔“

شیطان نے انکار کی وجہ آدم کا خاکی اور بشر ہونا بتلایا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان اور بشر کو اس کی بشریت کی بنا پر حقیر اور کمتر سمجھنا یہ شیطان کا فلسفہ ہے، جو اہل حق کا عقیدہ نہیں ہو سکتا، اسی لیے اہل حق انبیائے کرام ﷺ کی بشریت کے منکر نہیں، اس لیے کہ ان کی بشریت کو خود قرآن نے وضاحت سے بیان کیا ہے۔

توحید فی الذات کے بارے میں شرکیہ امور:

کسی فرشتے یا نبی یا کسی دوسری مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا یا بیٹی سمجھنا یا اللہ کا جزو سمجھنا یا اللہ کے نور سے نور سمجھنا شرک ہے، حالانکہ نور کا اللہ خود خالق ہے۔ (الانعام: ۱) اللہ تعالیٰ کے بارے میں تین میں سے ایک اور ایک میں سے تین کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات با برکات کو کائنات کی ہر چیز میں موجود سمجھنا وحدت الوجود کہلاتا ہے، اس پر ایمان رکھنا شرک ہے۔ بندے کا اللہ کی ذات میں مدغم ہو جانے کا عقیدہ وحدت الشہود کہلاتا ہے، اس پر ایمان رکھنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بندے کی ذات میں مدغم ہو جانے کا عقیدہ حلول کہلاتا ہے، اس پر ایمان رکھنا شرک ہے۔ توحید فی الذات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے الگ آسمانوں کے اوپر عرش عظیم پر جلوہ افروز ہے اور وہ خالق ہے اور اس کے سوا ہر چیز مخلوق ہے، اللہ تعالیٰ جیسا کوئی نہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کے متعلق فرمایا: ”کہہ دیجیے میں تمہاری طرح بشر ہوں۔“ (الکہف: ۱۱۰) میں تمہاری طرح بشری تقاضے پیدائش، موت، کھانا، پینا، نیند، بھولنا، تھکنا، شادی، اولاد وغیرہ رکھتا ہوں، یہ آپ ﷺ کی ذات ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بات ثابت شدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ساری مخلوق سے افضل ہیں، یہ آپ کا مقام ہے۔ یاد رہے کہ قیامت کے دن یہود و نصاریٰ شرک فی الذات کی وجہ سے بغیر حساب و کتاب دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے۔ [مسلم، کتاب الإیمان، باب إثبات روية المؤمنین..... الخ: ۱۸۳]

اور امت محمدیہ کے ایسے لوگوں کا انجام خود سوچ لیں کیا ہوگا؟

## فصل پنجم

## توحید فی الصفات اور شرک فی الصفات

اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں واحد اور بے مثل ہے، ان میں اس کا کوئی ہمسر نہیں، اس عقیدہ کو توحید فی الصفات کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں کسی اور کو شریک کرنا شرک فی الصفات کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بے شمار نام ہیں، ان میں سے اللہ اس کا ذاتی نام ہے، ننانوے صفاتی نام تو ترمذی کی ایک روایت میں بھی مذکور ہیں، یہ سب صفاتی نام ہیں اور یہ صفات کسی مخلوق میں نہیں ہیں۔

آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات بیان ہوئی ہیں وہ کسی مخلوق میں نہیں ہیں:

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يُعَلِّمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ [البقرة: ۲۵۵]

”اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ زندہ ہے، سب کا سنبھالنے والا ہے، نہ اونگھتا ہے نہ سوتا ہے، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (یعنی اس کا کوئی شریک نہیں)۔ اس کے حکم کے بغیر اس کے سامنے کوئی سفارش نہیں کر سکتا۔ وہ گزرے ہوئے حالات اور آنے والے حالات سب جانتا ہے۔ اللہ کی کرسی کے اندر آسمان اور زمین سب آگے ہیں۔ وہ ان کی حفاظت سے تھکتا نہیں، وہ بڑا عالی رتبہ اور جلیل القدر ہے۔“

سورہ حشر میں اللہ تعالیٰ کی کچھ صفات بیان ہوئی ہیں جو کسی مخلوق میں نہیں:

”اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ چھپی اور کھلی باتیں جانتا ہے، وہ رحمان ہے، رحیم ہے،



اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے، وہ پاک ہے، وہ سلامت ہے، امن دینے والا ہے، نگہبان ہے، غالب ہے، زبردست ہے، تکبر والا ہے، شرک سے پاک ہے، ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے، مخلوق کے نقشے کھینچنے والا ہے، اس کے پیارے پیارے نام ہیں، آسمان اور زمین والے اس کی تسبیح کرتے ہیں، وہ غالب ہے، حکمت والا ہے۔“

(الحشر: ۲۲ تا ۲۴)

سورۃ اخلاص میں اللہ تعالیٰ کی صفات بیان ہوئی ہیں، یہ صفات کسی مخلوق میں نہیں۔ یاد رہے کہ سورۃ اخلاص صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق تہائی قرآن کے برابر ہے:

﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۚ اللَّهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْهُ ۚ وَلَمْ يُولَدْهُ ۚ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝﴾

[الإخلاص]

”کہہ دیجیے! وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور اس کے برابر کا کوئی نہیں ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے برابر کوئی نہیں (ذات میں نہ صفات میں نہ اختیارات میں، نہ حقوق میں اللہ تعالیٰ نے سب مخلوق کو پیدا کیا، زمین اور آسمان بنائے، زمین سے میوے نکالے (یہ صفات کسی مخلوق میں نہیں)۔ (البقرۃ: ۲۲)

بطور مالک اللہ کے برابر کسی سے محبت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ تمام طاقت اللہ کے پاس ہے۔ (البقرۃ: ۱۶۵ تا ۱۶۷) جو اللہ کے برابر کسی اور کو جانے وہ کافر ہے۔ (الانعام: ۳ تا ۳۱۔ سبأ: ۳۳۔ حم السجدۃ: ۹) جو اپنے مالک کے برابر دوسروں کو جانے اس کی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔ (الانعام: ۱۵۰) جو اللہ کے برابر دوسروں کو جانے وہ دوزخی ہے۔ (ابراہیم: ۳۰۔ الزمر: ۸) جو سارے جہاں کے مالک کے برابر دوسروں کو سمجھے وہ صاف گمراہ ہے۔ (الشراء: ۹۷ تا ۹۹) اللہ کے جوڑ کا کوئی نہیں، وہ ہر چیز کا داتا ہے۔ (مریم: ۶۵) اللہ تعالیٰ ﴿كُنْ فَيَكُونُ ۝﴾ کا مالک ہے (اور کوئی نہیں):

﴿بَدِئَهُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ طَوَّادًا فَطَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝﴾ [البقرۃ: ۱۱۷]

”(اللہ) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو صرف یہی کہہ دیتا ہے کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتا ہے۔“

(مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے آل عمران: ۴۰، ۴۷، ۵۹۔ الانعام: ۷۳۔ النحل: ۴۰)

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے (اور کوئی نہیں) اللہ تعالیٰ عرش پر ہے پھر بھی ناظر ہے، یعنی دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے (یہ صفت اور کسی میں نہیں):

﴿وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ﴾ [البقرة: ۹۶]

”اور اللہ دیکھتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔“

(مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے النساء: ۱، ۳۲، ۳۳، ۳۵، ۵۸، ۷۰، ۷۱)

جب تین آدمی ہوں تو اللہ ان کا چوتھا ہوتا ہے، جب پانچ آدمی ہوں تو اللہ ان کا چھٹا ہوتا ہے (وہ ناظر ہے):

﴿يَوْمَ يَعْتَمِرُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَنْبِتُهُمْ بِمَا عَمِلُوا أَحْصَاهُ اللَّهُ وَسَوْءٌ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۗ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَا يَكُونُ مِنْهُ جَلْوَىٰ ثَلَاثَةٌ إِلَّا هُوَ رَابعَهُمْ وَلَا تَحِيسَةٌ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا آذُنٌ مِنْ ذَلِكَ وَلَا آنتَرٌ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ آيْنَ مَا كَانُوا ثُمَّ يَنْبِتُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾

[المجادلة: ۷، ۶]

”جس دن اللہ ان سب کو زندہ اٹھائے گا پھر جیسے کام وہ کرتے رہے ان کو جتلا دے گا، اللہ کو تو وہ سب یاد ہیں اور وہ اپنے کیے ہوئے کام بھول گئے ہیں اور ہر چیز اللہ کے سامنے حاضر ہے، کیا تجھ کو یہ چیز معلوم نہیں کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اللہ اس کو جانتا ہے، جب تین آدمی کچھ کانا پھوسی کرتے ہیں تو اللہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور جب پانچ آدمی صلاح مشورہ کرتے ہیں تو اللہ ان کا چھٹا ہوتا ہے۔ اسی طرح اس سے کم آدمی ہوں یا زیادہ اللہ ضرور ان کے ساتھ ہے وہ کہیں بھی ہوں پھر جو کام انھوں نے کیے قیامت کے دن انھیں جتلا دے گا، بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔“

ہر جگہ ناظر ہونا اور یہ صفت کسی اور میں رکھنا اللہ کی صفت میں برابری ہے، اس کی وضاحت ہم نے پیچھے بیان کر دی ہے اور یہ شرک ہے، کیونکہ اللہ کے برابر کوئی نہیں اور اللہ جیسا کوئی نہیں: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ (الشوریٰ: ۱۱) اور فرمایا: ﴿هَلْ نَعْلَمُ لَهُ شَهِيدًا﴾ (مریم: ۶۵) ”کیا تو جانتا ہے اس کا کوئی ہم نام؟“ اللہ کی سب صفات جو اس باب میں مذکور ہیں، یہ اللہ کے لیے خاص ہیں، ان صفات میں سے کسی ایک کو بھی اللہ کی طرح کسی اور میں تسلیم کرنا شرک فی الصفات ہوگا۔

اور ان صفات میں دلائل توحید والی صفات بھی آتی ہیں جو قرآن میں جگہ جگہ مذکور ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی زمین و آسمان میں پیدا کردہ چیزوں اور انسانوں پر کیے گئے انعامات کا ذکر ہے۔ (ابراہیم: ۳۲ تا ۳۳۔ بنی اسرائیل: ۱۲، ۷۰)۔ ”سبحان اللہ و بحمدہ“ (جو فرشتوں اور مومنوں کی تسبیح ہے) (بخاری: ۸۱۷۔ مسلم: ۴۸۴) کا بھی یہی مطلب ہے کہ اللہ اپنی صفات میں شرک سے پاک ہے۔ ”سبحان اللہ!“ جہاں بھی قرآن یا حدیث میں آیا ہے اس کے صرف دو معنی ہیں، اول اللہ تعالیٰ شرک سے پاک ہے، ثانی اللہ تعالیٰ مخلوق کے نقائص سے پاک ہے۔ جس نے اللہ کی کسی صفت کو مخلوق کی کسی صفت کے مشابہ کیا تو وہ کافر ہے۔ (فقہ اکبر۔ مقدمہ ہدایہ: ۴/۱)

توحید فی الصفات کے بارے میں شرکیہ امور:

امور کائنات اور نظم کائنات کی تدبیر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے نبی، ولی، غوث، قطب یا ابدال کو شریک سمجھنا شرک ہے۔ (یونس: ۳۔ الرعد: ۲) زمین و آسمان کے تمام خزانوں میں تصرف کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، اس میں کسی نبی، ولی، غوث، قطب یا ابدال کو شریک سمجھنا شرک ہے۔ (المنافقون: ۷۔ الانعام: ۵۰)

قیامت کے روز کسی کو سفارش کرنے کی اجازت دینے یا نہ دینے، سفارش قبول کرنے یا نہ کرنے، کسی کو ثواب یا عذاب دینے، کسی کو پکڑنے یا چھوڑنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہوگا، اللہ تعالیٰ کے اس اختیار میں کسی کو بھی شریک سمجھنا شرک ہے۔ (الزمر: ۴۳، ۴۴) غیب کا علم رکھنے والا اور ہر جگہ ناظر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، کسی اور کو عالم الغیب یا ناظر سمجھنا شرک ہے۔ (الہمل: ۶۵) اللہ ہی دلوں کے چھپے بھید جانتا ہے۔ (الملک: ۱۳، ۱۴) دلوں کو پھیرنے والا، ہدایت دینے والا، نیکی کی توفیق دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ (الانفال: ۲۳۔ القصص: ۵۶) رزق کی تنگی یا فراخی، صحت اور بیماری، نفع اور نقصان، زندگی اور موت دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، کسی بھی اور کو اس پر قادر سمجھنا شرک ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ نَرِزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۖ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطَاً

کبیراً﴾ [بنی اسرائیل: ۳۱]

”اور اپنی اولاد کو تنگدستی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں

بھی، بے شک ان کو قتل کرنا بڑا گناہ ہے۔“

﴿قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

[ سبا : ۳۶ ]

”کہہ دو! میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور کم کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

(مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے القصص : ۷۸ تا ۸۲ - الشوریٰ : ۴۹، ۵۰ - الاعراف : ۱۸۹، ۱۹۰ - آل عمران : ۲۶، ۲۷ - الملک : ۱۳، ۱۴ - آل عمران : ۱۱۹، ۱۵۴)

اولاد دینے والا یا نہ دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، کسی بھی اور کو اس پر قادر سمجھنا شرک ہے:

﴿لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ط يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ إِنَاءًا وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذُّكُورَ ۙ أَوْ يَزْوِجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاءًا ۗ وَيَجْعَلُ مَن يَشَاءُ عَقِيمًا ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ﴾

[ الشوریٰ : ۵۰، ۴۹ ]

”آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی بادشاہی ہے، جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے عطا کرتا ہے، یا لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ بے شک وہ جاننے والا اور قدرت والا ہے۔“

دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں، کسی بھی اور کو اس میں شریک سمجھنا شرک ہے۔ دلوں میں چھپے راز اور بھید صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، کسی بھی اور کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ (الملک : ۱۳، ۱۴ - آل عمران : ۱۱۹، ۱۵۴)

اور نعیم مراد آبادی صاحب نے بھی یہی لکھا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہ مثل نہ نظیر، الوہیت و ربوبیت میں کوئی اس کا شریک نہیں، وہ یکتا ہے، اپنی صفات میں یگانہ ہے، کوئی اس کا شبیہ نہیں۔ (دیکھیے البقرۃ : ۱۶۳، ۱۱۷، ۲۵۵ - فوائد ۲۹۱، ۳۱۲، ۵۳۱، ۵۳۲ - الأنعام : ۱۰۰، ۱۰۱ - فوائد ۲۱۱، ۲۱۲ - الحشر : ۲۲، ۲۳ - فوائد :

(۷۵ تا ۶۷)



## فصل ششم

## توحید فی العلم اور شرک فی العلم

علم کے متعلق بنیادی اصول قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جتنا علم کسی کو دیا اس سے زیادہ وہ نہیں جانتا۔ (البقرة: ۳۲) ہر عالم سے بڑھ کر دوسرا عالم ہے: ﴿وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ﴾ (یوسف: ۷۶) ”اور ہر علم والے سے بڑھ کر دوسرا علم والا ہے۔“

اور سب سے بڑھ کر علم والا اللہ تعالیٰ ہے، اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا:

﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾ [النمل: ۶۵]

”کہہ دو! اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا اور انہیں اس کی بھی خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔“

اللہ دلوں کے بھید جانتا ہے (اور کوئی نہیں جانتا)۔ (آل عمران: ۱۱۹، ۱۵۴) رسول اللہ ﷺ غیب نہیں جانتے:

﴿قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنْ أَنبِئُ إِلَّا مَا يُوْحَىٰ إِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ﴾

[الأنعام: ۵۰]

”کہہ دو! میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے۔ کہہ دو! کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تم غور نہیں کرتے۔“

(مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے الاسراف: ۱۸۷، ۱۸۸۔ التوبہ: ۱۰۱۔ الجن: ۲۵)  
 دراصل جتنا کسی کو علم ملا اس سے زیادہ وہ نہیں جانتا۔ انبیائے کرام ﷺ کو جتنا وحی کے  
 ذریعے بتایا گیا ان کا علم وہاں تک محدود ہے، اللہ تعالیٰ کا علم لامحدود ہے۔ جو چیز انبیائے کرام ﷺ  
 کو بتادی گئی وہ غیب نہ رہا، وہ تو علم ہو گیا۔ (البقرہ: ۱۲۰، ۱۲۵) اور جو نہیں بتایا گیا وہ غیب ہے اور  
 قرآن یہی کہتا ہے کہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ (النمل: ۶۵) اللہ تعالیٰ کا علم لامحدود ہے:

﴿قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لَّكَلَّمْتُ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا  
 بِبَيْتِهِ مَدَدًا﴾ [الكهف: ۱۰۹]

”کہہ دے! اگر میرے مالک کی باتیں لکھنے کے لیے سمندر سیاہی ہو تو میرے مالک کی  
 باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائے، گو اتنا ہی ایک اور سمندر ہم اس کی مدد کو  
 لائیں۔“

صرف اللہ کا علم لامحدود ہے باقی سب کا علم محدود ہے، نبیوں کا علم بھی محدود ہے۔

(مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے لقمان: ۳۲ تا ۳۴)

موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کو کشتی والوں نے سوار کر لیا، اتنے میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے  
 پر بیٹھ کر ایک یا دو چونچیں سمندر میں ماریں۔ خضر علیہ السلام نے کہا: ”اے موسیٰ! میرے اور تمہارے علم  
 دونوں نے اللہ کے علم میں سے اتنا لیا ہے جیسے اس چڑیا کی چونچ نے سمندر میں سے۔“

[بخاری، کتاب العلم، باب ما يستحب للعالم إذا سئل أي الناس أعلم؟: ۱۲۲]

اس حدیث سے اللہ اور مخلوق کے علم کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مختلف انبیائے کرام ﷺ کے متعلق قرآنی فیصلے کہ وہ غیب نہ جانتے تھے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَوَسَّسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا أدمُ هَلْ آدُلُكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَى ۗ  
 فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَّتْ لَهُمَا سَوَاتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْضَعْنَ عَلَيْهِمَا مِنَ وَرَقِ الْجَنَّةِ ۗ وَعَطَى أدمُ  
 رَبَّهُ فَغَوَى ۗ ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَى ۗ﴾ [طه: ۱۲۰ تا ۱۲۲]

”پھر شیطان نے اس کے دل میں خیال ڈالا، کہا اے آدم! کیا میں تجھے ہمیشگی کا درخت

نہ بتاؤں اور ایسی بادشاہی جس میں ضعف نہ آئے۔ پھر دونوں نے اس درخت سے کھایا، تب ان پر ان کی برہنگی ظاہر ہو گئی اور اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے لگے اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی پھر بھگ گیا پھر اس کے رب نے اسے سرفراز کیا پھر اس کی توبہ قبول کی اور راہ دکھائی۔“

ثابت ہوا سیدنا آدم علیہ السلام غیب نہ جانتے تھے، ورنہ درخت کو نہ کھاتے :

﴿وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ وَلَا أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ وَلَا أَقُولُ لِلَّذِينَ تَزْدَرِي أَعْيُنُكُمْ لَنْ يُؤْتِيَهُمُ اللَّهُ خَيْرًا اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا فِي أَنْفُسِهِمْ ۗ إِنِّي إِذَا لَيِّنَ الظَّالِمِينَ ۝﴾ [ہود: ۳۱]

”اور میں تمہیں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب دان ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ یہ کہوں گا کہ جو لوگ تمہاری نظروں میں حقیر ہیں اللہ ان کو بھلائی نہ دے گا، اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے۔ ایسا کہوں تو میں بے انصاف ہوں۔“

﴿وَأُوحِيَ إِلَى نُوحٍ أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝﴾ [ہود: ۳۶]

”اور نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی کہ تیری قوم میں سے اب کوئی ایمان نہیں لائے گا مگر جو لاچکا، پھر غم نہ کر ان کاموں پر جو وہ کر رہے ہیں۔“

﴿وَتَأْدَى نُوحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنْتَ أَحْكَمُ الْحَكِيمِينَ ۝ قَالَ يُؤْمِرُ بِأَهْلِكَ لِئِنَّكَ لَنْ تَعْلَمَ غَيْرُ صَالِحٍ ۗ فَلَا تَسْكُنْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۗ إِنِّي أَعِظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۝ قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ ۗ وَاللَّاتُ تَغْوِي وَيَتْرَحْنِي أَكُنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝﴾ [ہود: ۴۵ تا ۴۷]

”اور نوح نے اپنے رب کو پکارا کہا اے رب! میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے۔ فرمایا اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے کیونکہ اس کے عمل اچھے نہیں ہیں، سو مجھ سے مت

پوچھ جس کا تجھے علم نہیں۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ کہیں جاہلوں میں نہ ہو جاؤ۔ کہا اے رب! میں تیری پناہ لیتا ہوں اس بات سے کہ تجھ سے وہ بات پوچھوں جو مجھے معلوم نہیں اور اگر تو نے مجھے نہ بخشا اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔“

ثابت ہوا کہ نوح علیہ السلام غیب نہ جانتے تھے۔

﴿وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلَنَا بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلْمٌ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ يَعْجِلُ حَبِيزٌ ۖ فَلَمَّا رَأَىٰ أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكَرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۖ قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمِ لُوطٍ ۗ وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحَكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَقَ ۗ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَقَ يَعْقُوبَ ۚ قَالَتْ يَوٰئِلَىٰ ءَأَيْدِي وَآنَا عَجُوزٌ ۚ وَهَذَا بَعْضُ شَيْءَاتِ إِنْ هَذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ۖ قَالُوا اتَّبِعِينَا مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَةً اللَّهُ وَبَرَكَتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ۖ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ مُجَادِلًا فِي قَوْمِ لُوطٍ ۗ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَكَلِيمٌ ۖ وَإِذْ يُنَادِي بِأُوتَاهُ قُنُوبٌ ۖ يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا ۖ إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرٌ رَبِّكَ ۖ وَإِنَّهُمْ لَبِهِمُ عَذَابٌ غَيْرَ مَرْدُودٍ ۖ﴾ [هود: ۶۹ تا ۷۶]

”اور ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔ انھوں نے کہا سلام، اس نے کہا سلام، پس دیر نہ کی کہ ایک بھنا ہوا چھڑا لے آیا۔ پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس تک نہیں پہنچتے تو انھیں اجنبی سمجھا اور ان سے ڈرا۔ انھوں نے کہا خوف نہ کرو ہم تو لوط (علیہ السلام) کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں اور اس کی عورت کھڑی تھی، تب وہ ہنس پڑی پھر ہم نے اسے اسحاق (علیہ السلام) کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی اور اسحاق (علیہ السلام) کے بعد یعقوب (علیہ السلام) کی۔ وہ بولی اے افسوس! کیا میں بوڑھی ہو کر جنوں گی! میرا خاوند بھی بوڑھا ہے، یہ تو ایک عجیب بات ہے۔ انھوں نے کہا کہ تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے۔ تم پر اے گھر والو! اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں، بے شک وہ تعریف کیا ہوا بزرگ ہے۔ جب ابراہیم (علیہ السلام) سے ڈر جاتا رہا اور اسے خوشخبری آئی ہم سے قوم لوط کے حق میں جھگڑنے لگا، بے شک ابراہیم (علیہ السلام) بردبار، نرم دل اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔ اے ابراہیم! یہ خیال چھوڑ دے کیونکہ تیرے رب کا حکم



آچکا ہے اور بے شک ان پر عذاب آ کر ہی رہے گا جو ٹلنے والا نہیں۔“  
 ثابت ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام غیب نہ جانتے تھے۔ یہی بات الحجر (۵۲ تا ۵۷) الصافات (۲ تا ۱۰۲)  
 (۱۰۷) اور الذاریات (۲۵ تا ۳۱) میں بیان ہوئی۔

﴿وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِئِئًا بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذُرْعًا وَقَالَ هَذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ۖ  
 وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ ۖ وَمَنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ۖ قَالَ يَاقَوْمِ هُوَ لَاءِ  
 بِنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تَخْزُونِ فِي ضَعِيفِي ۖ أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ ۖ  
 قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَمَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ ۖ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ۖ قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ  
 قُوَّةٌ أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ ۖ قَالُوا يَلُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ نَصِلُوا إِلَيْكَ فَأَسْرِ  
 بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ وَلَا يَلْبِسْ مِنْكُمْ أَحَدًا إِلَّا امْرَأَتَكَ ۖ إِنَّهُ مُصِيبُهَا مَا أَصَابَهُمْ ۖ  
 إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۖ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ ۖ﴾ [هود: ۷۷ تا ۸۱]

”اور جب ہمارے بھیجے ہوئے لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو وہ ان کے آنے سے غمگین  
 ہوا اور دل میں تنگ ہوا اور کہا آج کا دن بڑا سخت ہے اور اس کے پاس اس کی قوم بے  
 اختیار دوڑتی ہوئی آئی اور یہ لوگ پہلے ہی سے برے کام کیا کرتے تھے۔ کہا اے میری  
 قوم! یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں، یہ تمہارے لیے پاک ہیں، سو تم اللہ سے ڈرو اور  
 میرے مہمانوں میں مجھے ذلیل نہ کرو، کیا تم میں کوئی بھی بھلا آدمی نہیں۔ انھوں نے کہا  
 یقیناً تو جانتا ہے کہ ہمیں تیری بیٹیوں سے کوئی غرض نہیں اور تجھے معلوم ہے جو ہم  
 چاہتے ہیں۔ کہا کہ کاش! مجھے تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا میں کسی زبردست  
 سہارے کی پناہ جا لیتا۔“

ثابت ہوا لوط علیہ السلام غیب نہ جانتے تھے۔ یہی بات الحجر (۶۱، ۶۲) اور العنکبوت (۳۳) میں بیان  
 ہوئی، سورہ یوسف میں ہے:

﴿قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرًا جَمِيلًا ۖ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ  
 جَمِيعًا ۖ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۖ وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسْفَىٰ عَلَىٰ يُوسُفَ ۖ وَأَبِصْرَتْ عَيْنُهُ  
 مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ۖ﴾ [يوسف: ۸۳، ۸۴]

”کہا بلکہ تم نے دل سے ایک بات بنالی ہے، اب صبر ہی بہتر ہے، اللہ سے امید ہے شاید اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے، وہی جاننے والا، حکمت والا ہے اور اس نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا ہائے یوسف! اور غم سے اس کی آنکھیں سفید ہو گئیں، پس وہ سخت غمگین ہوا۔“

ثابت ہوا سیدنا یعقوب علیہ السلام غیب نہ جانتے تھے۔ یہی بات سورہ یوسف: (۲۰ تا ۶۳-۶۶) میں بیان ہوئی۔ سورہ نمل میں ہے:

﴿وَتَقَعَّدَ الظَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدًى أَمْ كَانَ مِنَ الْغَايِبِينَ ۗ لَا عَذِيبَةَ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِي بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۗ فَمَكَتْ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطَّتْ بِمَا لَمْ يُحِطْ بِهِ وَجَنَّتْ مِنْ سَيِّئَاتِنَا يَتَقِينِ ۗ إِنَّي وَجَدْتُ أُمَّرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ۗ وَجَدْنَاهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ۗ أَلَا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَوٰتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۗ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۗ قَالَ سَنُنظِّرُكَ صَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِينَ ۗ إِذْ هَبَّ بِنَفْسِي هَذَا قَالِقَهُ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّى عَنْهُمْ فَانظَرَ مَاذَا يُرِجِعُونَ ۗ﴾

[ النمل: ۲۰ تا ۲۸ ]

”اور پرندوں کی حاضری لی تو کہا کیا بات ہے جو میں ہد ہد کو نہیں دیکھتا، کیا وہ غیر حاضر ہے، میں اسے سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر دوں گا یا وہ میرے پاس کوئی صاف دلیل بیان کرے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ہد ہد حاضر ہوا اور کہا کہ میں آپ کے پاس وہ خبر لایا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں اور سب سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ میں نے ایک عورت کو پایا جو ان پر بادشاہی کرتی ہے اور اسے ہر چیز دی گئی ہے اور اس کا ایک بڑا تخت ہے۔ میں نے پایا کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کے سوا سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال کو انھیں آراستہ کر دکھایا ہے اور انھیں راستہ سے روک دیا ہے۔ وہ راہ (ہدایت) پر نہیں چلتے۔ اللہ ہی کو کیوں نہ سجدہ کریں جو آسمان اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرتا ہے اور جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو سب جانتا

ہے۔ اللہ ہی ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ کہا ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ توحیح کہتا ہے یا جھوٹوں میں سے ہے۔ میرا یہ خط لے جا اور ان کی طرف ڈال دے پھر ان کے ہاں سے واپس آ جا پھر دیکھ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔“

ثابت ہوا سیدنا سلیمان (علیہ السلام) غیب نہ جانتے تھے کہ ہد ہد نے کہا کہ میں آپ کے پاس وہ خبر لایا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں اور سیدنا سلیمان (علیہ السلام) نے فرمایا ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ توحیح کہتا ہے یا جھوٹوں میں سے ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ مجھے اس ساری بات کا پہلے ہی علم ہے۔

﴿فَأَجْمِعُوا كَيْدَكُمْ ثُمَّ آتُوا صَفًا وَقَدْ أَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلَىٰ ۗ قَالُوا يُؤَسَّىٰ لِمَا أَن تُلْفَىٰ وَإِنَّا لَنَكُونُ أَوَّلَ مَنْ أَلْفَىٰ ۗ قَالَ بَلْ أَلْفَوُا۟ قَادًا جَبَلَهُمْ وَعَصِيْبُهُمْ يَحْتَلُّ إِلَيْهِ مِنْ سَعِيرِهِمْ إِنَّهَا لَسَعَىٰ ۗ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّؤَسَّىٰ ۗ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ ۗ﴾ [طہ: ۶۴ تا ۶۸]

”پھر تم اپنی تدبیر جمع کر کے صف باندھ کر آؤ اور تحقیق آج جیت گیا جو غالب رہا، کہا اے موسیٰ! یا تو ڈال اور یا ہم پہلے ڈالنے والے ہوں۔ کہا بلکہ تم ڈالو۔ پس اچانک ان کی رسیاں اور لٹھیاں ان کے جادو سے اس کے خیال میں آئیں کہ دوڑ رہی ہیں۔ پھر موسیٰ نے اپنے دل میں ڈر محسوس کیا۔ ہم نے کہا ڈر مت، بے شک تو ہی غالب ہوگا۔“

﴿وَمَا أَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يَؤُسَىٰ ۗ قَالَ هُمْ أَوْلَاءٌ عَلَيَّ أَتْرَبِي وَبَعَلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ ۗ قَالَ فَإِنَّا لَقَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِن بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ۗ فَرَجَعَ مُؤَسَّىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا ۗ قَالَ لِقَوْمِ أَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعَدَّآ حَسَنًا أَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ أَمْ أَرَدْتُمْ أَن يَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَخْلَفْتُم مَّوْعِدِي ۗ﴾

[طہ: ۸۳ تا ۸۶]

”اور اے موسیٰ! تجھے اپنی قوم سے پہلے جلدی آنے کا کیا سبب ہوا؟ کہا وہ بھی میرے پیچھے ہی آرہے ہیں اور اے میرے رب! میں جلدی تیری طرف آیا تاکہ تو خوش ہو۔ فرمایا تیری قوم کو تیرے بعد ہم نے آزمائش میں ڈال دیا ہے اور انھیں سامری نے گمراہ کر دیا ہے۔ پھر موسیٰ اپنی قوم کی طرف غصے سے بھرا ہوا افسوس کرتے ہوئے لوٹا، کہا اے میری قوم! کیا تمہارے رب نے تم سے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا، پھر کیا تم پر بہت زمانہ

گزر گیا تھا یا تم نے چاہا کہ تم پر تمہارے رب کا غصہ نازل ہو، تب تم نے مجھ سے وعدہ  
خلافی کی۔“

ثابت ہوا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام غیب نہیں جانتے تھے۔ یہی بات الاعراف (۱۳۳) طہ (۲۱) اہل :  
(۱۰) اور القصص (۲۰) میں بیان ہوئی ہے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام غیب نہیں جانتے، دیکھیے المائدہ (۱۲۶ تا ۱۲۷)

﴿ ذَكَرَ رَحْمَةَ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا ۚ إِذْ نَادَى رَبَّهُ يَدَّأءَ حَفِيئًا ۖ قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ  
الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا ۖ وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيئًا ۖ وَإِنِّي خِفْتُ  
الْمَوَالِيَّ مِنْ وَرَائِي ۖ وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ۖ يَرْتَضِي رَبِّي وَأَنَا  
رَضِيًّا ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّي رَضِيًّا ۖ يَزَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَسَىٰ ۖ لَمْ يَجْعَلْ  
لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۖ قَالَ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا ۖ وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ  
الْكِبَرِ عِتِيًّا ۖ قَالَ كَذَلِكَ ۖ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّئْ ۖ وَقَدْ حَفِظْتُكَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَمْ تَكُ  
شَيْئًا ۖ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً ۖ قَالَ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ لَكَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۖ ﴾

[مریم: ۲ تا ۱۰]

”یہ تیرے رب کی مہربانی کا ذکر ہے جو اس کے بندے زکریا (علیہ السلام) پر ہوئی، جب اس  
نے اپنے رب کو خفیہ آواز سے پکار کر کہا اے میرے رب! میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں  
اور سر میں بڑھاپا چمکنے لگا ہے اور میرے رب! تجھ سے مانگ کر میں کبھی محروم نہیں ہوا  
اور بے شک میں اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے،  
پس تو اپنے ہاں سے ایک وارث عطا کر جو میرا اور یعقوب (علیہ السلام) کے خاندان کا بھی  
وارث ہو اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ بنا۔ اے زکریا! بے شک ہم تجھے ایک  
لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا، اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی  
پیدا نہیں کیا۔ کہا اے میرے رب! میرے لیے لڑکا کہاں سے ہوگا حالانکہ میری بیوی  
بانجھ ہے اور میں بڑھاپے میں انتہائی درجہ کو پہنچ گیا ہوں۔ کہا ایسا ہی ہوگا، تیرے رب  
نے کہا ہے کہ وہ مجھ پر آسان ہے اور میں نے تجھے اس سے پہلے پیدا کیا، حالانکہ تو کوئی

چیز نہ تھا۔ کہا اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر۔ کہا تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین رات تک مسلسل لوگوں سے بات نہیں کر سکے گا۔“  
ثابت ہوا کہ سیدنا زکریا علیہ السلام بھی غیب نہیں جانتے تھے۔ یہی بات آل عمران (۳۷ تا ۴۷) میں بھی بیان ہوئی ہے۔

﴿ اِذْ دَخَلُوا عَلَىٰ دَاوُدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ ۗ خَصَّمِينَ بَغِيِّ بَعْضُنَا عَلَىٰ بَعْضٍ فَاحْكُم بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَىٰ سَوَاءِ الصِّرَاطِ ۙ ﴾ [ ص : ۲۲ ]

”جب وہ داؤد کے پاس آئے تو وہ ان سے گھبرایا کہا ڈر نہیں، دو جھگڑنے والے ہیں، ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، پس آپ ہمارے درمیان انصاف کا فیصلہ کیجیے اور بات کو دور نہ ڈالیے اور ہمیں سیدھی راہ پر چلا۔“

ثابت ہوا کہ سیدنا داؤد علیہ السلام بھی غیب نہیں جانتے تھے، تب ہی وہ ڈرے کہ یہ کون ہیں جو آئے ہیں۔

﴿ وَاسْلُمِينَ الرَّيْحَ غُدُوها شَهْرٌ وَرَوَّاحُها شَهْرٌ ۗ وَاسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ ۗ وَمِنَ الْجِبِّ مَنْ يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ يُادِنُ رَبَّهُ ۗ وَمَنْ يَزِغُ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ ۗ يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِبٍ وَتَكَايِيلٍ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَاسِيَتٍ ۗ اِعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا ۗ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ ۗ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةٌ اَلْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتِهِ ۗ فَلَمَّا خَرَ تَتِيبَتِ الْجِنُّ أَن لَّو كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِئُوا فِي الْعَذَابِ الْبُهِينِ ۙ ﴾ [ سبا : ۱۲ تا ۱۴ ]

”اور ہوا کو سلیمان (علیہ السلام) کے تابع کر دیا تھا جس کی صبح کی منزل مہینے بھر کی راہ اور شام کی منزل مہینے بھر کی راہ تھی اور ہم نے اس کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا اور کچھ جن اس کے آگے اس کے رب کے حکم سے کام کیا کرتے تھے اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم سے پھر جاتا تھا تو ہم اسے آگ کا عذاب پکھاتے تھے، جو وہ چاہتا اس کے لیے بناتے تھے، قلعے اور تصویریں اور حوض جیسے لگن اور جی رہنے والی دیکھیں۔ اے آل داؤد! تم بطور شکر نیک کام کیا کرو اور میرے بندوں میں سے شکر گزار تھوڑے ہیں۔ پھر جب ہم نے اس پر موت کا حکم کیا تو انھیں اس کی موت کا پتا نہ دیا مگر گھن

کے کیڑے نے جو اس کے عصا کو کھرا ہاتھا، جب گر پڑا تو جنوں نے معلوم کیا کہ اگر وہ غیب کو جانتے ہوتے تو اس ذلت کے عذاب میں نہ پڑے رہتے۔“

ثابت ہوا کہ جن بھی غیب نہیں جانتے۔ تبھی انھیں سیدنا سلیمان علیہ السلام کی موت کا علم نہ ہوا، یہاں تک کہ گھن کے کیڑے نے عصا کو کھرا لیا اور سیدنا سلیمان علیہ السلام زمین پر مردہ حالت میں گر پڑے۔ اتنی دیر سیدنا سلیمان علیہ السلام عصا کی ٹیک پر مردہ حالت میں رہے اور جب عصا کو گھن نے کھرا لیا تو زمین پر گر گئے۔ ثابت ہوا کہ وہ فوت ہونے کے بعد مردہ حالت میں تھے زندہ نہ تھے۔ جیسا کہ آج کل لوگ کہتے ہیں۔

﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ ۚ فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ ۚ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنْ أَنْتُمْ لَعَلَّكُمْ تَكْفُرُونَ ۝﴾

[البقرة: ۳۱ تا ۳۳]

”اور اللہ نے آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے نام سکھائے پھر ان سب چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا، پھر فرمایا مجھے ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ انھوں نے کہا تو پاک ہے، ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہمیں بتایا ہے۔ بے شک تو بڑے علم والا، حکمت والا ہے۔ فرمایا اے آدم! ان چیزوں کے نام بتا دو۔ پھر جب آدم! نے انھیں ان کے نام بتا دیے تو فرمایا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزیں جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو اسے بھی جانتا ہوں۔“

ثابت ہوا کہ فرشتے غیب نہیں جانتے اور ان آیات سے اس بات کا بھی پتا چلا کہ مخلوق کو اسی بات کا پتا ہے جس کا اسے علم دیا گیا ہے اور مخلوق غیب نہیں جانتی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے پہلے آدم علیہ السلام کو بھی ان چیزوں کے ناموں کا پتا نہ تھا اور یہ اصول ساری مخلوق پر عائد ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ غیب نہ جانتے تھے:

غیب کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق ہم یہاں تین زمانوں کا ذکر کریں گے:

- ۱- نبوت سے پہلے کا زمانہ۔
- ۲- نبوت کا زمانہ۔
- ۳- آپ ﷺ کی وفات کے بعد کا زمانہ۔

۱- نبوت سے پہلے کا زمانہ:

قرآن مجید میں ان مقامات پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نبی بننے سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو ان باتوں کا علم نہ تھا:

﴿وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِنبَاءُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا تَهْدِي بِهِ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ [الشورى: ۵۲]

”اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تیری طرف بھیجی، تجھ کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ ایمان معلوم تھا لیکن ہم نے قرآن کو ایک نور بنایا، ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں اس قرآن سے راہ پر لگا دیتے ہیں اور بے شک آپ سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔“

﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْعَرَبِ إِذْ قَضَيْنَا إِلَى مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ﴾  
 ﴿وَلَكِنَّا أَنْشَأْنَا قُرُونًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ ثَائِبًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو عَلَيْهِمُ الْآيَاتِ وَلَكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ﴾  
 ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَكِنْ رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَلَّهُمْ مِنْ تَدْوِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ [القصص: ۴۴ تا ۴۶]

”اور آپ (اے نبی!) غربی جانب نہیں تھے جب ہم نے موسیٰ کو حکم بھیجا اور نہ اس واقعہ کو دیکھنے والے تھے لیکن ہم نے بہت سی نسلیں پیدا کیں پھر ان پر مدت دراز گزری اور تو (اے نبی!) مدین والوں میں نہیں رہتا تھا کہ انھیں ہماری آیتیں سناتا لیکن ہم رسول بھیجتے رہے اور تو (اے نبی!) طور کے کنارے پر نہ تھا جب ہم نے آواز دی لیکن

تیرے رب کا یہ انعام ہے تاکہ ان لوگوں کو ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔“

﴿وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَنْ يُلْقَىٰ إِلَيْكَ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَافِرِينَ﴾ [الفصص: ۸۶]

”اور تمہیں (اے نبی!) امید نہ تھی کہ تم پر کتاب اتاری جائے گی مگر تمہارے رب کی مہربانی ہوئی پھر تم ہرگز کافروں کی طرف داری نہ کرنا۔“

یعنی طور پر جب ہم نے موسیٰ (ﷺ) سے کلام کیا اور اسے وحی اور رسالت سے نوازا تو اے محمد (ﷺ)! تو نہ وہاں موجود تھا اور نہ یہ منظر دیکھنے والوں میں سے تھا بلکہ یہ غیب کی وہ باتیں ہیں جو ہم وحی کے ذریعے تجھے بتلا رہے ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کہ تو اللہ کا سچا پیغمبر ہے کیونکہ نہ تو نے یہ باتیں کسی سے سیکھی ہیں نہ خود ہی ان کا مشاہدہ کیا ہے۔ یہ مضمون اور بھی کئی جگہ بیان کیا گیا ہے۔ (مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے آل عمران: ۴۴۔ یونس: ۱۶۔ ہود: ۴۹۔ یوسف: ۱۰۲، ۳۔ الضحیٰ: ۷) (یعنی آپ ﷺ اس وقت حاضر و ناظر نہ تھے)۔

## ۲۔ نبوت کا زمانہ:

یعنی نبی بننے سے لے کر فوت ہونے تک کا زمانہ۔ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ و آئندہ کے بے شمار واقعات، برزخ اور قبر کے حالات، میدان محشر کے نقشے، جنت اور دوزخ کی کیفیت، الغرض وہ تمام علوم جو آپ ﷺ کے شایان شان تھے، وہ سب آپ ﷺ کو عطا کیے اور ان کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ صحیح بخاری کی حدیث کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام، سیدنا خضر علیہ السلام اور چڑیا کے بارے میں آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں۔ یہ مثال محض سمجھانے کے لیے ہے ورنہ مخلوق کے محدود علم کو اللہ تعالیٰ کے غیر محدود علم کے ساتھ کوئی نسبت نہیں۔ (حاشیہ بخاری: ۴۸۲/۱) یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں جگہ جگہ عالم الغیب کا لفظ اللہ تعالیٰ کی خاص صفت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے اور بہت سی جگہ رسول ﷺ سے عالم الغیب ہونے کی نفی کی گئی ہے اور یہ لفظ قرآن و حدیث میں کہیں نہیں آیا کہ رسول اللہ ﷺ عالم الغیب ہیں۔

اسی طرح بہت سی احادیث میں بھی یہ مضمون ارشاد ہوا ہے۔ ان آیات و احادیث کو نقل کیا



جائے تو اس کے لیے ایک ضخیم کتاب بھی کافی نہیں ہوگی اور علمائے اہل سنت و الجماعت کا یہی مسلک ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو عالم الغیب کہنا درست نہیں:

﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ

يُبْعَثُونَ﴾ [النمل: ۶۵]

”کہہ دو اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا اور انھیں اس کی بھی خبر نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔“

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ رسول ﷺ غیب جانتے تھے اس نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا۔ [بخاری، کتاب التفسیر (سورۃ والنجم) باب: ۴۸۵۵] اب قرآن، صحیح احادیث اور فقہ حنفی کی کتابوں سے کچھ حوالہ جات اس سلسلہ میں درج کیے جاتے ہیں، جن سے کلی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ زندگی میں حاضر و ناظر نہ تھے۔

قرآن و حدیث سے حوالہ جات:

- ۱۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر اقلک کا معاملہ، جس کی حقیقت کا رسول ﷺ کو وحی سے پہلے علم نہ ہوا۔ [دیکھیے النور: ۱۶ تا ۲۶ اور بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الإفک: ۴۱۴۱]
- ۲۔ شہد کا واقعہ جس میں رسول ﷺ کی دو بیویوں نے منصوبہ بندی کی اور اس کے نتیجے میں رسول ﷺ نے اپنے اوپر شہد حرام فرمایا، بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ساری بات بتا دی۔ [التحریم: ۴ تا ۱۰ و بخاری، کتاب التفسیر، باب: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ﴾:

[۴۹۱۲-۵۲۶۸، ۵۲۶۷]

- ۳۔ ہم نے کچھ پیغمبروں کا حال تجھ سے بیان کیا، کچھ کا نہ کیا۔ (النساء: ۱۶۴) یاد رہے کہ قرآن کریم میں تو صرف ۲۵ انبیاء و رسل کا ذکر اور ان کی قوموں کے حالات بیان کیے گئے ہیں، جب کہ انبیاء کی کل تعداد بہت زیادہ ہے۔

۴۔ پیغمبروں سے اللہ پوچھے گا تمہیں کیا جواب ملا؟ وہ کہیں گے ہمیں پتا نہیں ہے۔ (المائدہ: ۱۰۹)

۵۔ اللہ کے سوا کسی کو پتا نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔ (النمل: ۶۵)

۶۔ پانچ غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (لقمان: ۳۴)

- ۷۔ قیامت کے وقت کا رسول اللہ ﷺ کو پتا نہیں۔ (الانزاب: ۶۳۔ الشوریٰ: ۱۷۔ الاعراف: ۱۸۷۔ ط: ۱۵۔ النمل: ۶۵۔ لقمان: ۳۴۔ حم السجدة: ۴۷۔ الزخرف: ۸۵۔ الملک: ۲۶، ۲۵)
- ۸۔ آپ ﷺ نے وفات سے ایک ماہ پہلے فرمایا قیامت کے وقت کا علم صرف اللہ کو ہے۔ [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب بیان معنی قوله ﷺ: ((على رأس مائة سنة يبقى نفس منفوسة ممن هو موجود الآن)) : ۲۵۳۸]
- ۹۔ اللہ کے لشکروں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (المدثر: ۳۱)
- ۱۰۔ عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما نابینا صحابی کا قصہ اور وحی۔ (عبس: ۱۲۳۱)
- ۱۱۔ مدینہ اور اس کے ارد گرد کچھ منافق ہیں، نفاق پر اڑے ہوئے، آپ ان کو نہیں جانتے، ہم جانتے ہیں۔ (التوبہ: ۱۰۱)
- ۱۲۔ رسول اللہ ﷺ کا آسمانوں پر تشریف لے جانا اور جبریل علیہ السلام سے بار بار پوچھنا یہ کون ہیں۔ پانچ دفعہ پوچھا یہ کون ہیں۔ پھر مجھے جبریل سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے جس کے رنگوں کا مجھے علم نہیں کہ کیسے ہیں۔ [بخاری، کتاب الصلاة، باب کیف فرضت الصلاة في الإسراء: ۳۴۹، ۴۲۳۳۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ إلى السموات وفرض الصلوات: ۱۶۳]
- ۱۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں تو فرشتوں نے بتایا کہ یہ مسیح ابن مریم (علیہ السلام) ہیں پھر میں نے ایک شخص کو طواف کرتے دیکھا میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ فرشتوں نے بتایا یہ دجال ہے۔“ [بخاری کتاب التعبير، باب رؤيا الليل: ۶۹۹۹۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب ذکر المسيح ابن مریم والمسيح الدجال: ۱۶۹]
- ۱۴۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو شخص بھی تم سے یہ تین باتیں بیان کرے وہ جھوٹا ہے کہ (۱) رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا (۲) رسول اللہ ﷺ آنے والے کل کی بات جانتے تھے اور (۳) جو کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ دین میں کوئی بات چھپائی تھی۔ [بخاری، کتاب التفسیر (سورة والنجم) باب: ۴۸۵۵۔ مسلم کتاب الإیمان، باب معنی قول الله عزوجل ﴿ولقد رآه نزلة أخرى﴾ وهل رأى النبي ﷺ ربه ليلة الإسراء: ۱۷۷]
- ۱۵۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دوزخ میں آکرے ہوں گے، ان کے طول و عرض کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب الصراط جسر جهنم: ۶۵۷۳۔ مسلم،

کتاب الإیمان ، باب معرفة طريق الروية : ۱۸۲ ]

۱۶۔ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ غسل کر رہے تھے اور آپ کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پردہ کیے ہوئے تھیں، میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کون ہے؟ میں نے بتایا کہ میں ام ہانی ہوں۔ [بخاری کتاب الغسل، باب التستر فی الغسل عند الناس : ۲۸۰۔ مسلم

کتاب صلاة المسافرين ، باب استحباب صلاة الضحی ..... الخ : ۳۳۶ / ۸۲ ]

۱۷۔ ایک سفر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہارگم ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ اور لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ٹھہر گئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد ماجد بہت خفا ہوئے، بعد میں اس اونٹ کو کھڑا کیا گیا جس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سوار تھیں تو ہار اسی کے نیچے سے مل گیا۔ [بخاری کتاب التیمم، باب :

۳۳۴، ۳۶۷۲۔ مسلم، کتاب الحيض، باب التيمم : ۳۶۷ ]

۱۸۔ آپ ﷺ کے مرض الوفات میں جب آپ کا مرض بڑھ گیا تو آپ بار بار بے ہوش ہوئے، جب ہوش آتا تو فرماتے کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ عرض کیا جاتا نہیں، لوگ آپ (ﷺ) کا انتظار کر رہے ہیں۔ ایسا تین بار ہوا۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب إنما جعل الإمام ليؤتم به : ۶۸۷۔ مسلم، کتاب الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر من

مرض و سفر ..... الخ : ۴۱۸ ]

۱۹۔ رسول اللہ ﷺ نے چالیس یا ستر قرآن کے عالم صحابہ کی ایک جماعت مشرکین کے پاس بھیجی تھی، انھوں نے ان کو شہید کر ڈالا۔ رسول اللہ ﷺ بہت رنجیدہ اور غمگین ہوئے۔

[بخاری، کتاب الوتر، باب القنوت قبل الركوع و بعده : ۱۰۰۱، ۱۳۰۰۔ مسلم، کتاب

المساجد، باب استحباب القنوت فی جميع الصلوات ..... الخ : ۶۷۷ - ۶۷۷ / ۳۰۱ ]

۲۰۔ رسول اللہ ﷺ سوئے رہے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، بھی سوئے رہے، سورج پوری طرح نکل آیا اور صبح کی نماز وقت پر نہ پڑھ سکے۔

[بخاری، کتاب مواقيت الصلاة، باب الأذان بعد ذهاب الوقت : ۵۹۵۔ مسلم، کتاب

المساجد باب قضاء الصلاة الفائتة و استحباب تعجيل قضائها : ۶۸۰، ۶۸۱ ]

۲۱۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے۔ اس وقت ایک عورت میرے

پاس بیٹھی تھی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ”یہ کون ہے؟“ میں نے عرض کیا فلاں عورت ہے۔ [بخاری، کتاب التہجد، باب ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ : ۱۱۵۱۔ مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب فضیلة العمل الدائم من قیام اللیل وغیرہ ..... الخ : ۷۸۵/۲۲۱]

۲۲۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ بادل کا کوئی ایسا ٹکڑا دیکھتے جس سے بارش کی امید ہوتی تو آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل جاتا اور فرماتے میں نہیں جانتا ممکن ہے یہ بادل بھی ویسا ہی ہو جس کے بارے میں قوم عاد نے کہا تھا کہ یہ بادل ہم پر برسنے والا ہے، حالانکہ اس میں دردناک عذاب تھا۔ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قوله : ﴿ و هو الذی یرسل الریح بُشرًا بین یدی رحمتہ ﴾ : ۳۲۰۶۔ مسلم، کتاب صلاة الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤية الریح والغیم والفرح بالمطر : ۸۹۹/۱۶]

۲۳۔ ایک دفعہ سورج گرہن ہوا تو آپ ﷺ بہت گھبرا کر اٹھے، اس ڈر سے کہ کہیں قیامت نہ قائم ہو جائے۔ [بخاری، کتاب الکسوف، باب الذکر فی الکسوف : ۱۰۵۹۔ مسلم، کتاب الکسوف، باب ذکر النداء بصلاة الکسوف (( الصلاة جامعة )) : ۹۱۲]

۲۴۔ جب آپ ﷺ کی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ”غسل سے فارغ ہونے پر مجھے خبر دینا۔“ پھر غسل سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ کو خبر دی گئی۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب ما یستحب أن یغسل وتراً : ۱۲۵۴، ۱۲۵۸۔ مسلم، کتاب الجنائز، باب فی غسل المیت : ۹۳۹]

۲۵۔ ایک صحابی یا صحابیہ فوت ہو گئی لیکن رسول اللہ ﷺ کو اس کی وفات کی خبر کسی نے نہ دی۔ ایک دن آپ ﷺ نے خود یاد فرمایا کہ وہ شخص دکھائی نہیں دیتا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اس کا تو انتقال ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر تم نے مجھے خبر کیوں نہ دی، چلو مجھے اس کی قبر بتادو۔“ [بخاری، کتاب الصلاة، باب کنس المسجد و التقاط الخرق و القذی و العیدان : ۴۵۸۔ مسلم، کتاب الجنائز، باب الصلاة علی القبر : ۹۵۶]

۲۶۔ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے دیکھا رسول اللہ ﷺ رات کو اکیلے چل رہے تھے، سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلنے لگے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ مڑے، ابوذر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا

اور دریافت فرمایا: ”کون ہے؟“ جناب ابوذر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا ابوذر۔

[بخاری، کتاب الرقاق، باب المكثرون هم المقلون : ۶۴۴۳ - مسلم، کتاب الزکاة، باب الترغیب فی الصدقة : ۹۴/۳۳، بعد ۹۹۱]

۲۷۔ دو عورتیں آپ ﷺ کے دروازے پر آئیں، ان کے سامنے سے سیدنا بلال (رضی اللہ عنہ) گزرے۔ انھوں نے سیدنا بلال (رضی اللہ عنہ) سے کہا ہمارے لیے یہ مسئلہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھیں اور ہمارا نام نہ لینا۔ بلال (رضی اللہ عنہ) اندر گئے اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ دو عورتیں یہ مسئلہ دریافت کرتی ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ دونوں کون ہیں؟“ بلال (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا زینب نام کی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کون سی زینب؟“

[بخاری، کتاب الزکوة، باب الزکوة علی الزوج والایتام فی الحجر : ۱۴۶۶ - مسلم، کتاب الزکوة، باب فضل النفقة والصدقة علی الأقربین ..... الخ : ۱۰۰۰]

۲۸۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں اپنے گھر جاتا ہوں، وہاں مجھے میرے بستر پر کھجور پڑی ہوئی ملتی ہے، میں اسے کھانے کے لیے اٹھا لیتا ہوں لیکن پھر یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں یہ صدقہ کی کھجور نہ ہو تو میں اسے پھینک دیتا ہوں۔“ [بخاری، کتاب فی اللقطة، باب إذا وجد تمرہ فی

الطریق : ۲۴۳۲ - مسلم کتاب الزکوة، باب تحريم الزکوة علی رسول اللہ ﷺ ..... الخ : ۱۰۷۰]

۲۹۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کوئی کھانے کی چیز لائی جاتی تو آپ ﷺ دریافت فرماتے یہ تحفہ ہے یا صدقہ۔ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو آپ ﷺ اپنے اصحاب سے فرماتے کہ کھاؤ۔

[بخاری، کتاب الهبة و فضلها والتحریر علیہا، باب قبول الهدية : ۲۵۷۶ - مسلم، کتاب الزکوة، باب قبول النبی ﷺ الهدية و ردة الصدقة : ۱۰۷۷]

۳۰۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی لیکن پھر بھلوا دی گئی۔“ [بخاری، کتاب

فضل لیلۃ القدر، باب التماس لیلۃ القدر فی السبع الأواخر : ۲۰۱۶ - مسلم، کتاب

الصیام، باب فضل لیلۃ القدر والحث علی طلبها ..... الخ : ۱۱۶۷]

۳۱۔ حج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ مکہ میں سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے یہاں تشریف لائے، وہ رو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیوں رو رہی ہو؟ میں نے عرض کیا اللہ کی قسم! میں نے اس سال حج نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا شاید کہ تو حائضہ ہو گئی ہے؟ میں نے کہا ہاں! [بخاری، کتاب الحيض، باب تقضى الحائض ..... الخ : ۳۰۵ - مسلم، کتاب الحج،

باب وجوه الإحرام وأنه يجوز إفراد..... الخ : ۱۲۰/۱۲۱ [

۳۲۔ حج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ”تم حلال ہو جاؤ، اگر مجھے وہ

بات پہلے معلوم ہو جاتی جو بعد میں معلوم ہوئی تو میں قربانی کا جانور سنا تھ نہ لاتا۔“

[ بخاری، کتاب الحج، باب التمتع و القرآن..... الخ : ۱۰۶۸۔ مسلم، کتاب الحج،

باب بیان وجوه الإحرام..... الخ : ۱۲۱۶ ]

۳۳۔ فتح مکہ کے دن ایک شخص نے آکر خبر دی کہ ابن نطل غلاف کعبہ کے پردوں سے لٹک رہا

ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے قتل کر دو۔ [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب قتل

الأسير و قتل الصبر : ۳۰۴۴۔ مسلم، کتاب الحج، باب جواز دخول مكة..... الخ : ۱۳۵۷ ]

۳۴۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ پر زردی کا نشان دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے؟

انہوں نے عرض کیا کہ میں نے نکاح کیا ہے۔ [بخاری، کتاب النکاح، باب کیف

يدعى..... الخ : ۵۱۵۵۔ مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق و جواز كونه..... الخ : ۱۴۲۶ ]

۳۵۔ غزوہ خیبر کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس سیدنا دحیہ رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کی کہ مجھے کوئی

باندی عنایت کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ باندی لے لو۔ انہوں نے صفیہ بنت حی کو لے

لیا۔ پھر ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول!

صفیہ تو سردار کی بیٹی ہے، انہیں آپ (ﷺ) نے دحیہ (رضی اللہ عنہ) کو دے دیا، وہ تو صرف آپ

ہی کے لیے مناسب تھیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ دحیہ کو صفیہ کے ساتھ بلاؤ۔ وہ

لائے گئے، جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا کہ قیدیوں میں سے کوئی اور باندی

لے لو۔ پھر آپ ﷺ نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر دیا اور انہیں اپنے نکاح میں لے لیا۔

[بخاری، کتاب الصلاة، باب ما يذكر في الفخذ : ۳۷۱۔ مسلم، کتاب النکاح، باب

فضيلة..... الخ : ۱۳۶۵ ]

۳۶۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قیدی عورتوں سے عزل کیا پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا حکم

پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم واقعی ایسا کرتے ہو۔“ تین مرتبہ یہ فرمایا۔

[ بخاری، کتاب النکاح، باب العزل : ۵۲۱۰۔ مسلم، کتاب النکاح، باب حکم العزل:

[۱۴۳۸/۱۲۷

۳۷۔ رسول اللہ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو وہاں ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔

آپ ﷺ نے دریافت فرمایا عائشہ! یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا یہ میرا رضاعی بھائی ہے۔  
[بخاری، کتاب الشهادات، باب الشهادة..... الخ : ۲۶۴۷۔ مسلم، کتاب الرضاع،  
باب إنما الرضاع من المجاعة..... الخ : ۱۴۵۵]

۳۸۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے شادی کی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے  
دریافت فرمایا کہ کس سے شادی کی ہے؟ میں نے عرض کیا ایک بیوہ عورت سے۔ آپ ﷺ  
نے فرمایا کنواری سے کیوں نہ کی؟ میں نے عرض کیا میرے والد شہید ہو گئے اور انھوں نے  
کئی لڑکیاں چھوڑی ہیں، اس لیے میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ ان کے پاس انھی جیسی لڑکی بیاہ  
لاؤں، اس لیے میں نے ایک ایسی عورت سے شادی کی ہے جو ان کی دیکھ بھال کر سکے۔

[بخاری، کتاب البيوع، باب شراء الدواب..... الخ : ۲۰۹۷۔ مسلم، کتاب الرضاع،  
باب استحباب نكاح البكر..... الخ : ۷۱۵/۵۶، بعد ۱۴۶۶]

۳۹۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک صحابی نے شکایت کی کہ اس نے اپنی بیوی کو ایک غیر مرد کے  
ساتھ تنہائی میں پایا اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اس معاملے کا فیصلہ فرمادیں۔ پھر  
رسول اللہ ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ! اس معاملہ کو صاف کر دے چنانچہ اس عورت نے بچہ  
اسی مرد کی شکل کا جنا جس کے متعلق شوہر نے دعویٰ کیا تھا کہ اسے انھوں نے اپنی بیوی کے  
ساتھ پایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے میاں بیوی کے درمیان لعان کرایا۔ [بخاری، کتاب  
الطلاق، باب قول الإمام..... الخ : ۵۳۱۶۔ مسلم، کتاب اللعان : ۱۴۹۷]

۴۰۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ بیمار پڑا، رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ  
عینہما عنہما میری عیادت کو تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں اپنے مال  
میں کیا کروں، کس طرح اس کا فیصلہ کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا، یہاں  
تک کہ میراث کی آیت نازل ہوئی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ﴾.....

الخ : ۴۵۷۷۔ مسلم، کتاب الفرائض، باب ميراث الكلاله : ۱۶۱۶]

۴۱۔ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ان کے والد انھیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں  
لائے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام بطور ہبہ دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ  
نے دریافت فرمایا کیا ایسا ہی غلام دوسرے لڑکوں کو بھی دیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں

تو آپ نے فرمایا پھر واپس لے لے۔ [بخاری، کتاب الہبة و فضلها، باب الہبة للولد :

۲۵۸۶۔ مسلم، کتاب الہبات، باب کراہة تفضیل..... الخ : ۱۶۲۳]

۳۲۔ ایک قبیلہ کے آٹھ افراد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے اسلام پر بیعت کی، وہ بیمار پڑ گئے تو آپ نے ان سے کہا ہمارے چرواہے کے ساتھ اونٹوں میں چلے جاؤ، اونٹوں کا دودھ اور پیشاب بیو۔ وہ گئے، اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیا اور صحت مند ہو گئے۔ پھر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور جانور بھگا کر لے گئے۔ اس کی اطلاع جب رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے ان کی تلاش میں آدمی بھیجے، وہ پکڑے گئے اور لائے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو سزا دی۔ [بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب إذا حرق المشرك..... الخ : ۳۰۱۸۔ مسلم، کتاب القسامة والمحاربین، باب حکم المحاربین والمرتدین : ۱۶۷۱/۱۰]

۳۳۔ جنگ بدر کے دن دو لڑکوں نے اپنی تلواریں سنبھالیں اور ابو جہل پر جھپٹ پڑے اور حملہ کر کے اس کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کو خبر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ تم دونوں میں سے کس نے اسے مارا؟ دونوں نوجوانوں نے کہا کہ میں نے قتل کیا ہے تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کیا تم نے اپنی تلواریں صاف کر لی ہیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ نہیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے دونوں تلواروں کو دیکھا اور فرمایا کہ تم دونوں ہی نے اسے مارا ہے۔

[بخاری کتاب فرض الخمس، باب من لم یخمس الأسلاب : ۳۱۴۱۔ مسلم، کتاب الجہاد،

باب استحقاق القتال..... الخ : ۱۷۵۲]

۳۴۔ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ خندق سے واپس ہوئے اور ہتھیار رکھ کر غسل کیا تو جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے اور وہ اپنے سر سے غبار جھاڑ رہے تھے۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا آپ نے ہتھیار رکھ دیے، اللہ کی قسم! ابھی میں نے ہتھیار نہیں اتارے، آپ کو ان پر فوج کشی کرنی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کن پر؟ تو انھوں نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی ﷺ من الأحزاب و مخرجه إلى..... الخ : ۴۱۱۷۔ مسلم، کتاب الجہاد، باب جواز قتال من نقض العهد



و جواز إنزال..... الخ : ۱۷۶۹]

۳۵۔ جنگ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون دیکھ کر آئے گا کہ ابو جہل کا کیا ہوا ہے؟ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ معلوم کرنے گئے تو دیکھا کہ عفرات کے دونوں لڑکوں نے اسے قتل کر دیا تھا اور اس کا جسم ٹھنڈا پڑا ہے۔ [بخاری کتاب المغازی، باب قتل ابی جہل : ۳۹۶۲۔

مسلم، کتاب الجہاد، باب قتل ابی جہل : ۱۸۰۰]

۳۶۔ رسول اللہ ﷺ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے، انھوں نے بھنا ہوا سانڈا آپ کی خدمت میں پیش کیا، ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ آپ کسی کھانے کے لیے اس وقت تک ہاتھ بڑھائیں جب تک آپ کو اس کے متعلق بتا نہ دیا جائے کہ فلاں کھانا ہے لیکن اس دن آپ نے بھنے ہوئے سانڈے کے گوشت کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اتنے میں وہاں موجود عورتوں میں سے ایک عورت نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو بتا کیوں نہیں دیتیں کہ اس وقت آپ ﷺ کے سامنے جو تم نے پیش کیا ہے وہ سانڈا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ سانڈے سے ہٹا لیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بولے اے اللہ کے رسول! کیا سانڈا حرام ہے؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں۔“ [بخاری، کتاب الذبائح، باب الضب : ۵۵۳۷۔ مسلم، کتاب الصيد و الذبائح، باب إباحة الضب : ۱۹۴۶]

۳۷۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک صاحب بھوکے حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے انھیں ازواج مطہرات کے ہاں بھیجا (تاکہ ان کو کھانا کھلا دیں) ازواج مطہرات نے کہلا بھیجا کہ ہمارے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کون ان کی مہمان نوازی کرے گا؟ ایک انصاری صحابی بولے کہ میں کروں گا۔ [بخاری کتاب التفسیر، باب قوله ﴿وَيُؤْتُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ﴾ : ۳۷۹۸، ۴۸۸۹۔ مسلم، کتاب الأشربة، باب إكرام الضيف ..... الخ : ۲۰۵۴]

۳۸۔ سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو واقعہ کی اطلاع دی۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا: ”تم نے رات ہم بستری بھی کی تھی؟“ انھوں نے عرض کیا جی ہاں! پھر آپ نے دعا کی تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاں بچہ پیدا ہوا، اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ ﷺ نے بچہ کو لیا اور دریافت فرمایا:

”اس کے ساتھ کوئی چیز بھی ہے؟“ کہا گیا ہاں کھجوریں ہیں۔ [بخاری، کتاب العقیقہ، باب تسمیة المولود ..... الخ : ۵۴۷۰۔ مسلم، کتاب الآداب، باب استحباب تحنیک المولود.....

[الخ : ۲۱۴۴/۲۳]

۴۹۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کون ہے؟“ میں نے کہا میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں، میں۔“ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند فرمایا۔ [بخاری، کتاب الاستئذان، باب إذا قال من ذا؟..... الخ : ۶۲۵۰۔ مسلم، کتاب الآداب، باب کراهة قول المستأذن ..... الخ : ۲۱۵۵]

۵۰۔ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے سوراخ سے اندر جھانکنے لگا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوہے کا کنگھا تھا، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر جھاڑ رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا: ”اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم (جھانکتے ہوئے) میرا انتظار کر رہے ہو تو میں اسے تمہاری آنکھ میں چھو دیتا۔“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اجازت لینے کا جو حکم دیا گیا وہ اسی لیے ہے کہ نظر نہ پڑے۔“ [بخاری، کتاب الاستئذان، باب الاستئذان من أجل البصر : ۶۲۴۱۔ مسلم، کتاب الآداب، باب تحريم النظر فی ..... الخ : ۲۱۵۶]

۵۱۔ ایک یہودی عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زہر ملا بکری کا گوشت لائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ کھایا پھر جب اس عورت کو لایا گیا تو اس نے زہر کا اقرار کر لیا تو کہا گیا کہ کیوں نہ اسے قتل کر دیا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نہیں۔“ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس زہر کا اثر میں نے ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تالو میں محسوس کیا۔ [بخاری، کتاب الہبۃ و

فضلہا، باب قبول الہدیۃ من المشرکین : ۲۶۱۷۔ مسلم، کتاب السلام، باب السہم : ۲۱۹۰]

۵۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طویل خواب جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب بیان کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ”رات کو میرے پاس دو آنے والے آئے، وہ مجھے ایک لیٹے ہوئے شخص کے پاس لے گئے..... میں نے ان دونوں سے پوچھا: ”سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟“ مجھ سے انھوں نے کہا آگے بڑھیے اور ہم ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو پیٹھ کے بل لیٹا ہوا تھا..... میں نے کہا: ”سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟“ انھوں نے کہا آگے چلیے، پھر ہم ایک تور نما گڑھے پر آئے..... میں نے ان دونوں سے پوچھا: ”یہ کون لوگ ہیں؟“

انہوں نے کہا آگے چلیے۔ پھر ہم ایک نہر پر آئے..... میں نے ان دونوں سے پوچھا: ”یہ کون ہے؟“ انہوں نے کہا کہ آگے چلیے۔ پھر ہم ایک نہایت بد صورت آدمی کے پاس پہنچے..... میں نے ان دونوں سے کہا: ”یہ کیا ہے؟“ انہوں نے کہا آگے چلیے۔ پھر ہم ایک باغ میں پہنچے..... میں نے پوچھا: ”یہ کون ہے؟ یہ بچے کون ہیں؟“ انہوں نے کہا آگے چلیے۔ پھر ہم ایک عظیم الشان باغ میں پہنچے..... پھر انہوں نے کہا ہم آپ کو بتائیں گے۔

[بخاری، کتاب التبعیر، باب تعبیر الرؤیا..... الخ : ۷۰۴۷۔ مسلم، کتاب الرؤیا، باب رؤیا النبی ﷺ : ۲۲۷۵]

۵۳۔ ایک رات مدینہ پر (ایک آواز سن کر) بڑا خوف چھا گیا۔ لوگ اس آواز کی طرف بڑھے لیکن رسول اللہ ﷺ سب سے آگے تھے اور آپ ﷺ ہی نے واقعہ کی تحقیق کی۔

[بخاری، کتاب الجہاد والسير، باب الحمائل و تعلق..... الخ : ۲۶۲۷، ۲۹۰۸۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب شجاعته ﷺ : ۲۳۰۷]

۵۴۔ ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ آپ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک نے مجھے طمانچہ مارا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کس نے؟“ اس نے کہا ایک انصاری نے۔ [بخاری، کتاب الخصومات، باب ما یذکر..... الخ : ۲۴۱۲۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسیٰ ﷺ : ۲۳۷۴]

۵۵۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ”سب سے شریف کون ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو سب سے پرہیزگار ہے۔“ صحابہ نے عرض کیا: ”ہم آپ (ﷺ) سے اس کے متعلق نہیں پوچھتے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر اللہ کے نبی یوسف بن نبی ابن نبی ابن خلیل اللہ۔“ صحابہ نے کہا: ”ہم اس کے متعلق نہیں پوچھتے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”عرب کے خاندانوں کے متعلق پوچھتے ہو؟ سنو! جاہلیت میں جو شریف تھے اسلام میں بھی وہ شریف ہیں جبکہ دین کی سمجھ انھیں آجائے۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبياء، باب قول الله تعالى لقد كان في يوسف..... الخ : ۳۳۸۳۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل يوسف ﷺ : ۲۳۷۸]

۵۶۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا خضر علیہ السلام کا طویل قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”اللہ موسیٰ پر رحم فرمائے! ہماری تمنا تھی کہ موسیٰ (علیہ السلام) کچھ دیر اور صبر کرتے تو مزید واقعات

ان دونوں کے بیان کیے جاتے۔“ [بخاری، کتاب العلم، باب ما يستحب للعالم ..... الخ :

۱۲۲۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل خضر رضی اللہ عنہ : [ ۲۳۸۰ ]

۵۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں جنت میں گیا، وہاں میں نے ایک محل دیکھا؟ میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ فرشتوں نے بتایا یہ عمر رضی اللہ عنہ کا محل ہے۔“ [بخاری، کتاب النکاح، باب

الغیرة : ۵۲۲۶، ۳۶۷۹۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ : [ ۲۳۹۴ ]

۵۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے، دیکھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ گھر میں موجود

نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ”تمہارے چچا کے بیٹے کہاں ہیں؟“ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

نے بتایا کہ ان کے درمیان کچھ ناگواری پیش آگئی اور وہ مجھ سے ناراض ہو کر کہیں باہر چلے

گئے ہیں اور میرے یہاں قیلوبہ بھی نہیں کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے

کہا: ”علی رضی اللہ عنہ کو تلاش کرو کہ کہاں ہے؟“ وہ آئے اور بتایا کہ مسجد میں سوئے ہوئے

ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ [بخاری، کتاب الصلاة، باب نوم الرجال

..... الخ : ۴۴۱۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علی بن ابی طالب

رضی اللہ عنہ : [ ۲۴۰۹ ]

۵۹۔ غزوہ خندق کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دشمن کے لشکر کی خبر میرے پاس کون لاسکتا

ہے؟“ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں۔ [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب هل یبعث

الطليعة : ۲۸۴۶، ۳۷۱۹، ۴۱۱۳۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل

طلحة والزبیر رضی اللہ عنہما : [ ۲۴۱۵ ]

۶۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے آنگن میں بیٹھ گئے اور فرمایا: ”وہ بچہ کہاں ہے؟“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھ رہے تھے۔ [بخاری، کتاب اللباس، باب السحاب

للصبيان : ۵۸۸۴، ۲۱۲۲۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل الحسن و

الحسین رضی اللہ عنہما : [ ۲۴۲۱/۵۷ ]

۶۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کی وفات ہوئی (سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا جو عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں اور

۹ ہجری میں فوت ہوئیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو

بھر آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لوگو! کوئی تم میں سے ایسا بھی ہے جو آج رات عورت کے پاس نہ گیا ہو۔“ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر اترو۔“ وہ ان کی قبر میں اترے۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب من یدخل قبر المرأة: ۱۳۴۲]

۶۲۔ قرآن میں اللہ نے جہاں ﴿ مَا أَدْرَاكَ ﴾ فرمایا ہے وہ بات رسول اللہ ﷺ کو بتا دی اور جہاں ﴿ مَا يُدْرِيكَ ﴾ فرمایا وہ نہیں بتائی۔ [بخاری، کتاب فضل لیلۃ القدر، باب فضل لیلۃ القدر (من قول سفیان بن عیینة) ] ملاحظہ ہو (الاحزاب: ۶۳۔ الشوریٰ: ۱۷۔ عیس: ۳۔ المطففین: ۱۹، ۸)

۶۳۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا مکمل قصہ ایک طویل حدیث میں ہے۔ آپ ﷺ نے تہمت کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے یہ صلاح کی: ”کیا میں عائشہ کو چھوڑ دوں۔“ آگے جا کر ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”مجھے تیری طرف سے ایسی ایسی خبر پہنچی ہے، اگر تو پاک دامن ہے تو اللہ تعالیٰ تیری پاکدامنی کھول دے گا اور جو تو پھنس گئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگ، تو بہ کر۔“ یہ معاملہ چلتا رہا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے سورہ نور میں وحی اتار کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو پاکدامن قرار دیا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الإفک: ۴۱۴۱]

۶۴۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک دو دفعہ نماز کی رکعات امامت میں کم پڑھا دیں۔ بعد میں صحابہ کے عرض کرنے پر فرمایا: ”میں بھی بھول جاتا ہوں جیسے تم بھول جاتے ہو، پھر جب میں بھولوں تو مجھے یاد دلا دیا کرو۔“ [بخاری، کتاب الصلاة، باب التوجه نحو القبلة حيث كان: ۴۰۱]

۶۵۔ ایک شخص جو رات کو دفن کر دیا گیا، آپ ﷺ اپنے صحابہ سمیت کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے پوچھا: ”یہ کس کی قبر ہے؟“ [بخاری، کتاب الجنائز، باب الصلاة علی القبر بعد ما یدفن: ۱۳۳۶]

۶۶۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہو جائیں گے، میں بھی بے ہوش ہو جاؤں گا اور سب سے پہلے مجھ کو ہوش آئے گا، میں کیا دیکھوں گا کہ موسیٰ (علیہ السلام) عرش کا کونا تھا مے کھڑے ہیں۔ اب میں نہیں جانتا کہ وہ بھی بے ہوش ہو کر مجھ سے پہلے ہوش میں آجائیں گے یا ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوشی سے مستثنیٰ رکھا ہے۔“

[بخاری، کتاب الرقاق، باب نفخ الصور: ۶۵۱۷]

۶۷۔ عثمان بن مظعون وفات پا گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! میں اللہ کا پیغمبر ہوں مگر میں یہ نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارا کیا حال ہوگا۔“ [بخاری، کتاب التعبير،

باب العين الجارية فى المنام: ۷۰۱۸]

۶۸۔ ستر قاریوں کے بارے میں حدیث میں ہے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ نے بنی عامر کی طرف بھیجا اور لوگوں نے انھیں شہید کر ڈالا۔ پھر سیدنا جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ان قاریوں کا حال بیان کیا کہ وہ اپنے مالک سے مل گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے چالیس دن تک قاتلوں کے لیے بددعا کی۔ آپ ﷺ فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے۔ [بخاری، کتاب الجهاد و السیر، باب من ینکب..... الخ: ۲۸۰۱]

۶۹۔ حدیبیہ کے دن سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی پھر ایک درخت کے سائے میں چلا گیا۔ جب لوگوں کا ہجوم کم ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اکوع کے بیٹے! تو بیعت نہیں کرتا۔“ میں نے کہا: ”اے اللہ کے رسول (ﷺ)! میں بیعت کر چکا ہوں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”دوبارہ سہی۔“ میں نے دوسری بار پھر آپ ﷺ سے بیعت کی۔

[بخاری، کتاب الجهاد و السیر، باب البيعة فى الحرب..... الخ: ۲۹۶۰]

۷۰۔ رسول اللہ ﷺ نے دس آدمیوں کو جاسوسی کے لیے روانہ کیا۔ ان کا سردار سیدنا عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو بنایا، سات شہید ہو گئے تین بچ گئے۔ انھوں نے دعا کی کہ یا اللہ! ہماری خبر ہمارے پیغمبر ﷺ کو پہنچا دے۔ بعد میں باقی دو بھی شہید ہو گئے اور سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ قیدی بن گئے، پھر ان کو بھی شہید کر دیا گیا۔ [بخاری، کتاب الجهاد و السیر، باب هل

یستأسر الرجل..... الخ: ۳۰۴۵]

۷۱۔ جنگ حنین میں رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت تقسیم کیا تو ایک انصاری شخص کہنے لگا اللہ کی قسم! اس تقسیم سے تو اللہ کی رضا مندی کی غرض نہ تھی۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات سن کر کہا کہ میں تو اس کی خبر رسول اللہ ﷺ کو کر دوں گا۔ آخر وہ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ اپنے اصحاب میں تشریف فرما تھے۔ انھوں نے چپکے سے یہ بات آپ ﷺ کو عرض کر دی۔ آپ ﷺ کو بہت شاق گزرا، چہرے کا رنگ بدل گیا، اتنے غصے

میں آگئے یہاں تک کہ میں نے آرزو کی کاش! میں نے آپ ﷺ کو خبر نہ کی ہوتی۔

[بخاری، کتاب الآداب، باب الصبر فی الأذى ..... الخ : ۶۱۰۰]

۷۲۔ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے روزے رکھنے کا حال بیان کر دیا (وہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے)۔ آپ ﷺ یہ سن کر ان کے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تجھ کو ہر مہینے میں تین روزے کافی نہیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھ میں زیادہ طاقت ہے اور کئی سوال و جواب کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ”داؤد (علیہ السلام) پیغمبر کے روزے سے کوئی روزہ افضل نہیں (یعنی ایک دن روزہ ایک

دن افطار)۔“ [بخاری، کتاب الصوم، باب صوم الدهر : ۱۹۷۶، ۱۹۷۷]

۷۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن میں عرش کے نیچے آؤں گا اور اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑوں گا۔ پھر اللہ کی ایسی حمد و ثنا بیان کروں گا کہ آج میں اس پر قادر نہیں، اسی وقت وہ حمد مجھے اللہ تعالیٰ القا کرے گا۔“ [مسلم، کتاب ایمان، باب أدنی أهل الجنة.....

الخ : ۱۹۳/۳۲۶]

۷۴۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ میرے یہاں تھے۔ آپ بستر پر لیٹ گئے کچھ دیر بعد آہستہ سے دروازہ کھولا اور باہر نکل گئے۔ میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے چل دی۔ آپ ﷺ بتبع پہنچے اور دیر تک کھڑے رہے پھر آپ ﷺ لوٹے۔ آپ ﷺ گھر آگئے اور میں بھی گھر آگئی۔ مگر آپ ﷺ سے پہلے آئی اور آتے ہی لیٹ گئی۔ آپ ﷺ داخل ہوئے اور فرمایا: ”اے عائشہ! کیا ہوا، کیوں سانس چڑھ رہا ہے اور پیٹ پھول رہا ہے۔“ میں نے عرض کیا کچھ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم خود ہی بتلا دو ورنہ اللہ مجھے بتلا دے گا۔“ میں نے آپ ﷺ سے صورتحال بیان کی۔ آپ نے فرمایا: ”وہ کالی کالی چیز جو مجھے اپنے آگے نظر آتی تھی، وہ تم ہی تھیں!“ میں نے عرض کیا: ”جی ہاں!“ [مسلم، کتاب الجنائز، باب ما

یقال ..... الخ : ۹۷۴/۱۰۳]

اس سے ان لوگوں کی بھی نفی ہوئی جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے نور میں سے نور ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کو اندھیرے میں صاف نظر آ جاتیں۔

۷۵۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے جو مرد کو اپنی بیوی سے

ہوتا ہے، انھوں نے عرض کی میں حاضر ہوں۔ [مسلم، کتاب الحج، باب وجوب طواف.....

الخ : ۱۲۱۱/۳۸۶، بعد ۱۳۲۸]

۷۶۔ ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ”یہ کون سا وفد ہے اور کون سی جماعت ہے؟“ اہل وفد نے عرض کیا: ”خاندان ربیعہ۔“

[مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بالإیمان..... الخ : ۱۷/۲۴]

۷۷۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جبرئیل علیہ السلام نے ایک وفد رسول اللہ ﷺ سے آنے کا وعدہ کیا پھر وہ وقت آ گیا مگر جبرئیل نہ آئے۔ اس وقت آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں ایک لکڑی تھی، آپ ﷺ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا، نہ اس کے ایلچی وعدہ خلاف کرتے ہیں۔“ پھر آپ ﷺ نے ادھر ادھر دیکھا ایک کتے کا بچہ تخت چارپائی کے نیچے دکھلائی دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے عائشہ! یہ اس جگہ کب آیا۔“ انھوں نے کہا اللہ کی قسم! مجھے خبر نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا وہ باہر نکالا گیا۔ اسی وقت جبرئیل آئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا اور میں تمہارے انتظار میں بیٹھا تھا لیکن تم نہیں آئے۔“ انھوں نے کہا: ”یہ کتا جو آپ ﷺ کے گھر میں تھا اس نے مجھے روک رکھا تھا، ہم اس گھر میں نہیں جاتے جس کے اندر کتا ہو یا تصویر۔“ [مسلم، کتاب اللباس والزینة،

باب تحريم تصوير..... الخ : ۲۱۰۴]

۷۸۔ آپ ﷺ کی لونڈی کو ایک شخص سے لوگ تہمت لگاتے تھے۔ آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”جا اور اس شخص کی گردن مار۔“ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے۔ دیکھا کہ وہ ٹھنڈک کے لیے ایک کنویں میں غسل کر رہا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا نکل، وہ باہر نکلا تو دیکھا کہ اس کا عضو تناسل کٹا ہوا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کو نہ مارا پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا اس کا ذکر (عضو تناسل) نہیں ہے۔ [مسلم، کتاب

التوبة، باب براءة حرم النبی ﷺ من الریة : ۲۷۷۱]

۳۔ فوت ہونے کے بعد نبی ﷺ سے علم غیب کی نفی:

فوت ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو غیب کا علم نہیں ہے اور نہ ہی آپ ﷺ حاضر و ناظر ہیں:



۱۔ ایک عورت آپ کے پاس آئی آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر آنا۔“ اس نے کہا: ”بتلائیے! اگر میں آؤں اور آپ نہ ملیں۔“ یعنی آپ ﷺ کی وفات ہو جائے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر میں نہ ہوا تو ابو بکر کے پاس آنا۔“ [بخاری، کتاب الأحکام، باب الاستخلاف: ۷۲۲۰]

یہ نہیں فرمایا کہ میری قبر پر آجانا، عرض کرنا، تمہارا کام ہو جائے گا۔ جیسا کہ آج کل لوگ قبروں پر جا کر صاحب قبر سے کہتے ہیں، ایسا کرنا سراسر غلط ہے۔

۲۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب قحط پڑتا تو وہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعے دعا کرتے اور کہتے: ”یا اللہ! ہم پہلے تیرے پاس اپنے پیغمبر (ﷺ) کا وسیلہ لایا کرتے تو تو پانی برساتا تھا، اب اپنے پیغمبر (ﷺ) کے چچا (رضی اللہ عنہ) کا وسیلہ لائے ہیں، ہم پر پانی برسنا۔“ راوی۔ اُ کہا پھر پانی برسنا۔ [بخاری، کتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام ..... الخ: ۱۰۱۰] اسی طرح فوت ہونے سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: ”کاغذ لاؤ میں تمہیں لکھوا دوں، کبھی گمراہ نہ ہو گے۔“ [بخاری، کتاب العلم، باب کتابة العلم: ۱۱۴]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی قبر پر جا کر آپ ﷺ سے رابطہ نہیں کیا یعنی جائز وسیلہ زندہ سے دعا کروانا ہے، مردہ سے نہیں اور آپ ﷺ کے فوت ہونے کے بعد آپ ﷺ سے رابطہ نہیں ہو سکتا، جیسی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”کاغذ لاؤ۔“ ورنہ آپ ﷺ فرماتے میرے فوت ہونے کے بعد قبر میں مجھ سے رابطہ کر لینا۔

۳۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں قیامت کے دن اپنے حوض کوثر پر ہوں گا، میں تم لوگوں کا پیش خیمہ ہوں گا، جو شخص وہاں آئے گا وہ اس میں سے پے گا اور جو اس میں سے پے گا وہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا اور کچھ لوگ حوض پر ایسے آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھ کو پہچانتے ہوں گے اور پھر مجھ میں اور ان میں آڑ (رکاوٹ) کر دی جائے گی، میں کہوں گا یہ لوگ تو میری امت کے ہیں۔ ارشاد ہوگا تم نہیں جانتے، انھوں نے تمہارے بعد کیا کیا نئی باتیں نکالیں۔ اس وقت میں کہوں گا جس شخص نے میرے بعد دین بدل ڈالا وہ دور ہو، وہ دور ہو۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض: ۶۵۸۳، ۶۵۸۴]

اس حدیث کے الفاظ ”تم نہیں جانتے انھوں نے تمہارے بعد کیا کیا نئی باتیں نکالیں“ قابل غور ہیں۔ یعنی اس وقت رسول اللہ ﷺ کو پتا نہیں کہ میری امت کے کون کون سے لوگ دین

میں رد و بدل کر رہے ہیں۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم اللہ کے سامنے ننگے پاؤں، ننگے بدن، بے ختنہ حشر کیے جاؤ گے۔ پھر سب سے پہلے قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔ سن لو! میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے، فرشتے ان کو پکڑ کر بائیں طرف والوں (یعنی دوزخیوں) میں لے جائیں گے۔ میں عرض کروں گا اے رب! یہ تو میرے امتی ہیں۔ ارشاد ہوگا، تم نہیں جانتے انھوں نے تمھاری وفات کے بعد کیا کیا۔ اس وقت میں وہی کہوں گا جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: میں جب تک ان لوگوں میں رہا ان کا حال دیکھتا رہا..... الحکیم تک (المائدہ: ۱۱۷، ۱۱۸) ارشاد ہوگا یہ لوگ اپنی ایڑیوں کے بل اسلام سے پھرے رہے جب تو (ﷺ) ان سے جدا ہوا۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبياء، باب قول الله تعالى..... الخ: ۳۳۴۹۔ مسلم، کتاب الجنة و نعيمها، باب فناء الدنيا..... الخ: ۲۸۶۰/۵۸]

اس حدیث میں پچھلی حدیث والے الفاظ ملاحظہ ہوں کہ تم نہیں جانتے کہ انھوں نے تمھاری وفات کے بعد کیا کیا۔

۵۔ ایک انصاری نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ (ﷺ) مجھے کوئی عہدہ نہیں دیتے جیسے فلاں شخص کو آپ (ﷺ) نے دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم انصار میرے بعد حق تلفی دیکھو گے تو صبر کیے رہنا یہاں تک کہ تم مجھ سے مل جاؤ اور تمھارے ملنے کا مقام حوض کوثر ہو گا۔“ [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب قول النبي ﷺ للأنصار..... الخ: ۳۷۹۲] یعنی اس سے پہلے رابطہ نہیں ہو سکتا۔

۶۔ اور فقہ حنفی کی مشہور کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ جس شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اور یہ کہا کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گواہ بناتے ہیں تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب جانا، حالانکہ علم غیب اللہ تعالیٰ کو خاص ہیں۔ (انخل: ۶۵) (درمختار: ۲/۱۴)

آج کل کے لوگوں کے عقائد سے اس بات کا موازنہ کریں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حاضر و ناظر ہیں۔

۷۔ علماء نے تصریح کر دی کہ جو کوئی دعویٰ کرے کہ نبی علم غیب جانتے ہیں تو وہ کافر ہے، اللہ کے اس فرمان کی وجہ سے: ﴿لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ [النمل: ۶۵]

[مقدمہ ہدایہ اردو: ص ۵۹]

۸۔ علم غیب اللہ کے سوا کسی مخلوق کو نہیں۔ (درمختار و مقدمہ ہدایہ اردو، ایضاً) (المجادلہ: ۶، ۷)

مسئلہ حاضر و ناظر:

۹۔ کچھ کلمہ گو لوگوں کا کہنا کہ چونکہ آپ ﷺ کو قرآن میں شہید یعنی گواہ کہا گیا ہے اور گواہ وہی ہوتا ہے جو سب کچھ دیکھ رہا ہو، لہذا آپ ﷺ عالم غیب ہیں اور سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔ ان کے لیے اطلاعاً عرض ہے شہید یعنی گواہ کا لفظ آپ کی ساری امت پر بھی قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ (البقرہ: ۱۴۳- الحج: ۷۸) اب کیا کوئی مسلمان امت محمدیہ میں حاضر و ناظر کی صفت رکھتا ہے یا یہ صاحبان جو حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھتے ہیں یہ بھی اپنے عقیدے کے مطابق حاضر و ناظر ٹھہرے تو ان میں سے کوئی ایک بتا دے کہ لندن یا نیو یارک یا ان کے گھر کے باہر یا بازار میں کیا ہو رہا ہے، بلکہ ان آیات کی تفسیر بخاری میں موجود ہے کہ آپ ﷺ اور آپ کی امت قوم نوح پر گواہی دے گی اور یہ گواہی قرآن کی بنیاد پر ہوگی۔ [بخاری، کتاب الإعتصام بالکتاب والسنۃ، باب قوله تعالیٰ ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا﴾ الخ: ۷۳۴۹]

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفیل میں فرمایا:

﴿الْمَرَّتْ رَكْبَتَاكَ يَا صَبُؤَ الْفَيْلِ﴾ [الفیل: ۱]

”اے پیغمبر! تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟“

اور کہتے ہیں کہ یہ واقعہ آپ ﷺ کی پیدائش سے پہلے پیش آیا، اس لیے آپ اس واقعہ کو دیکھ رہے تھے۔ ان صاحبان کا ان آیات کے بارے میں کیا خیال ہے:

﴿الْمَرِيدَؤُا كَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَوْمٍ﴾ [الأنعام: ۶]

”کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کر دیں۔“

کیا مشرکین دیکھ رہے تھے جب اللہ تعالیٰ نے پہلی امتوں کو ہلاک کیا۔ ان آیات سے ان لوگوں کے باطل عقیدہ کی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ ہاتھی والوں کا واقعہ رسول اللہ ﷺ دیکھ

رہے تھے۔

کلمہ شہادت:

ہر مسلمان کلمہ شہادت پڑھتا ہے یعنی کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور رسول ہیں لیکن گواہی دینے والا اپنے آپ کو حاضر و ناظر نہیں سمجھتا یعنی یہ نہیں سمجھتا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو دیکھ رہا ہے یعنی گواہی دینے کے لیے حاضر و ناظر ہونا ضروری نہیں۔

۱۰۔ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی قرآن میں شہید یعنی گواہ کہا گیا ہے (النساء: ۱۵۹) اور شہید کے معنی ناظر یہ لوگ لیتے ہیں۔ اس کی عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن میں تردید بھی موجود ہے۔ (المائدہ: ۱۱۶، ۱۱۷) اور عزیر علیہ السلام بلکہ ہر نبی کو قرآن میں شہید یعنی گواہ کہا گیا ہے:

﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾

[ النساء: ۴۱ ]

”جب ہم ہر امت میں سے گواہ بلائیں گے اور تمہیں ان پر گواہ کر کے لائیں گے، تو وہ وقت کیسا ہوگا۔“

یعنی ہر امت پر اس کا نبی قیامت کے دن گواہ ہوگا اور پھر ساری امتوں پر ہمارے رسول (ﷺ) گواہ ہوں گے۔ (مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے القصص: ۷۵) اور حاضر و ناظر کہنے والے ان صاحبان کے معنوں کی قرآن میں تردید موجود ہے:

﴿أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَئِنِّي لَهَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِنَا فَأَمَّا اللَّهُ فَإِنَّهُ عَامِرٌ لَّهُمْ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتُمْ مِائَةً عَامٍ فَأَنْظِرُوا إِلَىٰ طَعَامِكُمْ وَشَرَابِكُمْ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانظُرْ إِلَىٰ جِبْرِكُمْ وَلَتَجْعَلَنَّ لَهُمْ أَجْرًا لِّئَلَّا يَتَنَبَّأُوا بِالْحَقِّ وَالنَّظْرُ إِلَىٰ الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمَنَّ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [ البقرة: ۲۵۹ ]

”کیا تو نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو ایک شہر پر گزرا اور وہ اپنی چھتوں پر گرا ہوا تھا، کہا اسے اللہ مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے سو برس تک مار

ڈالا۔ پھر اسے اٹھایا کہا کہ تو یہاں کتنی دیر رہا۔ کہا ایک دن یا اس سے کچھ کم رہا۔ فرمایا بلکہ تو سو برس رہا ہے، اب تو اپنا کھانا اور پینا دیکھ، کیا وہ سڑا نہیں اور اپنے گدھے کو دیکھ، ہم نے تجھے لوگوں کے واسطے نمونہ بنانا چاہا ہے اور ہڈیوں کی طرف دیکھ کہ، انہیں کس طرح ابھار کر جوڑ دیتے ہیں پھر ان پر گوشت پہناتے ہیں۔ پھر اس پر جب یہ حال ظاہر ہوا تو کہا میں یقین کرتا ہوں کہ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔“

یعنی عزیر (ؑ) کو اللہ تعالیٰ نے سو سال کے لیے موت دے دی۔ جب ان کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے جناب عزیر (ؑ) سے پوچھا کہ تم یہاں کتنی دیر رہے تو انہوں نے عرض کی کہ میں یہاں ایک دن یا ایک دن سے کم رہا ہوں، حالانکہ وہ سو سال موت کی حالت میں رہے اور اللہ کے اس پیغمبر کو یہ بھی پتا نہ تھا کہ دنیا میں سو سال گزر چکے ہیں۔

۱۱۔ آپ (ﷺ) کی وفات ہونے سے متصل پہلے آپ (ﷺ) کے الفاظ یہ تھے: «اللَّهُمَّ بِالرَّفِيقِ الْأَعْلَى» «یا اللہ! بلند رفیقوں میں رکھ۔“ یعنی نبیوں اور فرشتوں کے ساتھ۔ [بخاری،

کتاب المغازی، باب آخر ما تکلم به النبی (ﷺ): ۴۴۶۳]

۱۲۔ آپ (ﷺ) کے فوت ہونے کے بعد سب سے پہلے یہ واقعہ پیش آیا کہ سیدنا عمر (ؓ) نے کہا کہ جو کوئی یہ کہے گا کہ رسول اللہ (ﷺ) فوت ہو گئے تو میں اس کا سر تلوار سے کاٹ دوں گا پھر سیدنا ابو بکر (ؓ) تشریف لائے اور لوگوں سے فرمایا: ”تم میں سے جو کوئی اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی پوجا کرتا تھا تو محمد (ﷺ) فوت ہو گئے تو جو کوئی اللہ کی پوجا کرتا ہے تو یاد رکھے اللہ ہمیشہ زندہ ہے، کبھی مرنے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ خود قرآن میں فرماتے ہیں: ”محمد (ﷺ) کچھ نہیں وہ تو صرف اللہ کے رسول ہیں، ان سے پہلے کئی رسول آچکے ہیں۔“ اخیر آیت تک (آل عمران: ۱۴۴) سب صحابہ کرام (ؓ) یہی آیت پڑھ رہے تھے۔ سیدنا عمر (ؓ) کہنے لگے: ”جب میں نے یہ آیت ابو بکر (ؓ) سے سنی تو مجھ کو معلوم ہوا کہ رسول (ﷺ) کی وفات ہو

گئی۔“ [بخاری کتاب، المغازی، باب مرض النبی (ﷺ) و وفاته: ۴۴۵۴، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲] ابو بکر و عمر (ؓ) یا کسی صحابی نے یہ نہیں کہا کہ گھبراؤ نہیں ابھی آپ (ﷺ) کو دفن کرنے کے بعد آپ (ﷺ) سے رابطہ کر لیں گے۔ آپ (ﷺ) کی وفات پر صحابہ (ؓ) کا اتفاق ہو گیا۔

۱۳۔ جب ولید بن عبد الملک کے عہد حکومت میں سیدہ عائشہ (ؓ) کے حجرے کی دیوار گری، اس کو

بنانے لگے تو ایک ٹانگ دکھائی دی، لوگ گھبرا گئے۔ سمجھے آپ ﷺ کا قدم مبارک ہے اور کسی ایسے شخص کو نہ پایا جو اس کو پہچانتا ہو، یہاں تک کہ سیدنا عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا کہ ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! یہ رسول اللہ ﷺ کا قدم مبارک نہیں بلکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کا قدم ہے۔

[بخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء في قبر النبي ﷺ وأبي بكر وعمر رضي الله عنهما: ۱۳۹۰]

ثابت ہوا کہ سلف کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہما اپنی قبر میں زندہ ہیں،

تجہی تو ان کے قدم پر مٹی ڈال کر دوبارہ دفن کر دیا گیا۔

۱۴۔ صحیح بخاری میں آپ ﷺ کا ایک طویل خواب ذکر ہے جو آپ نے ایک صبح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کو سنایا (یاد رہے کہ انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے) جس میں ہے کہ دو فرشتے آپ ﷺ کو

مختلف مقامات پر لے کر پھرتے رہے، آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم نے آج رات مجھ کو

خوب گھمایا ہے، اب میں نے جو دیکھا اس کی کیفیت تو بتلاؤ؟“ انھوں نے ساری تفصیل

بتانے کے بعد کہا کہ وہ عام مسلمانوں کے رہنے کے گھر ہیں اور یہ دوسرا شہیدوں کے رہنے کا

گھر ہے اور میں جبرئیل ہوں اور یہ میکائیل ہے، آپ (ﷺ) اپنا سر تو اٹھائیں۔ میں نے

اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ بادل طرح کی ایک چیز میرے اوپر ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ

آپ (ﷺ) کا مقام ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے چھوڑو کہ میں اپنے مکان میں جاؤں۔ تو

انھوں نے کہا ابھی دنیا میں رہنے کی آپ (ﷺ) کی عمر باقی ہے جس کو آپ (ﷺ) نے پورا

نہیں کیا، اگر پورا کر چکے ہوتے تو اپنے مکان میں آجاتے۔“ [بخاری، کتاب الجنائز، باب:

۱۳۸۶] یعنی آپ ﷺ اس وقت جنت میں اعلیٰ ترین مقام پر عرش کے نیچے ہیں۔

۱۵۔ جو فوت ہو چکے وہ دنیا والوں کی پکار نہیں سنتے کیونکہ وہ خالق نہیں مخلوق ہیں، فوت ہو چکے ہیں

زندہ نہیں اور ان کو پتا نہیں کب اٹھائے جائیں گے:

﴿ أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۗ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ إِنَّ

اللَّهَ لَعَفُورٌ رَّحِيمٌ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسْرُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۗ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ

اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۗ أَمْواتٌ غَيْرٌ أَحْيَاءَ ۗ وَمَا يَشْعُرُونَ ۗ أَيَّانَ

يُبْعَثُونَ ۗ ﴾ [النحل: ۱۷ تا ۲۱]

کیا جو پیدا کرے وہ اس کے برابر ہے جو کچھ بھی پیدا نہ کرے، کیا تم سوچتے نہیں

ہو اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ان کا شمار نہیں کر سکو گے۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ اور وہ جنہیں اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں، وہ تو مردہ ہیں جن میں جان نہیں اور وہ نہیں جانتے کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔“

مردہ سے مراد فوت شدہ صالحین ہیں کیونکہ مرنے کے بعد اٹھایا جانا (جس کا انھیں شعور نہیں) وہ تو جمادات کے بجائے صالحین پر صادق آسکتا ہے۔ ان کو صرف مردہ ہی نہیں کہا بلکہ مزید وضاحت فرمادی کہ ”وہ زندہ نہیں ہیں۔“ اس سے قبر پرستوں کا بھی واضح رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ قبروں میں مدفون مردہ نہیں زندہ ہیں اور ہم زندوں ہی کو پکارتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ موت وارد ہونے کے بعد دنیوی زندگی کسی کو نصیب نہیں ہو سکتی، نہ دنیا سے ان کا کوئی تعلق ہی باقی رہتا ہے۔ پھر ان سے نفع کی اور ثواب و جزا کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے۔

۱۶۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے میری قبر کے نزدیک مجھ پر درود بھیجا میں اسے سنتا ہوں اور جس نے دور سے مجھ پر درود بھیجا وہ مجھ کو پہنچایا جاتا ہے۔“ [مشکوٰۃ، کتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي ﷺ وفضلها، الفصل

الثالث: ۱۸۲/۱، ح: ۹۳۴۔ شعب الإيمان للبيهقي: ۲/۲۱۸، ح: ۱۵۸۳]

یہ حدیث موضوع ہے، سند میں محمد بن مروان راوی کذاب ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں (مرعاۃ: ۲۵/۲، ۲۶، ۲۷) موضوع کا مطلب ہے من گھڑت۔ یاد رہے کہ موضوع حدیث پر عمل کرنا بھی حرام ہے اور اس سے دلیل دینا بھی حرام ہے۔

یہ عجیب دورخی ہے کہ احمد رضا خاں صاحب نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے قرآنی ترجمہ مع تفسیر میں بار بار حاضر و ناظر لکھا، دیکھیے (الأحزاب: ۴۵، ف۱۱۰۔ الفتح: ۸، ف۱۲۔ المزمل: ۱۵، ف۲۱) لیکن اسی تفسیر میں بہت سے ایسے فوائد ہیں جن سے آپ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کی واضح تردید ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہم اپنی اس کتاب میں بہت سی صحیح روایات بیان کر چکے ہیں۔

دیکھیے ان کا ترجمہ مع تفسیر (النساء: ۴۳، ف۱۳۳) یہاں ذکر ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہارگم ہو گیا، اس کی تلاش کے لیے رسول اللہ ﷺ نے وہاں اقامت فرمائی، صبح ہوئی، پھر اونٹ اٹھایا گیا

تو اس کے نیچے سے ہار ملا۔ (مزید دیکھیے النساء: ۱۰۲، ۱۰۵، نوآند ۲۸۳، ۲۸۸۔ المائدہ: ۳۳، ۶۱، ۱۰۶۔ نوآند ۹۳، ۱۵۶، ۲۵۲، ۲۵۴۔ الأَنْفَال: ۲۷، ۳۰، ۷۰، نوآند ۴۷، ۵۱، ۱۲۹۔ النور: ۱۱، ف ۱۵، ۶۳، ف ۱۵۳۔ الروم: ۳۰، ف ۲۔ لقمان: ۳۴، ف ۶۸۔ الأحزاب: ۹، ف ۲۶۔ الفتح: ۱، ف ۲۔ الفتح: ۱۸، ف ۴۴) یہاں سخت کذب بیانی کی گئی، لکھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو معلوم تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہوئے۔ لیکن حدیث کی معتبر کتابوں میں یہ بات موجود ہے کہ بیعت رضوان صرف اور صرف اس وجہ سے ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کو حدیبیہ میں یہ اطلاع ملی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ میں مشرکوں نے شہید کر دیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلا لوں گا، تب بیعت رضوان ہوئی۔ الحجرات (۳، ۵ تا ۷)، ف ۵ تا ۷) کی ان آیات سے ان لوگوں کی واضح تردید ہوتی ہے جو رسول اللہ ﷺ کو حاضر و ناظر جانتے ہیں اور انہیں اپنی مسجدوں اور شہروں سے پکارتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے حضور اس وقت باادب بات کرو جب آپ ﷺ اپنے حجرے سے نکل کر تمہارے پاس تشریف لائیں اور جب آپ ﷺ اپنے حجرے کے اندر ہوں تو باہر سے اونچی آواز سے نہ پکارو۔ اس کے خلاف کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اس جگہ قرآن میں بے عقل قرار دیا۔ المجادلہ (۱۰ تا ۱۰، ف ۲۳ تا ۳۰) کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ عظیم صفت بیان فرمائی کہ وہ ہر جگہ ناظر ہے اور جو لوگ یہ صفت تمام انبیائے کرام میں مانتے ہیں (دیکھیے احمد رضا کا ترجمہ النساء ۴۱، ف ۱۲۳) وہ انبیائے کرام ﷺ کو اس صفت میں اللہ کے برابر قرار دیتے ہیں، حالانکہ احمد رضا خاں صاحب اسی قرآنی ترجمہ مع تفسیر میں تسلیم کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں یگانہ ہے، کوئی اس کا شبہ نہیں، کوئی اس کی مثل نہیں، کوئی اس کی نظیر نہیں یعنی اس جیسا کوئی نہیں (دیکھیے ان کا ترجمہ اور تفسیر مراد آبادی: البقرة: ۱۶۳، ف ۲۹۱) یہ عجیب دورخی ہے، یہ بہت بڑا جرم ہے، مخلوق کو خالق کے برابر قرار دیا جا رہا ہے، حالانکہ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ کہ اس جیسا کوئی نہیں۔ پہلے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) نے یہی کچھ کیا، انبیائے کرام ﷺ کو اللہ کے برابر قرار دیا، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو قرآن میں کافر اور مشرک قرار دیا، سوچنے کی ضرورت ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غیب نہ جانتے تھے:

۱۔ سیدنا عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا ذکر سیدنا



ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کیا انھوں نے مجھ سے پوچھا: ”عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے جن کا نام نہیں لیا جانتے ہو وہ کون تھے؟ میں نے کہا نہیں۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب، إنما جعل الإمام ليؤتم به : 687- مسلم، کتاب الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا عرض له ..... الخ : 418]

۲۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آکر کہا کہ کیا آپ نماز پڑھائیں گے، میں اقامت کہوں؟ (کیونکہ رسول اللہ ﷺ صلح کروانے گئے تھے اور نماز کا وقت ہو گیا تھا) سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں! چنانچہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کر دی، اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے تو لوگ نماز میں تھے۔ رسول اللہ ﷺ صفوں سے گزر کر پہلی صف میں گئے، لوگوں نے ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔ جب لوگوں نے متواتر ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور پھر پیچھے ہٹ گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔

[بخاری، کتاب الأذان، باب من دخل ليؤم الناس فجاه الإمام ..... الخ : 684- مسلم، کتاب الصلاة، باب تقديم الجماعة من يصلي ..... الخ : 421]

۳۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ تین آدمی رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق اپنے ساتھ اپنے گھر کھانا کھلانے کے لیے لائے اور خود رسول اللہ ﷺ کے ہاں ٹھہر گئے اور وہیں ٹھہرے رہے۔ رات کا ایک حصہ گزر جانے کے بعد آپ یعنی جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے تو ان کی بیوی نے کہا کیا بات پیش آئی کہ مہمانوں کی خبر بھی آپ نے نہ لی؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تم نے ابھی انھیں رات کا کھانا نہیں کھلایا؟ بیوی نے کہا میں کیا کروں آپ کے آنے تک انھوں نے کھانے سے انکار کیا، کھانے کے لیے ان سے کہا گیا تھا لیکن وہ نہ مانے۔

[بخاری، کتاب مواقيت الصلاة، باب السمر مع الأهل والضيف : 602- مسلم، کتاب الأشربة، باب إكرام الضيف وفضل إيثاره : 2057]

۴۔ جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ ہجرت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہاں ہمیں ایک چرواہا ملا، میں نے اس سے پوچھا کہ تم کس قبیلے سے ہو، اس نے کہا فلاں سے۔ [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام : 3615- مسلم، کتاب الزهد، باب في

حديث الهجرة ..... الخ : 2009]

۵۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کچھ سخت غمناک ہوئے، میں بھی ان میں سے تھا۔ میں پریشان بیٹھا ہوا تھا کہ عمر (رضی اللہ عنہ) کا گزر ہوا تو انھوں نے السلام علیکم کہا، مجھے ان کے گزرنے کا کچھ پتا نہ چلا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے میرا شکوہ کیا۔ وہ دونوں اکٹھے میرے پاس آئے اور مجھ سے پوچھا کیا سبب ہے، آپ نے اپنے بھائی عمر (رضی اللہ عنہ) کے سلام کا جواب نہیں دیا؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے بالکل علم نہیں کہ آپ میرے پاس سے گزرے ہیں اور آپ نے مجھے السلام علیکم کہا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا پریشانی ہے؟ [مسند أحمد : ۶/۱ - مسند أبي يعلى :

[۱۰ : ح ۲۷، ۲۶/۱]

۶۔ سفر کے دوران سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہارگم ہو گیا، سب لوگ ٹھہر گئے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سخت ناراض ہوئے کہ تمھاری وجہ سے سب رک گئے۔ بعد میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کو اٹھایا گیا تو ہار اونٹ کے نیچے سے مل گیا۔ [بخاری، کتاب التیمم، باب :

[۳۳۴]

۷۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی بیماری میں گئیں۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے دیگر باتوں کے علاوہ یہ بھی پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کس دن ہوئی تھی؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا پیر کے دن۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا آج کون سا دن ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا پیر کا دن۔ انھوں نے کہا پھر مجھے بھی امید ہے کہ اب سے رات تک میں بھی رخصت ہو جاؤں گا۔ پھر اس روز سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ فوت نہیں ہوئے یہاں تک کہ منگل کی رات کا کچھ حصہ گزر گیا اور آپ فوت ہو گئے اور صبح ہونے سے پہلے دفن کر دیے گئے۔ [بخاری، کتاب

الجنائز، باب موت يوم الإثنين : ۱۳۸۷]

۸۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی میں صبح کی نماز میں جماعت کے دوران وہاں چھپے ہوئے شخص نے حملہ کر کے شدید زخمی کر دیا، بعد میں آپ فوت ہو گئے۔ [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب قصة البيعة ..... الخ : ۳۷۰۰] اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھی کوفہ میں چھپے ہوئے شخص نے شہید کر دیا اور دونوں خلفائے راشدین کو پتا نہ چلا کہ یہاں کوئی چھپا ہوا ہے جو ہمیں شہید کرنا چاہتا ہے۔

۹۔ جب قبلہ بدلا گیا تو ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر نماز کے بعد وہ چلے تو انصار کی ایک جماعت پر ان کا گزر ہوا جو عصر کی نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے کہا: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہ نماز پڑھی ہے جس میں آپ نے موجودہ قبلہ (کعبہ) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے پھر اس جماعت نے (نماز ہی میں) منہ پھیر لیا اور کعبہ کی طرف منہ کر لیا۔ [بخاری، کتاب الصلاة، باب التوجه نحو القبلة ..... الخ : ۳۹۹۔ مسلم، کتاب المساجد، باب تحویل القبلة ..... الخ : ۵۲۵]

۱۰۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، رات بھر سب لوگ چلتے رہے، صبح کے وقت کے قریب پڑاؤ کیا تو سب لوگ گہری نیند سو گئے کہ سورج پوری طرح نکل آیا۔ سب سے پہلے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جاگے پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی جاگ گئے آخر کار سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک کے قریب بیٹھ گئے اور بلند آواز سے اللہ اکبر کہنے لگے۔ اس سے رسول اللہ ﷺ بھی بیدار ہو گئے اور وہاں سے کوچ کا حکم دے دیا۔ پھر آگے جا کر صبح کی نماز پڑھی۔ [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام : ۳۵۷۱۔ مسلم، کتاب المساجد، باب قضاء الصلاة الفاتنة ..... الخ : ۶۸۲]

۱۱۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مکہ سے چلے، لوگ ان کے ساتھ تھے، جب بیداء تک پہنچے تو ایک ببول کے درخت کے نیچے چند سوار نظر پڑے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جا کر دیکھو تو سہمی یہ کون لوگ ہیں؟ جا کر دیکھا گیا تو وہ صحیب تھے۔ جب یہ اطلاع دی گئی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا انھیں بلا لاؤ تو جا کر انھیں کہا گیا کہ امیر المؤمنین بلاتے ہیں تو وہ آئے۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ (( يعذب الميت ببعض بكاء ..... الخ )) : ۱۲۸۷۔ مسلم، کتاب الجنائز، باب الميت يعذب بكاء ..... الخ : ۹۲۷، بعد ۹۲۸]

۱۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا گزر ایک جنازے پر ہوا، لوگ اس کی تعریف کرنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: ”واجب ہوگئی۔“ پھر دوسرے جنازے کا گزر ہوا تو لوگ اس کی برائی کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”واجب ہوگئی۔“ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا چیز واجب ہوگئی۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس علی الميت : ۱۳۶۷۔ مسلم،

کتاب الجنائز، باب فیمن یشئ علیہ ..... الخ : ۹۴۹]

۱۳۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، کچھ دور جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابوذر! ٹھہرے رہو۔ پھر آپ ﷺ تشریف لے گئے اور نظروں سے اوجھل ہو گئے اور اس کے بعد میں نے آواز سنی اور مجھ کو خطرہ ہوا کہ کہیں رسول اللہ ﷺ کو کوئی پریشانی نہ پیش آگئی ہو اور آپ ﷺ کے حکم کی وجہ سے رکا رہا۔ جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”اے اللہ کے نبی (ﷺ)! اللہ آپ پر مجھے قربان کرے! اس پتھر ملی زمین میں آپ کس کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ [بخاری، کتاب الرقاق، باب المكثرون ..... الخ : ۶۴۴۳۔ مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب الترغیب فی الصدقة : ۹۴/۳۳،

بعد ۱۹۹۱]

۱۴۔ لوگوں کا عرفات کے دن رسول اللہ ﷺ کے روزے کے متعلق کچھ اختلاف ہو گیا۔ بعض نے کہا آپ (ﷺ) روزے سے ہیں اور بعض کہتے کہ نہیں، اس لیے انھوں نے آپ ﷺ کے پاس دودھ کا ایک پیالہ بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت اونٹ پر سوار ہو کر عرفات میں وقوف فرما رہے تھے، آپ نے وہ دودھ پی لیا۔ [بخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم عرفة :

۱۹۸۸۔ مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب الفطر للحاج بعرفات یوم عرفة : ۱۱۲۳]

۱۵۔ رسول اللہ ﷺ کعبہ کا طواف کر کے مقام ابراہیم کے پاس پہنچے، دو رکعت پڑھیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ کچھ لوگ تھے جو آپ ﷺ کے اور لوگوں کے درمیان آڑ بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک صاحب نے ابن ابی اونیٰ سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے تھے؟ تو انھوں نے بتایا کہ نہیں۔ [بخاری، کتاب الصلاة، باب الصلاة بین السواری ..... الخ : ۵۰۵، ۵۰۴۔ مسلم، کتاب الحج، باب استحباب دخول الکعبة

للحاج وغیره والصلاة فیہا ..... الخ : ۱۳۲۹/۳۸۹]

۱۶۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے، سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اور دو اور صحابی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ پھر کعبہ کا دروازہ بند کر دیا گیا اور آپ ﷺ اس میں ٹھہرے رہے۔ جب آپ ﷺ باہر نکلے تو میں نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: اے جھاکہ رسول اللہ ﷺ نے اندر کیا کیا؟ (ایضاً)

۱۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے ایک انصاری دوست تھے، جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر نہ ہوتا تو وہ مجلس کی تمام باتیں مجھے آکر بتایا کرتے اور جب وہ حاضر نہ ہوتے تو میں انھیں بتایا کرتا تھا۔ اس زمانے میں ہمیں غسان کے بادشاہ کی طرف سے ڈر تھا۔ اطلاع ملی تھی کہ وہ مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ کر رہا ہے، چنانچہ ہم کو ہر وقت یہی خطرہ رہتا تھا۔ ایک دن میرے انصاری دوست نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ کھولو۔ میں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ غسانی آگئے ہیں۔ انھوں نے کہا اس سے بھی زیادہ اہم معاملہ پیش آ گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ [بخاری، کتاب العلم، باب التناؤب فی العلم : ۸۹۔ مسلم کتاب الطلاق، باب فی الإیلاء و اعتزل النساء..... الخ:

[۱۴۷۹/۳۱]

اسی طرح احادیث کی کتابوں میں بے شمار واقعات درج ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ صحابہ کرام کو غیب کا علم نہ تھا۔ احادیث کی معتبر کتابوں کے مطالعہ کے بعد یہ بات کلی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ بڑے بڑے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غیب کا علم نہیں رکھتے تھے تو پھر آج کے بزرگوں کا ان کے سامنے کیا مقام ہے؟

اور مراد آبادی صاحب نے آل عمران کی تفسیر (۱۶۹-۱۷۰، ف ۳۳۲ تا ۳۳۳) میں یہی لکھا کہ شہدائے احد کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ جنت میں کس حال میں ہیں۔ اس سے پہلے صحابہ کو شہدائے احد کے انجام کا پتا نہ تھا۔ [أبو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی فضل الشہادۃ : ۲۵۲۰]

اس سے ثابت ہوا کہ ارواح باقی ہیں، جسم کے فنا ہونے کے ساتھ فنا نہیں ہوتیں۔ (ف ۳۳۳) اور زندوں کی طرح کھاتے پیتے عیش کرتے ہیں۔ سیاق آیت اس پر دلالت کرتا ہے کہ حیات روح و جسم دونوں کے لیے ہے۔ علماء نے فرمایا کہ شہداء کے جسم قبروں میں محفوظ رہتے ہیں مٹی ان کو نقصان نہیں پہنچاتی اور زمانہ صحابہ میں اور اس کے بعد کمبثرت معائنہ ہوا ہے کہ اگر کبھی شہداء کی قبریں کھل گئیں تو ان کے جسم تروتازہ پائے گئے۔ (ف ۳۳۳) فضل و کرامت اور انعام و احسان موت کے بعد حیات دی، اپنا مقرب کیا، جنت کا رزق اور اس کی نعمتیں عطا فرمائیں۔

مراد آبادی صاحب کے مندرجہ بالا بیان اور البقرۃ (۱۵۳، ف ۲۸۱) کے مطالعہ کے بعد یہ

بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ شہداء قبروں میں زندہ نہیں، ان کی روحیں اجسام سے الگ ہیں، اجسام قبروں میں، روحیں جنت میں، اگر شہیدوں کی روحیں جنت میں اور اجسام قبروں میں ہیں، تو انبیاء اور صدیق یعنی سچے متبعین کی روحیں اور اجسام بھی الگ الگ ہیں کیونکہ یہ شہداء سے افضل ہیں۔ (دیکھیے ترجمہ مع تفسیر احمد رضا خان النساء: ۶۹، ف ۱۸۱ تا ۱۸۳) ان کی روحیں جنت میں اور اجسام قبروں میں ہیں اور مراد آبادی نے یہ بھی لکھا کہ فوت ہونے کے بعد انسان کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ (الشراء: ۸۹، ف ۹۲)

ان تفاسیر سے قبر پرستوں کا واضح رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ ہم قبر والوں کو اس لیے پکارتے ہیں کہ وہ قبروں میں زندہ ہیں۔

قرآن مجید غیب کے متعلق کیا کہتا ہے :

۱۔ عزیر (علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ نے سو برس کے لیے موت دے دی، جب ان کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا تم یہاں کتنی دیر رہے؟ انھوں نے جواب دیا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ (البقرة: ۲۵۹)

۲۔ اصحاب کہف کو ایک غار میں اللہ تعالیٰ نے سلا دیا، وہ وہاں ۳۰۹ برس سوئے رہے۔ بعد میں جب ان کو اللہ تعالیٰ نے جگا دیا تو ان میں سے ایک نے کہا تم کتنی دیر یہاں ٹھہرے ہو؟ انھوں نے کہا ہم ایک دن یا دن سے کم ٹھہرے ہیں۔

”اسی طرح ہم نے انھیں جگا کر اٹھا دیا کہ آپس میں پوچھ گچھ کر لیں۔ ایک کہنے والے نے کہا تم کتنی دیر ٹھہرے رہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ایک یا ایک دن سے بھی کم۔ کہنے لگے کہ تمہارے ٹھہرے رہنے کا بخوبی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔“ (سورة الکہف: ۱۹) ”وہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال تک رہے اور ۹ سال اور زیادہ گزارے۔“ (سورة الکہف: ۲۵)

اصحاب کہف اپنے غار میں تین سو نو سال تک سوئے رہے، یہ اللہ کے تسلیم شدہ ولی ہیں، لیکن جب ۳۰۹ سال کے بعد وہ اٹھے تو آپس میں کہنے لگے کہ ہم یہاں ایک دن رہے یا ایک دن سے کم رہے؟ پس ثابت ہوا کہ جن کو اللہ نے ولی کہا ان کو بھی غیب نہ تھا اور آج ان لوگوں کے بارے

میں یہ کیسے خیال کیا جاسکتا ہے جن کے ولی ہونے کی کوئی سند نہیں ہے کہ وہ غیب جانتے ہیں۔  
۳۔ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام سیدنا خضر علیہ السلام کی طرف چلے، خادم ہمراہ تھا، کھانا پاس تھا، راستے میں موسیٰ علیہ السلام سو گئے، جاگ کر جب آگے چلے تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے خادم سے کہا کھانا لاؤ تو خادم نے جواب دیا مچھلی تو زندہ ہو کر دریا میں کود گئی تھی۔ (الکہف: ۶۰ تا ۶۳) [بخاری، کتاب

العلم، باب ما يستحب للعالم إذا سئل ..... الخ: ۱۲۲، ۷۴]

۴۔ سورہ یٰسین میں ہے کہ جب ایک آدمی شہر کے دوسرے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا اور اپنی قوم کو تین رسولوں کی دعوت پر ایمان لانے کو کہا اور اپنے ایمان کا اقرار کیا (تو اس کی قوم نے اس کو شہید کر دیا) اللہ نے اس کو جنت دے دی، وہ مومن شخص کہنے لگا اے کاش! میری قوم بھی جان لیتی کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے عزت والوں میں کر دیا۔ (یٰسین: ۲۶ تا ۳۷) معلوم ہوا کہ وہ مومن شہید عالم برزخ میں جا کر اپنی قوم سے رابطہ نہیں کر سکتا تھا۔

۵۔ جب اللہ تعالیٰ اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان قیامت کے دن گفتگو ہوگی اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”اے عیسیٰ! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں دونوں کو معبود بنا لو۔“ وہ عرض کریں گے تو پاک ہے، مجھے لائق نہیں کہ ایسی بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں۔ اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو تجھے ضرور معلوم ہوگا اور جو میرے دل میں ہے تو جانتا ہے اور جو تیرے دل میں ہے وہ میں نہیں جانتا ..... اور میں اس وقت تک ان کا نگران تھا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان کا نگران تھا اور تو ہر چیز سے باخبر ہے۔ (المائدہ: ۱۱۶، ۱۱۷)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کتنے واضح الفاظ میں اپنی بابت علم الغیب کی نفی فرما رہے ہیں۔ یہ صفت علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور میں نہیں۔ اس لیے عالم الغیب صرف ایک اللہ ہی کی ذات ہے۔ اس کے علاوہ کوئی عالم الغیب نہیں، کیونکہ یہ عقیدہ قرآن کے خلاف ہے اور جو کوئی قرآن کی ایک آیت کا بھی انکار کرے تو وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

توحید فی العلم میں شرکیہ امور:

قرآن و حدیث سے بخوبی ثابت ہو چکا کہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے (وہ

باتیں جو بتادی گئیں وہ علم ہیں اور جو نہیں بتائی گئیں وہ غیب ہیں):

﴿وَلَمَّا اتَّبَعَتْ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۗ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَّلِيٍّ

وَلَا نَصِيرَةٍ﴾ [البقرة: ۱۲۰]

”اور اگر تم نے ان کی خواہشوں کی پیروی کی، اس کے بعد جو تمہارے پاس علم آچکا تو

تمہارے پاس اللہ کے ہاں کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔“

ثابت ہوا کہ جب رسول اللہ ﷺ پر ابھی یہ آیات نازل نہ ہوئی تھیں تو یہ آپ ﷺ کے لیے

غیب تھا، جب یہ آیات نازل ہو گئیں تو غیب نہ رہا بلکہ علم ہو گیا۔

غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں جیسا کہ بیان ہو چکا۔ (انہل: ۶۵) اسی طرح فوت

شدگان کو کوئی علم نہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے:

﴿أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ ۗ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۗ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ إِنَّ

اللَّهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسْرُونَ ۗ وَمَا تُعْلِنُونَ ۗ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ

اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۗ أَمْوَاتٌ غَيْرٌ أَحْيَاءٍ ۗ وَمَا يَشْعُرُونَ ۗ أَيَّانَ

يُبْعَثُونَ ۗ﴾ [النحل: ۱۷ تا ۲۱]

”پھر کیا جو پیدا کرے اس کے برابر ہے جو کچھ بھی پیدا نہ کرے۔ کیا تم سوچتے نہیں اور

اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو تو ان کا شمار نہیں کر سکو گے، بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا

مہربان ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جنہیں اللہ تعالیٰ

کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں، وہ تو مردے

ہیں جن میں جان نہیں اور وہ نہیں جانتے کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔“

یاد رہے کہ یہ عقیدہ کہ فوت شدگان کو علم ہے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے، شرک کی ہمیشہ سے

بنیادی وجہ رہا ہے اور قرآن کہتا ہے کہ فوت شدگان کو کوئی علم نہیں اور ان کو کوئی اختیار نہیں۔

(الفاطر: ۲۳ تا ۲۱)





## فصل ہفتم

## توحید فی العبادت اور شرک فی العبادت

توحید فی العبادت کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی دوسرے کی عبادت نہ کی جائے اور لا الہ الا اللہ کا یہی مطلب ہے یعنی عبادت کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک کی نفی کی جائے۔ شرک فی العبادت کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی بھی مخلوق کو شامل کیا جائے اور توحید یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کی جائے۔ کلمہ طیبہ کا یہی مطلب ہے اور کلمہ طیبہ میں اور قرآن و حدیث میں یہی حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ عبادت میں اکیلا ہے۔ (البقرہ: ۲۱۲ تا ۲۳) غیر اللہ کی عبادت منع ہے۔ (البقرہ: ۸۳۲) اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [الذاریات: ۵۶]

”اور میں نے جن اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔“

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو

شریک نہ ٹھہرائیں۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب من جاهد..... الخ: ۶۵۰۰۔ مسلم،

کتاب الإیمان، باب الدلیل..... الخ: ۳۰] (نیز دیکھیے: صفحہ ۵۹۷، ۵۹۸، ۶۰۳، ۶۰۶، ۶۱۸)

الہ یعنی معبود کون؟

جو خالق ہے، جس نے زمین و آسمان بنائے، جو بارش برساتا ہے اور پھل نکالتا ہے، جس کے



يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿٦٥﴾

[النمل: ٦٥ تا ٦٥]

”بھلا کس نے آسمان اور زمین بنائے اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر ہم نے اس سے رونق والے باغ اگائے۔ تمہارا کام نہ تھا کہ ان کے درخت اگاتے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے بلکہ یہ لوگ کج روی کر رہے ہیں۔ بھلا زمین کو ٹھہرنے کی جگہ کس نے بنایا اور اس میں ندیاں جاری کیں اور زمین کے لنگر بنائے اور دو دریاؤں میں پردہ رکھا۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے بلکہ اکثر ان میں بے سمجھ ہیں۔ بھلا کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے اور برائی کو دور کرتا ہے اور تمہیں زمین میں نائب بناتا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ تم بہت ہی کم سمجھتے ہو۔ بھلا کون ہے جو تمہیں جنگل اور دریا کے اندھیروں میں راستہ بتاتا ہے اور اپنی رحمت سے پہلے کون خوشخبری کی ہوائیں چلاتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود ہے؟ اللہ تعالیٰ ان کے شرک کرنے سے بہت بلند ہے۔ بھلا کون ہے جو اسرنو خلقت کو پیدا کرتا ہے۔ پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور کون ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ کہہ دے اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔ کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا اور انہیں اس کی بھی خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔“

اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود نہیں کیونکہ کسی اور میں مندرجہ بالا صفات موجود نہیں ہیں۔

﴿وَيَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُونَ هَذَا سِحْرٌ كَذٰبٌ ۗ أَجَعَلِ الْاٰلِهَةَ الْاِلٰهًا وَّاحِدًا ۗ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجَابٌ ۗ وَاَنْطَلَقَ الْمَلَا مِنْهُمْ اِنْ اٰمَسُوْا وَاٰصِرُوْا عَلٰى اٰلِهَتِكُمْ ۗ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ﴾ [ص: ٦٤ تا ٦٤]

”اور انہوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ڈرانے والا آیا اور منکروں نے کہا کہ یہ تو ایک بڑا جھوٹا جادوگر ہے۔ کیا اس نے کئی معبودوں کو صرف ایک معبود بنا دیا۔ بے شک یہ بڑی عجیب بات ہے اور ان میں سے سردار یہ کہتے ہوئے چل پڑے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر جتے رہو، بے شک اس میں کچھ غرض ہے۔“

معبود صرف ایک ہے، ایک سے زیادہ معبود بنانا کفار و مشرکین مکہ اور یہود و نصاریٰ کا کام ہے۔ ان کو مشرکین اس لیے کہا گیا کہ وہ عبادت کی چاروں اقسام اللہ کے لیے بھی بجالاتے تھے اور انبیاء اور دوسرے بزرگوں کے لیے بھی اور اس میں سرفہرست غیر اللہ کو پکارنا تھا۔ قرآن و حدیث اس پر گواہ ہیں، آج کے کلمہ گو مشرک بھی بالکل اسی طرح کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ احمد رضا خان صاحب کے قرآنی ترجمہ مع تفسیر میں بھی مندرجہ بالا مقامات پر یہی لکھا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

### عبادت کی اقسام:

عبادت چار قسم کی ہے:

- ۱۔ جسمانی عبادت۔ ۲۔ مالی عبادت۔
- ۳۔ قلبی عبادت۔ ۴۔ زبانی عبادت۔

### ۱۔ جسمانی عبادت:

وہ عبادت جو جسم سے ادا کی جائے جسمانی عبادت ہے۔ مثلاً نماز، روزہ، جہاد، قیام، رکوع، سجدہ، طواف، حج کے لیے سفر، سعی، رجم، حجر اسود کو چومنا، کعبہ کی طرف جاتے اور پلٹتے ادب کو ملحوظ خاطر رکھنا، رفع حاجت کے وقت کعبہ کا خیال رکھنا، کعبہ کو سالانہ غسل دینا، مسجدوں کے متعلق جملہ امور یعنی تعمیر، روشنی، صفائی، اعتکاف اور مسجدوں سے دل لگانا وغیرہ سب چیزیں جسمانی عبادت میں شامل ہیں۔ ہر قسم کی جسمانی عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لائق ہے اور یہ جسمانی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں۔ نماز کے لیے دیکھیے (الانعام: ۱۶۲، ۱۶۳) قیام کے لیے (البقرہ: ۲۳۸) رکوع اور سجدہ کے لیے (الحج: ۷۷) طواف اور اعتکاف کے لیے دیکھیے (البقرہ: ۱۲۵) لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ سارے کام فوت شدہ بزرگوں کی قبروں یا زندہ بزرگوں کے ساتھ کرتے دیکھے جاسکتے ہیں، یہ لوگ شرک فی العبادت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

### ۲۔ مالی عبادت:

جیسے حج کا خرچ، زکوٰۃ، صدقہ، قربانی، نذر، فطرانہ، جہاد میں خرچ کرنا، قربانی یعنی اللہ کی راہ

میں ہر قسم کا مال خرچ کرنا مالی عبادات میں شامل ہے۔ ہر قسم کی (فی سبیل اللہ) مالی عبادت اللہ کے لیے مخصوص ہے۔ (الانعام: ۱۶۲، ۱۶۳، البقرة: ۱۷۷، ۱۹۰، ۱۹۵ تا ۲۰۳) ذبح و قربانی وغیرہ اللہ ہی کے لیے خاص ہے: ”اے نبی! اپنے رب کے لیے نماز پڑھا کرو اور قربانی دیا کرو۔“ (الکوش: ۲) نذر و نیاز، منت، چڑھاوا وغیر اللہ کے نام حرام ہے۔ یہ مشرکوں کا کام ہے۔ نذر اللہ کے لیے ہے: ”اے پروردگار! جو (بچہ کہ) میرے پیٹ میں ہے میں اس کو تیری نذر کرتی ہوں، اس لیے دنیا کے کاموں سے آزاد رکھوں گی۔“ (آل عمران: ۳۵) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”جس نے یہ نذر مانی کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے گا، چاہیے کہ اللہ کی اطاعت کرے اور جس نے یہ نذر مانی کہ وہ اللہ کی نافرمانی کرے گا تو وہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔ [بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب النذر فیما ..... الخ: ۶۶۹۶، ۶۷۰۰] غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے والا لعنتی ہے۔ [مسلم، کتاب الأضاحی، باب تحريم الذبح لغير الله ..... الخ: ۱۹۷۸]

لیکن افسوس ہے کہ آج کے کچھ کلمہ گو غیر اللہ کے نام پر کیا کیا چڑھاوے چڑھا رہے ہیں۔ لاہور میں علی ہجویری کی قبر پر اور دوسرے لاتعداد آستانوں پر کیا ہو رہا ہے اور جو چار قسم کی عبادتیں قرآن اور صحیح حدیث سے ثابت ہیں اور جو اللہ کا حق ہیں وہی ان قبروں پر کر رہے ہیں، یہ جلی یعنی ظاہر شرک ہے۔

### ۳۔ قلبی عبادت:

جیسے خوف الہی، توکل، ڈر، امید، رغبت، خشوع و خضوع یعنی جن چیزوں کا دل سے تعلق ہے یہ قلبی عبادت میں شامل ہیں۔ قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر یہ بات ہے اور قرآن مجید میں ہے کہ سب انبیائے کرام (ﷺ) اپنی امتوں سے یہی کہتے رہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ (الشعراء: ۱۰۸، ۱۱۰) اور جب ہم گہری نظر سے قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ سب آیات قرآنی کے لیے اللہ تعالیٰ کا خوف بمنزلہ چکی کے ہے، اس کی لٹھ پر ہی تمام آیات گھومتی ہیں اور جو لوگ اللہ سے بن دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لیے آخرت میں بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ (الملک: ۱۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے اور یہ لوگ تجھ کو اللہ کے سوا دوسروں کا ڈر بتلاتے ہیں اور بات یہ ہے کہ جن کو اللہ گمراہ کر دے اس کا

کوئی ہادی نہیں۔“ (الزمر: ۳۶) ”اور کیا آپ کو دو جھگڑنے والوں کی خبر بھی پہنچی جب وہ عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر آئے جب وہ داؤد (علیہ السلام) کے پاس آئے تو وہ ان سے گھبرایا۔ کہا ڈرو نہیں، دو جھگڑنے والے ہیں، ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، پس آپ ہمارے درمیان انصاف کا فیصلہ کیجیے اور بات کو دور نہ ڈالیے اور ہمیں سیدھی راہ پر چلائیے۔“ (ص: ۲۲، ۲۱)

ڈرنے کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ ایک تو وہ دروازے کے بجائے دیوار چڑھ کر اندر آئے، دوسرا انھوں نے اتنا بڑا اقدام کرتے ہوئے بادشاہ وقت سے خوف محسوس نہیں کیا۔ ظاہری اسباب کے مطابق خوف والی چیز سے خوف کھانا انسان کا ایک طبعی تقاضا ہے۔ یہ منصب و کمال نبوت کے خلاف ہے نہ توحید کے منافی۔ توحید کے منافی غیر اللہ کا وہ خوف ہے جو ماورائے اسباب ہو۔ یہی مضمون طہ (۶۳ تا ۶۸) میں سیدنا موسیٰ (علیہ السلام) کے متعلق بھی بیان ہوا ہے۔ اللہ پر توکل یعنی اللہ پر بھروسہ کرنا اور اس کو اپنا کارساز سمجھنے کو ایمان اور اسلام کا لازمی نتیجہ قرار دیا گیا ہے۔ (یونس: ۸۴۔ ہود: ۱۲۳) اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل یعنی کارساز بنا لو، وہ مشرق اور مغرب کا مالک ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پس اسی کو کارساز بنا لو، کیونکہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (المرزل: ۹) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کو وکیل یعنی کارساز سمجھنا معبود سمجھنے کے مترادف قرار دیا گیا۔ رضا، صبر، فضل، خوف، امید، بھروسہ، توکل کے لیے مزید حوالہ جات (البقرہ: ۱۰۷، ۲۱۸، ۲۲۰۔ آل عمران: ۱۲۴، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۷۳)

### ۴۔ زبانی عبادت:

یاد رہے کہ جس قوم نے بھی شرک کیا اس نے ضرور شرک فی العبادت کیا مثلاً قوم نوح (الأعراف: ۵۹)، قوم ہود (الأعراف: ۶۵، ۷۰)، قوم صالح (الأعراف: ۷۳)، قوم شعیب (الأعراف: ۸۵) اور عیسائی و یہودی (جس کا تفصیل کے ساتھ پہلے ذکر ہو چکا ہے) کسی نبی نے بھی لوگوں کو اپنی بندگی کا سبق نہیں پڑھایا بلکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حکم دیا کیونکہ غیر اللہ کی بندگی کا حکم کرنا کفر ہے۔ (آل عمران: ۷۹، ۸۰) لہذا توحید فی العبادت کو قرآن و حدیث کی روشنی میں سمجھنا از حد ضروری ہے، تاکہ توحید فی العبادت پر عقیدہ اور عمل ہو اور شرک فی العبادت کو بھی قرآن اور حدیث کی روشنی میں سمجھنا از بس ضروری ہے، تاکہ شرک فی العبادت سے بچا جاسکے۔ زبانی عبادت یا لسانی

عبادت اس میں دعا، ذکر، تسبیح، حمد، شکر، استعانت یعنی مدد مانگنا، استعاذہ یعنی پناہ مانگنا وغیرہ شامل ہیں اور یہ چیزیں اللہ کے لیے مخصوص ہیں، اس میں وہ تمام اذکار شامل ہیں جن کے کرنے کا حکم قرآن و حدیث میں آیا ہے۔ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی وغیرہ کے موقع پر جملہ اذکار و تسبیح و تحمید، اس میں وہ اذکار شامل ہیں جن میں سبحان اللہ اور الحمد للہ کے الفاظ آئے ہیں اور انہیں مختلف مواقع پر پڑھنے کا حکم ہے، اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرتے وقت اس کا شکر ادا کرنا بھی عبادت میں شامل ہے۔ (النحل: ۱۱۴۔ البقرة: ۱۷۲، ۵۳) اور استعانت سے مراد بغیر اسباب کے مدد صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگی جاسکتی ہے اور یہ عبادت کا جزو ہے۔ (الفاتحہ: ۴) اس کی تفصیل ابھی دعا کی بحث میں آرہی ہے۔ استعاذہ یعنی پناہ مانگنا بغیر سبب کے، استعاذہ یعنی پناہ صرف اللہ ہی سے مانگی جاسکتی ہے۔ (العلق)

دعا یعنی پکارنا، مانگنا، بلانا:

اب ہم دعا کے بارے میں تفصیلی گفتگو کریں گے۔ دعا اور اس کے متعلق جو الفاظ ”دعو“ سے نکلے ہیں ان کے معنی ہیں بلانا، مانگنا یا پکارنا یا دعا مانگنا۔ اس سلسلہ میں قرآن و حدیث سے چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

- ۱۔ نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، کچھ شک نہیں کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (المائدہ: ۲)
- ۲۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کا فرمان ہے:

”جو دوسروں کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔“ [مسلم، کتاب الذکر

والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوة..... الخ: ۲۶۹۹]

فرمایا: ”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔“

[مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم ظلم المسلم و خذله..... الخ: ۲۵۶۴]

- ۳۔ قرآن کریم میں ہے: ”وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے جب تم لوگ دور بھاگ رہے تھے اور کسی کو پیچھے پھر کر نہیں دیکھتے تھے اور رسول تمہارے پیچھے کھڑے پکار رہے تھے۔“ (آل عمران: ۱۵۳) (یہاں لفظ ”یدعو“ ہے، احمد رضا خاں صاحب نے ترجمہ ”پکارنا“ کیا) اور

فرمایا: ”کہنے لگی کہ میرے باپ آپ کو بلا رہے ہیں، تاکہ آپ نے ہمارے جانوروں کو جو پانی پلایا ہے اس کی اجرت آپ کو دے۔“ (القصص: ۲۵) (یہاں احمد رضا خاں صاحب نے ”یدعو“ کا ترجمہ ”بلاتا ہے“ کیا ہے)

۴۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے کہا: ”اے میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات دن تیری طرف پکارا۔“ (نوح: ۵) (یہاں ”دعو“ کا ترجمہ احمد رضا خاں صاحب نے ”بلایا“ کیا)

۵۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: ”اور بے شک مسجدیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں پس تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔“ (الحج: ۱۸) اور فرمایا: ”نہ پکارو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو۔“ (القصص: ۸۸) اور فرمایا: ”اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا ایسے کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے اور وہ تو ان کی پکار سے بے خبر ہیں۔“ (الاتحاف: ۵) اور فرمایا: ”ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔“ (الفتح: ۴) اور قرآن مجید میں مندرجہ ذیل مقامات پر غیر اللہ کو پکارنا شرک یا کفر یا غیر اللہ کی عبادت قرار دیا گیا ہے۔ (النساء: ۱۱۶، ۱۱۷، الانعام: ۴۰، ۴۱، ۵۶، ۶۳، ۶۴، ۷۱، الحج: ۲۰) التحیات اور قرآن مجید میں جگہ جگہ ان چار عبادتوں کا ذکر ہے، تفصیل گزر چکی ہے۔

میں نے جو دلائل (۳ تا ۴) پیش کیے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی مدد کرنا ضروری ہے اور مدد مانگنا ضروری ہے اور اسی طرح ایک دوسرے کو کسی ضرورت میں پکارنا اور آواز دینا بھی جائز ہے اور نمبر ۵ کے تحت جو دلائل لکھے ہیں ان سے معلوم ہو رہا ہے کہ مدد صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنی چاہیے اور صرف اسی کو پکارنا چاہیے اور غیر اللہ سے مدد مانگنا اور غیر اللہ کو پکارنا کفر و شرک اور گمراہی ہے۔

### خلاصہ بحث:

کسی سے اسباب و وسائل کے تحت مدد طلب کرنا اور اسے پکارنا شرک نہیں ہے اور کسی کو اسباب و وسائل سے برتر اور بے نیاز سمجھ کر مدد طلب کرنا یا پکارنا شرک ہے کیونکہ اسباب و وسائل سے برتر و بالا ہو کر مدد کرنے اور پکارنے والے کی داد رسی کرنے کی قدرت رکھنے والا اور پکارنے والے کی پکار کا جواب دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔



اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو آیتیں پکار والی ہیں کہ غیر اللہ کو پکارنا جائز نہیں، کیا یہ بتوں کے بارے میں ہیں؟ تو اس سلسلہ میں معمولی سمجھ بوجھ والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ قرآن مجید میں جہاں بھی ”الا اللہ“ یعنی اللہ کے سوا، یا ”الا هو“ یعنی اس کے سوا آئے گا وہاں وہ چیز اللہ کے لیے مخصوص ہو جائے گی اور اللہ کے سوا باقی تمام مخلوق عرش سے فرش تک کی نفی ہو جائے گی، صرف بتوں ہی کی نفی نہ ہوگی مثلاً ”لا إله إلا اللہ“ یعنی کلمہ میں اللہ تعالیٰ کا اثبات ہے اور باقی سب مخلوق کی نفی ہے حتیٰ کہ کسی بڑے سے بڑے پیغمبر کی بھی عبادت نہیں ہو سکتی۔ جو شخص کسی پیغمبر کی بھی عبادت کرے گا وہ کافر اور مشرک ہو جائے گا، جس میں سرفہرست غیر اللہ کو پکارنا شامل ہے، جیسا کہ عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بندگی کی اور وہ کافر اور مشرک ٹھہرے۔ قرآن اس پر گواہ ہے۔ عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بندگی کی (المائدہ: ۷۲ تا ۷۷) اور عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو گرجوں میں پکارا۔ (الجن: ۲۰ تا ۲۱) ان باتوں کی تفصیل ”کیا امت مسلمہ شرک کر سکتی ہے؟“ کے تحت پہلے آچکی ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں جہاں جہاں ”من دون اللہ“ یعنی اللہ کے سوا، یا ”من دونہ“ یعنی اس کے سوا آئے گا وہ چیز اللہ کے لیے مخصوص ہو جائے گی اور باقی تمام مخلوق عرش سے فرش تک کی نفی ہو جائے گی، صرف بتوں ہی کی نفی نہ ہوگی۔ مثلاً المائدہ (۷۲ تا ۷۷) جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں جہاں ”غیر اللہ“ یا ”غیرہ“ آئے گا تو وہاں وہ چیز اللہ کے لیے مخصوص ہو جائے گی اور باقی سب مخلوق عرش سے فرش تک کی نفی ہو جائے گی، صرف بتوں ہی کی نفی نہ ہوگی۔ مثلاً الأنعام (۱۳، ۴۰، ۴۶) قرآن مجید میں اور بے شمار جگہ یہی بات آئی ہے اور یہی بات ”مع اللہ“ یا ”معه“ (یعنی اللہ کے ساتھ یا اس کے ساتھ) (مثلاً الجن: ۱۸-۱۹، الأنعام: ۹۶) کے لیے ہے اور یہی بات ”أحدًا“ کے لیے ہے مثلاً: (الجن: ۱۸، ۲۰، ۲۲) یہی بات ”شَيْئًا“ کے لیے ہے۔ (مثلاً الأنعام: ۱۵۱- یوسف: ۳۸، ۳۹- النور: ۵۵ وغیرہ) اور یہی بات ”خالق“ کے لیے ہے۔ (مثلاً النحل: ۲۰- الأحقاف: ۳، الأعراف: ۱۸۹ تا ۱۹۹) اور یہی بات ”آخر“ کے لیے ہے۔ (الحجر: ۹۶)

مندرجہ بالا آیات سے یہ بات واضح ہے کہ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنے والی آیات بتوں کے لیے نہیں بلکہ یہ سب مخلوق کے لیے ہیں، ان میں سب مخلوق کی نفی ہے، کیونکہ یہ مندرجہ بالا الفاظ کے ساتھ قرآن مجید میں مذکور ہیں۔

اس کے علاوہ یہ بھی یاد رہے کہ بخاری شریف میں درج ہے کہ قوم نوح اور مکہ کے مشرک جن بتوں کی پوجا کرتے تھے وہ بزرگوں اور نبیوں کے تھے، وہ لوگ محض اتنے بھی پاگل نہ تھے کہ پتھروں کے بت بنا کر ان کی پوجا کرتے بلکہ بزرگوں اور نبیوں کے بت بناتے تھے اور یہ کہ خانہ کعبہ میں ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے بت تھے۔ [بخاری، کتاب الحج، باب من کبر فی نواحی الکعبۃ : ۱۶۰۱ - ۴۲۸۸] اور یہ کہ خانہ کعبہ میں ابراہیم علیہ السلام اور بی بی مریم کے بت تھے۔ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبياء، باب قول الله تعالى ﴿ واتخذ الله إبراهيم..... الخ ﴾ : ۳۳۵۱] اور یہ کہ لات اور عزریٰ کے بیان میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ لات ایک شخص کا نام تھا جو حاجیوں کے لیے ستوگھولا کرتا تھا۔ [بخاری، کتاب التفسیر (سورة والنجم) باب ﴿ أفرءیتم الات والعزى ﴾ : ۴۸۵۹] اور یہ کہ ود، سواع، یغوث، یعوق، نضر، قوم نوح کے نیک بخت شخص تھے جن کے بتوں کی پوجا کی جاتی تھی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ودا ولا سواعا ولا یغوث و یعوق ﴾ : ۴۹۲۰]

کیا مشرکین صرف بتوں کی عبادت کرتے تھے؟:

سب سے پہلے ان ہستیوں کے بارے میں آیات قرآنیہ ملاحظہ کریں کہ وہ بت تھے یا صالحین

بندے؟:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفِ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۗ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ۗ ﴾ [بنی اسرائیل : ۵۶، ۵۷]

”تم فرماؤ! پکارو انھیں جن کو اللہ کے سوا گمان کرتے ہو تو وہ اختیار نہیں رکھتے تم سے تکالیف دور کرنے اور نہ پھیر دینے کا۔ وہ مقبول بندے جنھیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ تو خود بھی رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔ اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بے شک تمہارے رب کا عذاب ڈر کی چیز ہے۔“ (ترجمہ احمد رضا خاں بریلوی)

نعیم الدین مراد آبادی اس کی تشریح میں رقمطراز ہیں کہ کفار جب شدید قحط میں مبتلا ہوتے

اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ کتے اور مردار کھا گئے اور سید عالم ﷺ کے حضور میں فریاد لائے اور آپ ﷺ سے دعا کی التجا کی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جب مقرب لوگوں کو خدا مانتے ہو تو اس وقت انھیں پکارا اور وہ تمہاری مدد کریں اور جب تم جانتے ہو کہ وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے تو کیوں انھیں معبود بناتے ہو؟ (حاشیہ نمبر ۱۱) پھر آگے مقبول بندوں کے بارے میں لکھتے ہیں جیسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، سیدنا عزیر علیہ السلام اور ملائکہ (حاشیہ: ۱۱۸)۔ نیز الکہف (۱۰۲) میں بھی انھی ہستیوں کا ذکر کرتے ہیں۔

مولوی احمد رضا خاں کے ترجمہ اور نعیم الدین مراد آبادی کی اس توضیح سے معلوم ہوا کہ مشرکین جن ہستیوں کو پکارتے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول و مقرب بندے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عزیر علیہ السلام اور ملائکہ تھے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

«قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ رَعَيْتُمْ» الْآيَةُ قَالَ: كَانَ أَهْلُ الشِّرْكِ يَقُولُونَ نَعْبُدُ الْمَلَائِكَةَ وَالْمَسِيحَ وَالْعَزِيرَ.

”سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ کے بارے میں فرمایا: ”مشرکین

کہتے تھے کہ ہم فرشتوں، عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں۔“

اسی طرح یہی تفسیر مجاہد رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ (ابن کثیر: ۳۷۳)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، بخاری، نسائی اور طبرانی وغیرہ سے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا ہے:

«كَانَ نَفَرٌ مِّنَ الْإِنْسِ يَعْبُدُونَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ فَاسْلَمَ النَّفَرُ مِنَ الْجِنِّ وَتَمَسَّكَ الْإِنْسِيُّونَ بِعِبَادَتِهِمْ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ»

”انسانوں کا ایک گروہ جنوں کے ایک گروہ کی عبادت کرتا تھا، جنوں کے گروہ نے اسلام قبول کر لیا اور انسانوں نے ان کی عبادت کو تمام لیا تو یہ آیت کریمہ نازل کی۔“

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

«إِنَّهَا نَزَلَتْ فِي الَّذِينَ أَشْرَكُوا بِاللَّهِ تَعَالَى فَعَبَدُوا عَيْسَىٰ وَ أُمَّةً وَعَزِيرًا وَ

الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَالْكَوَاكِبِ) (روح المعانی: ۹۸، ۹۷/۱۵)

”یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا،

سو انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام، ان کی ماں، عزیر علیہ السلام، سورج، چاند اور ستاروں کی عبادت کی۔“

مندرجہ بالا تفسیر سے معلوم ہوا کہ مشرکین عرب صرف بتوں ہی کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ وہ سیدنا عیسیٰ، سیدہ مریم، سیدنا عزیر علیہ السلام، جنوں، فرشتوں، سورج، چاند اور ستاروں کی بھی عبادت و پرستش کرتے تھے، تو یہ آیت کریمہ نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے ان کے عقیدے کی تردید کر دی اور واضح کر دیا کہ یہ ہستیاں دکھ درد دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتیں اور نہ مشکل کشا اور داتا ہو سکتی ہیں۔ جب عیسیٰ و عزیر علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر مشکل و مصیبت دور کرنے کی قوت و طاقت نہیں رکھتے تو پھر علی، جو بری وغیرہ گنج بخش یا داتا کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور معین الدین چشتی وغیرہ کیسے کشتیاں پار لگا سکتے ہیں؟ بابا شاہ جمال کیسے خوبصورت و سرخ لال بیٹے عطا کر سکتا ہے؟

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَقُولُ ءَأَنْتُمْ أَضَلَلْتُمْ عِبَادِي هَؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ۗ قَالُوا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يُنْبِئُنَا لَنَا أَنْ تَنْجِدَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَلٰكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ نَسُوا الذِّكْرَ ۗ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ۗ﴾

[ الفرقان: ۱۷، ۱۸ ]

”اور جس دن اکٹھا کیا جائے گا انہیں (یعنی مشرکین کو) اور جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہیں پھر ان معبودوں سے فرمایا جائے گا کیا تم نے گمراہ کر دیے یہ میرے بندے یا یہ خود ہی راہ بھولے۔ وہ عرض کریں گے پاکی ہے تجھے، ہمیں سزاوار نہ تھا کہ تیرے سوا کسی اور کو مولیٰ بنائیں لیکن تو نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو برتنے دیا یہاں تک کہ وہ تیری یاد بھول گئے اور یہ لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے۔“ (ترجمہ احمد رضا)

یہ معبود عیسیٰ، عزیر (علیہ السلام) اور ملائکہ تھے۔ (مدارک: ۴۳۰/۴ - خازن: ۴۳۰/۴ - بیضاوی: ۲/۱۳۷ - روح المعانی: ۳۲۵/۱۸ - ابن کثیر: ۳۳۳/۳) جیسے فرمایا:

﴿ وَإِذْ قَالَ اللَّهُ لِيُٰسَىٰ ابْنِ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمَّيَّ إِلٰهَيْنِ مِنْ

دُونِ اللّٰهِ ۗ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ۗ اِنْ كُنْتُ فَلْتَهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۗ تَعَلَّمْ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۗ اِنَّكَ اَنْتَ عَلٰمُ الْغُيُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِيْ بِهٖ اِنْ اَعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۙ ﴿۱۱۶، ۱۱۷﴾

”اور جب اللہ تعالیٰ کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو دو الہ بنا لو؟ تو وہ جواب میں عرض کریں گے کہ سبحان اللہ! میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا۔ اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو آپ کو ضرور علم ہوتا۔ آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے دل میں ہے۔ آپ ساری پوشیدہ حقیقتوں کے عالم ہیں۔ میں نے ان سے اس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا، یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔“

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِهْوِلٰٓءِ اِيَّاكُمْ كَاَنْتُمْ اَعْبُدُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَاٰتِنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ كَاَنْتُمْ اَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اَكْثَرُهُمْ يٰۤهٰمُ مُّؤْمِنُوْنَ ۝﴾

[سبا: ۴۰، ۴۱]

”اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے کہے گا کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے تیری ذات پاک ہے تو ہی ہمارا کارساز ہے ان کے علاوہ بلکہ یہ جنوں کی عبادت کرتے تھے اور ان میں سے اکثر ان پر ایمان لائے ہوئے تھے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبُدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ۗ اَشْهَدُوْا خَلْقَهُمْ ۗ سَتَلْبَسْ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ ۝ وَقَالُوْا لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ ۗ مَا لَهُمْ بِدٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۙ ﴿۱۹، ۲۰﴾ [الزحرف: ۱۹، ۲۰]

”اور انھوں نے فرشتوں کو جو رحمن کے بندے ہیں، عورتیں ٹھہرایا۔ کیا ان کے بناتے

وقت یہ حاضر تھے۔ اب لکھ لی جائے گی ان کی گواہی اور ان سے جواب طلب ہوگا۔ اور بولے اگر حرم چاہتا ہم انھیں نہ پوجتے۔ انھیں اس کی حقیقت کچھ معلوم نہیں، یونہی اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔“

ان آیات سے معلوم ہوا کہ مشرکین جن کی عبادت کرتے تھے ان میں فرشتے اور جن بھی تھے۔ مشرکین کے معبودوں کے بارے میں فرمایا:

﴿ أَقْرَبَهُمُ اللَّاتُ وَالْعُزَّىٰ ۖ وَمَنْوَةَ الْعَالِيَةِ الْأَخْرَىٰ ۖ ﴾ [النجم: ۲۰، ۱۹]

”اب ذرا بتاؤ! تم نے کبھی اس لات اور اس عزئی اور تیسری ایک دیوی منات کی حقیقت پر کچھ غور بھی کیا ہے؟“

صحیح بخاری میں ہے:

« عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي قَوْلِهِ ﴿اللَّاتُ وَالْعُزَّىٰ﴾ كَانَ اللَّاتُ رَجُلًا يَلْتُ سَوِيْقَ الْحَاجِّ » [بخاری، کتاب التفسیر، باب أفراء یتیم اللات والعزی: ۴۸۵۹]

”سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لات ایک آدمی تھا جو حاجیوں کے لیے ستو گھولتا تھا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ لات ایک اچھا آدمی تھا۔ اسی طرح عزئی ایک عورت تھی جس کا بت بنا کر مشرکین پوجتے تھے۔ اس عزئی کے بت کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے توڑا تھا۔ [تفسیر ابن کثیر: ۲۶۷/۴، فی النسخة الجديدة: ۳۲۴/۴۔ السنن الكبرى للنسائی، کتاب التفسیر: (۱۱۵۴۷) ۴۷۴/۶، البداية والنهاية: ۲۷۴/۴، ۲۷۵، وفی النسخة الجديدة: ۷۱۲/۴]

سیدنا نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو دعوت توحید دی تو قوم نے کہا:

﴿ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۗ ﴾

[نوح: ۲۳]

”اور انھوں نے کہا ہرگز نہ چھوڑو اپنے معبودوں کو اور نہ چھوڑو ود اور سواع کو اور نہ یغوث و یعوق و نسر کو۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

﴿ اَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِينَ مِنْ نُوحٍ ﴾

[بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ نوح، باب ﴿ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق﴾ : ۴۹۲۰]

”یہ قوم نوح کے نیک آدمیوں کے نام ہیں۔“

مذکورہ بالا آیات مقدمات اور احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ مشرکین عرب جن ہستیوں کو پکارتے اور ان کی عبادت کرتے تھے ان میں اللہ کے نبی، فرشتے اور نیک و صالح افراد بھی تھے۔ نیز قرآن حکیم میں ﴿ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ﴾ کے عموم میں یہ تمام ہستیاں شامل ہیں۔ چند اور آیات ملاحظہ ہوں۔

کیا ﴿ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد صرف بت ہیں؟:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَلُكُمْ فَاَدْعُوْهُمْ فَلَيْسَ بِحَبِيْبٍ لَّكُمْ اِنْ

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝﴾ [الأعراف: ۱۹۴]

”بے شک اللہ تعالیٰ کے علاوہ جنہیں تم پکارتے ہو، وہ تمہاری مثل بندے ہیں، ان سے دعائیں مانگ دیکھو یہ تمہاری دعاؤں کا جواب دیں اگر تم سچے ہو۔“

﴿ وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِيْنَ وَبَنَتْ يَغْيِرُ عِلْمِ طُ سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰى

عَبْتًا يَّصِفُوْنَ ۝﴾ [الأنعام: ۱۰۰]

”اور اللہ کا شریک ٹھہرایا جنوں کو، حالانکہ اس نے ان کو بنایا اور اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیں جہالت سے، پاکی اور برتری ہے اس کو ان کی باتوں سے۔“

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ رَزَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي

الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكِ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظٰلِمٍ ۝﴾ [سبا: ۲۲]

”تم فرماؤ! پکارو انہیں جنہیں اللہ کے سوا سمجھے بیٹھے ہو، وہ ذرہ بھر کے مالک نہیں آسمانوں میں اور زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کچھ حصہ اور نہ اللہ کا ان میں سے کوئی مددگار۔“

تفسیر مدارک (۱۵۹/۵) میں ہے: قوله ﴿ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ﴾ اَى مِنَ الْاَصْنَامِ وَالْمَلَائِكَةِ.

یعنی ﴿ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد بت اور فرشتے ہیں۔ چند ایک مزید آیات ملاحظہ ہوں جن

میں ﴿ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد ذوی العقول ہیں:

﴿ اِتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَالسَّبِيحَةِ ابْنِ مَرْيَمَ وَمَا اُمِرُوا اِلَّا لِيَعْبُدُوْا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ ﴾ [التوبة : ۳۱]

”انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے اور اسی طرح مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ انہیں ایک معبود برحق کے علاوہ کسی کی بندگی کا حکم نہیں دیا گیا۔ وہ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں ﴿ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد علماء، درویش اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں:

﴿ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْبَةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ ۗ ﴾

﴿ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ﴾ [ال عمران : ۷۹]

”کسی انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تو اس کو کتاب، حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے سوا تم میرے بندے بن جاؤ۔“

یہاں ﴿ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں جنہیں کتاب، حکمت اور نبوت جیسی اہم خصوصیات سے نوازا گیا۔

﴿ قُلْ يَاۡهٰٓنِلَ الْكِتٰبِ تَعٰلَوْا اِلٰی كَلِمٰتٍ سَوَآءٍ بَيْنِنَا وَبَيْنِكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُنشِرِكَ بِهٖ شَيْئًا ۗ وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ ۗ ﴾ [ال عمران : ۶۴]

”کہہ دیجیے! اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے علاوہ کسی کو اپنا رب نہ بنائے۔“

یہاں ﴿ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد انسان ہی ہے۔

﴿ اِنْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّا اِنثٰٓءًا ﴾ [النساء : ۱۱۷]

”وہ اللہ کے علاوہ عورتوں کو پکارتے ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں ﴿ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد عورتیں ہیں۔ ان تمام آیات سے واضح ہو گیا کہ ﴿ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد صرف بت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ﴿ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ﴾ میں انبیاء، اولیاء، شہداء، ملائکہ، جن و انسان، شجر و حجر وغیرہ کو شامل کیا ہے۔ اور احمد رضا کے مطابق سورہ یونس



اللہ“ اور ”من دونہ“ سے مراد مخلوق ہے۔  
 اور البقرة (۲۳) اور بنی اسرائیل (۸۸) اور الجن (۲۲) میں سب جگہ ”من دون

مزید ملاحظہ فرمائیں احمد رضا خاں صاحب کے قرآنی ترجمہ مع تفسیر میں سورہ یونس (۱۵، ۱۶، ف: ۳۵ تا ۴۰) میں ”من دون اللہ“ سے مراد تمام مخلوق لکھا گیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ”من دون اللہ“ سے مراد خود محمد رسول اللہ ﷺ بھی ہیں اور سورہ یونس (۳۷، ۳۸، ف: ۹۲ تا ۹۶) میں ”من دون اللہ“ سے مراد ساری مخلوق لکھا ہے اور سورہ النساء (۸۲، ف: ۲۱۲، ۲۱۳) میں تمام مخلوق مراد ہے اور لکھا ہے۔ سورہ المائدہ (۷۶، ف: ۱۹۴) میں ”من دون اللہ“ سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور لکھا ہے۔ سورہ المائدہ (۱۱۶، ف: ۲۸۸) میں ”من دون اللہ“ سے مراد عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ہیں اور لکھا ہے۔ سورہ جن (۲۲، ف: ۴۲) میں ”من دونہ“ سے مراد خود رسول اللہ ﷺ ہیں اور توبہ (۱۶) میں ”من دون اللہ“ سے مراد سب مخلوق ہے اور لکھا ہے۔ شوریٰ (۳۰، ۳۱، ف: ۸۳ تا ۸۵) میں ”من دون اللہ“ سے مراد مومنین ہیں اور لکھا ہے۔ سورہ یونس (۶۷ تا ۶۹، ف: ۱۳۹ تا ۱۵۶) میں ”من دون اللہ“ سے مراد اللہ کے سوا ہر ایک ہے۔ (ف: ۱۵۱) النمل (۲۴، ۲۶، ف: ۳۹ تا ۴۲) میں ”من دون اللہ“ سے مراد اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک ہے۔

اوپر والی بیان کردہ باتیں الفرقان (۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰ تا ۶۲) اور الزخرف (۴۵) اور النجم (۵۷، ۵۸) اور النحل (۸۶) اور بنی اسرائیل (۲) اور الکہف (۱۰۲) کے ترجمہ اور فوائد یعنی تفسیر میں لکھی گئی ہیں۔ واضح رہے کہ ساری کئی سورتوں میں ترجمہ از احمد رضا خاں و تفسیر از مراد آبادی میں بے شمار مقامات پر ﴿ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ﴾ اور ﴿ حِثُّ دُونِهِ ﴾ کے لیے بت کا لفظ بار بار لکھا گیا ہے لیکن توحید الہی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی اللہ کی ذات، صفات، حقوق اور اختیارات میں اللہ کا شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کو اس تفسیر میں بری طرح مجروح کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جو قابل مذمت ہے۔

احمد رضا خان صاحب کا قرآنی ترجمہ اور ان کی دورخی:

اب ہم اس معاملے کی ایک اور زاویہ سے بھی تشریح کرنا چاہتے ہیں۔ احمد رضا خاں صاحب کے قرآنی ترجمے کا تقابلی جائزہ پیش خدمت ہے:

- ۱۔ ﴿قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ [الأنعام: ۵۶]
- ”تم فرماؤ مجھے منع کیا گیا ہے کہ انھیں پوجوں جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔“
- ۲۔ ﴿قَالُوا آيِنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ [الأعراف: ۳۷]
- ”تو ان سے کہتے ہیں کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے۔“
- ۳۔ ﴿وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِلَٰهًا فَلَمَّا بَلَغْتُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا﴾ [بنی اسرائیل: ۶۷]
- ”اور جب تمہیں دریا میں مصیبت پہنچتی ہے تو اس کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو سب غائب ہو جاتے ہیں۔ پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو منہ پھیر لیتے ہو۔“
- ۴۔ ﴿أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ﴾ [الصفات: ۱۲۵]
- ”کیا بعل کو پوجتے ہو اور چھوڑتے ہو سب سے اچھے پیدا کرنے والے کو۔“
- ۵۔ ﴿إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنثًا وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا﴾ [النساء: ۱۱۷]
- ”یہ شرک والے اللہ کے سوا نہیں پوجتے مگر کچھ عورتوں کو اور نہیں پوجتے مگر سرکش شیطان کو۔“
- ۶۔ ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ [الأنعام: ۱۰۸]
- ”اور انھیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے۔“
- ۷۔ ﴿فَمَا آغَدْتُمْ عَنْهُمْ إِلَهُهُمْ الَّذِي يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ لَمَّا جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ﴾ [هود: ۱۰۱]
- ”تو ان کے معبود جنہیں اللہ کے سوا پوجتے تھے ان کے کچھ کام نہ آئے، جب تمہارے رب کا حکم آیا۔“
- ۸۔ ﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ﴾ [النحل: ۲۰]
- ”اور اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور وہ خود بنائے ہوئے ہیں۔“

آپ غور سے ملاحظہ فرمائیں کہ مندرجہ بالا آٹھ آیات میں لفظ ”یدعون“ اور ”تدعون“ کا ترجمہ پکارنے کی بجائے پوجنا کیا۔ اب ہم ان آیتوں کا حوالہ آپ کے سامنے پیش کریں گے جن میں انہی الفاظ یعنی ”تدعون“ اور ”یدعون“ کا ترجمہ احمد رضا خان صاحب نے بار بار ”پکارنا“ کیا، کیونکہ ان کا ترجمہ ”پوجنا“ ممکن نہیں ہے:

۱۔ ﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَعْبَدِ اللَّهَ تَدْعُونَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ﴾

[ الأنعام : ۴۰، ۴۱ ]

”تم فرماؤ! بھلا بتاؤ تو اگر تم پر اللہ کا عذاب آئے یا قیامت قائم ہو، کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے، اگر تم سچے ہو، بلکہ اسی کو پکارو گے۔ تو وہ اگر چاہے جس پر اسے پکارتے ہو اسے اٹھالے اور شریکوں کو بھول جاوے۔“

۲۔ ﴿قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمُ إِذْ تَدْعُونَ﴾ [ الشعراء : ۷۲ ]

”فرمایا کیا وہ تمہاری سنتے ہیں جب تم پکارو۔“

۳۔ ﴿الَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْكُفْرِ يَدْعُونَ إِلَى كُفْرٍ كَبِيرٍ إِلَى كُفْرٍ كَبِيرٍ إِلَى كُفْرٍ كَبِيرٍ﴾

[ آل عمران : ۲۳ ]

”کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا، کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ وہ ان کا فیصلہ کرے۔“

۴۔ ﴿إِذْ تَضَعُونَ وَلَا تَلُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُكُمْ فِي أَحْسَنِ تَأْوِيلِهِ﴾

[ آل عمران : ۱۵۳ ]

”جب تم منہ اٹھائے چلے جاتے تھے اور پیٹھ پھیر کر کسی طرف نہ دیکھتے اور دوسری جماعت میں ہمارے رسول (ﷺ) تمہیں پکار رہے تھے تو تمہیں غم کا بدلا غم دیا۔“

۵۔ ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ﴾

[ الأنعام : ۵۲ ]

”اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں، صبح اور شام، اس کی رضا چاہتے ہیں۔“

۶۔ ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا

تَعَدُّ عَيْنَكَ عَنْهُمْ ﴿

[ الكهف : ۲۸ ]

”اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، اس کی رضا چاہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں۔“

اس طرح اگر ہم ”دعو“ لفظ سے نکلے ہوئے متعلقہ الفاظ کا قرآن میں مزید جائزہ لیں تو یہ بہت سی اور جگہوں پر بھی ہیں۔ اس تقابلی جائزے پر اگر گہری نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ جہاں بھی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنے سے منع فرمایا ہے یا اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنے والوں کو کافر یا مشرک قرار دیا ہے یا فرمایا ہے کہ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنے والے ان کی عبادت کر رہے ہیں وہاں احمد رضا صاحب نے ”دعو“ یعنی پکارنا سے نکلے ہوئے الفاظ کا ترجمہ پکارنا سرے سے کیا ہی نہیں بلکہ پوجنا یا بندگی ترجمہ کیا ہے اور تفسیر میں بت کا لفظ لکھ دیا ہے۔ یعنی لکھا ہے کہ بتوں کی پوجا منع ہے اور اس سے عام مسلمان کو سخت گمراہ کیا ہے کہ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنا منع نہیں ہے صرف بتوں کی پوجا منع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ بلا خوف و خطر اللہ کے سوا دوسروں کو پکار رہے ہیں اور شرک کے مرتکب ہو رہے ہیں اور دوزخ کا ایندھن بن رہے ہیں۔ اگر آپ یہ تقابلی جائزہ خود کرنا چاہیں تو احمد رضا خان صاحب کا قرآنی ترجمہ و تفسیر مراد آبادی سامنے رکھ لیں اور حافظ نذر احمد صاحب کا قرآنی ترجمہ بھی سامنے رکھ لیں، اس کے بعد ہماری نشاندہی کے مطابق دونوں قرآنی تراجم میں وہ مقامات نکال کر جائزہ لے لیں، فرق صاف نظر آ جائے گا۔ یاد رہے کہ حافظ نذر احمد صاحب کا قرآنی ترجمہ تینوں مسالک یعنی بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث کا نظر ثانی شدہ اور متفقہ علیہ ترجمہ ہے، یہ ترجمہ اردو بازار لاہور سے باآسانی دستیاب ہے۔

یاد رہے کہ دعو (یعنی بلانا، پکارنا، مانگنا) سے نکلے الفاظ کا یہی ترجمہ احمد رضا صاحب نے اپنے قرآنی ترجمہ میں بار بار کیا ہے اور اس کا ترجمہ پوجا یا بندگی نہیں ہے اور عبد کا ترجمہ پوجا کرنے والا یا بندگی کرنے والا ہوگا۔ عبد کا ترجمہ بلانے والا، پکارنے والا، مانگنے والا نہیں ہوگا کیونکہ عبد کا معنی بندہ ہے۔ دعو یعنی پکارنا سے نکلے ہوئے الفاظ يدعو، تدعو، ندعو، يدعون، تدعون، دعاء، دعوت وغیرہ اور عبد سے نکلے ہوئے الفاظ تعبد، تبعد، يعبد، تعبدون، يعبدون وغیرہ ہوں گے۔

ترجمہ میں یہ گڑ بڑ احمد رضا صاحب کے قرآنی ترجمہ میں مندرجہ ذیل جگہوں پر کی گئی ہے  
 (النساء: ۱۱۷- الانعام: ۵۶، ۷۱، ۱۰۸- الأعراف: ۲۹، ۳۷، ۱۸۹ تا ۱۹۸ (دو جگہ) ہود: ۱۰۱- الکہف: ۱۴-  
 مریم: ۴۷، ۴۸- العنکبوت: ۲۲- فاطر: ۱۳، ۱۴- الصافات: ۱۲۵- الزمر: ۳۸- المؤمن: ۱۳ تا ۲۰، ۶۰ تا ۶۶،  
 ۷۳- حم السجدہ: ۲۸- الزخرف: ۸۶- الأحقاف: ۴، ۵- الطور: ۲۸- الجن: ۱۸ تا ۲۰- بنی اسرائیل: ۵۷،  
 ۶۷- الحج: ۱۲، ۱۳، ۶۲، ۷۳- یونس: ۱۰۶- النحل: ۲۰، ۸۶- الفرقان: ۶۸، ۷۷- المؤمنون: ۱۱۷- القصص:  
 ۸۸- الشعراء: ۲۱۳- لقمان: ۳۰) اور غضب یہ ہے کہ دعا جو عام فہم لفظ ہے جس کا معنی دعا کرنا، پکارنا  
 یا مانگنا ہے اس لفظ دعا کا معنی بھی (مریم: ۲۸- الفرقان: ۷۷- الاحقاف: ۵) میں پوجا کیا گیا  
 ہے۔ یہ واضح تحریف یعنی ٹیڑھا مطلب نکالنا ہے۔ صرف اپنا عقیدہ درست ثابت کرنے کے لیے  
 اور حیرانی کی بات یہ ہے کہ مندرجہ بالا تمام جگہوں پر شیعہ نے ترجمہ صحیح کیا ہے۔

مندرجہ بالا جگہوں کے علاوہ باقی جگہ ان الفاظ کا ترجمہ بلانا یا پکارنا یا مانگنا یا دعا کیا ہے کیونکہ  
 وہاں مجبوری تھی، خان صاحب والا ترجمہ یعنی بندگی ممکن نہیں تھا۔ (البقرہ: ۲۳، ۶۱، ۶۸، ۷۰ تا ۷۲،  
 ۷۱، ۱۸۶، ۲۶۰، ۲۸۲- ہود: ۶۲، ۱۳- المؤمن: ۱۰، ۲۶، ۴۱، ۴۳ تا ۴۹، ۵۰- یونس: ۱۰، ۱۲، ۲۵، ۳۸،  
 ۴۲، ۸۹- الأعراف: ۵، ۵۵، ۵۶، ۱۳۳، ۱۸۰، ۱۸۹ تا ۱۹۸- ابراہیم: ۹، ۲۲، ۳۰، ۳۹، ۴۰، ۴۳-  
 بنی اسرائیل: ۵۲، ۷۱، ۵۶، ۱۱۰- حم السجدہ: ۵، ۳۱، ۳۳، ۳۹، ۵۱ اور بے شمار اور جگہ) اس کی واضح  
 مثالیں ہیں۔ دراصل احمد رضا صاحب پہلے اپنا من گھڑت عقیدہ بناتے ہیں اور پھر اپنے خود ساختہ  
 عقیدہ کے مطابق قرآن کا ترجمہ غلط کرتے چلے جاتے ہیں، حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ قرآن کو  
 پڑھتے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق اپنا عقیدہ بناتے لیکن یہاں الٹ معاملہ ہوا جیسا کہ  
 آپ دعا یعنی پکارنا کے باب میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دعا مجھ سے مانگو:

﴿ وَقَالَ رَبِّكُمْ اذْعُونِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ

جَهَنَّمَ ذٰلِحِرِيْنَ ﴾ [ المؤمن: ۶۰ ]

”اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ (ف ۱۲۷) بے شک وہ  
 جو میری عبادت سے اونچے کھینچتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہو کر۔“

فائدہ ۱۲۷ کے تحت لکھا ہے حدیث شریف میں ہے کہ دعا کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اور قرآن کریم میں دعا بمعنی عبادت بہت جگہ وارد ہے۔ حدیث شریف میں ہے: «الدعاء هو العبادة» (أبو داؤد وترمذی) اس تقدیر پر آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ تم میری عبادت کرو میں تمہیں ثواب دوں گا۔ (ترجمہ احمد رضا خاں صاحب و تفسیر مراد آبادی) یہاں دعا اور عبادت دونوں صحیح ترجمے کیے نیز دیکھیے الأعراف (۵۶، ۵۵) از احمد رضا خان صاحب۔ فائدہ (۱۰۰) یہاں بھی صحیح ترجمہ دعا کیا اور الرعد (۱۴ تا ۱۶) (صفحہ ۸۲۹) پر لکھتے ہیں: ”اللہ کے سوا کسی سے دعا نہ مانگی جائے۔“ اور صفحہ (۸۲۹) پر مزید لکھتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے۔“ اور قرآن مجید سے اکیس حوالے درج ہیں اور اسی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ ”ہر نفع و نقصان اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔“ اور قرآن سے پانچ حوالے درج ہیں۔

مراد آبادی صاحب نے تفسیر میں لکھا کہ دعا سے مراد عبادت ہے اور بریلوی و شیعہ حضرات دن رات مسجدوں میں اور مسجدوں سے باہر غیر اللہ کو پکار رہے ہیں یعنی بقول مراد آبادی صاحب کے غیر اللہ کی عبادت کر رہے ہیں جو سراسر شرک و کفر ہے۔ دعا کے لیے مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے (البقرۃ: ۱۸۶۔ السجدہ: ۱۶۔ النمل: ۶۲) ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ دعا صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو (اور یہاں احمد رضا خان نے ہر جگہ پکارنا ترجمہ کیا) اور فرمایا کہ میں تمہاری شہ رگ کے بھی قریب ہوں۔ (ق: ۱۶) اور میں ہر چیز جو زمین و آسمان میں کھلی یا چھپی ہے اور دلوں کے بھید بھی جانتا ہوں۔ (التغابن: ۴۔ سبا: ۳۔ فاطر: ۳۸)

اللہ تعالیٰ کو پکارنا اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، جیسا کہ ہم ابھی احمد رضا خان صاحب کے قرآنی ترجمہ و مراد آبادی کی تفسیر سے ثابت کر چکے ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو ان کو تمہاری پکار کا علم نہیں۔ (فاطر: ۱۴۔ الأتحاف: ۶۵) اس سے پہلے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی پتا نہیں کہ اس وقت دنیا میں کیا ہو رہا ہے، نیز فرمایا جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہارے کام نہیں نکال سکتے۔ (فاطر: ۱۴)

اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنا شرک ہے۔ (الأأنعام: ۴۰، ۴۱۔ العنکبوت: ۶۱ تا ۶۶۔ الجن: ۲۰۔ المؤمن: ۴۷، ۴۸) اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارنا کفر ہے۔ (الأعراف: ۳۷ تا ۴۱) غیر اللہ کی عبادت شرک ہے۔ (یونس: ۱۰۴ تا ۱۰۷۔ الزمر: ۶۴ تا ۶۷) اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارنا ان کی

عبادت ہے۔ (المومن: ۶۰ تا ۶۸۔ الأتحاف: ۶۳ تا ۶۴)

اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارنا بیکار ہے، کیونکہ وہ نفع و نقصان کے مالک نہیں۔ (الأنعام: ۷۱۔ یونس: ۱۰۶) فرمایا: ”خالص اللہ کو پکارو۔“ (اعراف: ۲۹۔ مومن: ۱۳، ۶۵، ۶۶) اور فرمایا: ”اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔“ (الجن: ۱۸۔ المؤمنون: ۱۷۔ القصص: ۸۸۔ النمل: ۶۲۔ الشعراء: ۲۱۳۔ الفرقان: ۶۸، ۷۷) ”خالق کی بجائے مخلوق کو نہ پکارو۔“ (الاحقاف: ۲۰۔ الأعراف: ۱۸۹ تا ۱۹۸)

یاد رہے کہ اصحاب کہف اور ان کی قوم کے درمیان بھی یہی جھگڑا تھا کہ قوم دوسروں کو پکارتی تھی اور اللہ کے یہ ولی غیر اللہ کو پکارنے سے انکاری تھے۔ (الکہف: ۱۳ تا ۱۶)

﴿هُوَ الَّذِي يَسِّرُكُمُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلِكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَ تَهَارِيحُهُ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوْا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوْا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ لَئِنِ أُنجِيتْنَا مِنْ هَذِهِ لَنُكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ﴾ [يونس: ۲۲]

”وہ اللہ ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں چلاتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کے موافق ہوا کے ذریعے سے لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ ان سے خوش ہوتے ہیں، ان پر ایک جھونکا سخت ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف سے ان پر موجیں اٹھتی چلی آتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ (برے) آگھرے (اس وقت) سب خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارتے ہیں کہ اگر تو ہم کو اس سے بچالے تو ہم ضرور شکر گزار بن جائیں گے۔“

یعنی پھر وہ دعا میں غیر اللہ کی ملاوٹ نہیں کرتے جس طرح عام حالت میں کرتے ہیں۔ عام حالات میں وہ کہتے ہیں کہ یہ بزرگ بھی اللہ کے بندے ہیں، انہیں بھی اللہ نے اختیارات سے نوازا رکھا ہے اور انھی کے ذریعے سے ہم اللہ کا قرب تلاش کرتے ہیں، لیکن جب اس طرح شدائد میں گھر جاتے ہیں تو یہ سارے شیطانی فلسفے بھول جاتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ یاد رہ جاتا ہے اور پھر صرف اسی کو پکارتے ہیں۔ اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ انسانی فطرت میں اللہ واحد کی طرف رجوع کا جذبہ ودیعت کیا گیا ہے، انسان ماحول سے متاثر ہو کر اس جذبے یا فطرت کو دبا دیتا ہے لیکن مصیبت میں یہ جذبہ ابھر آتا ہے اور یہ فطرت عود آتی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ توحید

فطرت انسانی کی آواز اور اصل چیز ہے، جس سے انسان کو انحراف نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس سے انحراف فطرت سے انحراف ہے جو سرا سر گمراہی ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ مشرکین جب اس طرح مصائب میں گھر جاتے تھے تو وہ اپنے خود ساختہ معبودوں کی بجائے صرف ایک اللہ کو پکارتے تھے۔ چنانچہ سیدنا عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب مکہ فتح ہو گیا تو یہ وہاں سے فرار ہو گئے، باہر کسی جگہ جانے کے لیے کشتی میں سوار ہوئے تو کشتی طوفانی ہواؤں کی زد میں آگئی۔ جس پر ملاح نے کشتی میں سوار لوگوں سے کہا کہ آج اللہ واحد سے دعا کرو، تمہیں اس طوفان سے اس کے سوا کوئی نجات دینے والا نہیں ہے۔ سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے سوچا اگر سمندر میں نجات دینے والا صرف ایک اللہ ہے تو خشکی میں بھی یقیناً نجات دینے والا وہی ہے اور یہی بات محمد ﷺ کہتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے فیصلہ کر لیا اگر یہاں سے میں زندہ بچ کر نکل گیا تو مکہ واپس جا کر اسلام قبول کر لوں گا۔ چنانچہ یہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ [سنن نسائی، کتاب المحاربة (تحريم الدم)، الحکم فی المرتد: ۴۰۷۲]

اسی مفہوم کے لیے دیکھیے ترجمہ مع تفسیر احمد رضا خان صاحب (لقمان: ۲۵ تا ۳۲۔ العنکبوت: ۲۶۱ تا ۲۶۶۔ یونس: ۲۳ تا ۲۸۔ الانعام: ۲۰، ۲۱، ۲۳ تا ۲۵۔ الروم: ۳۰ تا ۳۵۔ الزمر: ۲۱ تا ۲۹) ان سب جگہوں پر احمد رضا خان صاحب نے پکارنا ترجمہ کیا، لیکن افسوس امت محمدیہ کے عوام اس طرح شرک میں پھنسے ہوئے ہیں کہ شداوندِ آلام میں بھی وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے کے بجائے فوت شدہ بزرگوں ہی کو مشکل کشا سمجھتے اور انہی کو مدد کے لیے پکارتے ہیں۔ **فإنا لله و إنا إليه راجعون.**

پکارنے کا معاملہ چونکہ بڑا اہم ہے، اس لیے اس معاملہ پر مکمل اور تفصیلی گفتگو کی ضرورت ہے۔ میرے سامنے اس وقت ”المعجم المفہرس لألفاظ القرآن الکریم“ ہے، یہ دارالمعرفت بیروت لبنان سے چھپی ہے، اس کے مصنف کا نام محمد فواد عبدالباقی ہے، یہ کتاب عربی میں ہے، اور یہ بتاتی ہے کہ قرآن مجید میں فلاں لفظ کتنی دفعہ وارد ہوا ہے اور یہ کس کس سورت اور آیت میں ہے۔ اس کے صفحہ ۳۲۶ تا ۳۳۰ پر ((دعو)) سے بننے والے الفاظ کی مکمل فہرست درج ہے، جس کی تفصیل کچھ یوں ہے، الفاظ کے بعد بریکٹ کے اندر وہ تعداد درج ہے، جتنی تعداد میں یہ لفظ قرآن کے اندر وارد ہوا ہے: دعا (۵) دعا کم (۲) دعانا (۲) دعوا (۶) أدعو (۴) تدع (۴) تدعوا



(۵) تدعون (۱۷) تدعوننا (۲) تدعوننی (۳) تدعوهم (۵) ندع (۲) ندعون (۴) يدع (۵) يدعون (۸) يدعوکم (۴) يدعون (۲۳) ادع (۱۰) ادعوا (۱۴) وغيرهم۔

اور اس کتاب کے صفحہ ۵۶۰ سے ۵۶۵ تک «عبد» سے بننے والے الفاظ کی مکمل فہرست درج ہے جس کی تفصیل کچھ یوں ہے: أعبد (۱۳) تعبدوا (۷) تعبدون (۲۳) نعبد (۷) يعبد (۸) يعبدون (۱۲) أعبدوا (۲۱) العبد (۱۰) العباد (۲۰) عبادك (۷) عبادنا (۱۲) عبادہ (۳۴) عبادی (۱۷) عابدون (۵) عبادتہ (۴) وغيرهم۔

اس سے ثابت ہوا کہ ”دعو“ سے بنے الفاظ (جن کے معنی دعا کرنا، مانگنا، پکارنا ہیں) اور ”عبد“ سے بنے الفاظ (جن کے معنی عبادت، پوجا یا بندگی ہیں) قطعی مختلف ہیں۔

اب ہم وہ آیات درج کرتے ہیں جن کے ترجمہ میں احمد رضا خان صاحب نے گڑ بڑ کی ہے اور جن کی تفصیل اس کتاب میں اس سے پہلے دی گئی ہے۔

وہ آیات جن میں «يدعون» اور «يدعونہ» ہے اور ترجمہ غلط کیا گیا ہے: (النساء: ۱۱۶، ۱۱۷- الأتعام: ۱۰۸- هود: ۱۰۱- النحل: ۱۷ تا ۲۳- بنی اسرائیل: ۵۶، ۵۷- الحج: ۶۱ تا ۶۶- الفرقان: ۶۸- العنکبوت: ۴۲، ۴۱- لقمان: ۳۰ تا ۳۲- الزخرف: ۸۲ تا ۸۹- حم السجدة: ۴۸)

اب ہم وہ آیات درج کرتے ہیں جس میں احمد رضا خان صاحب نے «يدعون» کا درست ترجمہ کیا ہے: (البقرة: ۲۲۱- آل عمران: ۲۳، ۱۰۴، الانعام: ۵۲-۷۱- یونس: ۶۶- یوسف: ۳۳- الانبیاء: ۹۰- الرعد: ۱۳- الکہف: ۲۸- القصص: ۴۱- السجدة: ۱۶- یسین: ۵۷- ص: ۵۱- الدخان: ۵۵- القلم: ۴۲، ۴۳) وہ آیات جن میں «تدعون» ہے اور ترجمہ غلط کیا گیا ہے: (الأنعام: ۵۶- الاعراف: ۳۷، ۱۹۴، ۱۹۷- بنی اسرائیل: ۶۷- مریم: ۴۷ تا ۴۹- الحج: ۷۳، ۷۴- الصافات: ۱۲۵ تا ۱۲۸- الزمر: ۳۸ تا ۴۰- الأخفاف: ۶ تا ۷)

اب ہم وہ آیات درج کرتے ہیں جن میں لفظ «تدعون» کا درست ترجمہ کیا گیا ہے: (ابراہیم: ۹- الأنعام: ۴۰، ۴۱، ۶۳- اشعراء: ۷۲- المؤمن: ۱۰، ۴۱ تا ۴۳ (۳ دفعہ) حم السجدة: ۳۱- محمد: ۳۸- الفتح: ۱۶- الملک: ۲۷)

وہ آیات جن میں «تدع، يدع» آتا ہے، لیکن ترجمہ غلط کیا گیا ہے: (یونس: ۱۰۳ تا

۱۰۹۔ المؤمنون: ۱۱۶، ۱۱۷۔ الشعراء: ۲۱۳۔ القصص: ۸۸)

وہ آیات جن میں (( تدع، يدع )) وغیرہ کا درست ترجمہ کیا گیا ہے: ( فاطر: ۱۸۔ الکہف:

۵۷۔ بنی اسرائیل: ۱۱۔ المؤمن: ۲۶۔ القمر: ۸ تا ۲۶۔ العلق: ۱۷)

وہ آیات جن میں (( ادعو، تدعو، يدعو، ندعو )) وغیرہ ہیں لیکن ترجمہ غلط کیا گیا ہے:

(الأعراف: ۱۹۴۔ النحل: ۸۶۔ الکہف: ۱۴۔ مریم: ۴۷ تا ۴۹۔ الحج: ۱۲، ۱۳۔ الجن: ۱۸ تا ۲۳۔ الأحقاف: ۱:

۶ تا ۲۸۔ الطور: ۲۸)

وہ آیات جن میں ان الفاظ کا درست ترجمہ کیا گیا ہے:

(الأعراف: ۵۵، ۵۶، ۱۸۹ تا ۱۹۸۔ یونس: ۳۸۔ ہود: ۱۳۔ یوسف: ۱۰۸۔ الرعد: ۳۶۔ بنی اسرائیل:

۵۶، ۱۱۰۔ المؤمنون: ۷۳۔ الفرقان: ۱۳، ۱۴۔ فاطر: ۱۳، ۱۴۔ محمد: ۳۵۔ یونس: ۲۵۔ ہود: ۶۲۔ ابراہیم: ۹۔

بنی اسرائیل: ۵۲۔ الزمر: ۸۔ فاطر: ۶۔ بنی اسرائیل: ۷۱)

وہ آیات جن میں (( دعا )) کا لفظ آیا ہے لیکن ترجمہ ٹھیک نہیں کیا: (مریم: ۴۷ تا ۴۹۔ الفرقان:

۷۷۔ الأحقاف: ۶ تا ۱۱)

وہ آیات جن میں (( دعا )) کا صحیح ترجمہ کیا: (البقرة: ۱۷۱۔ آل عمران: ۳۸۔ یونس: ۱۲، ۸۹۔

الرعد: ۱۴۔ ابراہیم: ۳۹، ۴۰۔ بنی اسرائیل: ۱۱۔ مریم: ۴۔ الانبیاء: ۲۵۔ النور: ۶۳۔ الزمر: ۴۹)

قرآن مجید میں پکارنے کے بارے میں بے شمار جگہ ذکر وارد ہوا ہے، لیکن سورۃ فاطر اور سورۃ المؤمن، یہ دونوں سورتیں مکمل طور پر پکارنے کے موضوع پر ہیں، اس لیے ان سورتوں کا ہم یہاں تفصیلی ذکر کریں گے:

سورۃ فاطر میں ((دعو)) سے بننے والے الفاظ کا رضا خانی ترجمہ یہاں درج کیا جاتا ہے:

اس سورت کی آیت (۶) میں لفظ ((یدعوا)) آیا ہے جس کا ترجمہ ”بلاتا ہے“ کیا گیا ہے۔

اس سورت کی آیات (۱۸ تا ۱۳) میں لفظ ((تدعون)) کا ترجمہ ”پوجتے“ کیا گیا ہے اور

((تدعوہم)) کا ترجمہ ”تم انھیں پکارو“ کیا گیا ہے اور ((دعاء کم)) کا ترجمہ ”تمہاری پکار۔“ کیا گیا

ہے اور ((تدع)) کا ترجمہ ”بلانا“ کیا گیا ہے۔

اس سورت کی آیات (۳۸ تا ۴۱) میں لفظ ((تدعون)) کا ترجمہ ”پوجتے“ کیا گیا ہے۔

اب تک آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ مندرجہ بالا تفصیل سے صاف ظاہر ہے کہ جان بوجھ کر ان الفاظ کا غلط ترجمہ کیا گیا۔

سورۃ المؤمن کے ((دعو)) سے بننے والے الفاظ کا یہاں رضا خانی ترجمہ درج کیا جاتا ہے، اس سورت کی آیت (۱۰) میں ﴿تَدْعُونَ﴾ کا ترجمہ ”بلانا“ کیا گیا ہے۔

اس سورت کی آیت (۱۲) میں ﴿دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ﴾ کا ترجمہ ”ایک اللہ کو پکارنا“ کیا گیا ہے۔

اس سورت کی آیت (۱۴) میں ﴿فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ کا ترجمہ ”اللہ کی بندگی کرو، نرے اس کے بندے ہو کر“ کیا گیا ہے۔

اس سورت کی آیت (۲۰) میں ﴿يَدْعُونَ﴾ کا ترجمہ ”پوجتے“ کیا گیا ہے۔

اس سورت کی آیت ۲۶ میں ﴿يَدْعُ﴾ کا ترجمہ پکارنا کیا گیا ہے۔

اس سورت کی آیات (۴۱ تا ۴۳) میں ﴿أَدْعُوكُمْ﴾ دو بار آیا اور ﴿تَدْعُونَنِي﴾ تین بار آیا

اور ﴿دَعْوَةَ﴾ ایک بار آیا، سب کا ترجمہ درست کیا۔

اس سورت کی آیات (۶۰ تا ۷۴) میں ﴿أَدْعُونِي﴾ کا ترجمہ درست کیا اور ﴿فَادْعُوهُ﴾

اور ﴿تَدْعُونَ﴾ اور ﴿ندعوا﴾ کا ترجمہ درست نہیں کیا۔

سورۃ فاطر اور سورۃ المؤمن کی مندرجہ بالا آیات کے جو حوالے ہم نے اوپر دیے آپ خود ہی

اندازہ فرمائیں کہ اس میں دیدہ و دانستہ غلط ترجمہ کیا گیا اور جہاں چاہا درست ترجمہ کر دیا۔ یہ ہے

ان کی دو رخی اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں واضح تحریف۔

ایک اہم نکتہ:

اگر ((دعو)) سے بنے ہوئے الفاظ کا ترجمہ عبادت مان لیا جائے تو وہ دو احادیث جن کا اس

تفسیر میں المؤمن (۶۰، ف، ۱۲۷) اور الاعراف (۵۵-۵۶، ف، ۱۰۰) میں ذکر ہے، ان کا ترجمہ اور

تفصیل کچھ یوں ہوگی:

((الِدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ)) (ابو داؤد و ترمذی)

ان کے کہنے کے مطابق ترجمہ یوں ہوگا ”عبادت عبادت ہے“ اور دوسری حدیث: ((الِدُّعَاءُ

مُعْخُ الْعِبَادَةِ)) (ترمذی) کا ان کے کہنے کے مطابق ترجمہ یوں ہوگا ”عبادت عبادت کا مغز ہے۔“

مفسر

ظاہر ہے یہ معنی بے معنی ہیں اور ان دو حدیثوں کا درست ترجمہ یہ ہوگا: ”پکارنا ہی عبادت ہے۔“ اور دوسری حدیث کا صحیح ترجمہ یہ ہوگا: ”پکارنا عبادت کا مغز ہے۔“

اور مراد آبادی صاحب کی تفسیر المؤمن (۶۰، ف ۱۲۷) اور الاعراف (۵۵، ۵۶، ف ۱۰۰) میں یہ بھی لکھا ہے کہ ”دعا عبادت ہے۔“ یہ قرآن میں بہت جگہ وارد ہوا ہے۔

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات کلی طور پر ثابت ہوگئی کہ جو غیر اللہ کو پکارتا ہے وہ غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے، اس طرح غیر اللہ کو پکارنے والا شرک فی الحکم کر رہا ہے۔ کیونکہ اس نے نہ اللہ کی مانی نہ رسول اللہ ﷺ کی اس سلسلہ میں مانی۔ وہ شرک فی الذات بھی کر رہا ہے۔ کیونکہ عبادت اللہ کے سوا صرف اس کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی ذات میں سے نکلا ہو۔ (الزخرف: ۸۱) اور کسی کی بھی اللہ کے سوا عبادت نہیں ہو سکتی۔ وہ شرک فی الصفات بھی کر رہا ہے، کیونکہ اس نے اللہ کی صفت غیر اللہ میں رکھ دی۔ وہ شرک فی العلم بھی کر رہا ہے، کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میں جو غیر اللہ کو پکار رہا ہوں وہ ہستی میرے پکارنے کا علم رکھتی ہے، حالانکہ اللہ قریب ہے، یہ قرآن میں ہے اور کوئی قریب نہیں ہے۔ (البقرہ: ۱۸۶۔ ہود: ۱۲۳۔ سبأ: ۵۰) وہ شرک فی العبادت بھی کر رہا ہے، کیونکہ پکارنا عبادت ہے، اس طرح غیر اللہ کو پکارنے والا ”لا الہ الا اللہ“ ہی کا منکر ہو گیا اور وہ اسلام سے خارج ہو گیا، کیونکہ کلمہ پڑھ کر وہ اسلام میں داخل ہوا، جب اس نے غیر اللہ کو پکارا تو اس نے غیر اللہ کی عبادت کی، اس طرح وہ ”لا الہ الا اللہ“ کا منکر ہو گیا، کیونکہ کلمہ کا مطلب ہے اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں۔

قرآن عقل استعمال کرنے کی دعوت دیتا ہے، جس فوت شدہ کو ہم غسل دیتے ہیں، کفن پہناتے ہیں، کاندھوں پر اٹھا کر قبر تک لے جاتے ہیں، قبر میں اتارتے ہیں، اس کے اوپر منوں مٹی ڈالتے ہیں، اس کا جنازہ اور اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں پھر اسے ہی پکارنا شروع کر دیتے ہیں، اسے داتا مشکل کشا کہتے ہیں، اسے غوث الاعظم سمجھتے ہیں۔ کیا یہ لوگ اتنی عام سی بات کو بھی نہیں سمجھتے؟ حالانکہ بقول نعیم مراد آبادی صاحب کے جو فوت ہو جائے اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں۔ (دیکھیے تفسیر مراد آبادی: الشعراء: ۸۹، ف ۹۲)

ان کی گڑبڑ کے کچھ مزید نکات :

﴿ وَسَخَّرَ لَكُمْ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنَّجْمُوسَ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ وَمَا ذَرَأْنَا لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاجِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَأَنْفَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِي أَنْ يُمَيِّدَ بِكُمْ وَأَنْهَارًا وَسُبُلًا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ وَعَلَيْتُ بِاللَّجْجِ هُمْ يَهْتَدُونَ ۝ أَكَمَّنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝ وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَعَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۝ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝ أَمْوَاتٌ غَيْرٌ أَحْيَاءُ ۝ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ۝ إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ ۝ فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُمْ مُنْكَرَةٌ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ۝ لَا جَرَمَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ ۝ ﴾ [النحل: ۱۲ تا ۲۳]

”اور اس نے تمہارے لیے مسخر کیے رات اور دن اور سورج اور چاند، اور ستارے اس کے حکم کے باندھے ہیں، بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کو (ف ۱۸) اور وہ جو تمہارے لیے زمین میں پیدا کیا رنگ برنگ (ف ۱۹) بے شک اس میں نشانی ہے یاد کرنے والوں کو اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے دریا مسخر کیا (ف ۲۰) کہ اس میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو (ف ۲۱) اور اس میں سے گہنا نکالتے ہو جسے پہننے ہو (ف ۲۲) اور تو اس میں کشتیاں دیکھے کہ پانی چیر کر چلتی ہیں اور اس لیے کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور کہیں احسان مانو اور اس نے زمین میں لنگر ڈالے۔ (ف ۲۳) کہ کہیں تمہیں لے کر نہ کاٹنے اور ندیاں اور رستے کہ تم راہ پاؤ (ف ۲۳) اور علامتیں (ف ۲۵) اور ستارے سے وہ راہ پاتے ہیں (ف ۲۶) تو کیا جو بنائے (ف ۲۷) وہ ایسا ہو جائے گا جو نہ بنائے (ف ۲۸) تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہ کر سکو گے (ف ۲۹) بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے (ف ۳۰) اور اللہ جانتا ہے (ف ۳۱) جو چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو

اور اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں (ف ۳۲) وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور (ف ۳۳) وہ خود بنائے ہوئے ہیں (ف ۳۴) مردے ہیں (ف ۳۵) زندہ نہیں اور انھیں خبر نہیں کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔ (ف ۳۶) تمہارا معبود ایک معبود ہے۔ (ف ۳۷) تو وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل منکر ہیں (ف ۳۸) اور وہ مغرور ہیں (ف ۳۹) فی الحقیقت اللہ جانتا ہے جو چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں، بے شک وہ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا۔“

مندرجہ بالا آیات اور ترجمہ کو بار بار غور سے پڑھیں، ان آیات کے ترجمے اور تفسیر میں زبردست گڑبڑ اور تحریف کی گئی ہے۔

۱۔ ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان پر یہ یہ نعمتیں کی ہیں۔

۲۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت اور وحدانیت بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاعل و مختار ہے اور اس کو سب قدرت و اختیار حاصل ہے اور تم ایسے خالق و مالک کی عبادت چھوڑ کر کسی بھی اور کو مت پکارو کیونکہ وہ اکیلا معبود ہے، خالق کو پکارو، مخلوق کو نہ پکارو، کیونکہ خالق نے سب کو پیدا کیا، مخلوق کچھ پیدا نہیں کر سکتی۔

ان واضح آیات کے باوجود رضا خانی ترجمہ مع تفسیر میں جو کچھ تحریف کی گئی ہے وہ درج ذیل ہے:

(۱) یہاں ”خلق“ سے نکلے ہوئے چار الفاظ ہیں: ((يَخْلُقُ (دو مرتبہ) يَخْلُقُونَ، يُخْلَقُونَ)) ان کا ترجمہ پیدا کرنا ہے لیکن اس ترجمہ میں پیدا کرنے کی بجائے ”بنانا“ ترجمہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا کہ میں نے سب کچھ پیدا کیا، کوئی اور ہستی کچھ پیدا نہیں کر سکتی، لہذا مجھے پکارو، میری عبادت کرو لیکن یہاں بنانا ترجمہ چار دفعہ لکھ کر تفسیر میں بت لکھ دیا اور مطلب یہ نکالا کہ بت کچھ نہیں بنا سکتے اور اللہ تعالیٰ کی ان آیات کا مطلب ساری مخلوق کی طرف سے پھیر کر بتوں کی طرف کر دیا کہ بت کچھ نہیں کر سکتے، حالانکہ ہر ذی شعور شخص ان آیات سے یہ مطلب آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ ان آیات میں بیان کردہ اللہ کی صفات اللہ کے سوا اور کسی میں نہیں۔ (۲) یہاں ((يدعون)) کا لفظ بیان ہوا ہے جس کا معنی ہے پکارنا اور اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں، مردے ہیں، زندہ نہیں اور انھیں خبر نہیں کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔ یہ آیات فوت شدہ مخلوق کو پکارنے کی صاف نفی کر رہی ہیں لیکن یہاں اس بات کا ذکر تک نہیں اور محض بتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو سراسر

تحریف ہے۔ (۳) تیسری بات یہ ہے کہ ان آیات میں ﴿يَذُوقُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ وارد ہوا ہے یعنی اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں۔ ہم «مِنْ دُونِ اللَّهِ» کے باب میں نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں کہ احمد رضا خانی قرآن ہی میں «مِنْ دُونِ اللَّهِ» سے مراد ساری مخلوق ہے، جس میں انبیاء بھی شامل ہیں لیکن یہاں «مِنْ دُونِ اللَّهِ» کی تفسیر میں بت لکھ دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ان آیات میں ساری مخلوق کی نفی فرما رہا ہے لیکن یہ صاحب صرف بتوں کی نفی کر رہے ہیں جو واضح تحریف ہے۔

بالکل اسی طرح کی تحریفیں الفاطر (۳۸ تا ۴۱)، الأحقاف (۶ تا ۱۱) اور الأعراف (۱۸۹ تا ۱۹۸) میں بھی کی گئی ہیں، آپ خود مطالعہ کر سکتے ہیں۔ سورہ یونس (۱۰۳ تا ۱۰۶) میں «تَدْعُ» کا ترجمہ بندگی کیا، باقی ترجمہ و تفسیر بالکل درست کیا، ان آیات کو پڑھ کر اوپر والی تحریف صاف سمجھ آ رہی ہے۔ یاد رہے کہ اوپر والے چار حوالے جب آپ قرآن مجید میں ترجمے کے ساتھ پڑھیں گے تو یہ بات بالکل عیاں ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کے دلائل دے کر فرمایا کہ صرف میری عبادت کرو، صرف مجھے پکارو، مخلوق کو نہ پکارو۔

اور مندرجہ ذیل مقامات پر بھی تحریف کی گئی ہے: (الرؤم: ۲۸ تا ۳۰، ف: ۸۷، ۸۸۔ سبا: ۲۲ تا ۲۷ مع فوائد۔ فاطر: ۱ تا ۴، فوائد: ۱۰۲ تا ۱۰۹۔ الزمر: ۲۹ تا ۳۶، الشوریٰ: ۱ تا ۱۲ مع فوائد)

یاد رہے کہ احمد رضا خانی ترجمہ میں مندرجہ ذیل جگہوں پر «خلق» «پیدا کرنا» سے نکلے ہوئے الفاظ کا بار بار «پیدا کرنا» ترجمہ کیا گیا ہے۔ چند جگہوں کی نشاندہی یہ ہے: (البقرہ: ۲۲۸، ۲۱، ۱۶۴۔ آل عمران: ۴۷، ۱۹۰، ۱۹۱۔ الأنعام: ۲، ۹۳، ۱۰۱۔ الأعراف: ۱۱، ۵۳، ۱۸۹۔ الرؤم: ۲۰، ۲۲، ۳۰) اور بہت سی اور بھی جگہ۔

دلچسپ امر یہ ہے کہ ان کے ترجمے میں «خلق» سے نکلے ہوئے الفاظ میں کئی جگہ پیدا کرنا بھی ترجمہ کر دیا ہے اور بنانا ترجمہ بھی کر دیا ہے، لیکن اپنے مطلب اور عقیدے کے مطابق۔ مثلاً الأعراف (۱۸۹ تا ۱۹۸) میں دونوں ترجمے کیے ہیں، آپ خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

”دعو“ الفاظ کے ترجمہ میں احمد رضا خانی قرآن کے تضادات:

۱۔ الفاظ سب پکارنا ترجمہ بھی سب پکارنا کیا۔ (الأنعام: ۳۰، ۴۰۔ الرعد: ۱۳ تا ۱۶۔ بنی اسرائیل: ۱۱۰،

ف ۲۳۰۔ الروم: ۲۵ تا ۳۳۔ البقرة: ۱۸۶، ۲۲۱۔ القصص: ۶۴۔ الکہف: ۵۲، المؤمن: ۴۱ تا ۴۳۔  
فاطر: ۱۴۔ القمر: ۶۔ الشعراء: ۷۲۔ الکہف: ۵۲، ۲۸۔ الاحقاف: ۳۱۔ ۳۲۔ الزمر: ۸۔ العلق: ۱۷۔  
۱۸۔ الفرقان: ۱۳۔ ۱۴۔ القلم: ۴۲، ۴۳)

۲۔ عبادت اور پکارنا دونوں الفاظ وارد ہوئے، ترجمہ صرف بندگی کیا۔ (الانعام: ۵۶۔ یونس: ۱۰۴ تا ۱۰۷۔ الکہف: ۱۴ تا ۱۶، ف ۱۹۔ الشعراء: ۲۱۳۔ القصص: ۸۸۔ المؤمن: ۶۵، ۶۶۔ المؤمنون: ۱۱۶، ۱۱۷۔ الفرقان: ۶۸۔ ہود: ۱۰۱۔ الفرقان: ۶۸)

۳۔ لفظ دونوں پکارنا وارد ہوئے، ترجمہ دونوں کا بندگی کیا۔ (الاحقاف: ۶ تا ۱۸، الجن: ۲۰ تا ۲۸، مریم: ۴۸)۔  
۴۔ عبادت اور پکارنا دونوں الفاظ وارد ہوئے، ترجمہ بھی عبادت اور پکارنا کیا۔ (الرعد: ۳۶۔ النحل: ۶۲۔ سورہ یونس: ۶۲)

۵۔ لفظ دونوں پکارنا وارد ہوئے ایک کا ترجمہ بندگی کیا اور ایک کا پکارنا کیا۔ (الانعام: ۷۱۔  
بنی اسرائیل: ۵۶، ۵۷۔ بنی اسرائیل: ۶۷، ف ۱۴۸۔ لقمان: ۳۵ تا ۳۲۔ القصص: ۸۷، ۸۸۔  
الاعراف: ۱۸۹ تا ۱۹۸)

اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ سے فرمایا کہ میرے بندوں کو نہ پکارو، اگر تم سچے ہو تو ان کو پکارو وہ تمہیں جواب دیں۔ (الاعراف: ۱۸ تا ۱۹۸) اور یہود و نصاریٰ سے فرمایا کہ اپنے نبیوں کو نہ پکارو، دیکھیے رضا خانی ترجمہ مع تفسیر (بنی اسرائیل: ۵۶، ۵۷، ف ۱۱۸، اور الجن: ۱۸ تا ۲۰، ف ۳۸ اور الاعراف: ۳۷ تا ۴۱، ف ۶۱ تا ۶۹) یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ غیر اللہ کو پکارنے والا موت کے وقت اپنے کافر ہونے کا اقرار کرتا ہے اور ایسوں کی بخشش ناممکن ہے جب تک سوئی کے نکے میں سے اونٹ نہ گزر جائے۔

غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے (قرآنی فیصلے):

(النساء: ۱۱۶، ۱۱۷۔ الانعام: ۴۰، ۴۱، ۶۳ تا ۶۶۔ الاعراف: ۱۸۹ تا ۱۹۸۔ یونس: ۶۶۔ الرعد: ۳۱ تا ۳۲۔ النحل: ۵۳، ۵۴، ۸۶۔ القصص: ۶۲ تا ۶۴۔ الکہف: ۵۲۔ الروم: ۲۰ تا ۲۱۔ سبا: ۲۲۔ فاطر: ۲۱ تا ۲۶، ۳۳۔ الزمر: ۱۶ تا ۱۸۔ المؤمن: ۱۲ تا ۱۴، ۷۳، ۷۴ تا ۷۶)

قرآنی فیصلے کے مطابق غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے اور احمد رضا خاں صاحب نے لکھا کہ شرک سے مسلمان مرتد ہو جاتا ہے۔ (دیکھیے ان کا ترجمہ مع تفسیر البقرة: ۵۲، ف ۸۸)



غیر اللہ کو پکارنا کفر ہے (قرآنی فیصلے):

(الأعراف: ۳۷-۳۸، الرعد: ۲۱-۲۲، بنی اسرائیل: ۶۷-۶۸، المؤمنون: ۱۱۶-۱۱۷، فاطر: ۳۳-۳۴، الزمر: ۱۶-۱۷، المؤمن: ۱۲-۱۳، ۷۶-۷۷)

قرآنی فیصلے کے مطابق غیر اللہ کو پکارنے والا کافر ہے اور مراد آبادی صاحب نے لکھا کہ کفار کا جنت سے محروم رہنا قطعی ہے۔ (دیکھیے ترجمہ احمد رضا خان صاحب مع تفسیر الأعراف: ۳۷-۳۸ مع فوائد)

غیر اللہ کو پکارنا ان کی عبادت ہے (قرآنی فیصلے):

(الانعام: ۵۶، یونس: ۱۰۳-۱۰۴، ہود: ۱۰۱، النحل: ۲۳-۲۴، الکہف: ۱۰۴، مریم: ۵۰-۵۱، المؤمنون: ۱۱۶، ۱۱۷، الشعراء: ۲۱۳، النمل: ۶۲)

اللہ کو پکارو (قرآنی فیصلے):

(البقرہ: ۱۸۶، الأعراف: ۵۵، ۵۶، ۱۸۰، الرعد: ۲۱-۲۲، الحج: ۶۱-۶۲، لقمان: ۲۸-۲۹، فاطر: ۳۱-۳۲، الزمر: ۳۸-۳۹، المؤمن: ۲۰)

غیر اللہ کو پکارنا بے کار، کیونکہ وہ تصرف کا اختیار نہیں رکھتے (قرآنی فیصلے):

(الانعام: ۷۱، یونس: ۱۰۳-۱۰۴، ہود: ۱۰۱، الحج: ۱۲، ۱۳، سبا: ۲۲، فاطر: ۲۱-۲۲، الزمر: ۳۸، الزخرف: ۸۳-۸۴)

خالص (یعنی صرف اور صرف) اللہ کو پکارو (قرآنی فیصلے):

(الأعراف: ۲۸، ۲۹، المؤمن: ۱۲، ۱۳، ۶۰، ۶۱، یونس: ۱۸، العنکبوت: ۶۱، لقمان: ۲۵-۲۶)

یہاں ہم احمد رضا خاں صاحب کی ایک اور دو رخی قارئین کے مطالعہ کے لیے بیان کرنا چاہتے ہیں:

۱۔ الأعراف (۲۹) میں وارد ہوا: ﴿وَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ ”اور اس کی عبادت کرو نرے اس کے بندے ہو کر۔“

۲۔ المؤمن (۱۳) میں وارد ہوا: ﴿فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ ”تو اللہ کی بندگی کرو، نرے اس کے بندے ہو کر (ف ۳۰) پڑے برا مانیں کافر (ف ۳۰) (شرک سے کنارہ کش ہو کر)۔“

۳۔ المؤمن (۶۵) میں وارد ہوا:

﴿هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ قَادِعُ عِوَةِ الْمُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ط الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾

”وہی زندہ ہے (ف ۱۳۶) اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو اسے پوجو، نرے اسی کے بندے ہو کر، سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا رب۔“

۴۔ ﴿قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنَا جَاءَتِ الْبَيِّنَاتُ مِنْ رَبِّي وَأُورِثُ أَنْ أُسَلِّمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [المؤمن: ۶۶]

”تم فرماؤ میں منع کیا گیا ہوں کہ انھیں پوجوں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو جبکہ میرے پاس روشن دلیلیں میرے رب کی طرف سے آئیں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ رب العالمین کے حضور گردن رکھوں۔“

۵۔ سورۃ یونس (۲۲) میں وارد ہوا: ﴿دَعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ ”اس وقت اللہ کو پکارتے ہیں، نرے اس کے بندے ہو کر۔“

۶۔ العنکبوت (۶۵) میں وارد ہوا: ﴿دَعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ ”اللہ کو پکارتے ہیں ایک اسی پر عقیدہ لا کر۔“

۷۔ الروم (۳۳ تا ۳۵) میں وارد ہوا: ﴿دَعُوا رَبَّهُمْ قُنِيئِينَ إِلَهِ﴾ ”تو اپنے رب کو پکارتے ہیں اسی کی طرف رجوع لاتے ہوئے۔“

۸۔ لقمان (۳۲) میں وارد ہوا: ﴿دَعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ ”تو اللہ کو پکارتے ہیں نرے اسی پر عقیدہ رکھتے ہوئے۔ (ف ۶۰) اور اسی سے دعا و التجا، اس وقت ماسوا کو بھول جاتے ہیں) آپ نے مندرجہ بالا تحریر میں دورخی ملاحظہ فرمائی، اتنا ۴ میں ((دعو)) کا ترجمہ عبادت، بندگی اور پوجا کیا گیا جبکہ اسی لفظ کا ۵ تا ۸ میں پکارنا ترجمہ کیا گیا کیونکہ اپنا عقیدہ درست ثابت کرنا تھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ اوپر والی تمام کی تمام ۸ آیات میں فرما رہا ہے کہ خالص اللہ کو پکارو یعنی صرف اور صرف اللہ کو پکارو اور کسی کو نہ پکارو۔

اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو (قرآنی فیصلے):

(الأعراف: ۵۵، ۵۶، الحج: ۱۸، المؤمنون: ۹۱، ۱۱۷، النمل: ۶۰ تا ۶۵، القصص: ۸۸، المؤمن:

۶۰، الأنعام: ۱۹، الحجر: ۹۶، بنی اسرائیل: ۲۲، ۳۹، ۴۲، ق: ۲۶)

مخلوق کو نہ پکارو (قرآنی فیصلے):

(الأعراف: ۱۹۰، ۱۹۱۔ یونس: ۱۰۴ تا ۱۰۷ مع فوائد۔ الرعد: ۱۳ تا ۲۱۔ النحل: ۲۳ تا ۳۳۔ فاطر: ۳۳ تا ۴۱۔ الأحقاف: ۶ تا ۳)

عیسائی اور یہودی غیر اللہ کو پکارتے ہیں:

عیسائی اور یہودی غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کو مشرک اور کافر فرمایا۔ دیکھیے مراد آبادی تفسیر (الجزء: ۱۸، ۲۰، ف: ۳۸۔ الأعراف: ۳۷ تا ۴۱ مع فوائد۔ بنی اسرائیل: ۵۶۔ ۵۷، ف: ۱۱۸)

غیر اللہ کو پکارنے والے اور قیامت کا دن:

(الکہف: ۵۲۔ النحل: ۸۶۔ القصص: ۶۲ تا ۶۳۔ فاطر: ۲۶ تا ۲۸۔ المؤمن: ۷۳ تا ۷۶۔ حم السجدة: ۴۷، ۴۸۔ الأحقاف: ۳ تا ۶) شریک پکارنے سے بے خبر ہیں۔ (الأحقاف: ۳ تا ۶) قبروں والے پکارنے سے بے خبر ہیں۔ (فاطر: ۱۹ تا ۲۳)

## دعا و مناجات

احکام دعا:

- ۱۔ دعا کے آداب و شرائط۔ (الأعراف: ۲۹، ۵۵، ۵۶)
- ۲۔ دعا کی اہمیت۔ (الفرقان: ۷۷)
- ۳۔ دعا عین عبادت ہے اور عبادت سے اعراض جہنمیوں کا کام ہے۔ (الفرقان: ۲۰)
- ۴۔ اللہ سے فضل کی طلب کے لیے دعا کرتے رہو۔ (النساء: ۳۲)
- ۵۔ اللہ سے دعا کے لیے کسی وسیلہ کی ضرورت نہیں۔ (البقرة: ۱۸۶)
- ۶۔ اللہ بندے کے قریب ہے اور اس کی دعا قبول کرتا ہے۔ (هود: ۴۶)
- ۷۔ اللہ تعالیٰ کو ناپسند دعا نبی بھی کرے تو رد ہو جاتی ہے۔ (هود: ۴۶)
- ۸۔ ناجائز کام کے لیے دعا سراسر جہالت ہے۔ (هود: ۴۶)
- ۹۔ غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہے۔ (بنی اسرائیل: ۵۶)

- ۱۰۔ مشرک کا انجام برا ہے۔ (الحج: ۳۰:۲)
- ۱۱۔ غیر اللہ سے دعا کرنا دھوکا اور فریب ہے۔ (فاطر: ۱۴)
- ۱۲۔ مشرکین کے معبود نہ دعا سنتے ہیں اور نہ جواب دے سکتے ہیں۔ (فاطر: ۱۴)
- ۱۳۔ جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں سراسر عاجز ہیں۔ (المومن: ۲۰)
- ۱۴۔ یہ معبودان کی دعا سے بالکل بے خبر ہیں۔ (الاحقاف: ۵)
- ۱۵۔ ان کو پکارنا حاصل ہے۔ (المومن: ۴۳)
- ۱۶۔ یہ معبود اس قدر عاجز ہیں کہ ایک مکھی کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ (الحج: ۷۳)
- ۱۷۔ اللہ تعالیٰ پریشان حال کی دعا قبول کرتا ہے۔ (النمل: ۶۲)
- ۱۸۔ مشرک کے لیے دعائے مغفرت نہیں ہو سکتی۔ (التوبہ: ۱۱۴)
- ۱۹۔ مشرک اور منافق پر نماز جنازہ منع ہے۔ (التوبہ: ۸۴)
- ۲۰۔ ابراہیم (علیہ السلام) ابتدا میں اپنے مشرک باپ کے لیے دعا کرتے رہے۔ (الشعراء: ۸۶)
- ۲۱۔ جب اس کے انجام سے باخبر ہوئے لاتعلقی کا اعلان کر دیا۔ (التوبہ: ۱۱۴)
- ۲۲۔ دعا صرف اللہ ہی سے برحق ہے۔ (التوبہ: ۱۱۴)
- ۲۳۔ اور اس کے سوا دوسروں سے دعا مانگنا باطل ہے۔ (الادھر: ۱۴۔ الاعراف: ۱۹۳، ۱۹۷)

### قرآنی دعائیں:

- ۱۔ مصیبت اور صدمہ کے وقت کی دعا۔ (البقرہ: ۱۵۶)
- ۲۔ دنیا و آخرت کی بھلائوں کے لیے دعا۔ (البقرہ: ۲۰۱)
- ۳۔ عفو و مغفرت کے لیے دعا۔ (البقرہ: ۲۷۶)
- ۴۔ دعا جو رسول ﷺ شب بیداری کے وقت پڑھا کرتے۔ (آل عمران: ۱۹۱، ۱۹۴)
- ۵۔ میدان جنگ میں مجاہدین کی دعا۔ (آل عمران: ۱۴۷)
- ۶۔ دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا۔ (آل عمران: ۱۷۴)
- ۷۔ زکریا علیہ السلام کی دعائیک اولاد کے لیے۔ (آل عمران: ۳۸)
- ۸۔ راسخ فی العلم لوگوں کی دعا۔ (آل عمران: ۹۰، ۸)

- ۹۔ متقین کی دعا۔ (آل عمران: ۱۶)
- ۱۰۔ عباد الرحمن کی دعا۔ (الفرقان: ۶۵، ۶۶)
- ۱۱۔ اولاد اور بیوی کی اصلاح کے لیے دعا۔ (الفرقان: ۷۴)
- ۱۲۔ طالوت اور اس کے ساتھیوں کی دعا۔ (البقرہ: ۲۵۰)
- ۱۳۔ مریم کی والدہ کی دعا۔ (آل عمران: ۳۶)
- ۱۴۔ اصحاب کہف کی دعا۔ (کہف: ۱۰)
- ۱۵۔ اصحاب اعراف کی دعا۔ (الأعراف: ۴۷)
- ۱۶۔ حق کی فتح و نصرت کے لیے دعا۔ (الأعراف: ۸۹)
- ۱۷۔ استقامت کے لیے دعا۔ (الأعراف: ۱۶)
- ۱۸۔ موسیٰ علیہ السلام کی اپنے بھائی کے لیے دعا۔ (الأعراف: ۱۵۱)
- ۱۹۔ اپنی قوم کے لیے دعا۔ (الأعراف: ۱۵۵، ۱۵۶)
- ۲۰۔ اہل جنت کا وظیفہ۔ (یونس: ۸۸)
- ۲۱۔ فرعون کے حق میں موسیٰ علیہ السلام کی بد دعا۔ (یونس: ۸۸)
- ۲۲۔ نوح علیہ السلام کی کشتی پر سوار ہونے کے وقت دعا۔ (ہود: ۴۱)
- ۲۳۔ شرح صدر اور فصاحت بیانی کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی دعا۔ (طہ: ۲۵ تا ۲۸)
- ۲۴۔ رسول اللہ ﷺ کو اضافہ علم کے لیے دعا کی تلقین۔ (طہ: ۱۱۴)
- ۲۵۔ کفار کی سرکشی کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کی دعا۔ (الانبیاء: ۱۱۴)
- ۲۶۔ مومنین کی دعا۔ (الانفال: ۴۰)
- ۲۷۔ سواری کے وقت دعا۔ (المومنون: ۲۹)
- ۲۸۔ کفار کے مقابلہ میں نوح علیہ السلام کی دعا۔ (المومنون: ۳۹)
- ۲۹۔ ظالموں سے دور رہنے کی دعا۔ (المومنون: ۹۴)
- ۳۰۔ شیطانی وسوسوں سے پناہ کی دعا۔ (المومنون: ۹۷، ۹۸)
- ۳۱۔ مومنین کی دعا۔ (المومنون: ۱۰۹)

- ۳۲۔ رسول اللہ ﷺ کو استغفار کی تلقین۔ (المومنون: ۱۱۸)
- ۳۳۔ ابراہیم علیہ السلام کی دعا۔ (المومنون: ۸۳)
- ۳۴۔ داؤد اور سلیمان علیہ السلام کی دعا۔ (النمل: ۱۵)
- ۳۵۔ ملکہ سبا کی دعا۔ (النمل: ۴۴)
- ۳۶۔ اہل جنت کی دعا۔ (فاطر: ۳۵، ۳۴)
- ۳۷۔ ایوب علیہ السلام کی دعا بیماری کی حالت میں۔ (الانبیاء: ۸۳)
- ۳۸۔ یونس علیہ السلام کی دعا مچھلی کے پیٹ میں۔ (الانبیاء: ۸۷)
- ۳۹۔ زکریا علیہ السلام کی دعا۔ (الانبیاء: ۸۹)
- ۴۰۔ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہجرت کے وقت۔ (الصافات: ۱۰۰)
- ۴۱۔ مومنین کے لیے حاملین عرش کی دعا۔ (المومن: ۷)
- ۴۲۔ چالیس سال کی عمر کے بعد مومن کی دعا۔ (الاحقاف: ۱۵)
- ۴۳۔ مومن کی دعا۔ (الحشر: ۱۰)
- ۴۴۔ حالت نزع میں کافر کی دعا۔ (المنافقون: ۹)
- ۴۵۔ آسیہ زوجہ فرعون کی دعا۔ (تحریم: ۱۱)
- ۴۶۔ سواری کے وقت مومن کی دعا۔ (الزخرف: ۱۳، ۱۴)
- ۴۷۔ آدم اور حوا علیہما السلام کی دعا۔ (الاحراف: ۲۳)
- ۴۸۔ نوح علیہ السلام کی دعا۔ (القمر: ۲۳)
- ۴۹۔ نوح علیہ السلام کی کفار کے لیے بد دعا۔ (نوح: ۲۶، ۲۸)
- ۵۰۔ یوسف علیہ السلام کی آخری دعا۔ (یوسف: ۱۰۱)
- ۵۱۔ سلیمان علیہ السلام کی دعا۔ (النمل: ۱۹، ص: ۳۵)
- ۵۲۔ لوط علیہ السلام کی دعا۔ (الشعراء: ۱۶۹)
- ۵۳۔ یوسف علیہ السلام کی عورتوں کے قہقہے سے حفاظت کے لیے دعا۔ (یوسف: ۳۳)
- ۵۴۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعا۔ (القصص: ۱۶)

- ۵۵۔ شعیب علیہ السلام کی دعا۔ (الاعراف: ۸۹۔ ہود: ۸۸)
- ۵۶۔ عیسیٰ علیہ السلام کی دعا۔ (المائدۃ: ۱۳۳)
- ۵۷۔ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی دعا۔ (البقرۃ: ۱۲۷ تا ۱۲۹)
- ۵۸۔ رسول اللہ ﷺ کی دعا جو ہجرت کے قریب کرتے رہے۔ (بنی اسرائیل: ۸۰)
- ۵۹۔ ابراہیم علیہ السلام کی دعا۔ (ابراہیم: ۳۵ تا ۴۸)
- ۶۰۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعا۔ (المائدۃ: ۲۵)
- ۶۱۔ ماں باپ کے لیے دعا۔ (بنی اسرائیل: ۲۳)
- ۶۲۔ قوم موسیٰ علیہ السلام کی دعا۔ (یونس: ۸۵، ۸۶)
- ۶۳۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعا مصر سے جاتے وقت۔ (القصص: ۲۱)
- ۶۴۔ مدین پہنچ کر موسیٰ علیہ السلام کی دعا۔ (القصص: ۲۴)
- ۶۵۔ قوم کو دعوت توحید دینے کے بعد ابراہیم علیہ السلام کی دعا۔ (الشعراء: ۸۳ تا ۸۹)
- ۶۶۔ ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی دعا۔ (الممتحنہ: ۴، ۵)
- ۶۷۔ مومنین کی دعا۔ (الحشر: ۱۰)
- ۶۸۔ قیامت کے دن مومنین کی دعا۔ (التحریم: ۸)
- ۶۹۔ مومنین اہل کتاب کی دعا۔ (المائدۃ: ۸۳)

قرآن و حدیث میں زندگی کے ہر موقع کے لیے دعائیں مذکور ہیں لیکن وسیلہ یا بخت فلاں یا فلاں کے طفیل کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ مثلاً وضو، اذان کے بعد، نماز کے دوران، نماز کے بعد، سوتے وقت، جاگتے وقت، تہجد کے وقت، صبح و شام کے اذکار، حج کے وقت مختلف مواقع پر دعائیں، روزہ افطار کرتے وقت، مرغ کی اذان سنتے وقت، گدھے کی آواز سن کر، سفر، کھانا، پینا، مباشرت، بیت الخلاء جاتے اور نکلتے وقت، جنگ اور امن کے وقت، گھبراہٹ کے وقت، دین، دنیا، مال، اولاد، کلمہ گو بھائیوں کی بھلائی کے لیے، زندگی، موت یعنی جنازہ کے وقت، قربانی کے وقت، گھر سے نکلتے وقت، گھر میں داخل ہوتے وقت وغیرہ وغیرہ۔

عموماً دعاؤں میں بجز بطفیل فلاں بزرگ یا خود رسول ﷺ کی ذات گرامی کے الفاظ رواج پا گئے ہیں مگر قرآن اور صحیح احادیث سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ ہاں صرف حدیث پاک میں

درو شریف کو قبولیت دعا کے اسباب میں سے قرار دیا گیا ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں دعاؤں میں اس قسم کے الفاظ صحابہ، تابعین و سلف سے ثابت نہیں ہیں، لہذا یہ دعا بالتوسل بدعت ہے۔ ان سب دعاؤں سے ثابت ہوا کہ سب بزرگان دین نے اللہ تعالیٰ سے براہ راست دعائیں مانگیں، کوئی وسیلہ نہیں پکڑا۔

توحید فی العبادت کے بارے میں شرکیہ امور:

(( الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ )) [ أبو داؤد، کتاب الوتر، باب الدعاء : ۱۴۷۹۔ ترمذی،

کتاب التفسیر، (باب و من) سورة المؤمن : ۳۲۴۷، ۲۹۶۹، ۳۳۷۲ ]

”دعا (یعنی پکارنا) عبادت ہے۔“

معلوم ہوا کہ دعا عبادت ہے، اس لیے غیر اللہ سے دعا کرنا ان کی عبادت ہے اور یہ شرک ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(( وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا )) [ الجن : ۱۸ ]

”اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کے لیے ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔“

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

(( قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا )) قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ))

[ الجن : ۲۰، ۲۱ ]

”کہہ دیجیے میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں

کرتا۔ آپ (ﷺ) کہہ دیں میں تمہارے لیے کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔“

ان آیات سے معلوم ہوا کہ مساجد اللہ کی عبادت کے لیے بنائی گئی ہیں، اس میں صرف اسی کو پکارا جائے۔ اگر اس کے ساتھ کسی اور کو پکارا گیا تو یہ شرک ہے لیکن اتنی واضح آیات کے باوجود مسلمانوں کی مساجد میں شرکیہ کلمات آویزاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ یا رسول اللہ، یا حسن، یا حسین، یا علی، یا غوث اعظم وغیرہ جیسے الفاظ کے ساتھ ندا کی جاتی ہے، حالانکہ یہ امور شرک سے تعلق رکھتے ہیں اور کسی بھی ثقہ عالم کے نزدیک جائز نہیں جیسا کہ سابقہ عبارات سے واضح ہے۔

مشرکین مکہ جو کام عبادت کے نام سے بجالاتے تھے یعنی غیر اللہ کو مافوق الاسباب قدرتوں کا



مالک سمجھ کر انھیں مشکلات و مصائب اور دکھ درد میں پکارنا، ان کے نام کی نذریں ماننا، ان کے تقرب کے لیے جانور ذبح کرنا، ان سے اولادیں طلب کرنا، مقابر و آستانوں پر اعتکاف بیٹھنا، ان کی مجاوری کرنا وغیرہ کو اللہ تعالیٰ نے شرک سے تعبیر کیا ہے اور ہمارے کلمہ گو مسلمان بھی ایسے امور کا ارتکاب کرتے ہیں، جن سے اجتناب انتہائی ضروری ہے اور اہل علم حضرات کا فرض ہے کہ وہ عوام کو ایسے امور سے منع کریں۔

آج کل عام بسوں، ویکنوں، گاڑیوں اور رکشوں وغیرہ پر لکھا ہوتا ہے: نورانی نور..... ہر بلا دور۔ یہی عقیدہ عیسائی حضرات بھی رکھتے ہیں۔ ایک دن میں (مبشر ربانی) نے بذات خود ایک رکشا کے پیچھے لکھا دیکھا:

یسوع نور..... ہر بلا دور..... کٹ دامصیبتاں، سن واضرور

اس رکشا کا نمبر LXC-5070 ہے۔ یعنی عیسائی بھی یہی عقیدہ رکھتا ہے کہ یسوع مسیح ﷺ نور ہیں، ان کے نام سے ہر بلا و مصیبت دور ہوتی ہے۔ وہ ہماری مشکلات و مصائب دور کرتے ہیں اور دکھ درد میں ہماری پکار سنتے ہیں، حالانکہ دکھ درد میں دعائیں سننے اور قبول کرنے والا اللہ وحدہ لا شریک لہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۗ فَلْيَسْتَجِيبُوا

لِي وَلِيُؤْمِنُوا بِإِلٰهِمْ يَشْهَدُونَ ۝﴾ [البقرة: ۱۸۶]

”اور جب میرے بندے میرے بارے میں آپ (ﷺ) سے سوال کریں تو آپ (ﷺ)

کہہ دیں میں بہت ہی قریب ہوں۔ ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے

پکارے قبول کرتا ہوں۔ اس لیے لوگوں کو چاہیے کہ وہ میری بات مان لیں اور مجھ پر

ایمان رکھیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔“ (مزید دیکھیے: النمل: ۶۲)

لیکن کلمہ پڑھنے والوں نے اسلامی عقائد ترک کر کے غیر اللہ پر یقین کر لیا اور ہر مشکل و بلا ٹالنے والا اپنا مرشد اور پیر فقیر قرار دے لیا اور یہی عقیدہ عیسائی سیدنا عیسیٰ ﷺ کے بارے میں رکھتے ہیں۔

لہذا ہم نے اپنے بھائیوں کی اصلاح کی غرض سے اس کتاب میں یہ بات واضح کی ہے کہ

عقیدہ توحید پر نجات کا دار و مدار ہے۔ اس بات کی دعوت تمام انبیاء و رسل ﷺ نے دی اور طاغوت و شیاطین کی عبادت جس طرح شرک ہے اسی طرح انبیاء و رسل ﷺ، ملائکہ، جن و انس، شجر و حجر وغیرہ کی عبادت بھی شرک ہے۔ مشرکین مکہ جو اللہ تعالیٰ کو خالق، مالک، رازق، نافع و ضار، کشتی پار لگانے والا وغیرہ سمجھتے تھے، انہیں اللہ تعالیٰ نے مشرک اسی لیے قرار دیا کہ وہ اللہ کے سوا انبیاء و اولیاء، ملائکہ، جنوں اور بتوں کو مافوق الاسباب قوتوں کا مالک و مختار سمجھتے تھے اور انہیں مشکلات و حاجات اور مصائب و آلام میں پکارتے تھے۔ ان کے اس عقیدے کی تردید اللہ وحدہ لا شریک لہ نے قرآن میں بے شمار مقامات پر کی ہے، جن میں سے چند ایک آیات قرآنیہ ہم نے اس کتاب میں درج کر دی ہیں۔

اگر آج بھی کوئی شخص کلمہ شہادت پڑھ کر اللہ کے علاوہ کسی کو مافوق الاسباب قوتوں کا مالک و مختار سمجھے اور انہیں مشکلات و مصائب اور حاجات و ضروریات میں پکارے اور فوت شدہ برگزیدہ ہستیوں کو غوث اعظم، گنج بخش، داتا، فیض عالم، فریادرس گردانے، ان کے نام کی نذر و نیاز اور بکرے چھترے چڑھائے اور انہیں مرادیں پوری کرنے والا اور بگڑی بنانے والا خیال کرے اور حلال و حرام کا اختیار غیر اللہ میں تسلیم کرے تو وہ مشرکین کی اطاعت کر کے مشرک ہو جاتا ہے اور اس کی عبادت نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد وغیرہ باطل و بیکار اور رائگاں جاتی ہیں۔ انہیں اس عقیدے سے توبہ کر کے خالص توحید کو سمجھ کر اس پر عمل کرنا چاہیے کیونکہ عقیدہ توحید میں اگر اخلاص نہیں ہوگا تو قیامت والے دن نجات نہیں ہوگی اور نہ رسول اکرم ﷺ کی شفاعت کا حقدار ہوگا۔ عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کے بغیر کوئی چھٹکارا نہیں ہوگا۔ نبی مکرم ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ الزہراءؑ وغیرہ کو فرما دیا تھا :

« لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا »

”میں تمہیں اللہ سے کچھ کام نہیں آؤں گا۔“

[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴾ : ۴۷۷۱، ۲۷۵۳]

اسی طرح سنن نسائی (۳۶۷۷) سنن دارمی (۲۶۳۲) مسند ابو عوانہ (۹۵۱) وغیرہ میں بھی یہ روایت مروی ہے۔ لہذا سب مسلمان بھائیوں کو اپنے عقیدے کی اصلاح کرنی چاہیے اور اعمال صالحہ کرتے رہنا چاہیے۔

## توحید کا مفہوم:

توحید کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہی تمام کائنات کا مالک و مختار ہے، عالم الغیب و الشہادۃ، ہر شے کا خالق، رازق، غوث اعظم، فریادرس، گنج بخش، فیض عالم، بندہ پرور، نذر و نیاز، منت اور سوز و پیکار کے لائق، حاجت روا، مشکل کشا، بگڑی بنانے والا، مالک الملک، شہنشاہ، قانون ساز، فرماں روا، زندگی و موت کا مالک، نفع و نقصان کا مالک، بے نیاز اور مدبر الامور ہے۔ جب ہر شے کا خالق و مالک وہ ہے تو عبادت کے لائق بھی وہ اکیلا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کی جائے۔ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کی جائے۔ اللہ کے علاوہ سب کی عبادت سے انکار کیا جائے۔

میں عرش عظیم کے مالک اللہ کریم کی بارگاہ عالیہ میں آپ کے لیے دعاگو ہوں کہ وہ دنیا و آخرت میں آپ کا نگہبان ہو، ہمیشہ کے لیے آپ کو بابرکت بنائے اور ان لوگوں کے زمرے میں شامل کر دے جنہیں جب کوئی نعمت حاصل ہوتی ہے تو شکر ادا کرتے ہیں اور جب مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں تو صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں اور جب کبھی گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتے ہیں، بلاشبہ یہ تینوں حالتیں سعادت کی علامت ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ ملت ابراہیم علیہ السلام اس بات کا نام ہے کہ تم پورے اخلاص و محبت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس نے تمام لوگوں کو اسی کا حکم دیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [الذاریات: ۵۶]

”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔“

جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں خالصتاً اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے تو آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے جو عبادت توحید کے بغیر ہوگی، وہ عبادت ہی نہیں کہلائے گی، جیسا کہ بغیر وضو کے نماز کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

جس وقت عبادت میں شرک داخل ہو جائے تو عبادت فاسد ہو جاتی ہے جیسا کہ وضو کی حالت میں ہوا کے اخراج سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۗ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ۖ وَفِي النَّارِهِمْ خَالِدُونَ ﴾ [التوبة: ١٧]

”مشرکوں کو زیارت نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جبکہ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہوں۔ ان لوگوں کے سب اعمال بیکار ہیں اور یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔“

آپ کو یہ تو معلوم ہو ہی گیا کہ شرک کی آمیزش عبادت کو فاسد کر دیتی ہے۔ شرک ایک ایسی لعنت ہے جس کے ارتکاب سے تمام اعمال صالحہ ضائع ہو جاتے ہیں اور یہ مشرک کو ابدی جہنم کا مستحق بنا دیتا ہے۔ اس لیے یہ ایک اہم ترین مسئلہ ہے جس کے متعلق تمام تر معلومات حاصل کرنا از حد ضروری ہے، تاکہ آپ اس کے جال سے بچ سکیں۔ چنانچہ رحمت کائنات ﷺ ان کے پاس تشریف لائے، ان کو کلمہ توحید کی دعوت دی۔ یہ بھی یاد رہے کہ لا الہ الا اللہ سے محض الفاظ کا اقرار نہیں بلکہ اس کا معنی و مفہوم مراد ہے۔ جاہل کافر بھی یہ جانتے تھے کہ کلمہ توحید سے رسول اللہ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ تعلق صرف اللہ تعالیٰ سے ہو اور اس کے سوا جس جس کی عبادت ہو رہی ہے اس کا انکار اور اس سے بیزاری کا اظہار کیا جائے اور اس میں سرفہرست غیر اللہ کو پکارنا ہے، اسی لیے جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا کہ لا الہ الا اللہ کہو تو کہنے لگے:

﴿ أَجَعَلَ الْإِلَهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا ۗ إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴾ [ص: ٥٠]

”کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔“

جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ جاہل کافر بھی کلمہ توحید کو خوب سمجھتے تھے تو اس شخص پر تعجب ہے جو اسلام کا مدعی تو ہے لیکن وہ کلمہ توحید کی اتنی تفسیر بھی نہیں جانتا جس قدر کہ جاہل کافر جانتے تھے، بلکہ یہ خیال کرے کہ دلی اعتقاد اور مفہوم سمجھے بغیر صرف الفاظ کا ادا کرنا ہی کافی ہے اور ان میں سے سب سے زیادہ پڑھا لکھا اور عقلمند شخص یہ سمجھتا ہے کہ لا الہ الا اللہ کا معنی یہ ہے کہ خالق، رازق اور کائنات کا انتظام کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

تو ایسے شخص میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں جس سے بڑھ کر جاہل کافر لا الہ الا اللہ کے مفہوم کو زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ جب آپ نے میری مندرجہ بالا گزارشات کو سمجھ لیا اور اس شرک کو بھی اچھی طرح سمجھ لیا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ﴾ [النساء: ۴۸]

”اللہ اس گناہ کو نہیں بخشنے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔“

نیز اللہ تعالیٰ کے اس دین کو بھی جان لیا جسے عام انبیائے کرام ﷺ لے کر آئے تھے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کوئی دوسرا دین قبول نہیں کرے گا اور یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ لوگوں کی اکثریت اس دین سے بے خبر اور جاہل ہے تو ان معلومات سے دو فائدے سامنے آئے:

۱۔ پہلا فائدہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی اور مسرت ہونی چاہیے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

﴿ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ ﴾

[یونس: ۵۸]

”کہہ دو کہ (یہ کتاب) اللہ کے فضل اور اس کی مہربانی سے (نازل ہوئی ہے) تو چاہیے کہ لوگ اس سے خوش ہوں، یہ اس سے کہیں بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔“

۲۔ دوسرا فائدہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے خوف اور ڈر کا حاصل ہونا، کیونکہ جب آپ یہ بات جان لیں گے کہ بعض اوقات انسان غیر شعوری طور پر بھی ایسی بات کہہ جاتا ہے جس کی وجہ سے اسے کافر قرار دے دیا جاتا ہے اور جہالت کی وجہ سے اسے معذور نہیں سمجھا جاتا نیز بعض اوقات وہ اس خیال سے بات کر جاتا ہے کہ اس کو وہ بات اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے گی جیسا کہ مشرکین سمجھتے تھے۔

خصوصاً سیدنا موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم میں سے چند صالح اور عالم افراد کا قصہ ذہن نشین کیجیے جن کا اللہ تعالیٰ ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ انھوں نے سیدنا موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس آکر کہا:

﴿ اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمُ آلِهَةٌ ﴾ [الأعراف: ۱۳۸]

”جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں، ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو۔“

تو اس وقت آپ کے دل میں عظیم خوف پیدا ہوگا اور یہ خواہش بھی پیدا ہوگی کہ آپ ایسی باتوں سے بچیں جن سے شرک میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے۔ اس بات کو بھی یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت و مصلحت سے جس نبی کو بھی توحید کی دعوت دینے کے لیے مبعوث فرمایا تو

اس کے دشمن بھی کھڑے کر دیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ

زُخْرَفَ الْقَوْلِ عُرُورًا﴾ [الأنعام: ۱۱۲]

”اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا،

وہ دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کے دل میں ملع کی باتیں ڈالتے رہتے تھے۔“

بعض اوقات دشمنان توحید علوم و فنون، کتب اور دلائل سے لیس بھی ہوتے ہیں، جیسا کہ

ارشاد الہی ہے:

﴿فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَرَحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ﴾

[المؤمن: ۸۳]

”اور جب ان کے پیغمبران کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو جو علم (اپنے خیال

میں) ان کے پاس تھا اس پر اترانے لگے۔“

جب آپ نے یہ جان لیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں (حائل ہونے کے

لیے) اہل علم، فصیح و بلیغ اور دلائل سے مسلح دشمن بیٹھے ہوئے ہیں تو آپ پر واجب ہے کہ دین کا علم

سیکھیں جو آپ کے پاس بطور ہتھیار ہو، جس سے آپ ان شیطانوں کا مقابلہ کر سکیں، جن کے پیش رو

اور سردار نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں کہا تھا:

﴿قَالَ فِيمَا آغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ۗ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ

وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ﴾

[الأعراف: ۱۶، ۱۷]

”کہا مجھے تو تو نے ملعون کیا ہی ہے میں بھی تیرے سیدھے راستے پر ان (کو گمراہ

کرنے) کے لیے بیٹھوں گا، پھر ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں اور بائیں

سے (غرض ہر طرف سے) آؤں گا (اور ان کی راہ ماروں گا) اور تو ان میں اکثر کو شکر

گزار نہیں پائے گا۔“

لیکن جب آپ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں گے اور قرآنی دلائل پر غور و فکر کریں گے تو پھر

کسی غم کھانے اور فکر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ:

﴿إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا﴾ [النساء: ۷۶]

”شیطان کا داؤد بودا ہوتا ہے۔“

موحدین کا ایک عام آدمی مشرکین کے ہزار علماء پر بھاری ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ﴾ [الصفات: ۱۷۳]

”یقیناً ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔“

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا لشکر دلائل اور زبان سے غالب ہوتا ہے، جیسا کہ وہ تلوار اور نیزے سے غالب ہوتا ہے، خطرہ تو اس موحد پر ہے جو بغیر اسلحہ کے راہ جہاد پر جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر کتاب مبین نازل فرما کر احسان عظیم فرمایا ہے جس میں ہر چیز بیان کر دی گئی ہے اور مسلمانوں کے لیے اس میں ہدایت، رحمت اور خوشخبری ہے۔ باطل پرست جو بھی دلیل لائیں گے قرآن کریم میں اس کا توڑ موجود ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَقْوِيرًا﴾ [الفرقان: ۳۳]

”اور یہ لوگ تمہارے پاس جو (اعتراض کی) بات لاتے ہیں ہم تمہارے پاس اس کا معقول اور خوب واضح جواب بھیج دیتے ہیں۔“

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت کریمہ ہر اس دلیل کو شامل ہے جو اہل باطل قیامت تک لائیں گے۔

شُرک سے متعلق اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے: ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔“ (النساء: ۴۸) ہر مسلمان کے علم میں یہ بات رہنی چاہیے کہ کلمہ توحید یعنی لا الہ الا اللہ ہی کفر اور اسلام کے درمیان حد فاصل ہے یہی کلمۃ التقویٰ اور عروۃ الوثقیٰ ہے اور اسی کلمہ توحید کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ [الزخرف: ۲۸]

”اور یہی کلمہ اپنی اولاد میں پیچھے چھوڑ گئے تاکہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع کریں۔“

کلمہ توحید کا صرف زبانی اقرار کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ منافقین بھی اس کا زبانی اقرار کرتے، نمازیں پڑھتے اور صدقہ و خیرات کرتے تھے پھر بھی وہ جہنم میں ”اسفل السافلین“ میں ہوں گے۔

کلمہ توحید کے اقرار کا اسی وقت فائدہ ہوگا، جب دل میں اس کی محبت و معرفت یعنی سمجھ ہو اور اہل ایمان سے بھی محبت و اخوت ہو اور یہ محبت اس وقت تک مکمل نہ ہوگی جب تک کہ کلمہ توحید کے مخالفین سے عداوت اور دشمنی نہ ہو، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ» ”جو شخص خلوص دل سے لا الہ الا اللہ کا اقرار کرے۔“ [بخاری، کتاب

الرفاق، باب صفة الجنة والنار: ۶۵۷۰] ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

«مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ»

[مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا..... الخ: ۲۳]

”جو شخص لا الہ الا اللہ کا اقرار کرے اور جن غیر اللہ کی عبادت کی جاتی ہے ان سب کا انکار کرے۔“

اس کے علاوہ بھی کتب صحاح میں احادیث نبویہ موجود ہیں جو کلمہ توحید کے صرف زبانی اقرار کرنے والوں کی جہالت اور گمراہی پر دلالت کرتی ہیں۔ اس بات کو خاص طور پر ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ کلمہ توحید میں نفی اور اثبات دونوں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام مخلوق حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ اور جبریل (علیہ السلام) بھی اور ان کے علاوہ اولیاء اللہ اور صالحین امت سے بھی الوہیت کی نفی ہے اور صرف اللہ تعالیٰ سے الوہیت کا ثبوت ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے بعد اس الوہیت پر غور کرنا چاہیے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کیا ہے اور تمام مخلوق حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ اور جبریل (علیہ السلام) سے بھی نفی ہے اور فرمایا کہ رائی برابر بھی ان میں صفت الوہیت نہیں اور یہ وہی الوہیت ہے جس کو عوام الناس ”سر“ اور ولایت کے نام سے پکارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ الہ کے معنی ہیں ایسا ولی جس میں کوئی بھید یا ”سر“ ہو، دوسرے لفظوں میں ایسے ولی کو فقیر اور شیخ کے نام سے بھی پکارتے ہیں اور کچھ لوگ السید بھی کہتے ہیں۔ اولیاء اللہ کے بارے میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض اولیاء کو ایک خاص مقام اس لیے عطا فرمایا ہے کہ لوگ ان کی طرف مائل ہوں، ان سے اپنی امیدیں وابستہ کریں، ان کو پکاریں، ان سے پناہ طلب کریں اور ان کو میرے اور اپنے درمیان وسیلہ بنائیں۔

پس ہمارے اس دور کے مشرکین ان اولیاء کو اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلہ اور مشرکین عرب ان کو الہ کہتے تھے اور واسطہ حقیقت میں الہ ہی کو کہتے ہیں۔ لہذا کسی شخص کا کلمہ توحید لا الہ الا اللہ



کا اقرار کرنا وسیلہ کی تردید و نفی کرنا ہے اور یہ مسئلہ بنیادی اصولوں کو سمجھ لینے سے ذہن نشین ہوگا جن کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تذکرہ فرمایا ہے:

### پہلا اصول:

اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ وہ کفار جن کے خلاف رسول اللہ ﷺ نے جنگیں لڑیں اور جن کے قتل کرنے، مال لوٹنے اور جن کے بچوں کو غلام اور عورتوں کو لونڈیاں بنانے کو جائز قرار دیا تھا وہ توحید ربوبیت کے قائل تھے۔ توحید ربوبیت یہ ہے کہ انسان یہ عقیدہ رکھے کہ پیدا کرنے والا، رزق دینے والا، زندہ کرنے والا، موت دینے والا اور کائنات میں مدبر الہی اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ اس بات کے اقراری تھے کہ اللہ تعالیٰ خالق و رازق، زندگی و موت دینے والا اور کائنات کے تمام معاملات کی تدبیر کرنے والا ہے۔ یہ سب کچھ تسلیم کرنے کے باوجود، ائمہ اسلام میں داخل نہیں سمجھے گئے، بطور دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ملاحظہ فرمائیں:

﴿ قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمْ مَنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدِيرُ الْأُمُورَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴾ [یونس: ۳۱]

”(ان سے) پوچھو کہ تمہیں آسمان اور زمین میں رزق کون دیتا ہے یا (تمہارے) کانوں اور آنکھوں کا کون مالک ہے اور بے جان میں سے جان دار کو کون پیدا کرتا ہے اور جاندار میں سے بے جان کو کون نکالتا ہے اور دنیا کے کاموں کا کون انتظام کرتا ہے؟ جھٹ کہہ دیں گے کہ اللہ۔ تو کہو کہ پھر تم (اللہ تعالیٰ) سے ڈرتے کیوں نہیں؟“

مندرجہ بالا فرمان الہی پر غور فرمائیے کہ آیت کریمہ میں جن امور کا تذکرہ کیا گیا ہے کفار عرب ان سب کو مانتے اور اقرار کرتے تھے نیز وہ صدقہ و خیرات بھی کرتے، حج اور عمرہ بھی ادا کرتے اور اس کے علاوہ بھی وہ عبادت بجالاتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر اور خوف کی وجہ سے بعض محرمات سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام میں داخل نہیں کیا اور نہ ان کی جانوں اور مال و متاع کو محفوظ قرار دیا۔

مندرجہ بالا اعمالِ حسنہ کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو کافر قرار دیا، ان کو قتل کرنا اور ان کا مال

چھین لینا جائز رکھا۔ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے توحید الوہیت کا اقرار نہیں کرتے تھے۔ توحید الوہیت یہ ہے کہ انسان یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کسی کو پکارا جائے نہ کسی سے امیدیں وابستہ کی جائیں۔ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے، اللہ کے سوا کسی سے فریاد نہ کی جائے، کوئی جانور غیر اللہ کے لیے ذبح نہ کیا جائے، نہ کسی مقرب فرشتہ کے لیے اور نہ کسی نبی اور رسول کے لیے۔ پس جو شخص غیر اللہ سے فریاد کرتا ہے یا غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرتا ہے یا غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز مانتا ہے، اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

قارئین کرام کو یہ نہ بھولنا چاہیے کہ وہ مشرکین عرب جن سے رسول اللہ ﷺ نے جنگ کی وہ صالحین کو پکارا کرتے تھے۔ جیسے ملائکہ، سیدنا عیسیٰ، عزیر علیہ السلام اور دوسرے اولیائے کرام وغیرہ اور یہ بھی اقرار کرتے تھے کہ اللہ ہی خالق ہے، وہی رازق ہے اور وہی کائنات کا انتظام و انصرام کرنے والا ہے، پھر بھی ان کو کافر قرار دیا گیا۔

### دوسرا اصول:

اگر کوئی مشرک یہ کہے کہ ہم جانتے ہیں، مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی رازق، خالق اور مدبر الامور ہے لیکن یہ صالحین جن کو ہم پکارتے ہیں اور جن کے نام کی ہم نذر و نیاز دیتے ہیں اور جن کی قبروں پر جا کر ہم فریاد کرتے ہیں، ہم ان کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنا سفارشی سمجھتے ہیں اور بس، ورنہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ خالق و مالک اور کائنات کا نظم و نسق صرف اللہ تعالیٰ ہی کے تصرف اور قبضے میں ہے۔ ایسے شخص کو یہ جواب دو کہ ابو جہل اور اس کے ساتھیوں کا بھی یہی عقیدہ تھا کیونکہ وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، سیدنا عزیر علیہ السلام اور ملائکہ اور دوسرے اولیائے کرام کو پکارا کرتے اور یہی کہتے تھے کہ یہ ہستیاں اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری سفارشی ہیں اور بس۔ مشرکین کا یہ کہنا ہے کہ ہم صالحین کی قبروں کی طرف متوجہ ہو کر اس لیے انھیں پکارتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں، ہم ان کی سفارش اور قرب کے ذریعے ہر چیز اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں اور ان سے کچھ نہیں چاہتے۔ ان کے اس عقیدے کی دلیل قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں پائی جاتی ہے:

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيمَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ۝﴾

[الزمر: ۳]

”اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور دوست بنائے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کو اس لیے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں تو جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں اللہ ان کا فیصلہ کر دے گا، بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا شکر ہے۔“

شفاعت کی دلیل اللہ تعالیٰ کے درج ذیل ارشاد میں پائی جاتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شَفَعَاءُنَا عِنْدَ اللَّهِ ۗ قُلْ أَتَدْعُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۗ سُبْحٰنَهُ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ ٥﴾ [يونس: ١٨]

”اور یہ (لوگ) اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں اور نہ ہی انھیں کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔ کہہ دو کیا تم اللہ کو ایسی چیز بتاتے ہو جس کا وجود اسے نہ آسمانوں میں معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین میں، وہ پاک ہے اور (اس کی شان) ان کے شرک کرنے سے بہت بلند ہے۔“

### شفاعت کی اقسام:

شفاعت کی دو قسمیں ہیں:

- ۱۔ منفی شفاعت۔
- ۲۔ مثبت شفاعت۔

منفی شفاعت اسے کہتے ہیں جو غیر اللہ سے کی جائے اور وہ اس پر قادر نہ ہو، بطور دلیل یہ آیت ملاحظہ فرمائیں:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّآتِيَ يَوْمَ لَا يَبْعَثُ فِيْهِ وَّلَا حُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ ۗ وَالْكَافِرُوْنَ هُمُ الظَّٰلِمُوْنَ ٥﴾ [البقرة: ٢٥٤]

”اے ایمان والو! جو (مال) ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے اس دن کے آنے سے پہلے پہلے خرچ کر لو جس میں نہ اعمال کا سودا ہوگا اور نہ دوستی اور سفارش ہو سکے گی اور کفر کرنے والے لوگ ظالم ہیں۔“

قیامت کے روز شفاعت کرنے والے کی عزت و تکریم سفارش کی بنا پر ہوگی اور سفارش کی اجازت بھی اسی کے حق میں ملے گی جس کا کوئی قول یا عمل اللہ تعالیٰ کو پسند آ گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر وہاں کوئی کسی کے لیے سفارش نہیں کر سکے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ [البقرة: ۲۵۵]

”کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر (کسی کی) سفارش کر سکے۔“

جب آپ نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا کہ کفار و مشرکین تو حیدر رو بیت کا اقرار کرتے تھے یعنی خالق، رازق اور مدبر کائنات صرف اللہ تعالیٰ کو سمجھنا، پھر بھی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، ملائکہ اور اولیائے کرام کی تعریف میں رطب اللسان رہنے سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب تر کرنے والی یہی بزرگ ہستیاں ہیں اور خصوصاً نصاریٰ میں کچھ ایسے افراد بھی تھے جو رات دن عبادت الہی میں مصروف رہتے تھے اور صدقہ و خیرات بھی کیا کرتے تھے حتیٰ کہ وہ لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر کنائس میں زہد کی زندگی بسر کرتے، ان اوصاف حمیدہ کے باوجود وہ کافر اور اللہ کے دشمن ہی ٹھہرے اور ان اعمال حسہ کے باوجود وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، کیونکہ وہ ان نفوس قدسیہ کو پکارتے، ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے اور ان کے نام پر جانور ذبح کرتے رہے۔ ان مشرکانہ عقائد کو سمجھنے کے بعد آپ پر اسلام کی حقیقت واضح ہو جائے گی جس کی طرف رسول مکرم ﷺ نے دنیا کو دعوت دی اور نبی ﷺ کا یہ ارشاد حرف بحرف صادق ہوتا ہوا نظر آئے گا، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

﴿بَدَأَ الْإِسْلَامَ عَرَبِيًّا وَ سَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ عَرَبِيًّا﴾

[مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أن الإسلام بدأ عربياً و سيعود غربياً..... الخ: ۱۴۵]

”اسلام کی ابتدا اجنبیت کی حالت میں ہوئی اور یہ اجنبیت کی طرف لوٹ جائے گا

جیسے اس کی ابتدا ہوئی۔“

اور یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ اکثر لوگوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ پس اے میرے بھائیو! اللہ سے ڈرو اور حقیقی اسلام کو اول تا آخر سمجھو اور اس کی اساس کلمہ توحید ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کو مضبوطی سے تھام لو، اس کے معنی و مفہوم کو سمجھو، کلمہ توحید اور اس کے حاملین سے محبت کرو اور انہی کو اپنا بھائی بناؤ، اگرچہ یہ لوگ تم سے دور کسی دوسرے ملک میں کیوں نہ ہوں

اور ہر طاغوت سے انکار کرو اور ہر طاغوتی طاقت اور اس کے حلیفوں سے علیحدگی اختیار کر لو اور ایسے لوگوں سے بھی تمہارا مقاطعہ ضروری ہے جو کسی بھی طاغوتی طاقت کی حمایت کرتے ہوں یا یہ کہتے ہوں کہ ان کے بارے میں ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے، ان کا یہ کہنا اللہ تعالیٰ پر سراسر کذب و بہتان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مکلف ٹھہرایا ہے کہ وہ ہر طاغوت کا انکار کریں اور اس سے اپنی براءت کا اظہار کریں، اگرچہ وہ ان کے سگے بھائی یا اولاد ہی کیوں نہ ہوں۔ پس میں دوبارہ اپنے بھائیوں سے عرض کروں گا کہ وہ کلمہ توحید کو مضبوطی سے تھام لیں، تاکہ جب وہ اپنے رب کے حضور پیش ہوں تو مشرک نہ ہوں۔

### تیسرا اصول:

نبی اکرم ﷺ کا ظہور ان لوگوں میں ہوا جو کائنات کی متعدد اشیاء کے پجاری تھے۔ ان میں ایسے بھی تھے جو چاند اور سورج کی پوجا کرتے اور ایسے بھی تھے جو صالحین کی بندگی کرتے اور ایسے بھی تھے جو انبیائے کرام ﷺ، ملائکہ، مقربین اور حجر و شجر کے پجاری تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بلا تفریق تمام کے خلاف جہاد کیا۔ بطور دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ﴾ [البقرة: ۱۹۳]

”اور ان سے اس وقت تک لڑتے رہنا کہ فساد ناپود ہو جائے اور (ملک میں) اللہ ہی کا دین ہو جائے۔“

عبادت شمس و قمر کی دلیل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنَ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا

لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾ [حَم السجدة: ۳۷]

”رات اور دن، سورج اور چاند اس کی نشانیوں میں سے ہیں، تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے، اگر تم خاص اسی کی عبادت کرنا چاہتے ہو۔“

## عبادت صالحین کی دلیل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضَّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۗ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ۗ ﴾ [بنی اسرائیل: ۵۶، ۵۷]

”کہہ دو (مشرکوں!) جن لوگوں کی نسبت تمہیں (معبود) ہونے کا گمان ہے ان کو پکارو، وہ تم سے تکلیف کے دور کرنے یا اس کے بدل دینے کا کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ یہ لوگ جن کو (اللہ کے سوا) پکارتے ہیں وہ خود اپنے پروردگار کے ہاں ذریعہ تقرب تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون اس میں اللہ کا زیادہ مقرب ہے اور اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تمہارے پروردگار کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔“

(فائدہ ۱۱۸ مراد آبادی جیسے عیسیٰ علیہ السلام، عزیر علیہ السلام، ملائکہ)

## عبادت ملائکہ کی دلیل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَكَةِ اَهْلُكُمْ اَمْ لِيْنَ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۗ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَاٰتِنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۗ اَكْتَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ۗ قَالِيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَلَا ضَرًّا ۗ وَنَقُولُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تَكْفُرُوْنَ ۗ ﴾ [سبا: ۴۰ تا ۴۲]

”جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ لوگ تمہیں پوجا کرتے تھے، وہ کہیں گے تو پاک ہے تو ہی ہمارا دوست ہے بلکہ یہ جنات کو پوجا کرتے : اکثر انہی کو مانتے تھے، تو آج تم میں سے کوئی کسی کو نفع و نقصان پہنچانے کا نہیں رکھتا اور ہم ظالموں سے کہیں گے کہ دوزخ کے عذاب کا جس کو تم جھوٹ تھے، مزا چکھو۔“

## عبادت انبیاء کی دلیل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاذْ قَالَ اللَّهُ لِيَعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ آنتَ قُلْتُ لِلنَّاسِ امْتَخِنُوكُنِي وَإِنِّي إِلَهِيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالُوا سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْ أَنْ أَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِدِيْنِيْ ۗ إِن كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۗ تَعَلَّمْ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَا أَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۗ إِنَّكَ أَنْتَ عَلٰمُ الْغُيُوْبِ ۗ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِيْ بِهِ إِنْ اَعْبُدُوا إِلٰهًا رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۗ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۗ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۗ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۗ إِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَلَهُمْ عَذَابُكَ ۗ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۗ﴾

[المائدة : ۱۱۶ تا ۱۱۸]

”اور (اس وقت کو بھی یاد رکھو) جب اللہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود بناؤ؟ وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے، میرے لیے کیسے لائق تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کچھ حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کیا ہوگا تو تجھے معلوم ہوگا کیونکہ جو بات میرے دل میں ہے تو اسے جانتا ہے اور جو تیرے دل میں ہے میں اسے نہیں جانتا۔ بے شک تو علام الغیوب ہے، میں نے ان سے کچھ نہیں کہا، جز اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے۔ وہ یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے اور جب تک میں ان میں رہا ان کی خبر رکھتا رہا، جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھالیا تو تو ان کا نگران تھا اور تو ہر چیز سے باخبر ہے۔ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو بے شک تو غالب، حکمت والا ہے۔“

## عبادت شجر و حجر کی دلیل:

ابو قتادہ لیشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوہ حنین کے لیے نکلے۔ صورت حال یہ تھی کہ ہم ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ مشرکین ایک بیری کے درخت کو متبرک سمجھتے ہیں اور وہاں اعتکاف بیٹھتے ہیں۔ کامیابی حاصل کرنے کی غرض سے اپنا اسلحہ

اس کے ساتھ لٹکاتے ہیں اور اسے ”ذات النواط“ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہمارے لیے بھی اس ذات النواط جیسا کوئی مقام مقرر فرمادیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر تعجب سے فرمایا: ”اللہ اکبر! پہلی قوموں کی ایسی ہی عادات رہی ہیں، اللہ کی قسم! تم نے تو ویسا ہی مطالبہ کیا جس طرح بنی اسرائیل نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کیا تھا۔“ [ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء لتركيب سنن من كان قبلكم : ۲۱۸۰]

جس کا قرآن مجید نے یوں تذکرہ فرمایا ہے:

﴿ قَالُوا لِيُؤْمِرَ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَّهُمُ آلِهَةٌ ۗ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ يَجْهَلُونَ ۗ إِنَّ هَؤُلَاءِ مَتَّبِعْتُمْ مَا هُمْ فِيهِ وَبَطُلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۗ قَالَ أَعْبَدُوا اللَّهَ أُنْعِمُوا إِلَهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۗ ﴾ [الأعراف : ۱۳۸ تا ۱۴۰]

” (بنی اسرائیل) کہنے لگے اے موسیٰ! جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو۔ یہ لوگ جس (شغل) میں پھنسے ہوئے ہیں وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں بے ہودہ ہیں اور یہ بھی کہا بھلا میں اللہ کے سوا تمہارے لیے کوئی اور معبود تلاش کروں، حالانکہ اس نے تمہیں تمام اہل عالم پر فضیلت بخشی ہے۔“

### چوتھا اصول:

ہمارے دور کے مشرک قرون اولیٰ کے مشرکین سے بھی دو قدم آگے ہیں۔ قرون اولیٰ کے مشرک مصائب کے وقت اللہ ہی کو پکارتے اور زمانہ خوشحالی میں شرک کا ارتکاب کیا کرتے تھے، لیکن ہمارے دور کے مشرک خوشحالی کے ایام ہوں یا تنگدستی کے ہر دو صورت میں شرک کا ارتکاب کرتے ہیں اور دائمی طور پر شرک میں مبتلا رہتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے واضح ہوتا ہے:

﴿ قَادًا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَا اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۗ فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْبَرُّ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ۗ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۗ وَلِيَتَمَتَّعُوا ۗ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۗ ﴾

[العنكبوت : ۶۶]



”پھر جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے اور خالص اسی کی عبادت کرتے ہیں، لیکن جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو فوراً شرک کرنے لگتے ہیں، تا کہ جو ہم نے ان کو بخشا ہے اس کی ناشکری کریں اور فائدہ اٹھائیں، عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا۔“

ہم اپنی گفتگو کو ایسی آیت کریمہ پر ختم کرتے ہیں جس کو سمجھنے کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ ہمارے دور کے مشرکین کا کفر ان مشرکین سے بہت بڑا ہے جن سے رسول اللہ ﷺ نے جنگ کی تھی، ارشاد الہی ہے:

﴿وَإِذَا مَا سَأَلْتُمُ النَّبِيَّ فِي الْبَعْضِ صَلَّى مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ فَلَبَّاتًا تَجْتَكِمُونَ إِلَى النَّبِيِّ

أَعْرَضْتُمْ ۚ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا﴾ [بنی اسرائیل : 67]

”اور جب تم کو دریا میں تکلیف پہنچتی ہے (یعنی ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو جن کو تم پکارا کرتے ہو سب اس (پروردگار) کے سوا گم ہو جاتے ہیں۔ پھر جب وہ تمہیں (ڈوبنے سے) بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے، تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہے ہی ناشکرا۔“

اس آیت کریمہ کو غور سے پڑھو، اس میں اللہ تعالیٰ نے ان کفار کا ذکر کیا ہے جن کو جب کوئی تکلیف پہنچتی تھی تو اپنے تمام بزرگوں اور مشائخ کو چھوڑ دیتے تھے اور کسی سے بھی استغاثہ و فریاد نہیں کرتے تھے بلکہ صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کو اپنی تمنائوں کا مرکز بنا لیتے تھے اور صرف اللہ ہی سے استغاثہ و فریاد کرتے تھے لیکن جب تکلیف دور ہو جاتی تو شرک میں مبتلا ہو جاتے تھے۔

دوسری طرف جب آپ موجودہ مشرکین کو دیکھیں گے جن میں بعض بزعم خود عالم و فاضل اور زہد و اجتہاد کے مدعی بھی ہوتے ہیں، جب ان کو کوئی مصیبت یا تکلیف آتی ہے تو عین حالت مصیبت میں بھی وہ غیر اللہ سے فریاد کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جیسے معروف کرنی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، زید بن خطاب رحمۃ اللہ علیہ، زبیر رحمۃ اللہ علیہ اور رسول اللہ ﷺ اور علی رحمۃ اللہ علیہ۔ فاللہ المستعان۔

ہم قرآن کریم میں سے چند ایسی مثالیں پیش کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے دور کے مشرکوں کے دلائل کے جواب میں کہی ہیں، اہل باطل کا جواب دو طرح سے ہے:

۱۔ مجمل

۲۔ مفصل

۱۔ مجمل جواب تو عقلمندوں کے لیے امر عظیم اور فائدہ کبیرہ ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ﴾ [آل عمران: ۷]

”وہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی، بعض آیتیں محکم ہیں (اور) وہی اصل کتاب ہیں اور بعض تشابہ ہیں تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ تشابہات کا اتباع کرتے ہیں، تا کہ فتنہ برپا کریں اور مراد اصلی کا پتا لگائیں، حالانکہ مراد اصلی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔“

نیز صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ سَمَّى اللَّهُ فَاحْذَرُوهُمْ﴾ [بخاری، کتاب التفسیر، (سورۃ آل عمران) باب ﴿منہ آیات محکمات﴾: ۴۵۴۷]

”جب تم تشابہ آیات کی پیروی کرنے والوں کو دیکھو تو جان لو کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے نام لیا ہے، ان سے بچ کر رہو۔“

اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی مشرک یہ آیت کریمہ پڑھے:

۱۔ ﴿الْأَنبِيَاءُ لِلَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ [یونس: ۶۲]

”سن رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔“

۲۔ یا کہے کہ سفارش برحق ہے۔

۳۔ یا یہ کہے کہ انبیائے کرام ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا بلند رتبہ ہے۔

۴۔ یا رسول مکرم ﷺ کا کوئی ارشاد پڑھے جس سے اپنے باطل عقیدہ پر استدلال کرنا چاہے اور تم

اس کے ذکر کردہ کلام کا مفہوم نہ سمجھتے ہو۔

تو اسے یہ جواب دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ جن کے دل ٹیڑھے ہیں وہ محکم آیات کو چھوڑ کر مشابہ آیات کے پیچھے جاتے ہیں اور جو میں نے تمہارے سامنے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مشرک اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرتے تھے لیکن ان کو کافر صرف اس لیے کہا کہ انہوں نے ملائکہ و انبیاء اور اولیاء سے بایں معنی اپنا تعلق بنا رکھا تھا:

﴿هُؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ﴾ [یونس: ۱۸]

”یہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔“

یہ بات تو ایسی واضح اور ناقابل تاویل ہے کہ کوئی شخص اس کے معنی و مفہوم کو تبدیل نہیں کر سکتا لیکن اے مشرک! جو تو قرآن کریم کی آیت یا رسول مکرم ﷺ کا کلام پیش کرتا ہے میں اس کے معنی تو نہیں سمجھتا لیکن میں ایک فیصلہ کن بات کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں تناقض نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے کلام کے خلاف نہیں کہہ سکتے۔

یہ جواب بہت اچھا اور سیدھا سادا ہے، اسے وہی شخص سمجھے گا جسے اللہ تعالیٰ نے توفیق سے نوازا ہے۔ اس جواب کو معمولی نہ سمجھنا، اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا ذُو حِظٍّ عَظِيمٍ﴾

[حم السجدة: ۳۵]

”اور یہ بات انھی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور انھی کو

نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں۔“

۲۔ جواب مفصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن انبیاء کرام ﷺ کے دین پر بہت سے اعتراضات کرتے ہیں اور لوگوں کو دین سے روکتے ہیں، ان میں سے ایک اعتراض یہ ہے:

اعتراض: وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے بلکہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پیدا کر سکتا ہے نہ رزق دے سکتا ہے، نفع دے سکتا ہے نہ تکلیف میں مبتلا کر سکتا ہے اور یہ کہ رسول (ﷺ) اپنی ذات کے لیے نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا تو ذکر ہی کیا لیکن میں ایک گنہگار آدمی ہوں اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں صالحین کا بڑا رتبہ ہے، میں ان کے واسطے سے اللہ تعالیٰ ہی سے مانگتا ہوں؟

جواب: اس کو وہی جواب دو جو پہلے گزر چکا ہے، وہ یہ کہ جن لوگوں سے رسول اللہ ﷺ نے جنگیں لڑیں، وہ بھی یہی اقرار کرتے تھے جو تم کر رہے ہو۔ وہ اقرار کرتے تھے کہ ان کے معبود کسی بھی کام کا انتظام نہیں کر سکتے۔ وہ لوگ بھی ان کے واسطے سے مرتبہ اور شفاعت ہی کے طالب تھے اور ان کو وہ آیات پڑھ کر سناؤ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نازل فرمائی ہیں اور ان کی خوب وضاحت کرو۔

اعتراض: اگر وہ کہے کہ یہ آیات تو بتوں کے پجاریوں کے متعلق نازل ہوئی ہیں تو تم انبیائے کرام (ﷺ) اور نیک لوگوں کو بتوں جیسا کس طرح بناتے ہو؟

جواب: تو اس کو پہلے والا جواب دو کیونکہ جب اس نے اقرار کر لیا کہ کافر بھی ربوبیت صرف اللہ تعالیٰ کی مانتے تھے اور جن افراد کی قبور کا قصد کر کے جاتے تھے ان سے صرف سفارش ہی کے طلبگار ہوتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ مشرکین اور موحدین کے عمل میں فرق کر دے۔

اور اسے بتاؤ کہ کافروں میں سے کچھ تو وہ تھے جو بتوں کو پکارتے تھے اور بعض ایسے تھے جو اولیائے کرام ﷺ کو پکارتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہی کے متعلق فرمایا ہے:

”یہ لوگ جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ خود اپنے پروردگار کے ہاں ذریعہ (تقرب) تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون ان میں (اللہ کا) زیادہ مقرب (ہوتا) ہے۔“

(بنی اسرائیل: ۵۷)

اور کچھ لوگ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو پکارا کرتے تھے، جیسا کہ فرمان باری ہے:

﴿ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلِينَ الطَّعَامَ أَنْظُرْ كَيْفَ نَبِّئُنْ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ أَنْظِرْ أَنِّي يُؤْفَكُونَ ۝ قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْبَغُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ ﴾

[المائدة: ۷۵، ۷۶]

”مسیح ابن مریم تو صرف (اللہ کے) پیغمبر تھے، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے اور ان کی والدہ (مریم اللہ کی) ولی (اور سچی فرماں بردار) تھیں، دونوں (انسان تھے اور) کھانا کھاتے تھے۔ دیکھو! ہم ان لوگوں کے لیے اپنی آیتیں کس طرح کھوا، کھول کر بیان کرتے ہیں پھر (یہ) دیکھو کہ یہ کدھر الٹے جا رہے ہیں، کہو کہ تم

اللہ کے سوا ایسی چیز کی کیوں پرستش کرتے ہو جس کو تمہارے نفع اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں اور اللہ ہی سب کچھ سنتا جانتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَكَةِ الْهَؤُلَاءِ إِنَّا كُنَّا يَعْبُدُونَنَا ۖ قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلِيِّنَا مَنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْحَيَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ ۖ﴾

[سبا: ۴۰، ۴۱]

”اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ لوگ تم کو پوجا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے تو پاک ہے تو ہی ہمارا دوست ہے نہ کہ یہ بلکہ یہ جنات کی پوجا کرتے تھے اور اکثر انھی کو مانتے تھے۔“

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی سناؤ:

﴿وَإِذْ قَالَ اللَّهُ لِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمَّيَ الْهَيْلِينَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِدِينٍ ۖ إِن كُنْتَ فَاتِنَةً فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۖ تَعَلَّمْ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۖ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۖ﴾

[المائدة: ۱۱۶]

”اور اس وقت کو بھی یاد رکھو! جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود مقرر کرو؟ وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے، مجھے کب شایاں تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو تجھ کو معلوم ہوگا (کیونکہ) جو بات میرے دل میں ہے تو اسے جانتا ہے اور جو تیرے دل میں ہے اسے میں نہیں جانتا، بے شک تو علام الغیوب ہے۔“

اب اس سے پوچھو کہ بات سمجھ میں آئی کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے بتوں کا قصد کرنے والوں کو کافر کہا ہے ویسے ہی نیک اور صالح لوگوں کا قصد کرنے والوں کو بھی کافر قرار دیا ہے اور ان سے رسول اللہ ﷺ نے جنگ کی تھی۔

اعتراض: اگر وہ یہ کہے کہ کفار و مشرکین تو ان اولیاء سے مانگتے تھے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ

تعالیٰ ہی نفع دینے والا اور وہی نقصان پہنچانے والا ہے وہی کائنات کا انتظام کرنے والا ہے، میں تو صرف اللہ ہی سے مانگتا ہوں اور صالحین کے اختیار میں کوئی چیز نہیں ہے، لیکن میں ان کا قصد اس لیے کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی سفارش کی امید رکھتا ہوں؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارا اور کفار کا قول ایک ہی جیسا ہے اور اس کو یہ آیت کریمہ پڑھ کر سناؤ:

﴿وَالَّذِينَ تَخَذُوا مِنَ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ وَنَلْفِي﴾

[الزمر: ۳]

”اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور دوست بنائے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کو اس لیے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں۔“

یہ آیت بھی سناؤ:

﴿وَيَقُولُونَ هُوَ لَآءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ﴾ [یونس: ۱۸]

”اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔“

آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ مشرکین کے یہی تین شبہات سب سے بڑے ہیں۔ جب آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی کتاب کریم میں خوب وضاحت سے بیان کیا ہے اور آپ نے ان کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے تو باقی شبہات کے جوابات بہت آسان ہیں۔

اعتراض: اگر وہ کہے کہ میں تو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں اور ان کی طرف جھکاؤ اور ان کو پکارنا ان کی عبادت نہیں ہے؟

جواب: تو اس سے کہو کیا تم اقرار کرتے ہو کہ اخلاص عبادت تم پر فرض ہے؟ اگر وہ کہے کہ ہاں! تو اسے کہو کہ وہ اخلاص عبادت جو تم پر فرض ہے اسے ذرا بیان تو کرو؟ اگر وہ عبادت اور اس کی اقسام کو نہ جانتا ہو تو اس کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ

ذُخْرَيْنَ﴾ [المؤمن: ۶۰]

”اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ (ف ۱۲۷) بے شک وہ

جو میری عبادت سے اونچے کھنچتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہو کر۔“  
 فائدہ ۱۲۷: آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ دعا سے مراد عبادت ہے اور قرآن کریم میں دعا بمعنی عبادت بہت جگہ وارد ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ((الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ)) [ابوداؤد و ترمذی] ترجمہ احمد رضا خاں و تفسیر مراد آبادی۔

جب آپ اس کو یہ سمجھا دیں تو اس سے پوچھیں کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے؟ تو وہ لازماً کہے گا کہ ہاں! کیونکہ دعا اور پکارنا تمام عبادت کا مغز ہے۔  
 اب اسے کہیے کہ جب آپ نے اقرار کر لیا کہ یہ عبادت ہے اور آپ دن رات اللہ تعالیٰ کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جب آپ نے اپنی کسی حاجت میں کسی نبی یا کسی بزرگ کو پکارا تو کیا تم نے اللہ کی عبادت میں کسی غیر اللہ کو شریک کیا یا نہیں؟ تو وہ لازماً کہے گا کہ ہاں!  
 اب آپ اس سے کہیں کہ جب آپ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل ارشاد پر عمل کریں گے:

﴿قَصِّصًا لِّرَبِّكَ وَانْحِرَظْ﴾ [الکوثر: ۲]

”اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو۔“

تو آپ نے اللہ کے لیے قربانی کی اور اس کی عبادت کی تو بتائیے کہ کیا یہ عبادت ہے؟ وہ لازماً کہے گا کہ ہاں! اب اسے کہو کہ اگر تم نے کسی مخلوق مثلاً نبی یا جن وغیرہ کے لیے جانور ذبح کیا تو کیا تم نے اس عبادت میں غیر اللہ کو شریک نہیں کیا؟ تو وہ لازماً اقرار کرے گا اور کہے گا کہ ہاں!  
 نیز اس کو یہ بھی کہیں کہ وہ مشرکین جن کے متعلق قرآن کریم نازل ہوا کیا وہ ملائکہ، صالحین اور لات وغیرہ کی پوجا نہیں کرتے تھے؟ تو وہ لازماً کہے گا کہ ہاں! تو اس سے پوچھو کہ کیا ان کی عبادت یہ نہ تھی کہ وہ ان کو پکارتے، ان کے نام پر جانور ذبح کرتے اور ان سے پناہ وغیرہ لیتے تھے؟ حالانکہ وہ اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے غلبہ کے تحت ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کا انتظام کرتا ہے لیکن انھوں نے ان کو پکارا اور ان کے مرتبہ اور سفارش کا سہارا لیا جو بالکل واضح بات ہے۔

اعتراض: اگر وہ کہے کہ کیا تم رسول اللہ ﷺ کی سفارش کا انکار اور اس سے بیزاری کا اظہار کرتے

ہو؟

جواب: تو اس کو کہو کہ ہم سفارش کے منکر نہیں اور نہ اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں بلکہ ہمارا ایمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ شافع اور مشفع ہیں اور ہم ان کی سفارش کی امید رکھتے ہیں لیکن سفارش کی اجازت اللہ کے اختیار میں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا ﴾ [ الزمر: ۴۴ ]

”کہہ دو کہ سفارش تو سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔“

اور یہ سفارش اللہ کی اجازت کے بعد ہی ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَآ إِلَّا بِإِذْنِهِ ﴾ [ البقرة: ۲۵۵ ]

”کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے۔“

اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر رسول اللہ ﷺ بھی کسی کی سفارش نہیں کریں گے جیسا کہ ارشاد

باری ہے:

﴿ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَى ﴾ [ الأنبياء: ۲۸ ]

”اور وہ (اس کے پاس کسی کی) سفارش نہیں کر سکتے مگر اس شخص کی جس سے اللہ خوش

ہو۔“

یہ بھی یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ صرف توحید کو پسند کرتا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

﴿ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ﴾ [ آل عمران: ۸۵ ]

”اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا

جائے گا۔“

جب سفارش اللہ کے اختیار میں ہے اور اللہ ہی کی اجازت کے بعد ہوگی اور رسول مکرم ﷺ اور آپ کے علاوہ کوئی شخص بھی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکتا اور یہ بھی یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ صرف اہل توحید کے لیے اجازت دے گا تو اب آپ کو معلوم ہو گیا کہ سفارش سب کی سب اللہ کے اختیار میں ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے یوں سوال کرتا اور کہتا ہوں کہ اے اللہ! مجھے پیارے رسول ﷺ کی سفارش سے محروم نہ کرنا۔ اے اللہ! رسول مکرم ﷺ کو میرے متعلق سفارش کی اجازت فرمانا۔



اعتراض: اگر وہ کہے کہ رسول ﷺ کو سفارش دے دی گئی ہے اور میں آپ ﷺ سے اللہ کے دیے ہوئے میں سے مانگتا ہوں۔

جواب: تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے رسول مکرم ﷺ کو سفارش عطا فرما دی ہے، لیکن تم کو براہ راست آپ ﷺ سے طلب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ [الحن: ۱۸]

”اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔“

اور پھر جب تم اللہ کو پکارتے ہوئے کہتے ہو کہ اے اللہ! میرے بارے میں رسول انور ﷺ کو سفارش کی اجازت دے تو پھر اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارنے میں اس کی اطاعت بھی کر اور اس سے یہ بھی سنائیں:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا﴾ [الحن: ۲۰]

”کہہ دو کہ میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتا۔“

اس سے یہ سوال بھی کریں کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ دوسروں کو بھی سفارش دی گئی ہے، جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ فرشتے، حافظ قرآن، چھوٹے بچے اور اولیائے کرام بھی سفارش کریں گے تو کیا ان کے متعلق بھی کہو گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سفارش دے دی ہے اور میں ان سے بھی مانگوں گا؟

اگر تم ایسا کہتے ہو تو یہی صالحین کی عبادت ہے جس کا اللہ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے اور اگر تم اس کا انکار کرو تو تمہاری بات خود بخود باطل ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سفارش دی ہے اور میں ان سے اللہ کے دیے ہوئے سے مانگتا ہوں۔

اعتراض: اگر وہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، اس سے اللہ کی پناہ لیکن نیک لوگوں سے التجا و فریاد کرنا شرک نہیں ہے۔

جواب: تو آپ اس سے کہیں کہ جب تم اقرار کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے شرک کو زنا سے بھی زیادہ حرام قرار دیا ہے اور یہ بھی مانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا تو پھر وہ کون

سا شرک ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور جسے نہیں بخشے گا؟  
 اگر وہ نہیں جانتا تو اس سے کہیں کہ اگر تم شرک کو نہیں جانتے تو پھر تم اس سے کیسے بچ سکو  
 گے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر کوئی چیز حرام کرے اور کہے کہ میں یہ نہیں بخشوں گا اور تم  
 اس کے متعلق جانتے ہو، نہ پوچھتے ہو۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ اللہ نے اسے حرام تو کر دیا ہے  
 لیکن اسے بیان نہیں فرمایا؟

اعتراض: اگر وہ کہے کہ شرک تو بتوں کو پوجنا ہے اور ہم بتوں کی پوجا نہیں کرتے؟  
 جواب: تو آپ اس سے پوچھیں کہ بتوں کی پوجا کا مطلب کیا ہے؟ کیا تم خیال کرتے ہو کہ مشرکین  
 عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ لکڑیاں، یہ پتھر کچھ پیدا کرتے، روزی دیتے یا اپنے پکارنے والوں  
 کے امور کا انتظام کرتے ہیں؟ ہرگز نہیں، قرآن کریم اس کی تردید کرتا ہے۔

اعتراض: اگر وہ کہے کہ پوجا یہ ہے کہ کوئی آدمی لکڑی یا پتھر یا کسی قبر پر بنی ہوئی عمارت وغیرہ کا  
 قصد کرے، ان کو پکارے اور ان کے نام پر جانور ذبح کرے اور کہے کہ یہ مجھے اللہ تعالیٰ  
 کے قریب کر دیتے ہیں یا ان کی برکت سے اللہ تکلیف دور کر دیتا ہے یا ان کی برکت  
 سے ہمیں دیتا ہے؟

جواب: تو کہو ہاں! تم نے صحیح کہا اور تم یہی کچھ ان پتھروں اور عمارتوں پر جا کر کرتے ہو جو  
 قبروں پر بنی ہوئی ہیں تو اس نے اقرار کر لیا کہ ان کا یہ فعل ہی بتوں کی عبادت ہے اور  
 یہی مطلوب ہے۔

اس کو یہ بھی کہا جائے کہ تمہارا یہ کہنا کہ شرک بتوں کی پوجا کا نام ہے، کیا اس سے آپ کا  
 مطلب یہ ہے کہ شرک اسی سے مخصوص ہے اور نیک لوگوں پر بھروسہ کرنا اور ان کو پکارنا شرک نہیں  
 ہے؟ تو اس بات کی تائید اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرما دی ہے اور ہر اس شخص کو کافر قرار دیا  
 ہے جس نے ملائکہ، عیسیٰ یا صالحین میں سے کسی سے ایسا تعلق رکھا۔

یہ شخص لازماً اقرار کرے گا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی بھی نیک شخص کو شریک کرے  
 تو یہی وہ شرک ہے جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے اور یہی مقصود ہے۔

اس مسئلہ کا راز یہ ہے کہ اگر وہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا تو اس

سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا کیا ہے، اس کی وضاحت کیجیے؟  
اگر وہ کہے کہ بتوں کی پوجا کا نام شرک ہے تو اس سے پوچھیے کہ بتوں کی عبادت کا کیا  
مطلب ہے، اس کی وضاحت کیجیے؟

اگر وہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا تو اس سے کہیے کہ اللہ تعالیٰ کی  
عبادت کا کیا مطلب ہے۔ اس کی وضاحت کریں؟

اگر وہ وہی کچھ بتائے جو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے تو ٹھیک وگرنہ اسے معلوم نہیں، تو ایسی  
چیز کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے جس کو وہ نہیں جانتا۔

اور اگر ایسا مفہوم بیان کرے جو قرآنی آیات کے مفہوم کے خلاف ہو تو اس کے سامنے آپ  
شرک اور بتوں کی پوجا کے بیان سے متعلق واضح آیتوں کو پیش کر کے بتائیں کہ یہی سب کچھ تو  
آج کل کے افراد امت بھی کرتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت پر ہمیں کوسا  
جاتا ہے اور ہمارے خلاف ایسی ہرزہ سرائی کرتے ہیں جس طرح ان کے سابقہ بھائی کرتے چلے  
آئے ہیں:

﴿ اَجْعَلِ الْاِلٰهَةَ الْهٰٓا وَ اٰجِدًا ۙ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجَابٌ ۝﴾ [ ص : ۵ ]

”کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔“

اعتراض: اگر وہ کہے کہ فرشتوں اور نبیوں کو پکارنے کی وجہ سے ان کو کافر قرار نہیں دیا گیا بلکہ ان کو  
اس وجہ سے کافر قرار دیا گیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، لیکن ہم  
شیخ عبدالقادر وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار نہیں دیتے؟

جواب: تو کہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا ایک مستقل کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۙ اللّٰهُ الصَّمَدُ ۙ﴾ [ الإخلاص : ۲، ۱ ]

”کہو کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ ہے، ایک ہے (وہ) معبود برحق بے نیاز ہے۔“

احد وہ ذات ہے جس کی کوئی مثل اور نظیر نہ ہو۔ صمد وہ ہے جس کی طرف ضروریات  
اور حاجات میں رجوع کیا جائے، لہذا جس شخص نے اللہ کے صمد ہونے کا انکار کیا اس نے کفر کیا۔  
اگرچہ وہ پوری سورت کا انکار نہ کرے۔ ارشاد الہی ہے:

﴿ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ ﴾ [المؤمنون: ۹۱]

”اللہ تعالیٰ نے نہ تو کسی کو (اپنا) بیٹا بنایا ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔“  
اللہ تعالیٰ نے ان دونوں قسموں کو الگ الگ بیان فرمایا ہے اور ہر ایک کو ایک مستقل کفر قرار دیا ہے۔ ارشاد الہی ہے:

﴿ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾

[الأنعام: ۱۰۰]

”اور ان لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک ٹھہرایا حالانکہ ان کو اسی نے پیدا کیا اور بے سمجھے (جھوٹ بہنایا) اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں بنا کھڑی کیں۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفر کی ان دونوں قسموں میں فرق کیا ہے۔ اس کی دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ جو لوگ لات کی عبادت کر کے کافر ہوئے انھوں نے لات کو اللہ کا بیٹا نہیں کہا تھا۔ وہ تو ایک صالح شخص تھا اور جو لوگ جنوں کی عبادت کر کے کافر ہوئے وہ بھی جنوں کو اللہ کی اولاد نہیں سمجھتے تھے۔ اسی طرح چاروں مذاہب کے علمائے کرام ”مرشد کے حکم“ میں بیان کرتے ہیں:

”جب کوئی مسلمان یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کی اولاد ہے تو وہ مرشد ہو جاتا ہے۔“  
ائمہ اربعہ کے علماء کفر کی دونوں قسموں میں فرق کرتے ہیں، یہ بات بالکل واضح ہے۔  
اعتراض: اگر وہ شخص یہ آیت پیش کرے:

﴿ أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾ [يونس: ۶۲]

”سن رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔“  
جواب: تو آپ اس سے کہیں کہ یہ آیت کریمہ اور اس کا مضمون بالکل درست اور صحیح ہے لیکن اولیاء کی عبادت نہیں ہونی چاہیے۔ ہم صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی عبادت کرنا اور ان کو اللہ کا شریک بنانا درست نہیں ہے۔ ہاں! آپ پر لازم ہے کہ ان سے محبت رکھو، ان کی پیروی کرو، ان کی کرامات کا اقرار کرو۔ یہ بھی یاد رکھیے کہ اولیاء کی کرامات کے منکر صرف بدعتی اور گمراہ لوگ ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا دین دونوں اطراف کا درمیانی راستہ اور دونوں گمراہیوں کے درمیان ہدایت اور دونوں باطلوں کے درمیان حق کا راستہ ہے۔

جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہی وہ چیز ہے جس کو ہمارے دور کے مشرک ”اعتقاد“ کہتے ہیں۔ یہی وہ شرک ہے جس کے متعلق قرآن کریم نازل ہوا۔ اسی پر رسول مکرم ﷺ نے لوگوں سے جہاد کیا، اب آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ پہلے دور کے لوگوں کا شرک ہمارے دور کے لوگوں کے شرک سے دو وجہ میں ہلکا تھا:

۱۔ پہلے لوگ ملائکہ، اولیاء اور بتوں کو صرف عیش و آرام کی حالت میں پکارتے اور اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے لیکن سختی کے وقت وہ صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا مَسَّ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِلَٰهًا ۚ فَلَمَّا بَلَغْنَا مِنْكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا ۝﴾ [بنی اسرائیل: ۶۷]

”اور جب تم کو دریا میں تکلیف پہنچتی ہے (یعنی ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو جن کو تم پکارا کرتے ہو سب اس (ایک پروردگار) کے سوا گم ہو جاتے ہیں، پھر جب تم کو (ڈوبنے سے) بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہے ہی ناشکرا۔“

﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَاكُمْ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللَّهِ تَدْعُونَ ۚ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ بَلْ إِلَٰهَةٌ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَٰهًا وَإِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ ۝﴾

[الأنعام: ۴۰، ۴۱]

”کہو (کافرو!) بھلا دیکھو کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے یا قیامت آ موجود ہو تو کیا تم (ایسی حالت میں) اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ اگر سچے ہو تو بتاؤ۔ (نہیں) بلکہ (مصیبت کے وقت، تم اسی کو پکارتے ہو تو جس دکھ کے لیے اسے پکارتے ہو وہ اگر چاہتا ہے تو اس کو دور کر دیتا ہے اور جن کو تم شریک بناتے ہو (اس وقت) انھیں بھول جاتے ہو۔“

نیز فرمایا:

﴿وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِنْهُ نِسِيَ مَا كَانَ يُدْعُوا إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۗ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا

إِنَّكَ مِنَ الْأَصْحَابِ النَّارِ ﴿۸﴾ [الزمر: ۸]

”اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کو پکارتا (اور) اس کی طرف دل سے رجوع کرتا ہے۔ پھر جب وہ اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت دیتا ہے تو جس کام کے لیے پہلے اس کو پکارتا ہے اسے بھول جاتا ہے اور اللہ کا شریک بنانے لگتا ہے تاکہ لوگوں کو اس کے رستے سے گمراہ کرے، کہہ دو کہ (اے کافر نعمت!) اپنی ناشکری سے تھوڑا سا فائدہ اٹھالے پھر تو تو دوزخیوں میں ہوگا۔“

ایک اور جگہ ارشاد الہی ہے:

﴿وَأَذِغْشَهُمْ مَوْجَ كَالظَّلِيلِ دَعَا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ [لقمان: ۳۲]

”اور جب ان پر (دریا کی) لہریں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں تو اللہ کو پکارنے (اور) خالص اس کی عبادت کرنے لگتے ہیں۔“

جس شخص نے یہ مسئلہ سمجھ لیا جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں وضاحت فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ مشرکین جن سے رسول اللہ ﷺ نے جہاد کیا وہ آرام و سکون کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر اللہ کو بھی پکارتے تھے لیکن تکلیف کے وقت صرف ایک اللہ کو پکارتے تھے اور اپنے سادات کو بھول جاتے تھے تو ایسے شخص کو سابقہ اور موجودہ دور کے مشرکین میں فرق کا پتا چل جائے گا، لیکن ایسے آدمی کہاں ہیں جن کے دل اس مسئلہ کو صحیح طور پر سمجھ سکیں؟ فاللہ المستعان۔

۲۔ پہلے لوگ اللہ کے ساتھ ان لوگوں کو پکارتے تھے جو اللہ کے مقرب ہوتے جیسے انبیاء و اولیاء اور ملائکہ وغیرہ یا ایسے پتھروں اور درختوں کو پکارتے جو اللہ کے مطیع ہیں نافرمان نہیں اور ہمارے دور کے لوگ اللہ کے ساتھ ایسے لوگوں کو پکارتے ہیں جو سب سے زیادہ فاسق و فاجر ہیں اور طرفہ یہ کہ خود ہی ان کا فسق و فجور، چوری، زنا اور ترک صلوٰۃ وغیرہ لوگوں سے بیان کرتے ہیں۔

جب یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی کہ جن لوگوں سے رسول اللہ ﷺ نے جنگ کی تھی وہ آج کل کے مشرکوں سے شرک میں کم اور ان سے زیادہ عقلمند تھے تو اب آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا ایک شبہ اور بھی ہے جو وہ ہمارے بیان کردہ دلائل پر وارد کرتے ہیں اور ان کا یہ سب سے بڑا

شبہ ہے، اس کا جواب بڑے غور سے سنو۔

اعتراض: وہ کہتے ہیں کہ جن کے متعلق قرآن کریم نازل ہوا وہ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار نہیں کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کو جھٹلاتے، قیامت کا انکار کرتے، قرآن کریم کی تکذیب کرتے اور اسے جادو کہتے تھے، لیکن ہم ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں، ایک اللہ کے قائل ہیں اور محمد ﷺ کو اللہ کا رسول سمجھتے ہیں، قرآن کریم کی تصدیق کرتے، قیامت کو مانتے اور نماز روزے کی پابندی کرتے ہیں تو تم ہمیں ان جیسا کیسے قرار دیتے ہو؟

جواب: عرض ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ جب کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے کسی ایک حکم کی تکذیب اور دوسرے حکم کی تصدیق کرے تو وہ کافر ہے اور وہ اسلام میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر قرآن کریم کے کچھ حصے پر ایمان لائے اور اس کے کچھ حصے کا انکار کرے، جیسے کوئی شخص توحید کا اقرار تو کرے، لیکن نماز کی فرضیت کا انکار کرے، یا توحید اور نماز کا اقرار کرے، لیکن زکوٰۃ کے وجوب کا انکار کرے، یا ان تمام احکام کو تسلیم کرے، لیکن روزے کا انکار کرے، یا ان سب امور کو مانے لیکن حج کا انکار کرے، یا ان سب باتوں کو مانے لیکن قیامت کا انکار کرے، تو ایسا شخص بالاجماع کافر ہے، اس کا خون بہانا اور مال لوٹنا حلال ہے۔ جیسا کہ فرمان الہی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُوْنَ اَنْ يُفْرِقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُوْلُوْنَ نُوْحِنٌ بِبَعْضٍ وَنُكْفَرُ بِبَعْضٍ ۗ وَرُيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۗ اُولٰٓئِكَ هُمُ

الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۗ﴾ [النساء: ۱۵۰، ۱۵۱]

”جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبروں سے کفر کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے پیغمبروں میں فرق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور ایمان اور کفر کے بیچ میں ایک راہ نکالنا چاہتے ہیں، وہ بلاشبہ کافر ہیں۔“  
دیکھیے جب رسول اللہ ﷺ کے دور مسعود میں کچھ لوگ حج کے لیے فوراً تیار نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿ وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتِطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۗ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفِيْرٌ

عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ [آل عمران: ۹۷]

”اور لوگوں پر اللہ کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کی طاقت رکھے وہ اس کا حج کرے اور جو اس حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو اللہ بھی اہل عالم سے بے نیاز ہے۔“

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں اس بات کی تصریح کر دی کہ جو شخص کچھ حصے پر ایمان لائے اور کچھ حصے کا انکار کرے تو وہ پکا کافر ہے جیسے مرزائی، تو یہ شبہ بھی زائل ہو گیا اور یہی وہ شبہ تھا جو بعض ”اہل احساء“ نے اپنے مکتوب میں لکھ کر ہمیں ارسال کیا تھا۔

یہ جواب بھی دیا جاسکتا ہے کہ جب تم اقرار کرتے ہو کہ جو شخص تمام امور میں رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کرے لیکن صرف نماز کا انکار کر دے تو وہ کافر ہے، اس کا خون بہانا اور مال کو غنیمت بنانا بالاجماع حلال ہے، اسی طرح اگر ہر چیز کا اقرار کرے اور قیامت کو نہ مانے یا رمضان کے روزوں کے وجوب کا انکار کرے اور باقی تمام احکام کی تصدیق کرے تو ایسے شخص کے کافر ہونے میں نہ کسی کو انکار ہے اور نہ اختلاف۔ قرآن کریم نے بھی یہی کہا ہے جیسا کہ پہلے بیان کر چکے ہیں۔

یہ تو واضح بات ہے ہی کہ رسول اللہ ﷺ جس قدر احکام لے کر تشریف لائے ان میں سب سے بڑا فریضہ توحید ہے، جو نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج سب سے اہم اور بڑا فریضہ ہے تو جو شخص ان احکام میں سے کسی ایک کا انکار کرے تو کافر قرار پائے گا۔ اگرچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی دیگر تعلیمات پر عمل پیرا بھی ہو اور اگر وہ توحید کا انکار کرے جو تمام رسولوں کا دین ہے تو وہ کیسے کافر نہ ہوگا؟ سبحان اللہ! یہ عجیب طرح کی جہالت ہے۔

یہ جواب بھی دیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھو جنہوں نے قبیلہ بنو حنیفہ سے جنگ کی، حالانکہ بنو حنیفہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور شہادت دیتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ وہ لوگ اذانیں دیتے اور نماز پڑھتے تھے۔ ان کے بارے میں اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ لوگ مسلمان کی نبوت کے قائل ہو گئے تھے اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے جنگ کی، تو ہم کہیں گے کہ یہی تو ہمارا مقصد ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو رسول اللہ ﷺ کے مرتبہ تک بلند کر دے تو وہ کافر قرار پائے گا، اس کا خون بہانا اور مال چھیننا حلال ہو جائے گا اور اس کو کلمہ شہادت اور نماز روزہ فائدہ نہ دیں گے تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو شمسان، یوسف یا کسی صحابی یا نبی کو خالق کائنات کے مرتبہ



تک پہنچا دے؟ سبحان اللہ ما اعظم شانہ!

﴿ كَذَلِكَ يَطَعُ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ [الروم: ۵۹]

یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ جن لوگوں کو سیدنا علیؑ نے آگ سے جلادیا تھا وہ تو آپ کے ساتھی اور اسلام کے دعویدار تھے۔ انھوں نے صحابہ کرامؓ سے علم سیکھا تھا لیکن سیدنا علیؑ کے بارے میں ان کا وہی اعتقاد تھا جو آج کل لوگ یوسف اور شمسان وغیرہ کے بارے میں رکھتے ہیں تو دیکھو کس طرح صحابہ نے ان کے قتل اور ان کے کفر پر اتفاق کیا؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ صحابہ کرامؓ مسلمانوں کو کافر کہتے تھے؟ اور کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تاج وغیرہ کے بارے میں اس قسم کا اعتقاد نقصان دہ نہیں لیکن سیدنا علیؑ کے بارے میں یہی اعتقاد رکھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ یہ جواب بھی دیا جائے گا کہ بنو عبید القدر جو عباسیوں کے دور حکومت میں مصر اور مغرب پر قابض ہو گئے تھے، وہ سب کے سب کلمہ شہادت ”لا الہ الا اللہ“ کا اقرار کرتے تھے، اسلام کے دعویدار تھے، نماز جمعہ اور باجماعت نمازیں پڑھتے تھے لیکن جب انھوں نے بعض امور میں شریعت کی مخالفت کی جو زیر بحث مسئلہ کی نسبت بہت ہی کم اہمیت رکھتے تھے، پھر بھی علماء نے ان کے کفر اور ان سے جنگ کرنے پر اتفاق کیا اور ان کے شہروں کو دارالحرب قرار دیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے ان سے جنگ کی یہاں تک کہ وہ تمام شہر آزاد کرالیے جو ان کے زیر تصرف تھے۔ یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ پہلے لوگوں کو صرف اس لیے کافر قرار دیا گیا تھا کہ انھوں نے شرک اور تکذیب رسول و قرآن کریم اور انکار قیامت کو اکٹھا کر لیا تھا، نیز ان ابواب کا کیا مطلب ہوگا جو مذاہب اربعہ کے علمائے کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں باندھے ہیں کہ ”باب حکم المرتد“ مرتد وہ شخص ہے جو اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کر لے۔ پھر مرتد کی بہت سی قسمیں لکھی ہیں اور ہر قسم سے انسان مرتد ہو جاتا ہے۔ اس کا خون بہانا اور مال لینا حلال ہو جاتا ہے حتیٰ کہ علماء نے چھوٹے چھوٹے امور بتائے ہیں جن سے آدمی مرتد ہو جاتا ہے۔ جیسے کوئی شخص صرف اپنی زبان سے کوئی کلمہ کہے اگرچہ دل سے اس کا عقیدہ نہ ہو یا کوئی کلمہ ہنسی اور مذاق سے کہہ دے۔ یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ جن لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا:

﴿ يَجْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ ﴾

[التوبة: ۷۴]

”یہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انھوں نے (تو کچھ) نہیں کہا حالانکہ انھوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور یہ اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے ہیں۔“

کیا آپ نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک ہی کلمہ کی وجہ سے کافر قرار دے دیا حالانکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور میں تھے، آپ کے ساتھ ہو کر جہاد کرتے تھے، آپ کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، زکوٰۃ دیتے، حج کرتے اور توحید کے قائل تھے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿قُلْ يَا لَئِي اللَّهِ وَإِيَّاهُ وَمَرْسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ۚ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾

[التوبة: ۶۵، ۶۶]

”کہو کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے؟ بہانے مت بناؤ! تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔“

یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے تصریح کی ہے کہ وہ ایمان کے بعد کافر ہو گئے تھے حالانکہ وہ غزوہٴ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھے۔ انھوں نے ایک ایسی بات کہی جس کے متعلق وہ خود کہتے ہیں کہ ہم نے یہ بات بطور مذاق کہی تھی۔

اب آپ ان کے اس شبہ پر غور کریں کہ تم ان لوگوں کو کافر کہتے ہو جو ”لا الہ الا اللہ“ کا اقرار کرتے ہیں، نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں۔ اس کے جواب پر بھی غور کرو کہ یہ جواب ان اوراق میں سب سے زیادہ قیمتی اور نفع بخش ہے۔

ہمارے بیان کردہ دلائل کی مزید وضاحت کے لیے بنی اسرائیل کا وہ واقعہ بھی دلالت کناں ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔ وہ یہ کہ بنی اسرائیل میں سے کچھ افراد نے مسلمان عالم اور نیک ہونے کے باوجود سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

﴿اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ﴾

”جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو۔“

نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے یوں کہا:

﴿اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ﴾

”ہمارے لیے ایک ذات انواط بنا دیجیے۔“

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا کہ یہ بات بالکل اسی طرح کی ہے جو بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی :

﴿ اِجْعَلْ لَنَا الْهَاءَ كَمَا لَهُمُ الْهَاءُ ﴾ [الأعراف: ۱۳۸]

”جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو۔“

[ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء لترکین سنن من كان قبلکم : ۲۱۸۰ ]

مشرکین ان واقعات سے یہ دلیل اخذ کرتے ہیں کہ وہ بنی اسرائیل جنھوں نے کہا:

﴿ اِجْعَلْ لَنَا الْهَاءَ كَمَا لَهُمُ الْهَاءُ ﴾ [الأعراف: ۱۳۸]

اور وہ صحابہ جنھوں نے ذات انواط کا مطالبہ کیا تھا وہ کافر تو نہ ہوئے تھے؟

تو ہم کہتے ہیں کہ نہ تو بنی اسرائیل نے کسی غیر اللہ کو الہ بنا یا اور نہ ہی ان صحابہ نے جنھوں نے ذات انواط کا مطالبہ کیا تھا اپنے لیے کوئی ذات انواط مقرر کیا۔

علماء کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ اگر بنی اسرائیل کسی غیر اللہ کو الہ بنا لیتے تو قطعاً کافر قرار پاتے اور اسی طرح اگر صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے منع کرنے کے بعد کسی درخت کو ذات انواط مقرر کر لیتے تو وہ بھی کافر ہو جاتے، ہمارا مدعا بھی یہی ہے۔ ان دو واقعات میں چند فوائد مرتب ہوتے ہیں:

- ۱۔ کبھی مسلمان بلکہ عالم شخص بھی شرک کی کسی نہ کسی قسم میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اسے پتا نہیں چلتا۔
- ۲۔ علم اور تحفظ کی جستجو ہر وقت پیش نگاہ رہنی چاہیے۔
- ۳۔ جاہل شخص کا یہ کہنا کہ ہم نے توحید کو سمجھ لیا ہے یہ سب سے بڑی جہالت ہے اور شیطان کا سب سے بڑا فریب یہی ہے۔
- ۴۔ اگر مسلمان مجتہد لاعلمی میں کوئی کفریہ کلمہ کہہ دے اور فوراً متنبہ ہو کر اسی وقت توبہ کر لے تو وہ کافر نہیں ہو جاتا، جیسا کہ بنی اسرائیل اور صحابہ نے کیا۔
- ۵۔ اگرچہ ایسا شخص کافر قرار نہیں پاتا لیکن اسے سخت ترین الفاظ سے تنبیہ ضرور کرنی چاہیے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کی تھی۔

اعتراض: مشرکین کا ایک اور شبہ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ پر ناراضی کا

اظہار فرمایا کیونکہ انہوں نے ایک ایسے آدمی کو قتل کر دیا تھا جس نے ”لا الہ الا اللہ“ کہا تھا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أَقْتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ؟» ”کیا تو نے اسے ”لا الہ الا اللہ“ کہنے کے بعد بھی قتل کر دیا۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب

تحريم قتل الكافر بعد قوله ..... الخ : ۹۶/۱۵۹]

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے:

«أَمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ»

[بخاری، کتاب الإعتصام بالكتاب والسنة، باب الإقتداء بسنن رسول الله ﷺ: ۷۲۸۴، ۷۲۸۵۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله محمد رسول الله ..... الخ : ۲۰]

”مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ ”لا الہ الا اللہ“ نہیں کہہ لیتے۔“

اس کے علاوہ اور احادیث بھی ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ جس نے ”لا الہ الا اللہ“ کہا اسے کچھ نہ کہا جائے۔ احادیث مذکورہ سے ان جاہلوں کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص ”لا الہ الا اللہ“ کہہ لے اسے کافر نہ کہا جائے نہ ہی اسے قتل کیا جائے، خواہ وہ کیسے ہی اعمال کرتا پھرے۔

جواب: ان جاہل مشرکوں کو یہ جواب دیا جائے کہ یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں سے جنگ کی، انھیں قید کیا حالانکہ وہ ”لا الہ الا اللہ“ کہتے تھے، نیز رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے بنو حنیفہ سے جنگ کی حالانکہ وہ کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ کی شہادت دیتے تھے، نمازیں پڑھتے اور اسلام کے دعویدار تھے اور وہ لوگ بھی بزعم خود مسلمان تھے جن کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آگ میں جلا دیا تھا۔ مقام غور یہ ہے کہ یہ جاہل بھی اقرار کرتے ہیں کہ جو شخص قیامت کا انکار کرے وہ کافر ہے، اسے قتل کیا جائے اگرچہ وہ ”لا الہ الا اللہ“ کہتا ہو اور جو شخص ارکان اسلام میں سے کسی ایک رکن کا انکار کر دے وہ بھی کافر ہے، اسے قتل کر دیا جائے اگرچہ کلمہ پڑھتا ہو۔

لیکن یہ کیا بات ہوئی کہ جو شخص فروع میں سے کسی کا انکار کر دے تو اسے تو کلمہ فائدہ نہ دے اور اگر توحید کا انکار کر دے جو تمام انبیاء کے دین کی اصل ہے تو اسے یہ کلمہ پورا پورا فائدہ دے؟

اللہ تعالیٰ کے ان دشمنوں نے احادیث کا معنی و مفہوم ہی نہیں سمجھا۔

سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ انہوں نے ایسے شخص کو قتل کر دیا جس نے اسلام کا دعویٰ کیا تھا، یہ قتل اس لیے ہوا کہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ اس نے اپنی جان اور مال کے ڈر سے مسلمان ہونے کا اعلان کیا ہے اور مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اسلام کا اظہار کرے تو واجب ہے کہ اس سے اپنا ہاتھ روک لیا جائے یہاں تک کہ اس سے اسلام کے خلاف کوئی چیز سرزد ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَيَبْنَا﴾ [النساء: ۹۴]

”مومنو! جب تم اللہ کی راہ میں باہر نکلا کرو تو تحقیق سے کام لیا کرو۔“

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کناں ہے کہ جب کوئی شخص کلمہ تو حید پڑھ لے تو اس سے اپنا ہاتھ روک لینا چاہیے اور تحقیق کرنی چاہیے۔ اگر تحقیق کے بعد اس سے کوئی ایسی چیز سرزد ہو جو اسلام کے خلاف ہے تو پھر اسے قتل کر دیا جائے، کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ”تحقیق کرو“ اگر ہر کلمہ گو کو قتل کرنا حرام ہوتا تو تحقیق کرنے کا کوئی معنی نہ ہوتا۔

اسی طرح دوسری احادیث کا مطلب بھی وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے کہ جو شخص اسلام اور توحید کا اظہار کرے تو اس سے ہاتھ روک لینا واجب ہے الا کہ اس سے کوئی کام خلاف شریعت سرزد ہو۔ اس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد ہے جس میں آپ نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ((أَقْتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)) ”کیا تو نے اسے ”لا الہ الا اللہ“ کہنے کے بعد بھی قتل کر دیا؟“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحريم قتل الكافر ..... الخ: ۹۶]

نیز ایک موقع پر یوں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

﴿أَمْرٌ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾

[بخاری، کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: ۷۲۸۴،

۷۲۸۵۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله ..... الخ: ۲۰]

”مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ ”لا الہ الا اللہ“

اللہ“ نہیں کہہ لیتے۔“

خارجیوں کے بارے میں ارشاد ہوا ہے:

«فَأَيْنَمَا لَقِيْتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ» وَ فِي رِوَايَةٍ: «لَئِنْ أَدْرَكْتَهُمْ لَأَقْتُلَنَّاهُمْ قَتْلَ عَادٍ»

[بخاری، کتاب فضائل القرآن: باب إن من رأى من قرأ القرآن..... الخ: ۵۰۵۷ و

کتاب التوحید، باب قول الله تعالى..... الخ: ۷۴۳۲]

”ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔“ اور ایک روایت میں ہے: ”اگر میں نے ان کو پایا تو قوم عاد

کی طرح ان کو قتل کروں گا۔“

حالانکہ خارجی لوگ تمام لوگوں سے زیادہ عبادت گزار اور ہر وقت تکبیر و تہلیل کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے آپ کو ان کے مقابلے میں حقیر سمجھتے اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان خارجیوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی سے کسب علم کیا تھا، اس کے باوجود ”لا الہ الا اللہ“ کثرت عبادت اور دعویٰ اسلام نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا کیونکہ ان سے شریعت مطہرہ کی خلاف ورزی سرزد ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ کا یہودیوں سے جنگ کرنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بنو حنیفہ سے قتال بھی اس کی

شہادت پر دلالت کناں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا بنی المصطلق سے جنگ کا ارادہ کرنا بھی اس پر دلالت کرتا ہے جب کہ ایک

شخص نے آکر جھوٹی اطلاع دی کہ بنی المصطلق نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے تو اس پر یہ

آیت نازل ہوئی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِمَهَالَةٍ فَتُصْحَبُوا

عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ۝﴾ [الحجرات: ۶]

”مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو

(مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو، پھر تم کو اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔“

یہ تمام آیات و احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں جو ہم نے بیان کی ہے، ان سے مشرکین

کی تصدیق بالکل نہیں ہوتی۔

اعتراض: اہل شرک و بدعت کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے کہ

قیامت کے دن کچھ لوگ یکے بعد دیگرے سیدنا آدم علیہ السلام، سیدنا نوح علیہ السلام، سیدنا ابراہیم علیہ السلام،

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پاس استغاثہ لے کر جائیں گے، چنانچہ ہر نبی کوئی نہ کوئی عذر پیش کر دیں گے، آخر کار معاملہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے گا۔ اس واقعہ سے مشرکین کا استدلال یہ ہے کہ غیر اللہ سے استغاثہ شرک نہیں ہے۔

جواب: پاک ہے وہ اللہ جو اپنے دشمنوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ مخلوق سے وہ استغاثہ جس پر وہ قادر ہے ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔ جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَاسْتَعَاثَ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ﴾ [القصص: ۱۵]

”جو شخص ان کی قوم سے تھا اس نے دوسرے شخص کے مقابلے میں جو موسیٰ کے دشمنوں میں سے تھا، مدد طلب کی۔“

یا دورانِ جنگ انسان اپنے ساتھیوں سے مدد طلب کرتا ہے جس پر وہ قادر ہیں۔ ہم تو اس استغاثہ کے منکر ہیں جو اولیاء کی قبروں پر جا کر بطور عبادت کیا جاتا ہے یا عابانہ ان کو مدد کے لیے پکارا جاتا ہے جس پر سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی شخص قدرت نہیں رکھتا۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی، اب سمجھنا چاہیے کہ قیامت کے دن جو انبیائے کرام علیہم السلام سے استغاثہ ہو گا وہ یہ ہے کہ وہ اللہ سے دعا کریں کہ لوگوں کا حساب کتاب جلدی ہو جائے، تاکہ جنتی لوگ میدانِ محشر کی سختی سے نجات پائیں۔ اس قسم کا استغاثہ دنیا اور آخرت دونوں میں جائز ہے کہ آپ کسی نیک اور زندہ آدمی کے پاس جائیں جو تمہارے پاس بیٹھے اور تمہاری گفتگو کو بھی سنے تم اس سے دعا کی درخواست کرو۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں آپ کی خدمت میں آتے اور دعا کی درخواست کیا کرتے تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد قبرِ مکرم کے پاس جا کر آپ سے کسی صحابی نے دعا کی درخواست نہیں کی، بلکہ سلفِ صالحین نے قبرِ مبارک کے پاس کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے سے بھی منع فرمایا ہے چہ جائیکہ بذاتِ خود رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کی جائے۔

اعتراض: مشرکین کا ایک شبہ اور اعتراض اور بھی ہے اور وہ ابراہیم علیہ السلام کا وہ واقعہ ہے جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تھا تو اس وقت جبریل علیہ السلام نے آ کر اپنے آپ کو پیش کیا اور عرض کناں ہوا کہ کوئی حاجت اور ضرورت ہو تو بتائیے؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم سے کسی قسم کی حاجت نہیں

ہے۔ مشرکین کا استنباط یہ ہے کہ اگر جبرئیل علیہ السلام سے استغاثہ شرک ہوتا تو وہ ابراہیم علیہ السلام کو پیش کش نہ کرتے؟

جواب: یہ اعتراض بھی پہلے اعتراض جیسا ہے، اس واقعہ میں جبرئیل علیہ السلام نے وہ پیشکش کی تھی جس پر وہ قادر تھے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کو فائدہ پہنچائیں کیونکہ جبرئیل علیہ السلام کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے:

﴿شَدِيدُ الْقُوَى﴾ [النجم: ۵]

”وہ بہت بڑی طاقت والا ہے۔“

پس اگر اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام کو اجازت دے دیتا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی آگ اور اس کے ارد گرد زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر مشرق یا مغرب میں پھینک دے تو وہ ضرور ایسا کر دیتے اور اگر جبرئیل علیہ السلام کو یہ حکم ہوتا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اٹھا کر ان سے دور کسی جگہ پر لے جائیں تو جبرئیل علیہ السلام یہ کام بھی کر سکتے تھے اور اگر جبرئیل علیہ السلام کو یہ حکم ہوتا کہ ابراہیم علیہ السلام کو آسمان پر لے آئیں تو وہ یہ بھی کر دیتے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی دولت مند شخص کسی محتاج کو دیکھے اور اسے قرض دینے کی پیش کش کرے یا اس کو کوئی اور چیز دے جس سے وہ اپنی ضرورت پوری کر لے لیکن محتاج آدمی قرض وغیرہ لینے سے انکار کر دے اور صبر کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی جناب سے رزق دے دے جس میں کسی شخص کا احسان نہ ہو تو یہ بات کہاں! اور عبادت کے طور پر استغاثہ اور شرک کہاں! کاش یہ لوگ سمجھیں!

ان شاء اللہ ہم اس بحث کو ایک نہایت اہم مسئلے پر ختم کرتے ہیں جو سابقہ بحث سے بھی آپ کی سمجھ میں آ گیا ہو گا لیکن چونکہ مسئلہ بڑا ہی اہم ہے اور اکثر لوگ اس میں غلطی کھا جاتے ہیں، لہذا ہم اسے علیحدہ بیان کر رہے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ اس میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے کہ توحید کا تعلق تین چیزوں سے ہونا ضروری ہے: دل، زبان اور باقی اعضاء کے ذریعہ عمل، اگر ان تینوں میں سے کسی ایک میں بھی خلل واقع ہوا تو انسان مسلمان نہیں رہتا، اگر کوئی شخص توحید کو جانتا تو ہے لیکن اس کے مطابق عمل نہیں کرتا تو وہ ضدی اور کافر ہے، جیسے فرعون اور ابلیس وغیرہ۔



مسئلہ توحید میں اکثر لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ توحید حق ہے اور ہم اس کو سمجھتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ یہ حق ہے لیکن اس پر عمل کرنے کی ہمیں طاقت نہیں ہے۔ نیز ہمارے علاقے کے لوگ ایسے ہیں جن کی موافقت کے بغیر گزارہ نہیں، اس کے علاوہ بھی کئی عذر لنگ پیش کرتے ہیں۔

یہ مسکین نہیں جانتا کہ ائمہ کفر کی غالب اکثریت بھی حق کو پہچانتی تھی اور کئی قسم کے بہانوں کے پیش نظر ہی انھوں نے حق کو چھوڑا تھا، جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

﴿ اِشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ﴾ [التوبة: ۹]

”یہ اللہ کی آیتوں کے عوض تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔“

ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿ يَعْرِفُوْنَهُ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اٰبْنَآءَهُمْ ﴾ [البقرة: ۱۴۶]

”وہ ان (پیغمبرِ آخر الزماں ﷺ) کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو

پہچانا کرتے ہیں۔“

جو شخص بظاہر توحید پر عمل کرتا ہے لیکن اس کے مفہوم کو نہیں سمجھتا یا دل سے اس پر ایمان نہیں رکھتا وہ منافق ہے جو خالص کافر سے بھی برا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرٰكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّٰرِ ﴾ [النساء: ۱۴۵]

”کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔“

یہ مسئلہ بہت طویل ہے، جب تم لوگوں کی باتوں پر غور کرو گے تو تمہیں اچھی طرح معلوم ہو جائے گا اور تم کئی ایسے افراد کو دیکھو گے کہ وہ حق کو جانتے تو ہیں لیکن اس پر عمل نہیں کرتے۔ دنیا کے نقص یا مرتبہ اور خاطر و مدارات میں کمی کے ڈر سے سستی کرتے ہیں نیز کچھ ایسے افراد بھی نظر آئیں گے جو بظاہر تو عمل کرتے ہیں لیکن دل سے نہیں، اگر ان سے دلی عقیدہ کے بارے میں سوال کرو تو معلوم ہوگا کہ ان کو کچھ علم نہیں، لہذا قرآن کریم کی دو آیات پر غور و فکر کرنا تمہارے لیے بہت ہی ضروری ہے:

۱۔ پہلی تو وہی ہے جو ہم ذکر کر چکے ہیں:

﴿لَا تَعْتَدِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾ [التوبة: ۶۶]

”بہانے مت بناؤ، تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔“

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ بعض وہ صحابہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں رومیوں سے جنگ لڑی تھی، وہ صرف ایک کلمہ کی وجہ سے کافر ہو گئے جو انہوں نے محض ہنسی اور مذاق کے طور پر کہا تھا تو پھر یہ بات واضح ہو گئی کہ جو شخص کسی کی مدارات یا اپنے مرتبہ کی خاطر یا مال میں کمی کے خوف سے کفر یہ کلمہ کہہ دے یا اس پر عمل کرے تو ایسا شخص بلحاظ گناہ کے بڑا ہے بہ نسبت اس شخص کے جو بطور مذاق کفر یہ کلمہ کہہ دے۔

۲۔ دوسری آیت یہ ہے:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أَكْرَهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾

[النحل: ۱۰۶]

”جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے، وہ نہیں جو (کفر پر) مجبور کیا

جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سوائے اس شخص کے جو مجبور کر دیا گیا ہو اور کسی کے عذر کو تسلیم نہیں کیا، اس میں بھی ایمان پر اطمینان قلب کی شرط لگا دی ہے اس کے علاوہ سب کافر ہیں، خواہ وہ خوف کی وجہ سے یا مدارات کے طور پر یا اپنے وطن اور اہل و عیال یا برادری اور مال و متاع کی محبت میں آ کر یا ہنسی اور مذاق کے طور پر یا کسی اور غرض کی بنا پر کلمہ کفر کہیں۔ بس اللہ تعالیٰ نے صرف مجبور شخص کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ مندرجہ بالا آیت کریمہ دو طریق سے اس پر دلالت کرتی ہے۔ ﴿مَنْ أَكْرَهَ﴾ [النحل: ۱۰۶] ”جو (کفر پر) مجبور کیا جائے۔“ اس جملہ میں صرف مجبور شخص کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ یہ تو معلوم ہے ہی کہ انسان کی مجبوری کا تعلق صرف زبان یا عمل سے ہے، رہی دل کی کیفیت تو اس میں کوئی شخص کسی کو مجبور نہیں کر سکتا۔

﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ﴾ [النحل: ۱۰۷]

”یہ اس لیے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں عزیز رکھا۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تصریح فرما دی ہے کہ یہ کفر اور عذاب اعتقاد یا جہالت یا دین سے بغض و عداوت یا کفر سے محبت کے باعث نہیں تھا بلکہ اس کا سب سے بڑا سبب دنیا کی لذتوں

میں گرفتار ہونا تھا جس کی وجہ سے انسان نے دنیا کو دین پر ترجیح دی۔  
 «وَاللّٰهُ سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى  
 مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ»

نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے:

﴿ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ﴾ [ العنکبوت : ٤٥ ]

”بے شک نماز بے حیائی کے کاموں اور منکرات سے روکتی ہے۔“

یعنی نماز کا مقصد بندے میں ایسے اوصاف پیدا کرنا ہے کہ اس سے بے ادبی، بدتہذیبی اور بد اخلاقی سب دور ہو جائے، اس کے اندر نظم و ضبط کے اوصاف پروان چڑھیں اور سیرت و اخلاق میں نکھار پیدا ہو۔ نماز انسان کے ذہن میں یہ حقیقت تازہ رکھتی ہے کہ وہ خود مختار نہیں ہے بلکہ رب العالمین کا بندہ ہے۔ نماز انسان کے اندر احساس فرض شناسی کو بیدار رکھتی ہے۔ نماز کے فوائد اور مقاصد حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ نماز میں جو کچھ زبان سے ادا کیا جائے اسے سمجھا بھی جائے ورنہ بصورت دیگر نمازی پر نماز کی ادائیگی کے وہ تقاضے ظاہر نہیں ہو سکیں گے جس کا نماز مطالبہ کرتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب بندہ نماز ادا کرتا ہے تو اپنے رب سے سرگوشیاں کرتا ہے، عہد و پیمان کرتا ہے اور ظاہر بات ہے کہ اگر بندہ نماز کو بغیر سمجھے ادا کرے گا تو وہ کیونکر ان عہدوں کو اپنی عملی زندگی میں پورا کر سکے گا جو اس نے اپنے رب کے سامنے نماز کی حالت میں کیے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اکثر نمازیوں کے عقائد بالکل اس کے برخلاف ہیں جس کا وہ نماز میں اقرار کرتے ہیں۔ ذیل میں نماز میں ادا کیے جانے والے الفاظ اور مشرکانہ عقائد رکھنے والوں کا تقابل پیش کیا جاتا ہے۔

نماز میں ادا کیے جانے والے الفاظ:

- ۱۔ نماز میں ”اللہ اکبر“ کہہ کر اللہ کی کبریائی کا برملا اعتراف کیا جاتا ہے۔
- ۲۔ نماز کی ہر رکعت میں ہم الحمد شریف پڑھتے ہیں جس میں کہتے ہیں ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ یعنی سب تعریف اس اللہ کی جو تمام جہانوں کا رب (داتا) ہے۔ ﴿ مَلِكٌ يُّوْمَ الدِّيْنِ ﴾ وہ یوم

حساب (قیامت کے دن) کا مالک ہے۔ ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ سَتَعِينُ﴾ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ ﴿صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ ہمیں سیدھا راستہ دکھا دے، راستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا انعام ہوا۔ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ﴾ نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ ہی گمراہوں کا راستہ۔

۳۔ رکوع میں ﴿سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ﴾ پڑھتے ہیں یعنی میرا رب پاک اور عظیم ہے۔

۴۔ رکوع سے اٹھتے وقت اس بات کا اعتراف کرتے ہیں: ﴿سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی سن لی جس نے اس کی تعریف کی۔

۵۔ تشہد میں یہ اقرار کرتے ہیں ﴿الَّتَحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ﴾ میری تولی، فعلی، مالی اور بدنی عبادات اللہ کے لیے ہیں۔

۶۔ تشہد کے آخر میں درود پڑھتے ہیں ﴿اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ﴾ یعنی اے اللہ! محمد پر رحمت فرما۔

نمازیوں کے مشرکانہ عقائد:

- ۱۔ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ انبیاء، اولیاء اور صلحاء بھی اللہ کی کبریائی میں شریک ہیں۔ اسی لیے انھیں داتا، دستگیر، مشکل کشا اور مختار کل جیسے القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔
- ۲۔ لیکن یہی حضرات جب نماز پڑھ کر باہر نکلتے ہیں اور اگر انھیں کوئی ٹھوکر لگ جائے یا کوئی مشکل آجائے تو بے اختیار پکار اٹھتے ہیں یا علی مدد، یا رسول مدد، یا جیلانی مدد۔
- ۳۔ عبدالقادر جیلانی کو بھی غوث الاعظم اور غوث پاک قرار دیتے ہیں۔
- ۴۔ عقیدہ یہ رکھتے ہیں کہ اللہ ہماری دعا براہ راست نہیں سنتا بلکہ فوت شدہ بزرگوں کے ذریعے اللہ تک ہماری شنوائی ہوتی ہے۔
- ۵۔ لیکن نذر و نیاز جو مالی عبادت ہے غیر اللہ کے نام کرتے ہیں مثلاً گیارھویں کا لنگر اور قبروں پر چڑھاوے وغیرہ.....

کافی ہے اللہ سب کی حاجت روائی کے لیے

نبی ولی بزرگ تو ہیں فقط رہنمائی کے لیے

پڑھتے ہو ہر نماز میں ایک نعت و ایک نعتین  
 پھر بھی در در پھرتے ہو مشکل کشائی کے لیے  
 قیامت کے دن جب پیش ہو گے اللہ کے سامنے  
 کیا جواب دو گے اس بے وفائی کے لیے



## توحید فی التصرف اور شرک فی التصرف

مسلمان جن کے خمیر میں توحید تھی، جنہیں اللہ کے سوا اوروں سے ہٹاتے ہوئے تاکید کے ساتھ کہہ دیا گیا تھا: ﴿تَبْتَئِلُ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا﴾ [المزمل: ۸] ”سب سے یکسو ہو کر صرف اسی کا ہو جا، سب سے کاٹ کر صرف اسی سے جوڑ لے“ جنہیں حکم ہوا تھا: ﴿فَإِذَا قَرَعْتَ فَالْصَّبَّ ۗ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾ [الإنشراح: ۸۰۷] ”ادھر ادھر سے وقت بچا بچا کر اس رب العالمین کے کاموں میں لگ جایا کر، دنیا ساری سے امید و آرزو کاٹ کر فقط اپنے رب کی طرف ہی رغبت پیدا کر۔“ جنہیں تعلیم توحید دیتے ہوئے فرمایا گیا تھا: ﴿فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا﴾ [یونس: ۸۴] ”صرف اللہ عزوجل ہی پر بھروسہ کرو، اسی کا سہارا اور آسرا لیے رہو۔“ جنہیں یقین و اطمینان توحید دلانے کے لیے جلال و جبروت والی آواز آئی تھی: ﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدًا﴾ [الزمر: ۳۶] ”کیا ساری مخلوق کو (جو ہماری غلام ہے) ہماری آقائی کافی نہیں۔“ کیا اللہ تعالیٰ اپنے غلاموں کو کافی نہیں؟ جنہیں متنبہ کرنے کے لیے ان کے نبی (ﷺ) سے خطاب کرتے ہوئے فرما دیا گیا تھا: ﴿لَئِن أَسْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ [الزمر: ۶۵] ”اگر تجھ سے بھی شرک سرزد ہو گیا تو دفتر نبوت سے نام کاٹ دوں گا۔“

آہ! آج وہ امت دھڑلے سے شرک کر رہی ہے۔ قبر کو یہ نہ چھوڑیں، تعزیوں کو یہ نہ چھوڑیں، خانقاہوں کو یہ نہ چھوڑیں، شدوں اور پنہوں کو یہ نہ چھوڑیں، مقبرے اور چبوترے یہ نہ چھوڑیں، درخت اور پانی یہ نہ چھوڑیں، کاغذ اور ابرک یہ نہ چھوڑیں، مٹی اور خاک یہ نہ چھوڑیں، غرض رب کے ساتھ سبھی کو پوج ڈالا، جتنے کنکر اتنے شکر بنا ڈالے۔ نذریں نیازیں مخلوق کی۔ عرض

مدعا مخلوق سے، دعا و ندا مخلوق سے، قسمیں مخلوق کی، سجدے مخلوق کے لیے، ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا مخلوق کے لیے، عالم الغیب اور داتا سبحنا مخلوق کو، حاضر و ناظر، مشکل کشا اور دستگیر و حاجت روا جاننا مخلوق کو۔ غرض بالکل ہندوؤں کی طرح ہند میں آکر ان برائے نام مسلمانوں نے بھی اپنے اسلام پر ہندو اند رنگ چڑھا لیا اور گویا صاف کہہ دیا: ”بنے ہیں پوجنے کے پتھر، ادھر ہمارے ادھر تمہارے۔“

ہم تو ہر چند دماغ دوڑاتے ہیں لیکن ان حضرات کی حکمت تک رسائی ہی نہیں ہوتی کہ جب حق تبارک و تعالیٰ ہر دور اور نزدیک کی پکار کو سنتا ہے تو پھر نبیوں، ولیوں میں یہ وصف کیوں مانا جائے اور انھیں دور نزدیک سے کیوں پکارا جائے، جب تمام حاجتیں اکیلا اللہ تعالیٰ پوری کرتا ہے تو پھر یہ وصف مخلوق میں مان کر ان سے حاجتیں کیوں طلب کی جائیں، جب مرادوں کا بر لانے والا، مشکل کشائی کرنے والا وہی ہے تو پھر کیوں نہ مان لیا جائے کہ اور کوئی نہیں، جب ہم لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں تو پھر رب کے اوصاف اوروں میں کیوں مانیں اور رب کے کرنے کے کاموں کا کرنے والے انھیں کیوں جانیں، مثلاً اولاد دینا، رزق میں کشادگی کرنا، بارش برسانا، برکتیں عطا فرمانا، بیماری سے صحت بخشنا وغیرہ۔ جب ہم ارحم الراحمین اللہ تبارک و تعالیٰ کو مانتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ہم پر اس سے زیادہ رحم کھانے والا کوئی پیر، پیغمبر، ولی، شہید، فرشتہ نہیں۔ جب ہم احکم الحاکمین اللہ تعالیٰ عزوجل کو مانتے ہیں تو ظاہر ہے کہ سب کے احکام مل سکتے ہیں، جس کا کوئی حکم نہیں ملتا وہ فقط اللہ تبارک و تعالیٰ ہی ہے۔ اسی کی شان ہے:

﴿يَفْعَلْ مَا يَشَاءُ﴾ [آل عمران: ۴۰] ﴿يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ﴾ [المائدة: ۱] ﴿فَلَا رَادَّ لِقَضَائِهِ﴾ [يونس: ۱۰۷] ﴿وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ [التكوير: ۲۹] ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ﴾ [الأنعام: ۶۱] ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ [البقرة: ۲۵۵] ﴿لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا﴾ [الزمر: ۴۴]

”یعنی“ وہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔“ ”وہ حکم دیتا ہے جو ارادہ کرتا ہے۔“ ”اس کے فضل و کرم کے آگے کوئی ہاتھ نہیں رکھ سکتا، کوئی اسے روک نہیں سکتا۔“ ”اسی کا چاہا پورا ہوتا ہے اور کسی کی تمام چاہتیں پوری نہیں ہوتیں۔“ ”وہی اپنے تمام بندوں پر غالب، قہار اور سب پر حکمران ہے۔“ ”اس کے سامنے سفارش اور شفاعت کے لیے بھی بغیر اس کی اجازت کے کوئی لب نہیں کھول سکتا۔“ ”بلکہ ساری شفاعتوں کا مالک بھی وہی ہے۔“

ہاں مسلمانو! کیا تم نہیں جانتے کہ دنیا کے تمام انسانوں کے سرور و سردار، سب سے افضل و بہتر محمد ﷺ ہیں، لیکن آپ بھی کسی چیز کے مالک نہ تھے۔ اللہ کی حکومت میں آپ کی کوئی شرکت نہ تھی۔ کلمہ میں ہے: ”أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“ یعنی محمد (ﷺ) رب کے بندے یعنی ماتحت، غلام، حکم بردار اور اس کے رسول ہیں۔ پس ساری مخلوق انبیاء، اولیاء، صلحاء اور شہداء رب کے غلام ہیں، اس کے بندے ہیں، اس کے عبادت گزار ہیں، اس کے سامنے عاجز و لاجوار ہیں۔ اس کے حکم کے بغیر پتا نہیں ہلتا، ہوا کا جھونکا نہیں چلتا، پانی کا قطرہ نہیں برستا، اناج کا دانا نہیں نکلتا، خود رسول اللہ ﷺ پر بلائیں، آفتیں، امتحانات، مصائب آئے، دنوں بیمار رہے، فاقوں سے پیٹ پر پتھر باندھے، آپ پر جادو کیا گیا، آپ کو دشمنوں نے وطن چھوڑنے پر مجبور کیا، آپ کے جسم مبارک کو خون میں نہلایا گیا، آپ کی راہ میں روڑے اٹکائے، آپ کے ساتھیوں پر ظلم و ستم کیے، بلکہ ان نامرادوں نے خود آپ پر تہمتیں باندھیں، آپ ملول خاطر ہوئے۔ آپ کو میدان احد میں، جنگ حنین میں کچھ دیر کے لیے شکست ہوئی، چہرہ زخمی ہوا، دندان مبارک شہید ہوئے، پنڈلیاں لہولہان ہوئیں، بالآخر آخری وقت آیا، امت کو روتا بلکتا چھوڑ کر راہی ملک بقا ہوئے۔ پس جب ایسے سردار رسولان، شفیع مذہباں ﷺ اپنی جان پر سے اپنی زندگی ہی میں مصیبتوں اور آفتوں کو نہیں ٹال سکے تو آج اور کون ہوگا جو اے لوگو! تمہارے آڑے وقت کام آئے، تمہاری مصیبتیں ٹالے، تمہارے دکھ دور کرے۔

ہاں! قرآن کے پڑھنے والو! پڑھو! ﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ﴾ [الشعراء: ۸۰] پڑھو!  
﴿أَمَنْ يَجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ﴾ [النمل: ۶۲] پڑھو! ﴿يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنْ شَاءَ إِنَّكَ  
وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الدُّكُورَ﴾ [الشورى: ۴۹] پڑھو! ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ﴾ [فاطر: ۱۵]  
پڑھو! ﴿إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمَنِ عَبْدًا﴾ [مریم: ۹۳] اور پڑھو!  
﴿يَسْئَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ [الرحمن: ۲۹] اور پڑھو! ﴿إِنَّ اللَّهَ لَعَلِيَّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾  
[العنكبوت: ۶] اور تلاوت کرو! ﴿وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ [الرعد: ۱۵] اور  
سنو! ﴿مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا﴾ [هود: ۵۶] اور کہو! ﴿وَإِذْ أَرَادَ اللَّهُ يَقُومَ سُوءَ فَلَكَ  
مَرَدَّةً لَهُ﴾ [الرعد: ۱۱] اور یہ بھی پڑھو! ﴿مَا تَتَصَرُّ إِلَّا مِنَ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ﴾ [آل عمران:



۱۲۶] یعنی بیماریوں کی شفا صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ بیقراروں کی دعاؤں کا سننے والا، بیقراریوں کو دور کرنے والا وہی ہے۔ اولادیں دینے والا بھی صرف وہی ہے۔ ساری مخلوق کا خالق بھی وہی اللہ عزوجل ہے۔ سب کا روزی رساں بھی وہی رزاق اکبر ہے۔ دنیا کے تمام لوگ خواہ انبیاء ہوں خواہ اولیاء، خواہ شہداء ہوں خواہ صلحاء، خواہ زندہ ہوں خواہ مردہ، یہ سب اللہ کے در کے فقیر اور اس کے محتاج ہیں، یہ سب اس کے غلام اور اس کے بندے ہیں، یہ سب کے سب خواہ زمین میں ہوں، خواہ آسمان میں دربار رب کے سائل، بھکاری اور فقیر ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سب سے بے نیاز ہے، سب سے بے پروا ہے۔ آسمان و زمین کی تمام مخلوق، ہر قسم کی مخلوق اس کے سامنے سرنگوں بے چون و چرا ہے۔ سب کی پیشانیاں اور چوٹیاں اس رحمان غالب رب کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ کسی کو نقصان پہنچانا چاہے تو کوئی دفع کرنے والا نہیں، وہ کسی کی مدد کرنا چاہے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں۔ سارا نفع و نقصان اسی کے ہاتھ میں ہے۔

باوجود قرآن کریم کی ان صاف اور واضح آیتوں کے، باوجود توحید کی اس وضاحت و صراحت کے آج قرآن کا دم بھرنے والے، توحید کا نام لینے والے بھی رب کے بندوں کو اس کا شریک ٹھہرانے لگے اور لطف تو یہ ہے کہ اپنے اس ظلم عظیم پر اپنے خیال سے دلیلیں بھی دینے لگے لیکن میں کہتا ہوں گمراہ سے گمراہ شخص بھی اپنی گمراہی پر اپنے نزدیک کوئی نہ کوئی گیلی سوکھی دلیل ضرور رکھتا ہے، یہاں تک کہ ابلیس نے بھی جناب آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے میں اپنے حق بجانب ہونے کی ایک دلیل پیش کر ہی دی تھی :

﴿ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ﴾ [الأعراف: ۱۲] ”یہ مٹی سے پیدا ہوا اور میں آگ سے بنا ہوا ہوں۔“ اس لیے ﴿ اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ ﴾ ”میں اس سے بہتر ہوں“ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس کمر کے سامنے جھکوں۔

توحید فی التصرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر قسم کے نفع و نقصان کا مالک سمجھنا اور شرک فی التصرف یہ ہے کہ کسی قسم کے نفع و نقصان میں اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو بھی باختیار سمجھنا۔ یاد رہے کہ یہ آیات ہر کلمہ کو ساری مخلوق سے بے نیاز کرتی ہیں :

﴿ وَإِنْ يَسْأَلْكَ اللَّهُ بَضًّا فَلَكَ كَاشِفٌ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَسْأَلْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

﴿قَدْ يَذُرُّ﴾ [الأَنْعَامُ : ١٧]

”اور اگر اللہ تجھ کو کوئی تکلیف پہنچائے (جیسے بیماری، محتاجی یا کوئی اور تکلیف) تو اس کا ٹالنے والا اس کے سوا کوئی نہیں اور اگر وہ تجھ کو کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔“

﴿وَإِنْ يَسْأَلْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ

يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۗ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ [يونس : ١٠٧]

”اور اگر اللہ تجھ کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر تجھ کو کوئی فائدہ پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی پھیر دینے والا نہیں۔ وہ اپنے بندوں میں جس کو چاہے فائدہ پہنچائے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔“

﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي

كِتَابٍ مُبِينٍ﴾ [هُود : ٦]

”اور زمین پر جو جانور چلتا پھرتا ہے اس کی روزی اللہ پر ہے اور وہی جانتا ہے کہ کہاں رہے گا اور کہاں مرے گا، سب کھلی کتاب (لوح محفوظ) میں موجود ہے۔“

﴿مَا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۗ وَمَا يُمْسِكُ إِلَّا مَا مَرِئِلَ لَهُ مِنْ

بَعْدِهِ ۗ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [فاطر : ٢]

”اللہ اپنی رحمت جو لوگوں پر کھول دے تو اس کا کوئی روکنے والا نہیں اور جو روک رکھے تو اس کا کوئی کھولنے والا نہیں اور وہی زبردست ہے، حکمت والا۔“

رسول اللہ ﷺ اپنے یا کسی کے نفع و نقصان کے مالک نہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ ۗ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۗ يَسْأَلُونَكَ عَنِ

السَّاعَةِ أَيَّانَ مَرْسَلُهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجِيبُهَا لَوْفِيهَا إِلَّا هُوَ ۗ تَنقَلَتُ فِي

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً ۗ يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا

عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۗ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا

شَاءَ اللَّهُ ۖ وَلَوْ كُنْتَ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْتَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۗ وَمَا مَسَى السَّوَاءُ ۗ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١٨٦﴾ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلًا خَفِيًّا فَكَرَّرَتْ بِهِ ۚ فَلَمَّا أَتَتْكَ ذَعَاكَ اللَّهُ رَبَّهَا لَبِنٍ أَمْتِنًا صَالِحًا لَتَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿١٨٧﴾ فَلَمَّا أَنَّهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا أَنَّهُمَا ۚ فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٨٨﴾ أَيُّشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿١٨٩﴾

[الأعراف: ۱۸۶ تا ۱۹۱]

”جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں اور انھیں اللہ چھوڑ دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں حیران پھریں۔ قیامت کے متعلق تجھ سے پوچھتے ہیں کہ اس کی آمد کا کون سا وقت ہے۔ کہہ دو کہ اس کی خبر تو میرے رب ہی کے ہاں ہے۔ وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کر دکھائے گا۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری بات ہے۔ وہ تم پر محض اچانک آئے گی۔ تجھ سے پوچھتے ہیں گویا کہ تو اس کی تلاش میں لگا ہوا ہے، کہہ دو اس کی خبر خاص اللہ ہی کے ہاں ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ کہہ دو میں اپنی ذات کے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب کی بات جان سکتا تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی تکلیف نہ پہنچتی، میں تو محض ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں، ان لوگوں کو جو ایمان دار ہیں، وہ وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس سے آرام پائے پھر جب میاں نے بیوی سے ہم بستری کی تو اس کو ہلکا سا حمل رہ گیا پھر اسے لیے پھرتی رہی پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تب دونوں میاں بیوی نے اللہ سے جو ان کا مالک ہے دعا کی اگر آپ نے ہمیں صحیح سالم اولاد دے دی تو ہم ضرور شکر گزار ہوں گے۔ پھر جب اللہ نے ان کو صحیح سالم اولاد دی تو اللہ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں اللہ کا شریک بنانے لگے، سو اللہ ان کے شرک سے پاک ہے۔ کیا ایسوں کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں۔“

ان آیات سے جو باتیں واضح ہوتی ہیں، درج ذیل ہیں:

۱۔ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، رسول کائنات بھی کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے۔ (مزید القصص: ۵۶)

۲۔ قیامت کے وقوع کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔

۳۔ رسول کائنات ﷺ نہ اپنے نفع و نقصان کے مالک ہیں اور نہ کسی کے نفع و نقصان کے مالک ہیں۔ (مزید یونس: ۴۵ تا ۴۹۔ الحج: ۲۲ تا ۳۰)

۴۔ رسول اللہ ﷺ غیب دان نہیں، اگر ایسا ہوتا تو کتنے ہی فائدے ہیں جن کو پیشگی علم کی وجہ سے آپ سمیٹ لیتے اور کتنے ہی نقصانات ہیں جن سے قبل از وقت آگاہ ہونے کی بنا پر آپ بچ جاتے۔ یہاں لفظ ”لو“ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کائنات ﷺ باوجود افضل المرسلین ہونے کے علم الغیب نہیں رکھتے تھے۔ واقعہ افک ہمارے سامنے ہے، اس میں رسول کائنات ﷺ کتنے دنوں تک مضطرب اور پریشان رہے۔ آخر قرآن میں اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل فرمائی تو آپ حقیقت حال سے آگاہ ہوئے۔ اس ایک واقعہ ہی سے آپ کو مختار کل اور غیب دان کہنے والے خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔

۵۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اور اولیاء کو جو اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے تو ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ بتاتے ہیں اور اس بات میں کچھ ان کی بڑائی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عالم میں تصرف کی قدرت دے دی ہو کہ موت و حیات ان کے اختیار میں ہو یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو غیب دانی دے دی ہو کہ جس کے احوال جب چاہیں معلوم کر لیں اور اللہ کے سوا کوئی اولاد نہیں دے سکتا۔

۶۔ ان آیات سے شرک کی جڑ کٹ گئی۔ جب رسول کائنات ﷺ کو جو تمام عالم کے سردار ہیں اپنی جان کے نفع و نقصان کا اختیار نہ ہو، نہ غیب کی بات معلوم ہو تو کسی اور نبی یا ولی یا بزرگ یا فقیر یا جن یا فرشتے کو کیا قدرت ہے کہ کسی کو فائدہ یا نقصان پہنچائے یا کوئی غیب کی بات بتائے، البتہ اللہ تعالیٰ جو غیب کی بات رسول کائنات ﷺ کو بتا دیتا وہ آپ ﷺ کو معلوم ہو جاتی اور آپ ﷺ لوگوں کو اس کی خبر دے دیتے۔ ان آیات سے ان لوگوں کو عبرت پڑنی چاہیے جو رسول اللہ ﷺ کو مختار کل قرار دیتے ہیں، آپ ﷺ کو تو اتنا بھی اختیار نہ تھا کہ

کسی کو راہِ راست پر لگا دیتے۔ (القصص: ۵۶) جیسا کہ اس آیت کی تفسیر مراد آبادی میں لکھا ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی اور ابو طالب نے رسول اللہ ﷺ کا کلمہ نہ پڑھا اور فوت ہو گیا۔ ان لوگوں کے عقائد پر حیرانی ہوتی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ایک طرف مختارِ کل مانتے ہیں اور دوسری طرف آپ کو شفیع (شفاعت کرنے والا) مانتے ہیں، حالانکہ جو مختارِ کل ہو اس کو شفاعت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اور جو شفیع یعنی شفاعت کرنے والا ہو وہ مختارِ کل کیسے ہو سکتا ہے؟ عجب ہے ان کا تضاد پن اور دو رخئی!!

خاتم الانبیاء، سید المرسلین، امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ جب غزوہٴ احد میں زخمی ہوئے تو آپ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے:

« كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجَّحُوا نَبِيَّهُمْ وَ كَسَرُوا رَبَاعِيَّتَهُ وَ هُوَ يَدْعُوهُمْ إِلَى

اللَّهِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزْوَجَلَّ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ » [آل عمران: ۱۲۸]

”وہ قوم کیسے کامیاب ہو سکتی ہے جس نے اپنے نبی کو زخمی کیا اور اس کا اگلا دانت توڑ دیا۔ حالانکہ وہ انھیں وحدہ لا شریک لہ کی طرف دعوت دے رہا تھا۔“ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ”(اے نبی!) فیصلہ کے اختیارات میں تمہارا کوئی حصہ نہیں، اللہ کو اختیار ہے چاہے انھیں معاف کرے، چاہے سزا دے، یقیناً وہ ظالم ہیں۔“ [مسلم،

کتاب الجہاد، باب غزوہٴ احد: ۱۷۹۱]

﴿ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَلِكَ غَدًا ۚ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ وَاذْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ

وَقُلْ عَلَيَّ أَن يَهْدِيَنِّي رَبِّي لَأَقْرَبَ مِنْ هَذَا رَشْدًا ۙ ﴾ [الکہف: ۲۳، ۲۴]

”اور کسی چیز کے متعلق (اے نبی!) یہ ہرگز نہ کہو کہ میں کل ہی اسے کر دوں گا مگر یہ کہ اللہ چاہے اور اپنے رب کو یاد کر لے جب بھول جائے اور کہہ دو! امید ہے کہ میرا رب مجھے اس سے بھی بہتر راستہ دکھائے۔“

مفسرین کہتے ہیں کہ یہودیوں نے نبی ﷺ سے تین باتیں پوچھی تھیں کہ روح کی حقیقت کیا ہے؟ اور اصحابِ کہف اور ذوالقرنین کون تھے؟ کہتے ہیں کہ یہی سوالات سورۃ الکہف کے نزول کا سبب بنے۔ نبی ﷺ نے فرمایا میں تمہیں کل جواب دوں گا لیکن اس کے بعد ۱۵ دن تک جبرائیل

وجی لے کر نہیں آئے۔

جنگ تبوک پر جانے کے لیے جب کچھ مفلس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے سواریاں مانگیں تو آپ نے فرمایا میرے پاس کوئی سواری نہیں کہ تمہیں دے سکوں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روتے ہوئے واپس چلے گئے اور جنگ پر نہ جا سکے کیونکہ تبوک مدینہ منورہ سے بہت دور تھا، تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ إِذَا مَا اتَّوَكَّ لِحَيْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا آجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَعَيْنُهُمْ تَقْبِضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ ﴾ [التوبة: ۹۲]

”جب وہ تیرے پاس آئے کہ تو انہیں سواری دے تو تو نے (اے نبی!) کہا میرے پاس کوئی چیز نہیں کہ تمہیں اس پر سوار کر دوں تو وہ لوٹ گئے اور اس غم سے کہ ان کے پاس خرچ موجود نہیں تھا، ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔“

اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے، اس نے سب مخلوق کو پیدا کیا۔ (البقرة: ۲۹) اللہ تعالیٰ ہی سارے جہاں کا مالک ہے (اس میں اس کا کوئی شریک نہیں)۔ (بنی اسرائیل: ۱۱۱) ہر چیز کا نفع و نقصان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں۔ (الاعراف: ۱۸۸۔ یونس: ۴۹، ۱۰۷) رسول اللہ ﷺ نہ اپنے نفع و نقصان کے مالک ہیں نہ کسی کے۔ (القصص: ۵۶۔ الحج: ۱۸ تا ۲۲) کوئی نبی کسی کے نفع و نقصان کا مالک نہیں۔ (المائدة: ۲۲ تا ۷۷۔ ہود: ۳۱، ۴۵، ۳۰ تا ۱۲۳) رزق اور اس میں تنگی اور کشادگی فقط اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ (ہود: ۶) اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی اولاد نہیں دے سکتا۔ (الشوری: ۵۰، ۴۹) بیمار کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شفا نہیں دے سکتا۔ (الشعراء: ۷۸ تا ۸۲) قیامت کے دن شفاعت اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہوگی اور جو ٹھیک بات کرے گا اس کو شفاعت کی اجازت ہوگی:

﴿ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَنُ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ۗ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْبَاطِنُ صَفًا لَا يُتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا ۗ ﴾

[النبا: ۳۷، ۳۸]

”وہ جو رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ اس کے درمیان ہے۔ رحمن سے بات کرنے کا اختیار نہ رکھیں گے۔ جس دن جبریل کھڑا ہو گا اور سب فرشتے صرف

باندھے، کوئی نہ بول سکے گا مگر جسے رحمن نے اذن دیا اور اس نے ٹھیک بات کہی۔“  
یہ اجازت اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کو اور اپنے پیغمبروں کو عطا فرمائے گا اور وہ جو بات کریں گے  
حق و صواب ہی ہوگی۔ یا یہ مفہوم ہے کہ اجازت صرف اسی کے بارے میں دی جائے گی جس نے  
درست بات کہی ہو یعنی کلمہ توحید کا اقراری رہا ہو۔

تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں (ان کی گنتی نہیں ہو سکتی)۔ (النحل: ۱۸) کائنات کی ہر  
چیز کا مالک اور بادشاہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ (الحشر: ۲۳) کائنات میں حکومت اور فرماں روائی  
کے تمام اختیارات صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں۔ (یوسف: ۴۰) نظم کائنات اور امور کائنات کا  
مدبر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ (الرعد: ۲) زمین اور آسمان کے تمام خزانوں کا مالک صرف اللہ تعالیٰ  
ہے۔ (الانعام: ۵۰) قیامت کے روز جزایا سزا کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہوگا۔ (التحریم: ۱۰)  
ہدایت صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ (القصص: ۵۶) زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں  
ہے۔ (المائدہ: ۱۷)

لوگوں نے اپنی طرف سے جو نام رکھ لیے ہیں اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری۔ مثلاً  
غوث الاعظم، داتا گنج بخش، غریب نواز، مشکل کشا، دستگیر، اولاد دینے والے، ڈوبتی کو کنارے لگانے  
والا:

﴿إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۗ إِنَّ  
يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ ۗ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدٰى ۗ﴾

[النجم: ۲۳]

”یہ تو صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گھڑ لیے ہیں، جن پر  
اللہ تعالیٰ نے کوئی سند بھی نہیں اتاری، وہ محض وہم اور اپنی خواہش کی پیروی کرتے ہیں،  
حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کے ہاں سے ہدایت آچکی ہے۔“

گناہ معاف کرنے یا نہ کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ (التوبہ: ۸۰) دین و دنیا کی  
تمام بھلائیاں صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، جس سے چاہتا  
ہے چھین لیتا ہے۔ (آل عمران: ۲۶) دلوں کو پھیرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ (الانفال: ۲۴)  
نیکی کرنے اور گناہ سے بچنے کی توفیق دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ (ہود: ۸۸)

انبیائے کرام کے پاس تصرف کا اختیار نہیں ہے۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے یہاں تک کہہ دیا:

﴿قَدْ عَارَبْتَهُ أَوَّيَّ مَغْلُوبٍ فَانتَصِرْ﴾ [القمر: ۱۰]

”انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو میرا بدل لے۔“

معلوم ہوا کہ اگر نوح علیہ السلام کو مانوق الاسباب تو تیس میسر ہوتیں تو مغلوبیت کا ذکر نہ کرتے۔ اسی طرح ہود علیہ السلام کے لیے (سورہ ہود: ۵۰ تا ۶۰)، ابراہیم علیہ السلام کے لیے (الانبیاء: ۶۱ تا ۷۳)، لوط علیہ السلام کے لیے (الشعراء: ۱۶۰ تا ۱۷۵۔ ہود: ۷۳ تا ۸۳)، شعیب علیہ السلام کے لیے (ہود: ۸۳ تا ۸۴)، ایوب علیہ السلام کے لیے (ص: ۲۱ تا ۲۴)، موسیٰ علیہ السلام کے لیے (الاعراف: ۱۰۳ تا ۱۶۲۔ طہ: ۴۵۔ الشعراء: ۱۰ تا ۲۸۔ القصص: ۳۳)، ہارون علیہ السلام کے لیے (طہ: ۴۵)، یونس علیہ السلام کے لیے (صافات: ۱۳۹ تا ۱۴۸) جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ یعنی سیدنا یونس علیہ السلام مجھے نہ پکارتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتے، ان سورتوں کا مطالعہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کو اپنے لیے کافی سمجھو:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدًا ۖ وَيَتَوَفَّنَا بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ۗ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ

مِنْ هَادٍ﴾ [الزمر: ۳۶]

”کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں اور وہ آپ کو ان لوگوں سے ڈراتے ہیں جو اس کے

سوا ہیں اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اسے راہ پر لانے والا کوئی نہیں۔“

﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ

الْعَظِيمِ﴾ [التوبة: ۱۲۹]

”پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں تو کہہ دو مجھے اللہ کافی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔

اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں اور وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے۔“

سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ آیت ”حسبى اللہ“ صبح اور شام سات سات

مرتبہ پڑھ لے گا اللہ تعالیٰ اس کے فکر و مشکلات کو کافی ہو جائے گا۔ [ابو داؤد، کتاب الأدب، باب

ما يقول إذا أصبح: ۵۰۸۱]



﴿الَّذِينَ قَالُوا لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ [آل عمران: ۱۷۳]

”جنہیں لوگوں نے کہا کہ مکہ والوں نے تمہارے مقابلے کے لیے سامان جمع کیا ہے، سو تم ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہوا اور کہا کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔“

یہ جنگ احد کے بعد کا واقعہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ نہیں کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس موجود ہیں، وہ ہمیں کافی ہیں، وہ بہت اچھے کارساز ہیں اور نہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں کافی ہوں اور میں بہت اچھا کارساز ہوں۔ اتنی واضح آیات کے باوجود آج کل کے کچھ کلمہ گو کیا کیا کر رہے ہیں، سوچنے کی ضرورت ہے اور یہ سوچ بدلنے کی ضرورت ہے اور صرف اللہ کو کافی سمجھنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی قدر کرو جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق ہے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ ہمیں بتاتی ہیں کہ انبیائے کرام و صالحین کو جب بھی ضرورت پڑی انھوں نے صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی فریادیں پیش کیں یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنا غوث اور فریادرس سمجھا۔ آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے پیارے رسول ﷺ کی حیات مبارکہ تک ہمیں یہی درس ملتا ہے کہ ہم آرام و مصیبت کے وقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکاریں اور اسے مشکل کشا اور حاجت روا سمجھیں۔

رسول اللہ ﷺ کی ساری حیات طیبہ کا جب ہم احادیث کی کتابوں میں مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہی پتا چلتا ہے کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے مصیبت یا غیر مصیبت میں، جنگوں میں جن میں بنفس نفیس سالار اعظم تھے، اپنے رب کے سامنے دعا کی اور اسے پکارا اور غزوہ تبوک سے لے کر آخری دم تک حتیٰ کہ ہجرت کے وقت غار ثور میں بھی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے یہی کہا کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے، ہمارا مددگار ہے۔ (التوبہ: ۴۰) یہ آپ ﷺ نے کبھی نہیں فرمایا کہ میرے صحابہ! میں یہاں موجود ہوں، نفع و نقصان میرے اختیار میں ہے، لہذا تمہیں کوئی خطرہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے ہر موقع پر فریاد کی۔ اس سے ثابت ہوا کہ غوث اور فریادرس صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ جنگ بدر کے لیے دیکھیے: (آل عمران: ۱۲۳) جنگ احد کے لیے دیکھیے: (آل عمران: ۱۶۶ تا ۱۷۰) جنگ احزاب یا جنگ خندق کے لیے دیکھیے: (الاحزاب: ۹، ۱۱ تا ۲۵) فتح مکہ کے لیے دیکھیے: (النصر: ۱۱۰)۔

جنگِ حنین کے لیے دیکھیے: (التوبہ: ۲۵، ۲۶) یہاں ہم جنگِ حنین کے متعلق قرآنی آیات و ترجمہ لکھیں گے۔ اس جنگ میں رسول اللہ ﷺ خود سالارِ اعظم تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ کئی ہزار صحابہ اس جنگ میں شریک تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس جنگ کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ ہمیں توحید کا عظیم درس دیتا ہے۔ باقی جنگوں کے متعلق مندرجہ بالا حوالوں کو دیکھ کر آپ خود قرآن کا مطالعہ کریں:

﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ ۗ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ۖ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَابَيْتُمْ مُدْبِرِينَ ۗ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝﴾ [التوبة: ۲۵، ۲۶]

”اللہ بہت سے میدانوں میں تمہاری مدد کر چکا ہے اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر خوش ہوئے پھر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگ ہو گئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر ہٹ گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اپنے رسول ﷺ پر اور ایمان والوں پر تسکین نازل فرمائی اور وہ فوجیں اتاریں کہ جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔“

یہاں رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا کا ذکر بے جا نہ ہوگا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: ”کوئی سچا معبود نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے، وہ اکیلا ہے۔ اس نے عزت دی اپنے لشکر کو اور مدد کی اپنے بندے کی اور مغلوب کیا کافروں کی جماعتوں کو اس اکیلے نے اس کے بعد کوئی شے نہیں ہے۔“ [مسلم، کتاب الحج، باب ما يقول إذا رجع من سفر الحج وغیرہ: ۱۳۴۴]

آج کل کچھ لوگ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو غوثِ الاعظم کہتے ہیں، ان کے اس غلط عقیدہ کا قرآن میں جواب موجود ہے کہ انھوں نے اور ان کے باپ دادا نے یہ نام رکھ لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی کوئی سند نہیں اتاری۔ یہی بات دوسرے ناموں پر بھی صادق آتی ہے جو انھوں نے اپنی طرف سے رکھ لیے ہیں جیسے داتا، گنج بخش، غریب نواز، مشکل کشا، دستگیر وغیرہ حالانکہ مشکل کشا و دستگیر صرف اللہ تعالیٰ ہے:

﴿ اَتَمَّنْ مُجِيبَ الْمُضْطَرِّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ الشُّوْءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْاَرْضِ ط ءِ اِلَهَ مَّه  
 اللّٰهُ ط قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [النمل: ۶۲]

”بھلا کون ہے جو بے قراری کی دعا قبول کرتا ہے اور برائی کو دور کرتا ہے اور تمہیں زمین میں نائب بناتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے، تم بہت ہی کم سمجھتے ہو۔“  
 (مزیر حوالہ جات کے لیے دیکھیے بنی اسرائیل: ۶۷-۶۸۔ النمل: ۵۳)

معجزات انبیائے کرام کے اختیار میں نہ تھے:

﴿ وَاَلْقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْضُصْ  
 عَلَيْكَ ط وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط فَاِذَا جَاءَ اَمْرٌ اللّٰهُ قَضٰى بِالْحَقِّ  
 وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ۙ ﴾ [المؤمن: ۷۸]

”یقیناً ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے (واقعات) ہم آپ کو بیان کر چکے ہیں اور ان میں سے بعض کے ”قصے“ تو ہم نے آپ کو بیان ہی نہیں کیے اور کسی رسول کا یہ (مقدور) نہ تھا کہ کوئی معجزہ اللہ کی اجازت کے بغیر لاسکے۔ پھر جس وقت اللہ کا حکم آئے گا حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اس جگہ اہل باطل خسارے میں رہ جائیں گے۔“

قرآن کریم میں تو صرف پچیس انبیاء و رسل کا ذکر اور ان کی قوموں کے حالات بیان کیے گئے ہیں حالانکہ کل انبیاء و رسل کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ [مسند احمد: ۱۷۸/۵، ۱۷۹-۱۷۸]

صحیح ابن حبان: ۷۶/۲، ۷۷، ح: ۳۶۱۔ مستدرک حاکم: ۵۹۷/۲

معجزہ وہ خرق عادت واقعہ ہے جو پیغمبر کی صداقت پر دلالت کرے۔ کفار پیغمبروں سے مطالبے کرتے رہے کہ ہمیں فلاں فلاں چیز دکھاؤ، جیسے خود ہمارے پیغمبر کائنات ﷺ سے کفار مکہ نے کئی چیزوں کا مطالبہ کیا جس کی تفصیل بنی اسرائیل (۹۰ تا ۹۳) میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کسی پیغمبر کے اختیار میں یہ نہیں تھا کہ وہ اپنی قوموں کے مطالبے پر ان کو کوئی معجزہ صادر کر کے دکھلا دے، یہ صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں تھا بعض نبیوں کو تو ابتدا ہی سے معجزے دے دیے گئے تھے، بعض قوموں کو ان کے مطالبے پر معجزہ دکھلایا گیا اور بعض کو مطالبے کے باوجود نہیں دکھلایا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق اس کا فیصلہ ہوتا تھا، کسی نبی کے ہاتھ میں یہ اختیار نہیں تھا کہ وہ جب چاہتا معجزہ دکھلا دیتا۔ اس سے ان لوگوں کی واضح تردید ہو جاتی ہے جو بعض اولیاء کی طرف یہ باتیں منسوب کرتے ہیں کہ وہ جب چاہتے اور جس طرح چاہتے خرق عادت امور (کرامات) کا اظہار کر دیتے تھے۔ جیسے شیخ عبدالقادر جیلانی کے لیے بیان کیا جاتا ہے۔ یہ سب من گھڑت قصے کہانیاں ہیں۔ جب اللہ نے پیغمبروں کو یہ اختیار نہیں دیا، جن کو اپنی صداقت کے ثبوت کے لیے اس کی ضرورت بھی تھی تو کسی ولی کو یہ اختیار کیونکر مل سکتا ہے؟ بالخصوص جب کہ ولی کو اس کی ضرورت بھی نہیں ہے، کیونکہ نبی کی نبوت پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے، اس لیے معجزہ ان کی ضرورت تھی لیکن اللہ کی حکمت و مشیت اس کی مقتضی نہ تھی، اس لیے یہ قوت کسی نبی کو نہیں دی گئی۔ ولی کی ولایت پر ایمان رکھنا ضروری نہیں ہے، اس لیے انھیں کرامات کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں یہ اختیار بلا ضرورت کیوں عطا کر سکتا ہے؟ سب اعمال اللہ ہی کی طرف جاتے ہیں۔

(البقرہ: ۲۱۰-آل عمران: ۱۰۹-الانفال: ۴۴)

غیر اللہ کے لیے رب اور اس طرح کے دوسرے الفاظ:

قرآن میں غیر اللہ کے لیے رب کے الفاظ استعمال ہوئے مثلاً والدین کے لیے (بنی اسرائیل: ۲۴/۱۷) بادشاہ کے لیے (یوسف: ۵۰، ۴۲، ۴۱/۱۲) اور فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو جو بچپن میں پالا اس کے لیے (اشعراء: ۱۸) اسی طرح ملکہ سبا کے تخت کے لیے عرش عظیم کا لفظ آیا ہے (النمل: ۲۳) اور اللہ کے عرش کے لیے یہی لفظ عرش عظیم آیا ہے (النمل: ۲۶) اور دوزخی کے لیے قرآن کریم میں آیا ہے:

﴿ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ﴾ [الدخان: ۴۸]

”اب دوزخ کا مزا چکھ، تو دنیا میں بہت طاقت والا، عزت والا تھا۔“

یہ عربی الفاظ ہیں جو خالق اور مخلوق دونوں کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ مخلوق کے لیے بہت محدود اسباب کے تحت اور عارضی ہیں اور خالق کے لیے ان باتوں کے برعکس ہیں یعنی لامحدود، اسباب کے بغیر اور مستقل ہیں یعنی ازل سے ابد تک اور مخلوق کے دنیاوی اختیارات اللہ کی مرضی کے تابع ہیں۔ جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو سب اختیارات ختم ہو جاتے ہیں۔

## قرآنی فیصلے اور آج کل کے کلمہ گو:

اللہ تعالیٰ ہی سب کا غریب نواز ہے (یعنی غریبوں کو نوازنے والا):

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ﴾ [فاطر: ۱۵]

”اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج (ف: ۳۸) اور اللہ ہی بے نیاز ہے، سب خوبیوں والا۔“

(ف: ۳۸) یعنی اس کے فضل و احسان کے حاجت مند ہو اور تمام خلق اس کی محتاج ہے۔ خلق

ہردم اور ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے اور کیوں نہ ہوگی ان کی ہستی اور ان کی بقا سب اس کے کرم

سے ہے۔ (ترجمہ احمد رضا خان صاحب و تفسیر مراد آبادی)

اللہ ہی سب کا مشکل کشا ہے، یعنی مشکلات کے ختم کرنے والا:

﴿مَا يَقْتَحِرُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكُ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ

بَعْدِهِ ۗ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [فاطر: ۲]

”اللہ جو رحمت لوگوں کے لیے کھولے (ف: ۴) اس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جو کچھ

روک لے تو اس کی روک کے بعد اس کو کوئی چھوڑنے والا نہیں ہے اور وہی عزت و

حکمت والا ہے۔“

(ف: ۴) مثل بارش و رزق و صحت وغیرہ کے۔ (ترجمہ احمد رضا خان صاحب و تفسیر مراد آبادی)

اللہ تعالیٰ ہی سب کا دستگیر ہے، یعنی مصیبت کے وقت تھامنے والا۔

﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ الشُّوْءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ۗ إِنَّ اللَّهَ مُتَعَدِّلٌ

لِلنَّاسِ قَلِيلًا مَّا تَدَّكَّرُونَ﴾ [النمل: ۶۲]

”یا وہ جو لاچار کی سنتا ہے (ف: ۱۱۰) جب اسے پکارے اور دور کر دیتا ہے برائی اور تمہیں

زمین کا وارث کرتا ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے۔ بہت ہی کم دھیان کرتے ہو۔“

(ف: ۱۱۰) اور حاجت روائی فرماتا ہے۔ (ترجمہ احمد رضا خان صاحب و تفسیر مراد آبادی)

اللہ تعالیٰ ہی سب کی ڈوبتی کشتیوں کا پار لگانے والا ہے:

﴿هُوَ الَّذِي يَسِّرُكُمُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۗ حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلِكِ ۗ وَجَرَبَينَ بِهِمْ يَرْجِئِهِمْ

طَيْبَةً ۗ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رَيْبٌ عَاصِفٌ ۗ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ ۗ وَظَلَمُوا أَنَّهُمْ

أَجِطْ بِهِمْ دَعْوَا اللّٰهِ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۗ لَئِن أُنجِيتَنَا مِنْ هٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشُّكْرِيْنَ ۝ فَلَمَّا أُنجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَعَيْتُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۗ ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ [يونس : ۲۲، ۲۳]

”وہی ہے جو تمہیں خشکی اور تری میں چلاتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ اچھی ہوا سے انہیں لے کر چلیں اور اس پر خوش ہوں۔ پھر ان پر آندھی کا جھونکا آیا اور ہر طرف سے لہروں نے انہیں آلیا اور وہ سمجھ گئے کہ ہم گھر گئے۔ اس وقت خالص اللہ کو پکارتے ہیں، خالص اسی کے بندے ہو کر کہ اگر تو ہمیں اس سے بچا لے گا تو ہم ضرور شکر گزار ہوں گے۔ اللہ جب انہیں بچا لیتا ہے فوراً ہی زمین میں ناحق زیادتی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو! تمہاری زیادتی تمہاری ہی جانوں کا وبال ہے۔ دنیا کے جیتے جی فائدہ اٹھا لو پھر تمہیں ہماری طرف پھرنا ہے۔ پھر اس وقت ہم تم کو باخبر کر دیں گے ان سے جو تمہارے کام تھے۔“

حدیث میں آتا ہے کہ جب مشرکین مکہ کی کشتیاں ڈوبنے لگتیں تو سب کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں۔

صرف اللہ تعالیٰ ہی رب یعنی داتا ہے:

اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے یعنی سارے جہانوں کا داتا ہے۔ قرآن مجید ان الفاظ سے بھرا پڑا ہے کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین یعنی سارے جہانوں کا داتا ہے۔ (یاد رہے کہ داتا سنسکرت کا لفظ ہے، عربی میں اس کے مترادف الفاظ رب، وہاب اور وکیل ہیں۔ ان تینوں لفظوں پر ہم اس کتاب میں بحث کریں گے) قرآن مجید میں جگہ جگہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آدم عَلَيْهِ السَّلَام سے لے کر ہمارے پیارے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تک سب کا رب یعنی داتا ہے۔ رب العالمین کے معنی ہیں ہر چیز مثلاً جن، انسان، ملائکہ، مویشی، پرندے، آبی مخلوق وغیرہ کو پیدا کر کے ان کی ضروریات ان کے احوال اور اجسام کے مطابق مہیا کرنے والا اور ان کے نفع و نقصان کا مالک:

﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ ۗ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۗ قَالُوا بَلَىٰ ۗ شَهِدْنَا ۗ أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِينَ ۗ أَوْ

تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ  
الْمُبْطِلُونَ ﴿١٧٢﴾ وَكَذَلِكَ نَقُصُّلُ الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٧٤﴾ [الأعراف: ١٧٢ تا ١٧٤]

”اور جب تیرے رب (داتا) نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان کی جانوں سے اقرار کرایا، کیا میں تمہارا رب یعنی داتا نہیں ہوں؟ انھوں نے کہا ہاں! کیوں نہیں ہم اقرار کرتے ہیں۔ کہیں قیامت کے دن کہنے لگو کہ ہمیں تو اس کی خبر نہ تھی یا کہنے لگو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے شرک کیا تھا اور ہم ان کے بعد ان کی اولاد تھے۔ کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک کرتا ہے جو گمراہوں نے کیا اور اسی طرح ہم کھول کر آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ لوٹ آئیں۔“

اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں ہر انسان سے اقرار کرایا کہ اللہ ہی اس کا رب یعنی داتا ہے، اور کوئی نہیں۔ اب کئی لوگ اس اقرار سے پھر گئے ہیں اور دیگر کو اپنا داتا بنا لیا ہے جو شرک ہے اور اللہ تعالیٰ قرآن میں کھول کھول کر بیان کر رہا ہے کہ اور کوئی داتا نہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخْفَوُا وَلَا تَحْزَنُوا  
وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ﴾ [ختم السجدة: ٣٠]

”بے شک جنھوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب یعنی داتا اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے، ان پر فرشتے اتریں گے (موت کے وقت) کہ تم خوف نہ کرو اور نہ غم کرو اور جنت میں خوش رہو، جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔“

یعنی جنھوں نے دنیا میں آکر عالم ارواح کا وعدہ یاد رکھا کہ اللہ ہی رب یعنی داتا ہے اور اس بات پر قائم رہے وہ جنتی ہیں۔ (مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے الانعام: ١٦١ تا ١٦٥۔ آل عمران: ١٠١، ١٠٢، ١٠٣، ١٠٤، ١٠٥، ١٠٦، ١٠٧، ١٠٨، ١٠٩، ١١٠، ١١١، ١١٢، ١١٣، ١١٤، ١١٥، ١١٦، ١١٧، ١١٨، ١١٩، ١٢٠، ١٢١، ١٢٢، ١٢٣، ١٢٤، ١٢٥، ١٢٦، ١٢٧، ١٢٨، ١٢٩، ١٣٠، ١٣١، ١٣٢، ١٣٣، ١٣٤، ١٣٥، ١٣٦، ١٣٧، ١٣٨، ١٣٩، ١٤٠، ١٤١، ١٤٢، ١٤٣، ١٤٤، ١٤٥، ١٤٦، ١٤٧، ١٤٨، ١٤٩، ١٥٠، ١٥١، ١٥٢، ١٥٣، ١٥٤، ١٥٥، ١٥٦، ١٥٧، ١٥٨، ١٥٩، ١٦٠، ١٦١، ١٦٢، ١٦٣، ١٦٤، ١٦٥، ١٦٦، ١٦٧، ١٦٨، ١٦٩، ١٧٠، ١٧١، ١٧٢، ١٧٣، ١٧٤، ١٧٥، ١٧٦، ١٧٧، ١٧٨، ١٧٩، ١٨٠، ١٨١، ١٨٢، ١٨٣، ١٨٤، ١٨٥، ١٨٦، ١٨٧، ١٨٨، ١٨٩، ١٩٠، ١٩١، ١٩٢، ١٩٣، ١٩٤، ١٩٥، ١٩٦، ١٩٧، ١٩٨، ١٩٩، ٢٠٠، ٢٠١، ٢٠٢، ٢٠٣، ٢٠٤، ٢٠٥، ٢٠٦، ٢٠٧، ٢٠٨، ٢٠٩، ٢١٠، ٢١١، ٢١٢، ٢١٣، ٢١٤، ٢١٥، ٢١٦، ٢١٧، ٢١٨، ٢١٩، ٢٢٠، ٢٢١، ٢٢٢، ٢٢٣، ٢٢٤، ٢٢٥، ٢٢٦، ٢٢٧، ٢٢٨، ٢٢٩، ٢٣٠، ٢٣١، ٢٣٢، ٢٣٣، ٢٣٤، ٢٣٥، ٢٣٦، ٢٣٧، ٢٣٨، ٢٣٩، ٢٤٠، ٢٤١، ٢٤٢، ٢٤٣، ٢٤٤، ٢٤٥، ٢٤٦، ٢٤٧، ٢٤٨، ٢٤٩، ٢٥٠، ٢٥١، ٢٥٢، ٢٥٣، ٢٥٤، ٢٥٥، ٢٥٦، ٢٥٧، ٢٥٨، ٢٥٩، ٢٦٠، ٢٦١، ٢٦٢، ٢٦٣، ٢٦٤، ٢٦٥، ٢٦٦، ٢٦٧، ٢٦٨، ٢٦٩، ٢٧٠، ٢٧١، ٢٧٢، ٢٧٣، ٢٧٤، ٢٧٥، ٢٧٦، ٢٧٧، ٢٧٨، ٢٧٩، ٢٨٠، ٢٨١، ٢٨٢، ٢٨٣، ٢٨٤، ٢٨٥، ٢٨٦، ٢٨٧، ٢٨٨، ٢٨٩، ٢٩٠، ٢٩١، ٢٩٢، ٢٩٣، ٢٩٤، ٢٩٥، ٢٩٦، ٢٩٧، ٢٩٨، ٢٩٩، ٣٠٠، ٣٠١، ٣٠٢، ٣٠٣، ٣٠٤، ٣٠٥، ٣٠٦، ٣٠٧، ٣٠٨، ٣٠٩، ٣١٠، ٣١١، ٣١٢، ٣١٣، ٣١٤، ٣١٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣١٨، ٣١٩، ٣٢٠، ٣٢١، ٣٢٢، ٣٢٣، ٣٢٤، ٣٢٥، ٣٢٦، ٣٢٧، ٣٢٨، ٣٢٩، ٣٣٠، ٣٣١، ٣٣٢، ٣٣٣، ٣٣٤، ٣٣٥، ٣٣٦، ٣٣٧، ٣٣٨، ٣٣٩، ٣٤٠، ٣٤١، ٣٤٢، ٣٤٣، ٣٤٤، ٣٤٥، ٣٤٦، ٣٤٧، ٣٤٨، ٣٤٩، ٣٥٠، ٣٥١، ٣٥٢، ٣٥٣، ٣٥٤، ٣٥٥، ٣٥٦، ٣٥٧، ٣٥٨، ٣٥٩، ٣٦٠، ٣٦١، ٣٦٢، ٣٦٣، ٣٦٤، ٣٦٥، ٣٦٦، ٣٦٧، ٣٦٨، ٣٦٩، ٣٧٠، ٣٧١، ٣٧٢، ٣٧٣، ٣٧٤، ٣٧٥، ٣٧٦، ٣٧٧، ٣٧٨، ٣٧٩، ٣٨٠، ٣٨١، ٣٨٢، ٣٨٣، ٣٨٤، ٣٨٥، ٣٨٦، ٣٨٧، ٣٨٨، ٣٨٩، ٣٩٠، ٣٩١، ٣٩٢، ٣٩٣، ٣٩٤، ٣٩٥، ٣٩٦، ٣٩٧، ٣٩٨، ٣٩٩، ٤٠٠، ٤٠١، ٤٠٢، ٤٠٣، ٤٠٤، ٤٠٥، ٤٠٦، ٤٠٧، ٤٠٨، ٤٠٩، ٤١٠، ٤١١، ٤١٢، ٤١٣، ٤١٤، ٤١٥، ٤١٦، ٤١٧، ٤١٨، ٤١٩، ٤٢٠، ٤٢١، ٤٢٢، ٤٢٣، ٤٢٤، ٤٢٥، ٤٢٦، ٤٢٧، ٤٢٨، ٤٢٩، ٤٣٠، ٤٣١، ٤٣٢، ٤٣٣، ٤٣٤، ٤٣٥، ٤٣٦، ٤٣٧، ٤٣٨، ٤٣٩، ٤٤٠، ٤٤١، ٤٤٢، ٤٤٣، ٤٤٤، ٤٤٥، ٤٤٦، ٤٤٧، ٤٤٨، ٤٤٩، ٤٥٠، ٤٥١، ٤٥٢، ٤٥٣، ٤٥٤، ٤٥٥، ٤٥٦، ٤٥٧، ٤٥٨، ٤٥٩، ٤٦٠، ٤٦١، ٤٦٢، ٤٦٣، ٤٦٤، ٤٦٥، ٤٦٦، ٤٦٧، ٤٦٨، ٤٦٩، ٤٧٠، ٤٧١، ٤٧٢، ٤٧٣، ٤٧٤، ٤٧٥، ٤٧٦، ٤٧٧، ٤٧٨، ٤٧٩، ٤٨٠، ٤٨١، ٤٨٢، ٤٨٣، ٤٨٤، ٤٨٥، ٤٨٦، ٤٨٧، ٤٨٨، ٤٨٩، ٤٩٠، ٤٩١، ٤٩٢، ٤٩٣، ٤٩٤، ٤٩٥، ٤٩٦، ٤٩٧، ٤٩٨، ٤٩٩، ٥٠٠، ٥٠١، ٥٠٢، ٥٠٣، ٥٠٤، ٥٠٥، ٥٠٦، ٥٠٧، ٥٠٨، ٥٠٩، ٥١٠، ٥١١، ٥١٢، ٥١٣، ٥١٤، ٥١٥، ٥١٦، ٥١٧، ٥١٨، ٥١٩، ٥٢٠، ٥٢١، ٥٢٢، ٥٢٣، ٥٢٤، ٥٢٥، ٥٢٦، ٥٢٧، ٥٢٨، ٥٢٩، ٥٣٠، ٥٣١، ٥٣٢، ٥٣٣، ٥٣٤، ٥٣٥، ٥٣٦، ٥٣٧، ٥٣٨، ٥٣٩، ٥٤٠، ٥٤١، ٥٤٢، ٥٤٣، ٥٤٤، ٥٤٥، ٥٤٦، ٥٤٧، ٥٤٨، ٥٤٩، ٥٥٠، ٥٥١، ٥٥٢، ٥٥٣، ٥٥٤، ٥٥٥، ٥٥٦، ٥٥٧، ٥٥٨، ٥٥٩، ٥٦٠، ٥٦١، ٥٦٢، ٥٦٣، ٥٦٤، ٥٦٥، ٥٦٦، ٥٦٧، ٥٦٨، ٥٦٩، ٥٧٠، ٥٧١، ٥٧٢، ٥٧٣، ٥٧٤، ٥٧٥، ٥٧٦، ٥٧٧، ٥٧٨، ٥٧٩، ٥٨٠، ٥٨١، ٥٨٢، ٥٨٣، ٥٨٤، ٥٨٥، ٥٨٦، ٥٨٧، ٥٨٨، ٥٨٩، ٥٩٠، ٥٩١، ٥٩٢، ٥٩٣، ٥٩٤، ٥٩٥، ٥٩٦، ٥٩٧، ٥٩٨، ٥٩٩، ٦٠٠، ٦٠١، ٦٠٢، ٦٠٣، ٦٠٤، ٦٠٥، ٦٠٦، ٦٠٧، ٦٠٨، ٦٠٩، ٦١٠، ٦١١، ٦١٢، ٦١٣، ٦١٤، ٦١٥، ٦١٦، ٦١٧، ٦١٨، ٦١٩، ٦٢٠، ٦٢١، ٦٢٢، ٦٢٣، ٦٢٤، ٦٢٥، ٦٢٦، ٦٢٧، ٦٢٨، ٦٢٩، ٦٣٠، ٦٣١، ٦٣٢، ٦٣٣، ٦٣٤، ٦٣٥، ٦٣٦، ٦٣٧، ٦٣٨، ٦٣٩، ٦٤٠، ٦٤١، ٦٤٢، ٦٤٣، ٦٤٤، ٦٤٥، ٦٤٦، ٦٤٧، ٦٤٨، ٦٤٩، ٦٥٠، ٦٥١، ٦٥٢، ٦٥٣، ٦٥٤، ٦٥٥، ٦٥٦، ٦٥٧، ٦٥٨، ٦٥٩، ٦٦٠، ٦٦١، ٦٦٢، ٦٦٣، ٦٦٤، ٦٦٥، ٦٦٦، ٦٦٧، ٦٦٨، ٦٦٩، ٦٧٠، ٦٧١، ٦٧٢، ٦٧٣، ٦٧٤، ٦٧٥، ٦٧٦، ٦٧٧، ٦٧٨، ٦٧٩، ٦٨٠، ٦٨١، ٦٨٢، ٦٨٣، ٦٨٤، ٦٨٥، ٦٨٦، ٦٨٧، ٦٨٨، ٦٨٩، ٦٩٠، ٦٩١، ٦٩٢، ٦٩٣، ٦٩٤، ٦٩٥، ٦٩٦، ٦٩٧، ٦٩٨، ٦٩٩، ٧٠٠، ٧٠١، ٧٠٢، ٧٠٣، ٧٠٤، ٧٠٥، ٧٠٦، ٧٠٧، ٧٠٨، ٧٠٩، ٧١٠، ٧١١، ٧١٢، ٧١٣، ٧١٤، ٧١٥، ٧١٦، ٧١٧، ٧١٨، ٧١٩، ٧٢٠، ٧٢١، ٧٢٢، ٧٢٣، ٧٢٤، ٧٢٥، ٧٢٦، ٧٢٧، ٧٢٨، ٧٢٩، ٧٣٠، ٧٣١، ٧٣٢، ٧٣٣، ٧٣٤، ٧٣٥، ٧٣٦، ٧٣٧، ٧٣٨، ٧٣٩، ٧٤٠، ٧٤١، ٧٤٢، ٧٤٣، ٧٤٤، ٧٤٥، ٧٤٦، ٧٤٧، ٧٤٨، ٧٤٩، ٧٥٠، ٧٥١، ٧٥٢، ٧٥٣، ٧٥٤، ٧٥٥، ٧٥٦، ٧٥٧، ٧٥٨، ٧٥٩، ٧٦٠، ٧٦١، ٧٦٢، ٧٦٣، ٧٦٤، ٧٦٥، ٧٦٦، ٧٦٧، ٧٦٨، ٧٦٩، ٧٧٠، ٧٧١، ٧٧٢، ٧٧٣، ٧٧٤، ٧٧٥، ٧٧٦، ٧٧٧، ٧٧٨، ٧٧٩، ٧٨٠، ٧٨١، ٧٨٢، ٧٨٣، ٧٨٤، ٧٨٥، ٧٨٦، ٧٨٧، ٧٨٨، ٧٨٩، ٧٩٠، ٧٩١، ٧٩٢، ٧٩٣، ٧٩٤، ٧٩٥، ٧٩٦، ٧٩٧، ٧٩٨، ٧٩٩، ٨٠٠، ٨٠١، ٨٠٢، ٨٠٣، ٨٠٤، ٨٠٥، ٨٠٦، ٨٠٧، ٨٠٨، ٨٠٩، ٨١٠، ٨١١، ٨١٢، ٨١٣، ٨١٤، ٨١٥، ٨١٦، ٨١٧، ٨١٨، ٨١٩، ٨٢٠، ٨٢١، ٨٢٢، ٨٢٣، ٨٢٤، ٨٢٥، ٨٢٦، ٨٢٧، ٨٢٨، ٨٢٩، ٨٣٠، ٨٣١، ٨٣٢، ٨٣٣، ٨٣٤، ٨٣٥، ٨٣٦، ٨٣٧، ٨٣٨، ٨٣٩، ٨٤٠، ٨٤١، ٨٤٢، ٨٤٣، ٨٤٤، ٨٤٥، ٨٤٦، ٨٤٧، ٨٤٨، ٨٤٩، ٨٥٠، ٨٥١، ٨٥٢، ٨٥٣، ٨٥٤، ٨٥٥، ٨٥٦، ٨٥٧، ٨٥٨، ٨٥٩، ٨٦٠، ٨٦١، ٨٦٢، ٨٦٣، ٨٦٤، ٨٦٥، ٨٦٦، ٨٦٧، ٨٦٨، ٨٦٩، ٨٧٠، ٨٧١، ٨٧٢، ٨٧٣، ٨٧٤، ٨٧٥، ٨٧٦، ٨٧٧، ٨٧٨، ٨٧٩، ٨٨٠، ٨٨١، ٨٨٢، ٨٨٣، ٨٨٤، ٨٨٥، ٨٨٦، ٨٨٧، ٨٨٨، ٨٨٩، ٨٩٠، ٨٩١، ٨٩٢، ٨٩٣، ٨٩٤، ٨٩٥، ٨٩٦، ٨٩٧، ٨٩٨، ٨٩٩، ٩٠٠، ٩٠١، ٩٠٢، ٩٠٣، ٩٠٤، ٩٠٥، ٩٠٦، ٩٠٧، ٩٠٨، ٩٠٩، ٩١٠، ٩١١، ٩١٢، ٩١٣، ٩١٤، ٩١٥، ٩١٦، ٩١٧، ٩١٨، ٩١٩، ٩٢٠، ٩٢١، ٩٢٢، ٩٢٣، ٩٢٤، ٩٢٥، ٩٢٦، ٩٢٧، ٩٢٨، ٩٢٩، ٩٣٠، ٩٣١، ٩٣٢، ٩٣٣، ٩٣٤، ٩٣٥، ٩٣٦، ٩٣٧، ٩٣٨، ٩٣٩، ٩٤٠، ٩٤١، ٩٤٢، ٩٤٣، ٩٤٤، ٩٤٥، ٩٤٦، ٩٤٧، ٩٤٨، ٩٤٩، ٩٥٠، ٩٥١، ٩٥٢، ٩٥٣، ٩٥٤، ٩٥٥، ٩٥٦، ٩٥٧، ٩٥٨، ٩٥٩، ٩٦٠، ٩٦١، ٩٦٢، ٩٦٣، ٩٦٤، ٩٦٥، ٩٦٦، ٩٦٧، ٩٦٨، ٩٦٩، ٩٧٠، ٩٧١، ٩٧٢، ٩٧٣، ٩٧٤، ٩٧٥، ٩٧٦، ٩٧٧، ٩٧٨، ٩٧٩، ٩٨٠، ٩٨١، ٩٨٢، ٩٨٣، ٩٨٤، ٩٨٥، ٩٨٦، ٩٨٧، ٩٨٨، ٩٨٩، ٩٩٠، ٩٩١، ٩٩٢، ٩٩٣، ٩٩٤، ٩٩٥، ٩٩٦، ٩٩٧، ٩٩٨، ٩٩٩، ١٠٠٠، ١٠٠١، ١٠٠٢، ١٠٠٣، ١٠٠٤، ١٠٠٥، ١٠٠٦، ١٠٠٧، ١٠٠٨، ١٠٠٩، ١٠١٠، ١٠١١، ١٠١٢، ١٠١٣، ١٠١٤، ١٠١٥، ١٠١٦، ١٠١٧، ١٠١٨، ١٠١٩، ١٠٢٠، ١٠٢١، ١٠٢٢، ١٠٢٣، ١٠٢٤، ١٠٢٥، ١٠٢٦، ١٠٢٧، ١٠٢٨، ١٠٢٩، ١٠٣٠، ١٠٣١، ١٠٣٢، ١٠٣٣، ١٠٣٤، ١٠٣٥، ١٠٣٦، ١٠٣٧، ١٠٣٨، ١٠٣٩، ١٠٤٠، ١٠٤١، ١٠٤٢، ١٠٤٣، ١٠٤٤، ١٠٤٥، ١٠٤٦، ١٠٤٧، ١٠٤٨، ١٠٤٩، ١٠٥٠، ١٠٥١، ١٠٥٢، ١٠٥٣، ١٠٥٤، ١٠٥٥، ١٠٥٦، ١٠٥٧، ١٠٥٨، ١٠٥٩، ١٠٦٠، ١٠٦١، ١٠٦٢، ١٠٦٣، ١٠٦٤، ١٠٦٥، ١٠٦٦، ١٠٦٧، ١٠٦٨، ١٠٦٩، ١٠٧٠، ١٠٧١، ١٠٧٢، ١٠٧٣، ١٠٧٤، ١٠٧٥، ١٠٧٦، ١٠٧٧، ١٠٧٨، ١٠٧٩، ١٠٨٠، ١٠٨١، ١٠٨٢، ١٠٨٣، ١٠٨٤، ١٠٨٥، ١٠٨٦، ١٠٨٧، ١٠٨٨، ١٠٨٩، ١٠٩٠، ١٠٩١، ١٠٩٢، ١٠٩٣، ١٠٩٤، ١٠٩٥، ١٠٩٦، ١٠٩٧، ١٠٩٨، ١٠٩٩، ١١٠٠، ١١٠١، ١١٠٢، ١١٠٣، ١١٠٤، ١١٠٥، ١١٠٦، ١١٠٧، ١١٠٨، ١١٠٩، ١١١٠، ١١١١، ١١١٢، ١١١٣، ١١١٤، ١١١٥، ١١١٦، ١١١٧، ١١١٨، ١١١٩، ١١٢٠، ١١٢١، ١١٢٢، ١١٢٣، ١١٢٤، ١١٢٥، ١١٢٦، ١١٢٧، ١١٢٨، ١١٢٩، ١١٣٠، ١١٣١، ١١٣٢، ١١٣٣، ١١٣٤، ١١٣٥، ١١٣٦، ١١٣٧، ١١٣٨، ١١٣٩، ١١٤٠، ١١٤١، ١١٤٢، ١١٤٣، ١١٤٤، ١١٤٥، ١١٤٦، ١١٤٧، ١١٤٨، ١١٤٩، ١١٥٠، ١١٥١، ١١٥٢، ١١٥٣، ١١٥٤، ١١٥٥، ١١٥٦، ١١٥٧، ١١٥٨، ١١٥٩، ١١٦٠، ١١٦١، ١١٦٢، ١١٦٣، ١١٦٤، ١١٦٥، ١١٦٦، ١١٦٧، ١١٦٨، ١١٦٩، ١١٧٠، ١١٧١، ١١٧٢، ١١٧٣، ١١٧٤، ١١٧٥، ١١٧٦، ١١٧٧، ١١٧٨، ١١٧٩، ١١٨٠، ١١٨١، ١١٨٢، ١١٨٣، ١١٨٤، ١١٨٥، ١١٨٦، ١١٨٧، ١١٨٨، ١١٨٩، ١١٩٠، ١١٩١، ١١٩٢، ١١٩٣، ١١٩٤، ١١٩٥، ١١٩٦، ١١٩٧، ١١٩٨، ١١٩٩، ١٢٠٠، ١٢٠١، ١٢٠٢، ١٢٠٣، ١٢٠٤، ١٢٠٥، ١٢٠٦، ١٢٠٧، ١٢٠٨، ١٢٠٩، ١٢١٠، ١٢١١، ١٢١٢، ١٢١٣، ١٢١٤، ١٢١٥، ١٢١٦، ١٢١٧، ١٢١٨، ١٢١٩، ١٢٢٠، ١٢٢١، ١٢٢٢، ١٢٢٣، ١٢٢٤، ١٢٢٥، ١٢٢٦، ١٢٢٧، ١٢٢٨، ١٢٢٩، ١٢٣٠، ١٢٣١، ١٢٣٢، ١٢٣٣، ١٢٣٤، ١٢٣٥، ١٢٣٦، ١٢٣٧، ١٢٣٨، ١٢٣٩، ١٢٤٠، ١٢٤١، ١٢٤٢، ١٢٤٣، ١٢٤٤، ١٢٤٥، ١٢٤٦، ١٢٤٧، ١٢٤٨، ١٢٤٩، ١٢٥٠، ١٢٥١، ١٢٥٢، ١٢٥٣، ١٢٥٤، ١٢٥٥، ١٢٥٦، ١٢٥٧، ١٢٥٨، ١٢٥٩، ١٢٦٠، ١٢٦١، ١٢٦٢، ١٢٦٣، ١٢٦٤، ١٢٦٥، ١٢٦٦، ١٢٦٧، ١٢٦٨، ١٢٦٩، ١٢٧٠، ١٢٧١، ١٢٧٢، ١٢٧٣، ١٢٧٤، ١٢٧٥، ١٢٧٦، ١٢٧٧، ١٢٧٨، ١٢٧٩، ١٢٨٠، ١٢٨١، ١٢٨٢، ١٢٨٣، ١٢٨٤، ١٢٨٥، ١٢٨٦، ١٢٨٧، ١٢٨٨، ١٢٨٩، ١٢٩٠، ١٢٩١، ١٢٩٢، ١٢٩٣، ١٢٩٤، ١٢٩٥، ١٢٩٦، ١٢٩٧، ١٢٩٨، ١٢٩٩، ١٣٠٠، ١٣٠١، ١٣٠٢، ١٣٠٣، ١٣٠٤، ١٣٠٥، ١٣٠٦، ١٣٠٧، ١٣٠٨، ١٣٠٩، ١٣١٠، ١٣١١، ١٣١٢، ١٣١٣، ١٣١٤، ١٣١٥، ١٣١٦، ١٣١٧، ١٣١٨، ١٣١٩، ١٣٢٠، ١٣٢١، ١٣٢٢، ١٣٢٣، ١٣٢٤، ١٣٢٥، ١٣٢٦، ١٣٢٧، ١٣٢٨، ١٣٢٩، ١٣٣٠، ١٣٣١، ١٣٣٢، ١٣٣٣، ١٣٣٤، ١٣٣٥، ١٣٣٦، ١٣٣٧، ١٣٣٨، ١٣٣٩، ١٣٤٠، ١٣٤١، ١٣٤٢، ١٣٤٣، ١٣٤٤، ١٣٤٥، ١٣٤٦، ١٣٤٧، ١٣٤٨، ١٣٤٩، ١٣٥٠، ١٣٥١، ١٣٥٢، ١٣٥٣، ١٣٥٤، ١٣٥٥، ١٣٥٦، ١٣٥٧، ١٣٥٨، ١٣٥٩، ١٣٦٠، ١٣٦١، ١٣٦٢، ١٣٦٣، ١٣٦٤، ١٣٦٥، ١٣٦٦، ١٣٦٧، ١٣٦٨، ١٣٦٩، ١٣٧٠، ١٣٧١، ١٣٧٢، ١٣٧٣، ١٣٧٤، ١٣٧٥، ١٣٧٦، ١٣٧٧، ١٣٧٨، ١٣٧٩، ١٣٨٠، ١٣٨١، ١٣٨٢، ١٣٨٣، ١٣٨٤، ١٣٨٥، ١٣٨٦، ١٣٨٧، ١٣٨٨، ١٣٨٩، ١٣٩٠، ١٣٩١، ١٣٩٢، ١٣٩٣، ١٣٩٤، ١٣٩٥، ١٣٩٦، ١٣٩٧، ١٣٩٨، ١٣٩٩، ١٤٠٠، ١٤٠١، ١٤٠٢، ١٤٠٣، ١٤٠٤، ١٤٠٥، ١٤٠٦، ١٤٠٧، ١٤٠٨، ١٤٠٩، ١٤١٠، ١٤١١، ١٤١٢، ١٤١٣، ١٤١٤، ١٤١٥، ١٤١٦، ١٤١٧، ١٤١٨، ١٤١٩، ١٤٢٠، ١٤٢١، ١٤٢٢، ١٤٢٣، ١٤٢٤، ١٤٢٥، ١٤٢٦، ١٤٢

وعدہ کیا ہے کہ وہ شرک کو معاف نہیں کرے گا۔

بے قراری کی دعا:

« لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ »

[ بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء عند الكرب : ۶۳۴۶۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الدعاء الكرب : ۲۷۳۰ ]

”اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں جو عظمت والا، بردبار ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں جو عرش عظیم کارب، یعنی داتا ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں جو آسمانوں کارب یعنی داتا اور زمین کارب یعنی داتا ہے اور عرش کریم کارب یعنی داتا ہے۔“

« اللَّهُ اللَّهُ رَبِّي لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا » ”اللہ! اللہ میرا رب یعنی داتا ہے، میں اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتا۔“ [ ابن ماجہ، أبواب الدعاء، باب الدعاء عند الكرب : ۳۸۸۲۔ أبو داؤد: کتاب الوتر: باب فی الإستغفار : ۱۵۲۵ ]

ثابت ہوا کہ اللہ کے سوا کسی اور کو داتا سمجھنا شرک ہے۔

صرف اللہ ہی سب کا وہاب اور داتا ہے:

فرمان الہی ہے:

﴿لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ط يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ إِنَاءً وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذُّكُورَ ۖ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاءً ۖ وَيَجْعَلُ مَن يَشَاءُ عَقِيْبًا ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيْرٌ ۝﴾

[ الشوری : ۵۰، ۴۹ ]

”اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت۔ (ف ۱۲۶) پیدا کرتا ہے جو چاہے، جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے (ف ۱۲۷) اور جسے چاہے بیٹے دے (ف ۱۲۸) یا دونوں ملا دے بیٹے اور بیٹیاں اور جسے چاہے بانجھ کر دے (ف ۱۲۹)۔“

(ف ۱۲۶) جیسا چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے، کوئی دخل دینے اور اعتراض کرنے کی مجال نہیں رکھتا۔



(ف ۱۲۷) اسی طرح یہ بات نکلتی ہے کہ کسی کو یا پھر اسے بانجھ ہی کر دے بیٹے نہ دے۔

(ف ۱۲۸) دختر نہ دے۔

(ف ۱۲۹) یعنی اس کے اولاد ہی نہ ہو۔ وہ مالک ہے، اپنی نعمت کو جس طرح چاہے تقسیم کرے، جسے جو چاہے دے، انبیاء علیہم السلام میں بھی یہ سب صورتیں پائی جاتی ہیں۔ سیدنا لوط علیہ السلام اور سیدنا شعیب علیہ السلام کی صرف بیٹیاں تھیں کوئی بیٹا نہ تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے صرف فرزند تھے، کوئی دختر نہ تھی اور ہمارے رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے چار فرزند عطا فرمائے اور چار صاحبزادیاں۔ یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے کوئی اولاد ہی نہیں۔ (ترجمہ احمد رضا خان صاحب و تفسیر مراد آبادی) وہاب یعنی داتا کے لیے مزید حوالہ جات (سورہ مریم: ۵، ۴۹، ۵۰، ۵۳)

صرف اللہ ہی سب کا وکیل یعنی کارساز اور داتا ہے:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۝ ﴾ [المزمل: ۹]

”وہ مشرق کا رب اور مغرب کا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم (اے نبی!)

اسی کو اپنا کارساز بنا لو۔“

(مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے آل عمران: ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۷۳، النساء: ۸۱، ۱۳۲، ۱۷۱)

توحید فی التصرف کے شریکے امور:

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو حقیقی مالک سمجھنا شرک ہے، وہی کائنات میں حکومت اور فرماں روائی کے تمام اختیارات رکھتا ہے۔ اللہ کے سوا کسی کو اس میں کوئی اختیار نہیں۔

(الحشر: ۲۳)

اللہ تعالیٰ نے سورہ رعد میں فرمایا:

﴿ اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ أَسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلًّا يَجْرِئُ لِاجَلٍ مُّسَمًّى ۖ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ

تُوقِنُونَ ۝ ﴾ [الرعد: ۲]

”اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بغیر ستون کے، تم اسے دیکھتے ہو، پھر وہ عرش پر مستوی ہوا اور سورج اور چاند کو مخر کیا، ہر ایک ایک مقررہ مدت تک چلتا ہے، وہ کام کی تدبیر کرتا ہے، نشانیاں کھولتا ہے، تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر لو۔“

کائنات کا سارا نظام اللہ تعالیٰ چلا رہا ہے اور وہی زمین اور آسمان کے تمام خزانوں کا مالک ہے، کسی اور کو داتا، گنج بخش، مشکل کشا، یاد دہیگر وغیرہ سمجھنا شرک ہے۔

نیز فرمایا:

﴿ أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ قُلُ أُولَؤْكَانُوا لَا يَلْلُكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْلُونَ قُلُ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴾

[ الزمر: ۴۳، ۴۴ ]

”کیا انھوں نے اللہ کے سوا اور سفارشی بنا لیے ہیں، کہو کہ خواہ وہ کسی چیز کا بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ (کچھ) سمجھتے ہی ہوں، کہہ دو کہ سفارش تو سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے، اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔“

قیامت کے روز کسی کو سفارش کرنے کی اجازت دینے یا نہ دینے، سفارش قبول کرنے یا نہ کرنے، کسی کو ثواب یا عذاب دینے اور کسی کو پکڑنے یا چھوڑنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہوگا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴾ [ الأنفال: ۲۴ ]

”مومنو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو، جبکہ رسول تمہیں ایسے کام کے لیے بلا تے ہیں، جو تم کو زندگی بخشتا ہے اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اس کے رو برو جمع کیے جاؤ گے۔“

دلوں کو پھیرنے والا، ہدایت دینے والا، نیکی کی توفیق دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، کسی

اور کو اس پر قادر سمجھنا شرک ہے۔ (الانفال: ۲۴)

رزق کی تنگی یا فراخی، صحت اور بیماری، نفع اور نقصان زندگی اور موت دینے والا صرف اللہ تعالیٰ

ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی اور مخلوق کو اس پر قادر سمجھنا شرک ہے۔ (ہود: ۶۰)  
 اولاد دینے یا نہ دینے والا، بیٹے اور بیٹیاں دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کسی کو اس پر  
 قادر سمجھنا شرک ہے:

﴿يَلَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ط يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ إِنَاءً وَيَهَبُ لِمَن  
 يَشَاءُ الذُّكُورَ ۚ أَوْ يَزُوجُهُمْ ذُكْرًا وَاُنثَاءً ۚ وَيَجْعَلُ مَن يَشَاءُ عَقِيْبًا ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيْرٌ ۝﴾

[شوری: ۵۰، ۴۹]

”آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا  
 ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے، یا انھیں بیٹے اور بیٹیاں ملا  
 کر عطا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے، یقیناً وہ سب کچھ جاننے والا، ہر  
 چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔“

دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں کسی اور کو اس پر قادر سمجھنا  
 شرک ہے:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مَلِكِ الْمَلِكِ تُؤْتِي الْمَلِكَ مَن تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمَلِكَ مِمَّن تَشَاءُ وَتُعْزِزُ مَن  
 تَشَاءُ وَتُذَلِّلُ مَن تَشَاءُ ط بِيَدِكَ الْغَيْبُط إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾ [آل عمران: ۲۶]

”کہہ دے اے اللہ! بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے  
 چاہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کر دیتا  
 ہے، تیرے ہی ہاتھ میں ہر بھلائی ہے، بے شک تو ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

دلوں کے بھید اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہی دلوں کو پھیرنے والا ہے، کسی مخلوق کے بارے میں

یہ عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ (الانفال: ۳۴)

یہاں ہم احمد رضا خان صاحب کے قرآنی ترجمہ مع تفسیر سے وہ حوالے درج کریں گے جن  
 سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنی زندگی میں تصرف کا اختیار نہ تھا یعنی آپ نفع و نقصان  
 کا اختیار نہ رکھتے تھے، بلکہ ہر موقع پر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں اور اللہ تعالیٰ نے  
 ہر موقع پر آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مدد فرمائی اور آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی حفاظت

فرمانی۔

جب افضل الانبیاء ﷺ اور سب سے بڑے ولیوں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ حال ہے تو باقی بزرگوں کا ذکر ہی کیا۔

آپ ﷺ کے تصرف کے بارے میں مراد آبادی تفسیر کے حوالے: (آل عمران، فوائد: ۴۷، ۳۴۰۔ المائدۃ، ف: ۱۳۴۔ الانعام، فوائد: ۷۹، ۷۸، ۱۲۶، ۱۲۸۔ یونس، فوائد: ۳۳ تا ۴۰، ۴۹، ۷۷، ۲۰۸، ۲۲۲، ۲۲۵۔ الانفال، (مکمل سورت)، الرعد، فوائد: ۸۴، ۸۶، ۹۰۔ بنی اسرائیل، فوائد: ۷۱، ۷۲، ۱۶۷، ۱۶۸۔ آیت ۵۳، ۲۶، ۲۷۔ الکہف، فوائد: ۴۸، ۴۹، ۴۹۔ مریم، فوائد: ۱۰۹، ۱۱۱ تا ۱۱۱۔ الضحیٰ، فوائد: ۳ تا ۱۲۔ النصر فوائد: ۳، ۲) اور اس تفسیر میں بے شمار اور جگہ۔

آپ ﷺ کی دعاؤں کے بارے میں مراد آبادی تفسیر کے حوالے: (البقرۃ، ف ۳۸۸۔ آل عمران، فوائد ۱۱۶، ۳۴۰۔ النساء، ف ۲۸۳، الانعام، ف ۱۳۱۔ الانفال، فوائد ۱۹، ۸۹۔ بدر۔ التوبہ: ف ۲۷۳۔ الرعد: ف ۳۹۔ بنی اسرائیل، فوائد ۷۲۔ ۷۵، ۷۶، ۷۷، المؤمنون، فوائد: ۱۰۱، ۱۲۳۔ الزخرف، فوائد: ۱۵، ۱۳۱۔ الدخان، ف ۸۔ القلم: ۱۸)

اور مراد آبادی تفسیر میں ایک بہت بڑی بات لکھی گئی کہ رسول اللہ ﷺ کفار کے مقابلہ میں جنگ کرنے کے لیے نکلے تو آپ ﴿حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ پڑھتے پڑھتے تشریف لے گئے۔ (آل عمران: ۱۷۳، ف ۳۴۰) اور جب ابراہیم علیہ السلام کو فرعون نے آگ میں ڈالا تو انھوں نے بھی یہی الفاظ پڑھے۔ (الانبیاء: ۶۸، ف ۱۲۳) ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کو اور ابراہیم علیہ السلام کو تصرف کا کوئی اختیار نہ تھا بلکہ انھوں نے نازک مواقع پر یہی کہا کہ ہمیں اللہ ہی کافی ہے، وہی ہمارا کارساز ہے۔

فرق صاف ظاہر ہے:

جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل کڑھنے لگتے ہیں اور جب اس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو یکا یک خوشی سے کھل اٹھتے ہیں۔ (سورۃ الزمر: ۴۵)

اللہ کا فرمان	نام نہاد مسلمان کی پکار
”اے نبی! ان سے کہہ دو کہ میں تمہارے نفع و نقصان میں کچھ اختیار نہیں رکھتا۔“ (الحج: ۲۱)	بھر دو جھولی میری یا محمد (ﷺ)
”تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری فریاد سنوں گا۔“ (المومن ۶۰۔ مزید حوالہ جات کے لیے انمل: ۶۳۔ الاعراف: ۵۵، ۵۶)	کچھ بھی مانگنا ہے در مصطفیٰ سے مانگ!

<p>”اور اللہ دلوں کے حال تک جانتا ہے۔“ (التائبین: ۴۔ مزید حوالہ جات کے لیے ق: ۱۶۔ العنکبوت: ۱۰)</p>	<p>شہباز کرے پرواز کہ جانے حال دلاں دے</p>
<p>”اور اگر اللہ تمہیں کسی مصیبت میں ڈال دے تو کون ہے جو تمہیں اس مصیبت سے نکال دے اور اگر وہ تمہیں کسی خیر سے نوازا نا چاہے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ (الانعام: ۱۷۔ مزید حوالہ جات کے لیے یونس: ۱۰۷۔ فاطر: ۲)</p>	<p>بری بری امام بری میری کھوٹی قسمت کرو کھری</p>
<p>”اور جو کوئی عزت چاہتا ہو اسے معلوم ہو کہ عزت ساری کی ساری اللہ کے اختیار میں ہے۔“ (فاطر: ۱۰۔ مزید حوالہ جات کے لیے۔ آل عمران: ۲۶۔ یونس: ۶۵)</p>	<p>رکھ لاج میری لاج پال بچا لے مینوں غم توں قلندر لال</p>
<p>”اور جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گھٹلی کی جھلی کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔“ (فاطر: ۱۳۔ مزید حوالہ جات کے لیے آل عمران: ۲۶۔ یونس: ۶۵)</p>	<p>نورانی نور ہے ہر بلا دور ہے</p>
<p>”اے لوگو! تم سب اللہ کے در کے فقیر ہو اور اللہ تو غنی اور حمید ہے۔“ (فاطر: ۱۵۔ مزید حوالہ جات کے لیے الرحمن: ۲۹، البقرة: ۱۸۶)</p>	<p>سارے نبی تیرے در کے سوالی شاہ مدینہ!</p>
<p>”جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اپنے دین کو خالص کر کے صرف اللہ کو پکارتے ہیں لیکن جب وہ نجات دے کر خشکی پر اتار دیتا ہے تو یکایک شرک کرنے لگتے ہیں۔“ (العنکبوت: ۶۵۔ مزید حوالہ جات کے لیے الانعام: ۶۴۔ یونس: ۲۲)</p>	<p>اے مولیٰ علی! اے شیر خدا! میری کشتی پار لگا دینا</p>
<p>”زمین اور آسمان کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے اور بیٹیاں ملا جلا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے، وہ تو جاننے والا اور قدرت والا ہے۔“ (الشوریٰ: ۴۹، ۵۰۔ الأعراف: ۱۸۹، ۱۹۰۔ الزمر: ۸)</p>	<p>بابا شاہ جمال! پتر دے دے رتالال</p>

کیا اللہ کے سوا کوئی اور مشکل حل کرنے پر قادر ہے؟ ایک سوال کی دس شکلیں:

اکثر مذہبی حلقوں میں یہ سوال کہ آیا اللہ کے سوا کوئی مشکل حل کر سکتا ہے یا صرف اللہ ہی اس پر قادر ہے؟ بڑے زور و شور سے اچھالا جاتا ہے مگر فریقین سے کوئی بھی قائل نہیں ہو پاتا۔ ایک ذی شعور انسان کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے تو وہ اس سوال کو مختلف پہلوؤں سے جانچتا اور پرکھتا ہے کہ کیا اللہ کے سوا کوئی اور ہستی مشکل کشائی کر سکتی ہے؟ اس سوال کی دس مختلف صورتیں ہیں جن کا جواب مطلوب ہے۔ امید ہے کہ میری یہ مشکل دور ہوگئی اور مجھے اس سوال کا شافی جواب دیا جائے گا:

۱۔ اگر اللہ کے سوا کوئی اور ہستی مشکل حل کر سکتا ہے تو بتائیے کہ سائل اور مشکل کشا کے درمیان ہزاروں میل کی دوری پر وہ زندگی میں یا زندگی کے بعد قبر میں آواز سن سکتا ہے؟  
۲۔ بالفرض یہ ثابت ہو جائے کہ وہ اتنے فاصلے پر آواز سن سکتا ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا وہ دنیا کی ہر زبان سے واقف ہے؟

۳۔ اگر یہ بات بھی ثابت ہو جائے کہ وہ ہر زبان سے واقف ہے تو پھر سوال پیدا ہوگا کہ اگر ایک وقت میں ہزاروں لوگ اپنی مشکل اس کے سامنے پیش کریں تو کیا وہ اسی وقت سب کی مشکلات سن لے گا اور سمجھ لے گا؟

۴۔ کیا اس کو کبھی نیند بھی آتی ہے یا وہ ہمیشہ جاگتا رہتا ہے؟ اگر وہ سو جائے تو مشکلات کون حل کرے گا؟

۵۔ ایک شخص بولنے سے قاصر ہے تو سائل کی دل کی بات وہ سن کر کس طرح حل کرے گا؟  
۶۔ انسان کو پیدائش سے لے کر موت تک کئی طرح کی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، اگر وہ تمام مشکلات اللہ تعالیٰ حل کر سکتا ہے تو پھر غیر کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر غیر ان تمام مشکلات کو حل کر سکتا ہے تو اللہ کی کیا ضرورت ہے؟

۷۔ اگر غیر اللہ مشکل کشا تمام مشکلات حل کرنے پر قادر نہیں تو ہو سکتا ہے کچھ مشکلات حل کرنے کا بیڑا اللہ نے اٹھایا ہو اور کچھ مشکلات حل کرنے کے اختیارات اس نے دوسروں کو دے دیے ہوں، ہمارے پاس ایسی فہرست ہونی چاہیے؟

۸۔ کیا اللہ کے سوا جو ہستی مشکل نکال سکتی ہے کیا وہ مشکل ڈال بھی سکتی ہے یا اس کی ڈیوٹی صرف مشکلات دور کرنے پر ہے۔ اگر وہ مشکلات حل کر سکتی ہے تو پھر مشکلات ڈالنے والا کون ہے؟

۹۔ آخر کار نتیجہ یہی نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ مشکلات ڈالنے والا ہے اور غیر اللہ مشکل حل کرنے والا۔ اگر اللہ تعالیٰ مشکل ڈالنے پر مصر ہو اور دوسری ہستی مشکل حل کرنے پر مصر ہو تو دونوں میں کون سی ہستی غالب ہوگی؟

۱۰۔ کسی بھی برگزیدہ یا گنہگار ہستی کا جنازہ پڑھنا ہو تو اس کی بخشش کے لیے اللہ کو آواز دی جائے یا اس مشکل کشا غیر اللہ کو؟

بے بس و مجبور نام نہاد داتا:

ان صاحبان کے نام نہاد داتا کتنے مجبور ہیں، ثبوت کے لیے اخبار کا تراشہ پیش خدمت ہے:

”در بار کرمانوالہ شریف قبضہ گروپ سے واگزار کرانے کا مطالبہ۔ لاہور (پ۔ ر)

انجن مبان حضرت کرمانوالہ شریف کے رہنماؤں شوکت علی، ایچ اے شیخ، ممتاز احمد،

محمد طفیل اور عبدالغفور نے صوبائی وزیر اوقاف سے مطالبہ کیا ہے کہ بابا جی سرکار کو مکمل

تحفظ فراہم کیا جائے، دربار کو قبضہ گروپ سے واگزار کرایا جائے۔“ (روزنامہ جنگ

لاہور ۳۰ اپریل، ۲۰۰۰ء)

امریکہ نے ان کے نام نہاد غوث اعظم کے شہر بغداد پر بلکہ سارے عراق پر جن میں شیعوں کے متبرک مقامات کر بلا وغیرہ بھی شامل ہیں، اپریل ۲۰۰۳ء میں قبضہ کر لیا اور اب ۲۰۰۶ء تک امریکہ کا قبضہ ہے۔ ثابت ہوا کہ یہ ان کے غوث الاعظم نہیں کیونکہ وہ اپنے ملک اور شہر کا دفاع بھی نہیں کر سکے۔ ان کی فریاد رسی وہ کیا کریں گے؟

آج کل بہت سے کلمہ گو لوگ ”بری بری امام بری..... میری کھوٹی قسمت کرو کھری“ کہتے ہیں، اس کی حقیقت کچھ یوں ہے، میرے سامنے اس وقت نوائے وقت لاہور مورخہ ۱۶ فروری ۲۰۰۵ء موجود ہے جس کے صفحہ اول پر یہ خبر ہے کہ ”درگاہ بری امام کی روحانی شخصیت راجہ اکرم سمیت ۴ افراد قتل۔ راجہ اکرم نماز جنازہ ادا کر کے واپس آرہے تھے کہ چھپ کر حملہ کیا گیا۔ لوگ

دھاڑیں مار مار کر روتے رہے۔ اگر امام بری اپنے خلیفہ کی حفاظت نہ کر سکے اور راجہ اکرم کو نہ بتا سکے کہ حملہ آور تمھارے قتل کے لیے چھپے ہوئے ہیں تو سوچے امام بری ان لوگوں کی کیا کارسازی کریں گے؟

غیر اللہ میں تصرف کے اختیارات ماننے کی کچھ جھلکیاں

اولیاء اللہ کا مقام:

اس میں شک نہیں کہ اولیاء اللہ کا مقام بہت بلند ہے، یہ اللہ کی دوستی کے منصب پر فائز ہیں، مگر ستم یہ ہے کہ ان کے حالات لکھنے والوں نے نہایت نادان دوستی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ اگر بہترین مسلمان تھے تو یقیناً انھوں نے توحید ہی پھیلانی ہوگی اور اتباع سنت ہی پر زور دیا ہوگا مگر سوانح نگاروں نے ان کا جو نقشہ کھینچا ہے، ان کی جو منظر کشی کی ہے وہ نہایت مکروہ اور مضحکہ خیز ہے۔ اس کے مطابق کبھی وہ جادوگر نظر آتے ہیں، کبھی بھوت پریت لگتے ہیں، کبھی پاگل دکھلائی دیتے ہیں، کبھی شعبدہ باز معلوم ہوتے ہیں اور کبھی ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے اللہ ان کا لنگوٹیا رہا ہو۔ (نعوذ باللہ!) مثلاً سنیے!

۱۔ ابراہیم بن ادھم قدم قدم پر دو نفل پڑھتے ہوئے چودہ برس میں بلخ سے خانہ کعبہ کے مقام پر پہنچے تو خانہ کعبہ ندرد۔ ہاتف نبی نے آواز دی کہ وہ جنگل میں ایک ضعیفہ کی زیارت کو گیا ہے، وہاں پہنچے تو دیکھا کہ خانہ کعبہ رابعہ بصری کا طواف کر رہا ہے۔ (انیس الارواح مترجم ص ۱۷، ملفوظات عثمان ہارونی، مرتبہ معین الدین اجیری)

۲۔ بایزید بسطامی نے فرمایا: ”خانہ کعبہ نے میرے گرد طواف کیا۔“ (دلیل العارفین۔ ملفوظات معین الدین اجیری، مرتبہ بختیار کاکی: ص ۹۷)

۳۔ فرمایا میں دو انگلیوں کے درمیان دنیا و ما فیہا کو دیکھتا ہوں۔ (ایضاً ص ۱۰۰)

۴۔ مقام قرب میں پہنچے تو ہاتف نے آواز دی: ”بایزید! ہم نے بہشت، دوزخ، عرش، کرسی جو کچھ ہماری مملکت ہے، تجھے دے دیا ہے۔“ کہا تیری عزت و جلال کی قسم! قیامت کے دن آتش دوزخ کے سامنے کھڑا ہو کر ایسی سرد آہ کھینچوں گا کہ دوزخ کی حرارت زائل ہو جائے گی حتیٰ کہ کچھ نہ رہے گی۔ (ایضاً ص ۹۷)



- ۵۔ فرمایا: ”سجانی ما اعظم شانی۔“ (نوائد فریدیہ مترجم ص ۷۳)
- ۶۔ فرمایا: ”میرا جھنڈا محمد (ﷺ) کے جھنڈے سے زیادہ ہے۔“ (ایضاً) (نعوذ باللہ!)
- ۷۔ فرمایا: ”میرے دل میں دنیا کا خیال آتا ہے تو وضو کرتا ہوں، آخرت کا خیال آتا ہے تو غسل جنابت کرتا ہوں۔“ (کشف الحجب باب ۳۱-۳۲ ص ۲۰۳)
- ۸۔ آپ حج کے لیے جا رہے تھے، راستہ میں ایک مفلس ملا، اس نے کہا: ”یہ رقم مجھے دے کر سات مرتبہ میرا طواف کر لیجیے، آپ کا حج ہو جائے گا۔“ آپ نے اس کے کہنے پر عمل کیا۔ (تذکرہ اولیاء ص ۱۰۱- شیخ فرید الدین عطار)
- ۹۔ فرمایا: ”چالیس برس تک عام انسانوں کی غذا چکھی تک نہیں کیونکہ میرا رزق کہیں اور سے آتا ہے۔“ (ایضاً ص ۱۰۳)
- ۱۰۔ فرمایا: ”خدا کو طالب اور خود کو مطلوب پایا۔“ (ایضاً)
- ۱۱۔ فرمایا: ”اگر تجھ کو صفات آدم (ﷺ)، قدس جبریل (ﷺ)، خلعت ابراہیم (ﷺ)، شوق موسیٰ (ﷺ)، پاکیزگی عیسیٰ (ﷺ) اور حب محمد (ﷺ) سب کچھ عطا ہو جائے، جب بھی خوش نہ ہونا کیونکہ یہ سب حجابات ہیں۔“ (ایضاً ص ۱۰۵)
- ۱۲۔ فرمایا: ”میں اب ایسا بے نیاز ہو چکا ہوں کہ مجھے نماز معاف ہو چکی ہے۔“ (ایضاً ص ۱۰۵)
- ۱۳۔ کسی نے پوچھا: ”آپ کے پاس عورتوں کا اجتماع کیوں رہتا ہے، اس میں کیا راز ہے؟“ فرمایا: ”یہ ملائکہ ہیں، میں انھیں علمی مسائل سمجھاتا ہوں۔“ (ایضاً ص ۱۰۸)
- ۱۴۔ خدانے جن قلوب کو بار محبت اٹھانے کے قابل نہیں پایا ان کو عبادت کی طرف لگا دیا۔ (ایضاً ص ۱۱۸)
- ۱۵۔ پوچھا گیا: ”آپ رات میں نماز کیوں نہیں پڑھتے؟“ فرمایا: ”مجھے عالم ملکوت کے چکر لگانے ہی سے فرصت نہیں ملتی، اس کے علاوہ لوگوں کی اعانت کرتا رہتا ہوں۔“ (ایضاً ص ۱۲۰)
- ۱۶۔ میں خدا کو دوست نہیں بلکہ وہ مجھے دوست رکھتا ہے۔ (ایضاً ص ۱۲۱)
- ۱۷۔ مجھے وہ اوصاف حاصل ہوئے کہ اگر ان میں ایک حبہ کے برابر بھی سایہ آئے تو نظام عالم درہم برہم ہو جائے۔ (ایضاً ص ۱۱۶)

- ۱۸۔ عرش، کرسی، قلم، ابراہیم (علیہ السلام)، موسیٰ (علیہ السلام)، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، ملائکہ میں ہوں۔ (ایضاً۔ ص ۱۲۲)
- ۱۹۔ میرے علم کے نیچے مخلوق کے علاوہ انبیائے کرام بھی ہوں گے۔ (ایضاً۔ ص ۱۲۳)
- ۲۰۔ فضیل بن عیاض نے فرمایا: ”میں عرش، کرسی، لوح اور قلم ہوں، میں جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل ہوں، میں موسیٰ (علیہ السلام) اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔“ (نوائد فریدیہ ص ۲۔ مصنف خواجہ غلام فرید)
- ۲۱۔ حمزہ خراسانی نے دے بنے کی آوازن کر فرمایا: ”لبیک جل شانہ“ اور وجد میں آگئے۔ (ایضاً۔ ص ۴۷)
- ۲۲۔ حسین بن منصور نے فرمایا: ”عارف ایمان نہیں لاتا تا کہ کافر نہ بن جائے۔“ (ایضاً۔ ص ۶۷)
- ۲۳۔ کسی نے کہا: ”اے حسین بن منصور! تو پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔“ فرمایا: ”افسوس ہے تجھ پر تو نے میری قدر کم کر دی، میں تو خدائی کا دعویٰ کرتا ہوں تو پیغمبری کا دعویٰ کہتا ہے۔“ (ایضاً۔ ص ۶۷) (العیاذ باللہ)
- ۲۴۔ ابوالعباس نے فرمایا: ”سورج میرے حکم سے طلوع ہوتا ہے۔“ (ایضاً ص ۷۸)
- ۲۵۔ ابوالحسن خرقانی نے فرمایا: ”صبح سویرے اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کشتی کی اور ہمیں پچھاڑ دیا۔“ (ایضاً ص ۷۸)
- ۲۶۔ فرمایا: ”میں اپنے رب سے دو سال چھوٹا ہوں۔“ (ایضاً۔ ص ۷۸)
- ۲۷۔ حضرت جنید بغدادی کا ایک مرید بد اعتقاد ہو گیا۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھے ولایت سے برطرف کر دیا۔ اسی وقت اس کا چہرہ سیاہ پڑ گیا، وہ چلا رہا تھا کہ راحت میرے دل سے غائب ہو گئی۔ وہ توبہ میں مشغول ہو گیا۔ جنید نے کہا تو نہیں جانتا کہ اللہ عز و جل کے اولیاء رازوں اور پوشیدہ باتوں سے بھی واقف ہوتے ہیں اور تو ان کے ضرب کی تاب نہیں لاسکے گا۔ پھر انھوں نے اس پر دم کیا، وہ مراد کو پہنچ گیا۔ (کشف المحجوب، مترجم ص ۲۰۵)
- ۲۸۔ علی ہجویری نے کئی بار بایزید کے مزار کی مجاورت کی۔ (کشف المحجوب)
- ۲۹۔ جنید یا اللہ! کہتے ہوئے زمین کی مثل چل کر دجلہ نہر کو پار کرنے لگے۔ ایک شخص نے کہا میں کس طرح آؤں؟ فرمایا یا جنید، یا جنید کہتا ہوا چلا آ۔ چنانچہ وہ بھی دریا پر زمین کی مثل چلنے لگا۔ بیچ دریا میں پہنچا تو شیطان نے دل میں دوسوہ ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ! کہیں اور مجھ

سے یا جنید! کھلواتے ہیں۔ اس نے یا اللہ! کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا۔ پکارا حضرت میں چلا۔ فرمایا یہی کہہ یا جنید، یا جنید۔ جب کہا، دریا سے پار ہوا۔ عرض کی حضرت یہ کیا بات تھی، آپ یا اللہ! کہیں تو پار ہوں اور میں کہوں تو غوطہ کھاؤں؟ فرمایا اے نادان! ابھی تو جنید تک تو پہنچا نہیں اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔ (ملفوظات ص ۱۱۷۔ از احمد رضا خاں)

۳۰۔ ایک مرتبہ آپ کے وعظ کے دوران چالیس افراد میں سے ۲۲ پر غشی طاری ہو گئی اور ۸ انتقال کر گئے۔ (تذکرہ اولیاء۔ ص ۲۱۸)

۳۱۔ ایک ہندو لڑکا بے گناہ پھانسی چڑھ گیا۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی دعا سے دوبارہ زندہ ہو گیا۔ یہ کرامت دیکھ کر ہزاروں ہندو مسلمان ہو گئے۔ (اسرار الاولیاء ص ۱۱۰، ملفوظات خواجہ فرید الدین گنج شکر، مرتبہ خواجہ بدر اسحاق)

۳۲۔ تین ابدال اڑتے ہوئے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ سے گزرے، دو تو ادب سے دائیں بائیں ہٹ گئے ایک نے عین اوپر سے گزرنا چاہا تو گر گیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے اور حالت خراب ہو گئی۔ (فوائد الفوائد ص ۳۵۔ ملفوظات نظام الدین اولیاء مرتبہ خواجہ حسن دہلوی)

۳۳۔ شب معراج جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو امام غزالی بھی حاضر ہو گئے۔ (امداد المشائق، مصنفہ اشرف علی تھانوی۔ ص ۹۲)

۳۴۔ خواجہ عثمان ہارونی کی مہربانی سے معین الدین اجمیری کو عرش، تحت الثریٰ، حجاب، عظمت اور پھر دو انگلیوں کے درمیان ۱۸ ہزار عالم نظر آئے۔ (انیس الارواح ص ۴، ۵)

۳۵۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بذریعہ ہوائے سلیمانی ایک کمبل کے ساتھ اڑ کر اصحاب کہف کو مسلمان بنا آئے۔ (فوائد الفوائد ص ۲۰۹)

۳۶۔ شیخ مودود چشتی اور ایک درویش مراقبہ میں خرقے کے اندر ہی اندر سے غائب ہو کر کوہ قاف کی سیر کر آئے۔ (دلیل العارفین۔ ص ۸۵)

۳۷۔ جب خواجہ مودود چشتی کو اشتیاق کعبہ غالب ہوتا تو فرشتوں کو حکم ہوتا کہ خانہ کعبہ کو چشت میں

پہنچا دیں اور خواجہ کے آگے کر دیں۔ جب خواجہ اسے دیکھتے، طواف کرتے، نماز پڑھتے پھر فرشتے اس کو اس کے مقام پر پہنچا دیتے۔ (نوائد السالکین۔ ص ۱۶۸۔ ملفوظات بختیار کاکی مرتبہ فرید الدین گنج شکر)

۳۸۔ قیوم ثالث خواجہ محمد نقش بندی مکہ پہنچے تو کعبہ معظمہ آپ کے استقبال کو آیا اور گلے ملا۔ (مشائخ نقش بندی ص: ۴۱۳)

۳۹۔ شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا میں نے داروغہ جنم سے دریافت کیا میرے مریدوں میں سے تمہارے پاس کوئی ہے؟ جواب دیا عزت پروردگار کی قسم! کوئی بھی نہیں۔ دیکھو میرا دست حمایت میرے مریدوں پر ایسا ہے جیسے آسمان زمین کے اوپر۔ اگر میرا مرید اچھا نہیں تو کیا ہوا، میں تو اچھا ہوں۔ جلال پروردگار کی قسم! جب تک میرے تمام مرید بہشت میں نہیں چلے جائیں گے میں بارگاہ خداوندی میں نہیں جاؤں گا اور اگر مشرق میں میرے ایک مرید کا پردہ عفت گر رہا ہو اور میں مغرب میں ہوں تو یقیناً میں اس کی پردہ پوشی کروں گا۔ (اخبار الاخیار مترجم مولانا سبحان محمود صاحب مصنفہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی)

۴۰۔ آپ کی مجالس وعظ میں تمام اولیاء و انبیاء جو زندہ تھے وہ اپنے جسموں کے ساتھ اور جو زندہ نہیں تھے وہ اپنی روحوں کے ساتھ موجود ہوتے تھے۔ (ایضاً۔ ص ۳۹)

۴۱۔ جب آپ منبر پر بیٹھ کر الحمد للہ کہتے تو روئے زمین کا ہر غائب و حاضر ولی خاموش ہو جاتا۔ (ایضاً۔ ص ۳۸)

۴۲۔ انسانوں کے بھی پیر ہیں، جنات اور فرشتوں کے بھی لیکن میں تمام پیروں کا پیر ہوں۔ (ایضاً۔ ص ۴۱)

۴۳۔ جب بھی اللہ سے کوئی چیز مانگو تو میرے وسیلہ سے مانگو۔ (ایضاً۔ ص ۴۹)

۴۴۔ جب میں تم سے کوئی بات کہوں تو تم پر اس کی تصدیق ضروری ہے۔ میری تکذیب تمہارے لیے زہر قاتل ہے۔ (ایضاً ص ۴۲) جس نے واصل باللہ ہونے کے لیے عبادت کا ارادہ کیا پس اس نے اللہ کے ساتھ شکر کیا۔

۴۵۔ میرا یہی قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ (ایضاً۔ ص ۸۱)

۴۶۔ آپ کے بارے میں عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: ”بازن الہی حوادث زمانہ کا تصرف و انقلاب، مارنے اور زندہ کرنے کے ساتھ متصف ہونا، اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینا، مریضوں کی صحت، بیماروں کی شفائے طبع، زمان و مکاں، زمین و آسمان پر اجرائے حکم، پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، لوگوں کے تخیل کا بدلنا، اشیاء کی طبع کا تبدیل کرنا، غیب کی اشیاء کا منگانا، ماضی و مستقبل کی باتوں کا بتلانا اور اس طرح کی دوسری کرامات مسلسل اور ہمیشہ عام و خاص کے درمیان آپ کے قصد و ارادہ سے بلکہ اظہار حقانیت کے طریقہ پر ظاہر ہوئیں۔“ (اخبار الاخیار۔ ص ۴۵)

۴۷۔ آپ کی کرامت سے بارہ برس بعد ڈوبی ہوئی کشتی مع اسباب اور گھوڑے، اونٹ، چھکڑے (براتی، دولہا اور دلہن) باعافیت تمام اسی مقام سے کہ جہاں وہ کشتی ڈوبی تھی باہر نکل آئی۔ (زندہ اور نادرہ کرامات، شائع کردہ بزم احناف مسجد غوثیہ کوچہ غوثیہ لاہور۔ ماخوذ از سلطان الاذکار فی مناقب غوث الابرار۔ بحوالہ خلاصہ القادریہ من تصنیف شیخ شہاب الدین سہروردی)

۴۸۔ خواجہ معین الدین چشتی نے امتحان کی غرض سے مرید کو یہ کلمہ پڑھایا: ”چشتی رسول اللہ۔“ (فوائد السالکین۔ ص ۱۲۷)

۴۹۔ آپ ہر شب خانہ کعبہ کے طواف کو جاتے، رات بھر وہیں رہتے، فجر سے پہلے یہاں پہنچ جاتے۔ (ایضاً)

۵۰۔ رابعہ بصریہ شب و روز میں ایک ہزار رکعت نماز نفل پڑھتی تھیں۔ دوران حج ان کی دعا سے ایک گدھا زندہ ہو گیا۔ (تذکرہ اولیاء۔ ص ۴۷)

۵۱۔ بصرہ کے جنگل سے کروٹ کے بل لڑھکتے ہوئے سات سال میں عرفات پہنچیں۔ (ایضاً ص ۴۸)

۵۲۔ فرمایا: ”مخلوق سے طلب کرنا درکنار اپنے مالک حقیقی سے کبھی کچھ نہیں مانگا۔“ (ایضاً ص ۵۸)

۵۳۔ ابراہیم بن ادھم نے فرمایا: ”ایک مرتبہ میں کئی کپڑوں اور بڑھے ہوئے بالوں کی حالت میں کشتی پر سوار ہو گیا اور اہل کشتی میرا مذاق اڑانے لگے حتیٰ کہ ایک مسخرہ بار بار میرے بال نوچتا اور گھونسنے مارتا، چنانچہ اس وقت مجھے اپنے نفس کی رسوائی پر بے حد مسرت ہوئی۔“ (ایضاً ص ۷۵)

- ۵۴۔ ایک مرتبہ لوگوں نے زد و کوب کر کے مسجد کی سیڑھیوں پر سے نیچے پھینک دیا اور ہر ہر سیڑھی پر جب سر میں چوٹ لگتی تو میرے اوپر اسرار و رموز آشکار ہو جاتے۔ (ایضاً)
- ۵۵۔ آپ کی کرامت سے پہاڑ چلنے لگا۔ (ایضاً۔ ص ۷۵)
- ۵۶۔ بشر حانی نے مُردوں کو لڑتے دیکھا جو سورہٴ اخلاص کے ثواب کی تقسیم پر جھگڑ رہے تھے۔ (ایضاً۔ ص ۸۴)
- ۵۷۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے پانی کے اوپر مصلیٰ بچھا کر فرمایا یہاں آ کر مناظرہ کرو۔ (ایضاً۔ ص ۱۴۹)
- ۵۸۔ سہل بن عبد اللہ تستری سطح آب پر چلتے تو قدم کبھی تر نہ ہوتے۔ (ایضاً۔ ص ۱۷۴)
- ۵۹۔ کبھی چالیس شبانہ روز کے بعد صرف ایک بادام کھالیا۔ (ایضاً۔ ص ۱۷۳)
- ۶۰۔ سری سقطی نے فرمایا: ”ممشر میں امتوں کو انبیائے کرام کی جانب سے ندا دی جائے گی لیکن اولیائے کرام کو خدا کی جانب سے پکارا جائے گا۔“ (ایضاً۔ ص ۱۸۵)
- ۶۱۔ ابو تراب بخشی نے فرمایا: ”مجھے خدا سے بھی حاجت نہیں۔“ (ایضاً۔ ص ۱۹۵)
- ۶۲۔ ابو حفص حداد نے کہا: ”تیس برس قبل ایک حدیث سنی تھی اور آج تک اس پر مکمل عمل نہیں کر سکا پھر مزید حدیث سن کر کیا کروں گا۔“ (ایضاً۔ ص ۲۰۶)
- ۶۳۔ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اگر آج تو نے مجھے کچھ عنایت نہ کیا تو کعبہ کی تمام قدیلیں اس پتھر سے توڑ دوں گا۔ (ایضاً۔ ص ۲۰۹)
- ۶۴۔ عمرو بن عثمان مکی نے کہا: ”فرشتوں نے اس لیے سجدہ کیا کہ وہ تخلیق آدم کے بھید سے واقف نہیں تھے، ابلیس نے واقف اسرار ہونے کی وجہ سے سجدہ سے انکار کیا۔“ (ایضاً۔ ص ۲۳۰)
- ۶۵۔ ابو سعید خزار نے کہا: ”ایک مرتبہ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا: ”کیا تو مجھے دوست رکھتا ہے؟“ میں نے عرض کیا کہ اللہ ہی کی دوستی میرے قلب میں اس طرح سرایت کیے ہوئے ہے کہ دوسرے کے لیے جگہ نہیں۔“ (ایضاً۔ ص ۲۳۲)
- ۶۶۔ عبد اللہ خفیف نے وقتاً فوقتاً چار سو نکاح کیے۔ (ایضاً۔ ص ۲۷۸)
- ۶۷۔ حسین بن منصور نے کہا پچاس برس میں ایک ہزار سال کی نمازیں ادا کر چکا ہوں اور ہر نماز کے لیے غسل ضروری تصور کیا۔ (ایضاً۔ ص ۲۸۵)

۶۸۔ آپ کعبہ کے پاس ننگے سر، برہنہ جسم مکمل ایک سال تک کھڑے رہے۔ (ایضاً۔ ص ۲۸۵)  
۶۹۔ آپ کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ آپ کے تہ بند میں ایک بچھونے رہنے کی جگہ بنا لی تھی۔

(ایضاً۔ ص ۲۸۶)

۷۰۔ فرمایا: ”موسیٰ بھی برحق اور فرعون بھی سچا تھا۔“ (ایضاً۔ ص ۲۸۶)

۷۱۔ عبد اللہ طوسی کہتے ہیں: ”روز محشر منصور کو اس لیے زنجیروں میں جکڑ کر پیش کیا جائے گا کہ کہیں میدان حشر زیر و زبر نہ ہو جائے۔“ (ایضاً۔ ص ۲۹۰)

۷۲۔ ابو بکر واسطی نے کہا: ”معلوم ہوا طریقت شیطان ہی سے سیکھنی چاہیے جس نے نہ تو خدا کے علاوہ کسی کے سامنے سر جھکایا اور نہ عالم کی ملامت قبول کر کے اس راستہ پر گامزن ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ صحیح معنوں میں جو ان مرد وہی نکلا۔“ (ایضاً۔ ص ۲۹۶)

۷۳۔ ابو الحسن خرقانی نے کہا: ”حدیث تو میں نے خود رسول اکرم ﷺ سے پڑھی ہے۔“ (ایضاً۔ ص ۳۱۷)

۷۴۔ ابوسعید اور ابو الحسن نے باہم اپنے (مزاج) قبض و بسط کے احوال تبدیل کر لیے۔ (ایضاً۔ ص ۳۱۸)

۷۵۔ ابو الحسن نے ابوسعید سے کہا: ”آج میں نے تمہیں موجودہ دور کا ولی مقرر کر دیا۔“ (ایضاً۔ ص ۳۱۹)

۷۶۔ ابو الحسن نے محمود غزنوی سے کہا: ”میں اطیعو اللہ میں ایسا غرق ہوں کہ اطیعو الرسول میں بھی ندامت محسوس کرتا ہوں۔“ (ایضاً۔ ص ۳۲۱)

۷۷۔ ایک دن کوئی صوفی ہوا میں پرواز کرتا ہوا آپ کے سامنے آ کر اترا اور زمین پر پاؤں مار کر کہنے لگا کہ میں اپنے دور کا جنید اور شبلی ہوں۔ آپ نے بھی کھڑے ہو کر پاؤں مارتے ہوئے فرمایا کہ میں بھی خدائے وقت اور مصطفیٰ وقت ہوں۔ (ایضاً۔ ص ۳۲۲)

۷۸۔ فرمایا: ”اگر میں چاہوں تو ایک اشارے میں آسمان پکڑ کر کھینچ لوں۔“ (ایضاً۔ ص ۳۲۵)

۷۹۔ فرمایا: ”میں چالیس قدم چلا، جس میں ایک قدم عرش سے تحت الثریٰ تک تھا اور باقی قدموں کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔“ (ایضاً۔ ص ۳۳۱)

۸۰۔ فرمایا: ”محشر میں جب رسول اکرم ﷺ مخلوق کے معائنہ کے لیے جنت میں تشریف لے جائیں گے تو ایک جماعت کو دیکھ کر سوال کریں گے یہ لوگ کون ہیں اور یہاں کیسے پہنچ گئے؟ کیونکہ فنا فی اللہ ہونے والی جماعت کو ایسی راہوں سے جنت میں پہنچایا جائے گا کہ کوئی انہیں دیکھ نہیں سکے گا۔ فرمایا خدا تعالیٰ تک رسائی کے لیے ایک ہزار منزلیں ہیں جن میں سب سے پہلی منزل کرامت ہے۔ (ایضاً۔ ص ۳۳۶)

۸۱۔ شبلی نے کہا: ”عارف کی شان یہ ہے کبھی تو اپنے جسم پر مچھر بیٹھنے نہیں دیتا اور کبھی پلکوں پر ساتوں افلاک اور زمینوں کو اٹھالیتا ہے۔“ (ایضاً۔ ص ۳۵۵)

۸۲۔ ابو العباس قصاب نے کہا: ”محشر میں تمام پرچموں سے زیادہ بلند پرچم میرا ہوگا اور جب تک آدم (علیہ السلام) سے لے کر موسیٰ (علیہ السلام) تک میرے پرچم تلے نہیں آجائیں گے، میں باز نہیں آؤں گا۔“ (ایضاً۔ ص ۳۶۲)

۸۳۔ ابراہیم بن احمد خواص نے کہا: ”خضر (علیہ السلام) مرغ کی طرح اڑ کر میرے پاس تشریف لائے میں نے توکل حفاظت سے انہیں سلام تک نہ کیا۔“ (ایضاً۔ ص ۳۶۴)

۸۴۔ ابو علی دقاق نے بے حد اصرار کے بعد منبر پر دائیں جانب اللہ اکبر، بائیں جانب ”وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰی“ اور قبلہ رو ”رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ“ کہا، بہت سے لوگ جاں بحق ہو گئے۔ (ایضاً۔ ص ۳۸۰)

۸۵۔ اکبر بادشاہ کی قسمت میں اولاد نہیں تھی، شیخ سلیم چشتی نے اپنی بیوی کا حمل بذریعہ کرامت اکبر کی بیوی کے پیٹ میں منتقل کر دیا تو جہانگیر پیدا ہوا۔ (تذکرہ اولیاء پاک و ہند۔ ص ۲۴۹)

۸۶۔ درس و تدریس چھوڑ کر بوعلی قلندر بارہ (۱۲) سال تک پانی میں کھڑے رہے، پنڈلیوں کا گوشت مچھلیاں کھا گئیں۔ (ایضاً۔ ص ۱۰۶)

۸۷۔ بوعلی قلندر شیر بھی بن جاتے تھے۔ (ایضاً۔ ص ۱۱۳)

۸۸۔ خواجہ شمس الدین ترک نے اپنے سید ہونے کا ثبوت یہ پیش کیا کہ سید کا بال آگ میں نہیں جلتا اور پھر آگ میں کود گئے۔ (ایضاً۔ ص ۹۴)

۸۹۔ شیخ جلال الدین نے حجرہ پر تھوکا اور وہ سونے کا بن گیا۔ (ایضاً۔ ص ۱۳۵)



۹۰۔ جلال الدین بخاری نے اپنے چار سالہ بچے کو نماز میں خلل اندازی کی وجہ سے بذریعہ کرامت مار ڈالا۔ (ایضاً۔ ص ۱۳۵)

۹۱۔ علاؤ الدین صابر نے اپنی بیوی دختر فرید الدین گنج شکر کو بذریعہ کرامت جلا دیا۔ (ایضاً۔ ص ۱۷۸)

۹۲۔ شاہ بدیع الدین کے مزار سے مٹھی خاک لے کر دریا میں ڈالی گئی، ڈوبی ہوئی کشتی برآمد ہو گئی۔ (ایضاً۔ ص ۱۸۹)

۹۳۔ عبدالعزیز دباغ نے احمد سلج ماسی سے کہا: ”رات کو تم نے ایک بیوی کے جاگتے دوسری سے ہم بستری کی۔“ عرض کیا: ”آپ کو کس طرح علم ہوا؟“ فرمایا: ”جہاں وہ سو رہی تھی کوئی پلنگ اور بھی تھا؟“ عرض کیا: ”ہاں! ایک پلنگ خالی تھا۔“ فرمایا: ”اس پر میں تھا۔“ (ملفوظات احمد رضا خاں۔ ص: ۱۶۹)

۹۴۔ ایک خضر وقت نے ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں پورے قافلے کو آٹھ دن کے لیے ایک شہر کی سیر کرائی۔

۹۵۔ پھر بہادر شاہ گڑھ کی مسجد میں ایک گدھی سے مصروف بھی ہوئے، پھر اپنا لنگوٹ دھلوانے کے لیے میر اعظم علی شاہ کو دیا۔ شہر میں آدھی رات تھی اور باہر دو پہر لگی ہوئی تھی۔ (تذکرہ غوثیہ) مندرجہ بالا بریلوی صوفیوں کی کرامات کو آپ نے ملاحظہ فرمایا، اب ہم دیوبندی بھائیوں کے صوفیائے کرام کی کرامات کا ذکر ان کی کتابوں سے کریں گے:

۱۔ عبدالقدوس گنگوہی نے ایک جوگی سے مقابلہ کیا۔ جوگی پانی بن گیا مگر وہ پانی بد بودار تھا۔ پھر یہ پانی بن گئے اور یہ پانی خوشبودار تھا۔ فرمایا: ”یہ کفر و اسلام کا فرق ہے۔“ وہ مع چیلوں کے مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اسے صاحب ولایت مقرر کر کے کہیں بھیج دیا۔ (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، جنوری ۱۹۶۰ء)

۲۔ عبداللہ شاہ قریشی نے بکری مار کر دوبارہ زندہ کر دی۔ (ایضاً جنوری ۱۹۵۸ء)

۳۔ ایک بزرگ نے اپنے مرید سے کہا: ”رسول اللہ ﷺ کو میرا سلام کہنا۔“ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: ”اپنے بدعتی پیرو کو ہمارا بھی سلام کہنا۔“ یہ پیغام سن کر پیر صاحب خوشی سے

ناچنے لگے۔ (ماہنامہ البلاغ بابت ماہ صفر ۱۹۳۲ء، زیر سرپرستی مفتی محمد شفیع)

۳۔ یوسف بنوری صاحب نے اپنے والد مولانا محمد زکریا کے بارے میں لکھا ہے کہ انھوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے خواب میں پوری صحیح بخاری پڑھ کر اجازت لی اور حافظ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ سے عمدۃ القاری اور ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے فتح الباری پڑھ کر اجازت لی۔

(الہیات اگست ۱۹۷۵ء)

دیوبندی بھائیو! سوچئے ذرا:

عقائد کی ابتدا سے پہلے ہم انھی کی زبانی ان کے مسلک کی ترجمانی کروا دینا زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری فرماتے ہیں: ”ہم اور ہمارے مشائخ اور ہماری جماعت محمد اللہ فروعات میں مقلد ہیں، مقتدائے خلق امام ہمام امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کے اور اصول و اعتقادات میں پیرو ہیں امام ابوالحسن اشعری اور امام منصور ماتریدی کے اور طریق ہائے صوفیہ میں ہم کو انتساب حاصل ہے سلسلہ عالیہ حضرت نقشبندیہ اور طریقہ زکیہ مشائخ چشت اور سلسلہ پیہ حضرات قادریہ اور طریقہ مرضیہ مشائخ سہروردیہ کے ساتھ۔“ (المہند علی المہند: ۲۲)

مولانا محمد یوسف بنوری صاحب مسلک دیوبند کے بارے میں فرماتے ہیں: ”اکابر دیوبند کا مسلک وہی رہا ہے کہ حدیث کے بعد فقہ و اجتہاد کی اہمیت کے پیش نظر فقیہ امت حضرت امام ابو حنیفہ کو امام تسلیم کر لیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ ارباب قلوب کے علوم تصوف و علوم تزکیہ قلوب کا صحیح امتزاج کیا جائے۔ اگر ایک طرف ابن تیمیہ کی جلالت قدر کا اعتراف ہو تو دوسری طرف شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی کے کمالات کا اعتراف ہو۔ امام ابو حنیفہ کی تقلید و اتباع کے ساتھ احادیث نبویہ اور علوم صوفیہ دونوں کو جمع کر کے ایک خوبصورت، موثر، دل نشین مسلک ظہور میں آ گیا، اس کا نام دیوبند مکتب فکر کا مسلک بن گیا۔“ (مسلک علمائے دیوبند: ص ۵)

وحدت الوجود:

دیوبندیوں کے امام حاجی امداد اللہ مہاجرکی (جن کی بڑے بڑے دیوبندی علماء نے بیعت کی مثلاً مولوی محمد قاسم نانوتوی، مولوی محمد یعقوب صاحب، مولوی احمد حسن صاحب اور مولوی رشید گنگوہی صاحب وغیرہ) اور جن کی تعریف تبلیغی جماعت کے امیر زکریا صاحب ان الفاظ میں

کرتے ہیں کہ ”حاجی صاحب عالم گرتھے۔“ (آپ بقی نمبر ۷ ص ۱۵۳) اور حاجی صاحب خود بھی قاسم نانائوی اور رشید احمد گنگوہی کے حق میں رطب اللسان ہیں اور اپنے معتقدین کو ان کی صحبت یا برکت سے استفادہ کا حکم دے رہے ہیں۔ (المہند علی المفند: ص ۶)

حاجی صاحب مسئلہ وحدت الوجود کے بارے میں کہتے ہیں ”مسئلہ وحدت الوجود حق و صحیح ہے، اول جس شخص نے اس مسئلہ میں غوض فرمایا شیخ محی الدین ابن عربی ہیں۔“ (شائم امدادیہ ص ۳۲) اور ابن عربی کا عقیدہ تو واضح ہے جیسا کہ کہتا ہے: ”إِنَّ الْوُجُودَ الْمَخْلُوقَ هُوَ الْوُجُودُ الْخَالِقُ“ ”مخلوق کا وجود دراصل خالق کا وجود ہے۔“ (شرح طحاویہ: ۵۵۶)

”وَفِي كُلِّ شَيْءٍ آيَةٌ دَلَّ عَلَى عَيْنِهِ“ ”ہر چیز میں اس کی نشانی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اس کا عین ہے۔“ ”فَمَا فِي الْوُجُودِ إِلَّا اللَّهُ“ ”پس وجود میں اللہ کے سوا کوئی نہیں۔“ (فتوحات مکیہ: ۲۷۲)

حاجی امداد اللہ مہاجر کی نے دلائل قرآنی سے اس کو ثابت کرنے کی کوشش بھی کی ہے، مثلاً لکھتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ واصل بحق ہیں، عباد اللہ کو عباد الرسول کہہ سکتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ﴾ مرجع ضمیر متکلم رسول اللہ ﷺ ہیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے فرمایا کہ قرینہ بھی انھی معنی کا ہے (اس لیے) آگے فرمایا: ﴿لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ﴾ اگر مرجع اس کا ”اللہ“ ہوتا تو فرماتا ”مِن رَحْمَتِي“ تاکہ مناسبت ”عِبَادِي“ کی ہوتی۔“ (شائم امدادیہ: ص ۷۱)

حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنَّبُوءَةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِن دُونِ اللَّهِ﴾ [آل عمران: ۷۹]

”کسی بشر کے لیے لائق نہیں کہ اللہ اس کو کتاب و حکمت اور نبوت دے پھر وہ (لوگوں سے) یہ کہے کہ اللہ کی بجائے میرے بندے بن جاؤ۔“

لیکن حاجی امداد اللہ کہتے ہیں: ”عابد و معبود میں فرق کرنا شرک ہے۔“ (شائم امدادیہ: ص ۳۷) لہذا آپ کی خاص امت میں سے بایزید بسطامی قدس سرہ نے اور منصور حلاج نے ”سبحانی ما أعظم شانی“ اور ”أنا الحق“ کہا یہ سب اسی باب (وحدة الوجود) میں سے

ہے۔ اسی طرح حاجی صاحب فرماتے ہیں:

”بندہ قبل وجود خود باطن خدا تھا اور ظاہر بندہ ”كُنْتُ كَنْزًا مَّخْفِيًّا“ اس پر دلیل ہے۔ مثلاً اللہ کی مثال تخم کی اور مخلوق کی مثال درخت کی سی ہے، درخت مع تمام شاخوں اور پتوں و پھل و پھول کے اس میں چھپا تھا۔ جب تخم نے اپنے باطن کو ظاہر کیا خود چھپ گیا، جو کوئی دیکھتا ہے درخت ہے تخم دکھائی نہیں دیتا۔“ (شائم امدادیہ ص ۳۸)

حالانکہ قرآن کہتا ہے:

﴿لَمْ يَلِدْهُ وَلَمْ يُولَدْ﴾ [الإخلاص : ۳]

”نہ اس نے کسی کو جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا۔“

اور یہ دیوبندی عالم کہتا ہے کہ اللہ (نعوذ باللہ) کتے، بلی، چوہے، گدھے و گھوڑے کی شکل میں ظاہر ہو رہا ہے۔ اس لیے حاجی امداد اللہ کہتے ہیں: ”مَنْ أَرَادَ أَنْ يَجْلِسَ مَعَ اللَّهِ فَلْيَجْلِسْ مَعَ أَهْلِ التَّصَوُّفِ“ ”جو اللہ کے ساتھ بیٹھنا چاہے اسے چاہیے کہ اہل تصوف کے ساتھ بیٹھے۔“

یا ”مَنْ رَانِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ“ اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ: ”مَنْ رَانِي فَقَدْ رَأَى اللَّهَ تَعَالَى“ (شائم امدادیہ ص ۴۹) ”جس نے مجھ کو دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا۔“ اسی طرح ﴿إِنِّي أَنَا رَبُّكَ فَأَخْلَعُ نَعْلَيْكَ﴾ ”بے شک میں تیرا رب ہوں اپنے جوتے اتار دے“ جو طور پر آواز آئی تھی وہ موسیٰ کے باطن سے آئی تھی۔ (شائم امدادیہ: ۵۹)

اسی طرح علامہ محمد فضل حق خیر آبادی دیوبندی لکھتے ہیں: ”اگر انبیاء وحدت الوجود کی دعوت دیتے تو ان کی رسالت کا فائدہ فوت ہو جاتا، یہ عقیدہ عوام کے ذہنوں کی سطح سے بلند ہے، اسی لیے ان حضرات کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ لوگوں کی ذہنی سطح کو سامنے رکھ کر گفتگو کریں۔“ (الروض الجود از خیر آبادی: ص ۴۴)

غور کیجیے! اگر یہ عقیدہ وحدت الوجود واقعی انبیاء ﷺ پر اترا تھا تو انبیاء نے اس کو امت تک کیوں نہ پہنچایا..... حالانکہ انھیں اللہ تعالیٰ نے بڑی سختی کے ساتھ تاکید فرمائی تھی:

﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ﴾

[المائدة : ۶۷]

”اے رسول! پہنچا دے جو تیرے رب کی طرف سے تجھ پر نازل کیا گیا ہے، اگر تو نے یہ کام نہ کیا تو تو نے رسالت کو نہیں پہنچایا۔“

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تشبیہ فرمائی: ”جو شخص یہ کہے کہ اللہ کے رسول نے کچھ چھپا لیا ہے، وہ اللہ کے رسول ﷺ پر بہتان باندھتا ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر (سورة والنجم) باب:

[۴۸۵۰]

اسی طرح مولوی انور شاہ کاشمیری جو دیوبندیوں کے مشہور عالم ہیں، حدیث:

(( فَكُنْتُ سَمْعُهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ )) کے تحت لکھتے ہیں:

” قُلْتُ وَ هَذَا عَدْوُلٌ عَنْ حَقِّ الْأَلْفَاظِ لِأَنَّ قَوْلَهُ كُنْتُ سَمْعُهُ الَّذِي بِصِبْغَةِ الْمُتَكَلِّمِ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنَ الْمُتَقَرَّبِ بِالنَّوَافِلِ إِلَّا بِحَسَدِهِ وَ شَبَهَهُ وَ صَارَ الْمُتَصَرِّفُ فِيهِ الْحَضْرَةُ الْهَيْئَةُ فَسَجِبَ وَ هَذَا الَّذِي عَنَاهُ الصُّوفِيَّةُ بِالْفَنَاءِ فِي اللَّهِ تَعَالَى أَيْ الْإِنْسِلَاخُ عَنْ دَوَاعِي نَفْسِهِ حَتَّى لَا يَكُونَ الْمُتَصَرِّفُ فِيهِ إِلَّا هُوَ وَ فِي الْحَدِيثِ لَمَعَةٌ إِلَى وَحْدَةِ الْوُجُودِ وَ كَانَ مَشَائِخُنَا مُوَلَّعُونَ بِتِلْكَ الْمَسْئَلَةِ إِلَى زَمَنِ الشَّاهِ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَمَّا أَنَا لَسْتُ بِمُتَشَدِّدٍ فِيهَا“ [فيض الباری : ۴/۴۲۸]

”كُنْتُ سَمْعُهُ الَّذِي“ کے یہ معنی بیان کرنا کہ بندہ کے کان، آنکھ وغیرہ اعضاء حکم الہی کی نافرمانی نہیں کرتے، حق الفاظ سے عدول کرنا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے قول ”كُنْتُ سَمْعُهُ الَّذِي“ میں كُنْتُ صیغہ متکلم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ متقرب بالانوافل یعنی بندہ میں سوائے جسد و صورت کے کوئی چیز باقی ہی نہیں رہی اور اس میں صرف اللہ تعالیٰ ہی متصرف ہے اور یہی وہ معنی ہے جن کو صوفیائے کرام فنا فی اللہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی بندہ کا دواعی نفس سے بالکل پاک ہو جانا، یہاں تک کہ اس بندہ میں اللہ کے سوا کوئی شے متصرف نہ رہے اور حدیث مذکور میں وحدت الوجود کی طرف چمکتا ہوا اشارہ ہے، ہمارے مشائخ شاہ عبدالعزیز صاحب کے زمانے تک اس مسئلہ وحدت الوجود میں بڑے تشدد اور حریص تھے لیکن میں تشدد نہیں ہوں۔“

اس طرح زکریا صاحب لکھتے ہیں:

”اس جگہ دو واقعے اپنے اکابر کے نمونے کے لیے لکھنے کو دل چاہتا ہے، ایک تو وہ مکتوب گرامی جو شیخ المشائخ قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ نے اپنے پیر و مرشد شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب اعلیٰ اللہ مراتبہ کی خدمت میں لکھا، جو مکاتیب رشیدیہ میں بھی طبع ہو چکا ہے، پس زیادہ عرض کرنا گستاخی اور شوخ چشمی ہے، یا اللہ! معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد کے تحریر ہوا ہے۔ جھوٹا ہوں، کچھ نہیں ہوں، تیرا ہی ظل ہے، تیرا ہی وجود ہے، میں کیا ہوں کچھ نہیں ہوں اور جو میں ہوں وہ تو ہے اور میں اور تو خود شرک در شرک ہیں۔“ (فضائل صدقات: ۵۵۶) (أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ)

تعلیم الاسلام کے دیوبندی مصنف لکھتے ہیں:

علم تصوف کا ایک نہایت باریک مسئلہ وحدت الوجود یا ”ہمہ اوست“ ہے یعنی تمام موجودات کو حق تعالیٰ کا وجود سمجھنا اور وجود ماسوا کو محض معتبر سمجھنا، شمار کرنا جیسے موج حباب قطرہ اور برف کو پانی خیال کرنا، چنانچہ مولانا جامی فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي الْكَائِنَاتِ غَيْرُكَ شَيْءٌ أَنْتَ شَمْسُ الضُّحَىٰ وَغَيْرُكَ سَـ  
 نِي چہ باشد بفارسی سایہ  
 سایہ از روشنی بر بمایہ  
 دو جہاں مایہ است و معنی تو  
 نیست موجود صورتے بے تو

امیر شاہ خان صاحب رشید احمد گنگوہی سے بیان کرتے ہیں: ”سید صاحب کی نسبت میں ذات بحت کی تجلی تھی۔“ (ارواحِ ثلاثہ ۱۸۵) ”ذات بحت“ کا معنی ذات الہی ہے۔

اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ”کالمیلین میں ایک درجہ ہے ابوالوقت کہ وہ جس وقت تجلی کو چاہیں اپنے اوپر وارد کر لیں، کذا سمعت مرشدی۔ عجب نہیں کہ حضرت شاہ صاحب نے اس وقت اپنے پر جبار کی تجلی کو وارد کیا ہو اور اس کی مظہریت کی حیثیت سے اس کو توجہ سے دفع فرما دیا ہو۔“ (ارواحِ ثلاثہ: ۸)

زکریا صاحب منصور حلاج کے بارے میں لکھتے ہیں: ”دی گئی منصور کو پھانسی ادب کے ترک پر..... تھا انا الحق ”حق“ مگر ایک لفظ گستاخانہ تھا۔“ (ولی کامل از مفتی عزیز الرحمن: ص ۲۴۹) ایک دوسری جگہ زکریا صاحب فرماتے ہیں: ”حق سبحانہ و تقدس جو حقیقتاً ہر جمال و حسن کا منبع ہیں اور حقیقتاً دنیا میں کوئی بھی جمال ان کے علاوہ نہیں ہے۔“ (فضائل قرآن ص ۳۰۰)

اسی طرح زکریا صاحب کے مرید خاص صوفی اقبال لکھتے ہیں: ”عشق و معشوق و عاشق ایک کہہ کر سر وحدت سمجھا دیا کس نے۔“ (محبت ص ۷۰)

”انکشاف“ کے دیوبندی مصنف لکھتے ہیں: ”کشف کبریٰ کو کشف الہی بھی کہتے ہیں یعنی ذات حق سبحانہ کا مشاہدہ اور معائنہ ہو جانا اور جملہ حجابات اور اعتبارات کا اٹھ جانا اور نور بصیرت سے خلق کو عین حق اور حق کو عین خلق دیکھنا، سالک کا مقصود اصلی کشف یہی ہے۔ (انکشاف: ص ۳۶)

نظریہ وحدت الوجود میں ڈوبا ہوا ایک قصہ پڑھیے جو تذکرۃ الرشید میں پیر جو محمد جعفر صاحب ساڈھوری بیان کرتے ہیں:

”ایک روز مولانا خلیل احمد صاحب زید مجدہ نے دریافت کیا کہ یہ حافظ مینڈھوش پوری کیسے شخص تھے۔“ آپ نے فرمایا: ”پکا کافر تھا۔“ اور اس کے بعد مسکرا کر ارشاد فرمایا کہ ”ضامن علی جلال آبادی تو توحید میں غرق تھے۔“ ایک بار ارشاد فرمایا: ”ضامن علی جلال آبادی کی سہارنپور میں بہت سی رنڈیاں مرید تھیں، ایک بار یہ سہارنپور میں کسی رنڈی کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ سب مریدنیاں اپنے میاں صاحب کی زیارت کے لیے حاضر ہوئیں مگر ایک رنڈی نہیں آئی۔ میاں صاحب بولے کہ ”فلانی کیوں نہیں آئی؟“ رنڈیوں نے جواب دیا: ”میاں صاحب ہم نے اس کو بہت سمجھایا کہ چل میاں صاحب کی زیارت کو تو اس نے کہا میں بہت گنہگار ہوں اور بہت روسیاء ہوں، میاں صاحب کو کیا منہ دکھاؤں، میں زیارت کے قابل نہیں۔“ میاں صاحب نے کہا: ”نہیں جی! تم اسے ہمارے پاس ضرور لانا۔“ چنانچہ رنڈیاں اسے لے کر آئیں۔ جب وہ سامنے آئی تو میاں صاحب نے پوچھا: ”جی! تم کیوں نہیں آئی تھیں؟“ اس نے کہا کہ جناب روسیاء ہی کی وجہ سے زیارت کو آتے ہوئے شرماتی تھی۔ میاں صاحب بولے: ”جی! تم کیوں شرماتی ہو؟ کرنے والا کون ہے اور کروانے والا کون؟ وہ تو وہی ہے۔“ رنڈی یہ سن کر آگ بگولا ہو گئی اور خفا ہو کر کہا: ”لا حول ولا قوۃ،

اگرچہ میں روسیاء، گنہگار ہوں مگر ایسے پیر کے منہ پر پیشاب بھی نہیں کرتی۔“ میاں صاحب تو شرمندہ ہو کر سرنگوں رہ گئے اور وہ اٹھ کر چل دی۔“ (تذکرۃ الرشید: ۲۳۲:۲)

بزرگوں کی روحوں سے امداد:

دیوبندیوں کے مشہور عالم احسن گیلانی صاحب لکھتے ہیں: ”پس بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں۔“ (حاشیہ سوانح قاسمی: ۱/۳۳۷)

مولانا نجم الدین دیوبندی لکھتے ہیں:

علمائے دیوبند اس بات کے بھی قائل نہیں ہیں کہ انسان اپنی زندگی میں یا مرنے سے بعد سرے سے کوئی تصرف نہیں کر سکتا۔“ (زلزلہ در زلزلہ ص ۱۰۱)

اس عقیدے پر مبنی مندرجہ ذیل واقعہ اس عقیدے کو قاری کے لیے اور واضح کرنا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی مولوی نظام الدین صاحب کرانوی سے، وہ مولوی عبداللہ براتی سے روایت کرتے ہیں، ایک نہایت معتبر شخص ولایتی بیان کرتے ہیں کہ میرے ایک دوست جو کہ بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، قدوة السالکین، زبدة العارفين، شیخ الكل فی الكل مولانا حاجی امداد اللہ صاحب چشتی صابری تھانوی ثم المکی سلمہ اللہ سے بیعت تھے، حج خانہ کعبہ کو تشریف لے جاتے تھے۔ بمبئی سے آگبوٹ میں سوار ہوئے، آگبوٹ نے چلتے چلتے ٹکر کھائی اور قریب تھا کہ چکر کھا کر غرق ہو جائے یا دوبارہ ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے۔ انھوں نے جب دیکھا کہ اب مرنے کے سوا چارہ نہیں، اسی مایوسانہ حالت میں گھبرا کر اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا اور عرض کیا: ”اس وقت سے زیادہ کون سا وقت امداد کا ہوگا؟“ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر کار ساز مطلق ہے۔ اسی وقت ان کا آگبوٹ غرق سے نکل گیا اور تمام لوگوں کو نجات ملی۔ ادھر تو یہ قصہ پیش آیا ادھر اگلے روز مخدوم جہاں اپنے خادم سے بولے: ”ذرا میری کمر تو دباؤ نہایت درد کرتی ہے۔“ خادم نے کمر دباتے دباتے پراہن مبارک جو اٹھایا تو دیکھا کمر چھلی ہوئی ہے اور اکثر جگہ سے کھال اتر گئی ہے۔ پوچھا: ”یہ کیا بات ہے، کمر کیوں چھلی؟“ فرمایا کچھ نہیں، پھر پوچھا آپ خاموش رہے، تیسری مرتبہ پھر دریافت کیا: ”یہ کہیں سے رگڑ لگی ہے اور آپ تو کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے۔“ فرمایا: ”ایک آگبوٹ ڈوبا جاتا تھا، اس میں تمھارا دینی اور سلسلے کا بھائی تھا، اس کی گریہ و زاری نے مجھے بے چین کر دیا،



آگوت کو کمر کا سہارا دے کر اوپر اٹھایا، جب آگے چلا اور بندگان خدا کو نجات ملی، اسی سے پھل گئی ہوگی اور اس وجہ سے درد ہے مگر اس کا ذکر نہ کرنا۔“ (کرامات امدادیہ: ص ۳۶)

اس واقعہ کی ایک اور روایت یوں ہے: ”ایک طالب علم قدرت علی ساکن ایندری ملک پنجاب مرید و خادم حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر تھا۔ اس نے بیان کیا کہ بے شک فلاں وقت میں حاضر تھا، حاجی صاحب حجرے سے باہر تشریف لائے اور اپنی لنگی بھیگی ہوئی مجھ کو دی اور فرمایا: ”اس کو کنویں کے پانی سے دھو کر صاف کر لو۔“ اس لنگی کو جب سوگھا، اس میں دریا شور کی بو اور چکنائین معلوم ہوا۔ اس کے بعد حافظ صاحب اپنے حجرے سے برآمد ہوئے اور اپنی لنگی دی، اس میں بھی اثر دریا کا معلوم ہوتا تھا۔ (کرامات امدادیہ: ص ۱۴)

مشرکین مکہ سے سبقت لے جانا:

اس ایک من گھڑت قصے میں حاجی امداد اللہ کو حاجت روا، مشکل کشا، عالم الغیب اور حاضر و ناظر ثابت کیا گیا ہے اور مرید صاحب گمراہی میں مشرکین مکہ سے بھی سبقت لے گئے، اس لیے کہ جب مشرکین مکہ کسی کشتی میں سوار ہوتے اور طوفان آنے کی وجہ سے:

﴿ظَلُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ [یونس: ۲۲]

”انہیں یقین ہو جاتا کہ وہ گھیر لیے گئے ہیں تو اللہ کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے صرف اللہ ہی کو پکارتے۔“

لیکن یہاں مرید صاحب کا عقیدہ دیکھیے جب انہوں نے دیکھا کہ مرنے کے سوا چارہ نہیں، اس مایوسانہ حالت میں گھبرا کر اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا اور عرض کیا۔ مشرکین اللہ کو پکاریں اور یہ مرید صاحب پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کریں اور عرض کریں۔ یہ عجب تقسیم ہے۔ اسی لیے ابو جہل کا بیٹا عکرمہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوا کہ اے مشرکین مکہ! طوفان آنے پر تم صرف اللہ کو پکارتے ہو اور اپنے بنائے ہوئے معبود بھول جاتے ہو، اگر اللہ نے مجھے نجات دی تو میں خشکی پر بھی اللہ ہی کو پکاروں گا۔ زمین پر قدم رکھتے ہی اللہ کی توحید کا اعلان کر دیا، جیسا کہ قرآن بھی مشرکین مکہ کی عادت کا تذکرہ کرتا ہے:

﴿فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلِكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ

يُشْرِكُونَ ﴿٦٥﴾ [العنكبوت: ٦٥]

”جب وہ کشتی میں سوار ہوتے تو اللہ کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے صرف اسی کو پکارتے ہیں، جب اللہ انھیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو وہ شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔“

اور مرید صاحب گمراہی اور ضلالت میں اتنے بڑھے ہوئے ہیں کہ جب کشتی طوفان میں گھر جاتی ہے اور موت سامنے ہوتی ہے تو اللہ کو بھول کر غیر اللہ سے عرض کرنے لگ جاتے ہیں۔ وہ شاید اس لیے کہ تھانوی صاحب کے بقول ہر قریہ میں ایک قطب ہوتا ہے اور ایک غوث ہوتا ہے۔ بعض نے کہا قطب الاقطاب کو ہی غوث کہتے ہیں۔ (تعلیم الدین: ۱۲۰)

مرید پھر غوث کو جو فریاد سن رہا ہوتا ہے، اسے نہ پکارے تو کسے پکارے۔ ایک جگہ اللہ مشرکین مکہ سے یہ سوال کرتا ہے:

﴿ قُلْ مَنْ يُخَيِّبُكُم مِّنَ ظُلُمَاتِ اللَّيْلِ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّا أَنجِمْنَا مِنْ هَذِهِ لَكَوْنَتَ ۖ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۗ قُلِ اللَّهُ يُخَيِّبُكُم مِّنْهَا وَمَنْ كَلَّ كَذِبًا ثُمَّ أَنْتُمْ تُشْرِكُونَ ۗ ﴾ [الأنعام: ۶۳، ۶۴]

”اے نبی (ﷺ)! ان سے پوچھیے کہ تمہیں خشکی اور تری کے اندھیروں سے کون نجات دیتا ہے اور تم اسی (اللہ) کو گڑگڑا کر اور آہستہ پکارتے ہو کہ اگر ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دے تو ہم ضرور شکر گزار بندے بن جائیں گے۔ اے نبی! کہہ دیجیے اللہ ہی تمہیں اس مصیبت اور ہر مصیبت سے نجات دیتا ہے۔ پھر تم شرک کرنے لگ جاتے ہو۔“

اللہ کا تو یہ دعویٰ ہے کہ اللہ نجات دیتا ہے اور مرید کا یہ عقیدہ کہ اے پیر! اس سے زیادہ کون سا وقت امداد کا ہوگا؟ مشرکین مکہ کی تو یہ عادت تھی کہ وہ اللہ کو پکارتے تھے اور ادھر یہ مرید ہے کہ پیر صاحب کو۔ فرق ملاحظہ فرمائیں۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے یوں فرمایا:

﴿ وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِلَٰهًا فَلَمَّا بَلَغْتُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۗ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا ۗ ﴾ [بنی اسرائیل: ۶۷]

”اور جب تمہیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ تمہیں بھول جاتے ہیں۔ پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم پھر جاتے ہو اور انسان ناشکر ہے۔“

مشرکین کو تو سمندر میں غیر اللہ بھول جاتے ہیں صرف اللہ ہی یاد رہتا ہے اور دیوبندی مرید کو سمندر میں غیر اللہ کی یاد ستاتی ہے اور غیر اللہ کو پکارنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔ یہ عجیب تقسیم ہے۔ مشرکین کے بارے میں اللہ فرماتا ہے:

﴿وَإِذَا غَشِيَهُمْ مَوَاجٌ كَالظَّلِيلِ دَعَوْا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ [لقمان: ۳۲]

”اور جب انہیں سائبان کی طرح موج ڈھانپ لیتی ہے تو وہ اللہ کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے اللہ کو پکارتے ہیں۔“

ایک جگہ اللہ کافروں سے یہ سوال کرتا ہے کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے:

﴿أَعْيَدَ اللَّهُ تَدْعُونَ ۗ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۗ بَلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَدْعُونَ﴾ [الأنعام: ۴۰، ۴۱]

”کیا اس وقت بھی غیر اللہ کو پکارو گے اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو (نہیں) بلکہ تم خاص اللہ ہی کو پکارتے ہو۔“

اور تمہاری یہ حالت ہو جاتی ہے:

﴿وَتَسْتَوُونَ مَا تُشْرِكُونَ﴾ [الأنعام: ۴۱]

”اور جن کو تم نے اللہ کا شریک بنایا تھا ان کو بھول جاتے ہو۔“

لیکن یہاں تو مرید صاحب کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب کو مشکل کشا حاجت روا مان کر عذاب و طوفان میں بھی غیر اللہ سے یہ عرض کی جاتی ہے کہ اس وقت سے زیادہ اور کون سا وقت امداد کا ہوگا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَمَنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَا ۗ وَكَيْفُ السُّوءِ﴾ [النمل: ۶۲]

”آیا کون ہے جو مصیبت زدہ کی پکار کو سنتا ہے، جس وقت وہ اسے پکارتا ہے اور مصیبت کو دور کرتا ہے۔“

پھر خود ہی جواب دیتا ہے:

﴿إِنَّ إِلَهَكُمْ اللَّهُ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾ [النمل: ۶۲]

”کیا اب بھی یہی کہو گے کہ (اللہ کے علاوہ کوئی اور الہ ہے، تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو۔“

اب مرید صاحب جن کو پکار رہے ہیں کیا ان میں مصیبت دور کرنے کی طاقت ہے، حالانکہ اللہ فرماتا ہے:

﴿فَلَا يَكْفُرُونَ كُفْرًا كَثِيرًا وَلَا تَحْمِلُ الْإِثْمَ وَلَا تَحْمِلُ الْإِثْمَ﴾ [بنی اسرائیل: ۵۶]

”وہ تو اتنا اختیار بھی نہیں رکھتے کہ تم سے مصیبت کو ہٹادیں یا پھیر دیں۔“

لیکن ذرا پیر صاحب کی جسارت ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں ”ایک آگبوٹ ڈوبا جاتا تھا، اس میں ایک تمھارا دینی سلسلے کا بھائی تھا، اس کی گریہ وزاری نے مجھے بے چین کر دیا“ اس لیے انڈیا سے چلے سمندر میں اکیلے یا حافظ ضامن کے ساتھ مل کر جہاز کو اٹھا کر سیدھا کر دیا، اگر اتنا بھاری جہاز اٹھا کر سیدھا کرنا اتنا ہی آسان تھا تو جہاز کے مسافر ہی اسے کاندھا دے کر ڈوبنے سے بچا لیتے۔

اسی طرح حاجی صاحب کو عالم الغیب ثابت کیا گیا ہے کہ اتنی دور سے گریہ وزاری سن لی۔ اسی طرح حاجی صاحب کو ہر جگہ حاضر و ناظر بنا دیا گیا ہے کہ بغیر کسی ذریعے کے سچ سمندر کے پہنچ کر واپس تھانہ تشریف لے آتے ہیں، جب کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی، جیسا کہ خادم کہتا ہے ”آپ تو کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے۔“ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فاصلے اور ذرائع ان کے لیے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

مردہ بزرگوں سے مدد:

احسن گیلانی فرماتے ہیں: ”وفات یافتہ بزرگوں کی ارواح سے امداد کے مسئلہ میں علمائے دیوبند کا خیال بھی وہی ہے جو عام اہل سنت والجماعت کا ہے، آخر جب ملائکہ جیسی روحانی ہستیوں سے خود قرآن ہی میں ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کی امداد کرواتے ہیں۔ صحیح حدیثوں میں ہے کہ واقعہ معراج میں رسول اللہ ﷺ کو موسیٰ علیہ السلام سے تخفیف صلوٰۃ کے مسئلے میں امداد ملی اور دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں، بشارتیں ملیں تو اس قسم کی ارواح طیبہ سے کسی مصیبت زدہ مومن

کی امداد کا کام قدرت اگر لے تو قرآن کی کس آیت یا حدیث سے اس کی تردید ہوتی ہے۔“  
(حاشیہ سوانح قاسمی: ۳۳۲/۱)

”انکشاف“ کے دیوبندی مصنف امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم سے کچھ حوالے ذکر کر کے لکھتے ہیں: ”اب مذکورہ اثبات سے آپ یہ بخوبی نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ارواح اولیاء کو کس قدر من جانب اللہ اختیارات ہیں۔“ (انکشاف: ص ۷۰، ۷۱)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

”اولیاء اللہ کی ولایت اور ان کی کرامت ان کی وفات کے بعد بھی باقی اور باذن اللہ جاری رہتی ہے۔ اس ضمن میں اتنا سمجھ لیجیے کہ اللہ کے حکم سے ارواح اولیاء دنیا میں بھی آسکتی ہیں اور بحکم الہی دوسرے کی مدد بھی کر سکتی ہیں۔“ (انکشاف: ص ۶۷)

اخلاق حسین قاسمی صدر جمعیت علماء صوبہ دہلی فرماتے ہیں: ”مومن کی روح خاص کر اولیائے حق اور صلحائے امت کی روحیں جسم سے جدائی کے بعد اس عالم مادی میں تصرف کی قدرت رکھتی ہیں اور ان ارواح کا تصرف قانون الہی کے مطابق ہوتا ہے۔“ (اہل اللہ کی عظمت علمائے دیوبند کی نظر میں از اخلاق حسین قاسمی)

فتاویٰ امدادیہ میں ہے: ”استمداد ارواح مشائخ سے صاحب کشف الارواح کے لیے قسم ثابت ہے۔“ (فتاویٰ امدادیہ: ۱۰۴/۳)

سوانح قاسمی کے مصنف ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں: ”ایک بریلوی عالم اور ایک دیوبندی طالب علم کا مناظرہ طے ہوا، (دیوبندی طالب علم نے) مناظرے کا وعدہ ڈرتے ڈرتے کر لیا۔ تاریخ و حمل و مقام سب کا مسئلہ طے ہو گیا۔ واعظ مولانا صاحب بزاز بردست عمامہ طویلہ و عریضہ سر پر لپیٹے ہوئے کتابوں کے پشتارے کے ساتھ مجلس میں اپنے حواریوں کے ساتھ جلوہ افروز ہوئے۔ ادھر یہ غریب دیوبندی امام منحنی و ضعیف، مسکین شکل، مسکین آواز، خوفزدہ، لرزاں و ترساں بھی اللہ اللہ کرتے ہوئے سامنے آیا۔ سننے کی بات یہی ہے کہ اس کے بعد اس دیوبندی امام نے مشاہدہ کے بعد بیان کی۔ کہتے تھے کہ مولانا واعظ صاحب کے سامنے میں بھی بیٹھ گیا۔ ابھی گفتگو شروع نہیں ہوئی تھی کہ اچانک اپنے بازو میں مجھے محسوس ہوا کہ ایک شخص اور جسے میں نہیں پہچانتا وہ بھی آکر بیٹھ گیا اور مجھ سے وہ اجنبی اچانک نمودار ہونے والی شخصیت کہتی ہے: ”گفتگو شروع کرو

اور ہرگز نہ ڈرو۔“ دل میں غیر معمولی قوت اس سے پیدا ہوئی۔ اس کے بعد کیا ہوا (دیوبندی امام صاحب کا بیان سنئے) کہ میری زبان سے کچھ فقرے نکل رہے تھے اور اسی طور پر نکل رہے تھے کہ میں خود نہیں جانتا تھا کہ کیا کہہ رہا ہوں جس کا جواب مولانا واعظ صاحب نے ابتدا میں تو دیا لیکن سوال و جواب کا سلسلہ ابھی دراز بھی نہیں ہوا تھا کہ ایک دفعہ مولانا واعظ کو دیکھتا ہوں کہ اٹھ کھڑے ہوئے، میرے قدموں میں سر ڈالے ہوئے رو رہے ہیں، پگڑی بکھری ہوئی ہے اور کہتے جاتے ہیں میں نہیں جانتا تھا کہ آپ اتنے بڑے عالم ہیں، اللہ مجھے معاف کیجئے۔ آپ جو کچھ فرما رہے ہیں یہی صحیح اور درست ہے، میں ہی غلطی پر تھا۔ یہ منظر ہی ایسا تھا کہ مجمع دم بخود تھا، کیا سوچ کر آیا تھا اور کیا دیکھ رہا تھا۔ دیوبندی امام نے کہا کہ اچانک نمودار ہونے والی شخصیت میری نظر سے اس کے بعد اوجھل ہو گئی اور کچھ نہیں معلوم کہ کون تھے اور قصہ کیا تھا۔ قصہ تو ختم ہو گیا۔ قصبہ کے مسلمان جو پہلے ہی سے دیوبندی امام صاحب کے معتقد تھے، ان کے عقیدہ مندوں میں اس واقعہ نے چار چاند لگا دیے اور پہلے سے بھی زیادہ راحت و آرام میں دیوبندی امام صاحب کے اضافہ ہو گیا۔ شیخ الہند فرماتے ہیں: ”میں نے ان مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ اچانک نمودار ہو کر غائب ہو جانے والی شخصیت کا حلیہ کیا تھا، حلیہ جو بیان کیا، فرماتے تھے کہ سنتا جاتا تھا اور الاستاد کا ایک ایک خال و خط نظر کے سامنے آتا چلا جا رہا تھا۔ جب وہ بیان ختم کر چکے تو میں نے ان سے کہا کہ یہ تو الاستاد رحمۃ اللہ علیہ تھے جو تمہاری امداد کے لیے حق تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوئے۔“ (سوانح قاسمی: ۳۳۱/۱)

”اشرف السوانح“ کے مصنف اشرف علی تھانوی صاحب کے پردادا محمد فرید صاحب کی وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”صاحب کسی بارات میں تشریف لے جا رہے تھے کہ ڈاکوؤں نے آ کر بارات پر حملہ کیا، ان کے پاس کمان تھی اور تیر تھے، انھوں نے ڈاکوؤں پر دلیرانہ تیر برسانا شروع کیے، چونکہ ڈاکوؤں کی تعداد کثیر تھی اور ادھر بے سرو سامانی تھی، یہ مقابلے میں شہید ہو گئے۔ شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا۔ شب کے وقت اپنے گھر میں مثل زندہ تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لا کر دی اور فرمایا: ”اگر تم کسی پر ظاہر نہ کرو گی تو اسی طرح سے روز آیا کریں گے۔“ لیکن ان کے گھر والوں کو اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں گے۔ اس لیے ظاہر کر دیا اور آپ تشریف نہیں لائے۔ یہ واقعہ

خاندان میں مشہور ہے۔“ (اشرف السوانح: ۱۰۱)

اللہ تو اس شخص کا تذکرہ کرتا ہے جسے تبلیغ کے جرم میں شہید کر دیا گیا:

﴿ قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَا لَيْتَ قَدَرُنِي يَعْلَمُونَ ۗ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ

الْمُكْرَمِينَ ۗ ﴾ [یس: ۲۷]

”کہا گیا جنت میں داخل ہو جا، کہنے لگا اے کاش! میری قوم جان لیتی کہ میرے رب

نے مجھے معاف کر دیا ہے اور مجھے مقررین میں سے کر دیا ہے۔“

اگر اس شہید کو دنیا میں واپس آنے کی اجازت ہوتی تو وہ یہ بات نہ کہتا: ﴿يَا لَيْتَ قَدَرُنِي يَعْلَمُونَ﴾ بلکہ خود آکر بتلا دیتا۔ روح تو اس وقت بھی واپس نہیں ہو سکتی جب یہ حالت ہوتی ہے:

﴿ فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ ﴾ [الواقعة: ۸۳]

اور اللہ یہ چیلنج کرتا ہے: ”جب روح حلق میں آکر پھنس جاتی ہے۔“

﴿ فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ۗ تَرْجِعُونَهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۗ ﴾

[الواقعة: ۸۶، ۸۷]

”پس اگر تم کسی کے محکوم نہیں ہو تو روح کو لوٹا دو اگر تم سچے ہو۔“

اللہ اس شہید کی اس تمنا کو بھی رد کر دیتا ہے جو کہتا ہے کہ اللہ! میری روح کو میرے جسم میں

لوٹا دے تاکہ میں تیرے راستے میں جہاد کروں۔ [مسلم، کتاب الإمامة، باب بیان أن أرواح

الشهداء في الجنة و أنهم أحياء عند ربهم يرزقون: ۱۸۸۷]

اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے:

﴿ أَمْوَاتٌ غَيْرٌ أَحْيَاءَ ۗ وَمَا يَشْعُرُونَ ۗ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴾ [النحل: ۲۱]

”مردہ ہیں زندہ نہیں اور ان کو تو یہ شعور بھی نہیں کہ انھیں کب اٹھایا جائے گا۔“

اور دیوبندیوں کے نزدیک الاستاد کو سب کچھ معلوم تھا۔ اللہ تو کہتا ہے:

﴿ قِيمَسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأَخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾

[الزمر: ۴۲]

”پھر جن پر موت کا حکم کر چکتا ہے ان کو روک رکھتا ہے اور باقی روجوں کو ایک وقت

مقرر تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔“

اللہ موت والوں کی روحوں کو روک لیتا ہے اور ان (دیوبندی علماء) کے بقول روح ہر جگہ آجاسکتی ہے۔

مخلوق سے مشکل کشائی اور دیوبندی:

دیوبندیوں کے نزدیک خالق کے بجائے مخلوق بھی مشکل کشائی اور حاجت روائی کرتی ہے، جیسا کہ ”انکشاف“ کے دیوبندی مصنف اصطلاحات صوفیہ نامی کتاب کے حوالے سے لکھتے ہیں: ”یہی لوگ مسند ارشاد کے وارث ہوتے ہیں، ان سے مخلوق کی حاجت روائی ہوتی ہے۔“ (انکشاف: ۲۵۰)

اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

۱۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ آپ کے پاس (مزار شریف پر) کوئی شکستہ حال دعا کے لیے عرض کرنے کو نہیں پہنچا مگر یہ کہ اس کی شگستگی کی اصلاح ہوگئی (اس طرح سے کہ حیات برزخہ کے سبب آپ نے سن کر دعا کی اور وہ کامیاب ہوگیا)۔

۲۔ اور نہ کسی پناہ لینے والے نے گھبرا کر آپ کے دربار پر پناہ لی مگر یہ امن وامان کے ساتھ واپس ہوا۔ اس کی حالت سے اس کو (اپنی حاضری پر) شرمندگی نہیں ہوئی (جیسا ناکام ہو جانے میں ہوتی ہے)۔

۳۔ اور نہ آپ کے پاس (مزار شریف پر) کوئی فقیر حال امیدوار (دعا کے لیے عرض کرنے کو) حاضر ہوا مگر یہ کہ اس کے نشان قدم ہی سے اس کے لیے نہر (حوالج کی) جاری ہوگئی (اس طرح سے کہ حیات برزخہ کے سبب آپ نے سن کر دعا فرمائی اور وہ کامیاب ہوگیا)۔

۴۔ اور نہ کسی مغموم نے کسی حادثہ کے وقت آپ کو (مزار پر حاضر ہو کر دعا کے لیے) پکارا مگر آپ کی جانب سے عون اور آسانی نے جواب دیا اس کو (اس طرح سے کہ حیات برزخہ کے سبب آپ نے سن کر دعا فرمائی اور وہ کامیاب ہوگیا)۔

دیوبندیوں کے غیر اللہ سے مشکل حل کروانے والے عقیدہ کو سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل واقعہ پڑھیے۔ لیجیے دیوبندیوں کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ صاحب کا عقیدہ مشکل کشائی، سنیے اور دربار خداوندی میں حاجی امداد اللہ صاحب کے پیرومرشد کے اثر و رسوخ کی شان ملاحظہ فرمائیے:



تم ہو اے نور محمد! خاص محبوب خدا  
 بند میں ہو نائب محمد مصطفیٰ (ﷺ)  
 تم مددگار مدد امداد کو پھر خوف کیا  
 عشق کی پرسن کے باتیں کانپتے ہیں دست و پا  
 اے شاہ نور محمد! وقت ہے امداد کا  
 آسرا دنیا میں ہے از بس تمھاری ذات کا  
 تم سوا اوروں سے ہرگز نہیں ہے التجا  
 بلکہ دن محشر کے جس وقت قاضی ہو خدا  
 آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا بر ملا  
 اے شاہ نور محمد! وقت ہے امداد کا

یہ حاجی صاحب کو کیسے علم ہو گیا کہ ان کے پیر خاص محبوب خدا ہیں، جب کہ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: «وَاللَّهِ مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللَّهِ مَا يُفْعَلُ بِي..... وَفِي رِوَايَةٍ: مَا يُفْعَلُ بِهِ وَلَا بِكُمْ» [بخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول على الميت بعد الموت إذا أدرج في أكفانه: ۱۲۴۳ و کتاب التعبير، باب العين الجارية في المنام: ۷۰۱۸] ”میں نہیں جانتا کہ اللہ میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا، حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں اور تمھارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔“

اور پھر جس دن یہ حالت ہوگی کہ فرشتے اور جبرائیل صف باندھے کھڑے ہوں گے اور:

﴿لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا﴾ [النبا: ۳۸]

”رب جسے اجازت دے گا وہی کلام کرے گا اور وہ بھی صحیح صحیح۔“

کیا اس وقت نور محمد صاحب مدد کریں گے جس کی وجہ سے حاجی صاحب بے خوف ہو رہے

ہیں، جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِذْ تَبَرَأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَأَوَّاعِدَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسَابِقُ﴾

[البقرة: ۱۶۶]

”جب براءت کا اظہار کریں گے وہ لوگ جن کی پیروی کی جاتی ہے ان لوگوں سے جو پیروی کرتے ہیں اور وہ عذاب دیکھ لیں گے اور ان کے اسباب منقطع کر دیے جائیں گے۔“

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فَرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ وَمَا نَأْتِيكُمْ مَعَكُمْ شُفَعَاءُ كُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ﴾ [الأنعام: ۹۴]

”تم البتہ تحقیق میرے پاس اکیلے آگئے ہو جیسا کہ میں نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا اس کو اپنی پیٹھوں پیچھے چھوڑ آئے اور ہم تمہارے ساتھ وہ سفارشی نہیں دیکھتے جن کے بارے میں تمہیں یقین تھا کہ وہ تمہارے بارے میں اللہ کے شریک ہیں۔“

عام انسان تو کجا اللہ پاک فرشتوں کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿وَكَمْ مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمَوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مَن بَعَدَ أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَن يَشَاءُ وَيُرْضَىٰ﴾ [النجم: ۲۶]

”اور آسمان میں کتنے فرشتے ہیں کہ ان کی سفارش ان کو کچھ فائدہ نہیں دے گی مگر اس کے بعد کہ اللہ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور وہ راضی ہو جائے۔“

ایک جگہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَن أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا﴾ [طہ: ۱۰۹]

”جس دن کوئی سفارش فائدہ نہیں دے گی مگر اس کی جسے رحمن اجازت دے اور اس کی بات سے راضی ہو جائے۔“

حاجی صاحب کے پاس اپنے پیر نور محمد صاحب کے بارے میں کیا سند ہے کہ اللہ ان کو اجازت دے گا اور ان سے راضی ہوگا، حاجی صاحب تو یہ کہہ رہے ہیں کہ ”اے شاہ نور محمد! وقت ہے امداد کا“ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفِ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا﴾

[بنی اسرائیل: ۵۶]

”اے نبی! ان سے کہہ دیجیے جن کو تم اللہ کے علاوہ (کچھ) سمجھتے ہو، ان کو پکارو، وہ تکلیف کو بھانے اور دور کرنے کے بھی مالک نہیں ہیں۔“

اور حاجی امداد اللہ صاحب کا یہ کہنا ہے: ”تم مددگار مدد امداد کو پھر خوف کیا“ اور قرآن میں ہے کہ رسول ﷺ فرماتے ہیں:

﴿لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ﴾ [الأعراف: ۱۸۸]

”میں اپنی جان کے لیے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے۔“

اسی طرح اللہ نے اپنے نبی ﷺ سے کہلوا یا:

﴿قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا﴾ [الجن: ۲۱]

”اے نبی! کہہ دیجیے کہ میں تمہارے لیے کسی بھی دکھ سکھ کا مالک نہیں۔“

جب اللہ کے رسول ﷺ نے جنگ احد میں زخمی ہونے کے بعد بددعا دی:

﴿كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ قَدْ شَجَّوْا نَبِيَّهُمْ﴾ [مسلم، کتاب الجہاد، باب أحد: ۱۷۹۱]

”وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا۔“

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتاریں:

﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ [آل عمران: ۱۲۸]

”اے نبی! تقدیر کے معاملے میں (تیرا کوئی اختیار نہیں۔“

نبی ﷺ نے اپنے رشتہ داروں کو اکٹھا کر کے کہا تھا:

﴿لَا أُعْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا﴾ [مسلم، کتاب الإیمان، باب فی قوله تعالیٰ:

﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ [۲۰۶]

”میں اللہ کی پکڑ سے تمہیں نہیں بچا سکتا۔“

تم عمل کرنا، کیونکہ:

﴿فَاتَّقُوا مَنْ تَفَلَّتْ مَوَازِينُهُ ۗ لَهُمْ فِي عَيْشَةٍ رَاضِيَةٌ﴾ [القارعة: ۶، ۷]

”جس کے عمل بھاری ہوں گے، وہ عیش کی زندگی میں ہوگا۔“

کسی انسان کے سہارے بے خوف ہو جانا عقلمندی کی دلیل کہاں، حاجی صاحب کی ایک ایک بات شرک میں ڈوبی ہوئی ہے۔ لکھتے ہیں: ”آسرا دنیا میں ہے از بس تمھاری ذات کا۔“ اور مسلمانوں کا قول کیا ہے:

﴿قَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ [آل عمران: ۱۷۳]

”انہوں نے کہا اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔“

﴿فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ﴾ [الحج: ۷۸]

”اچھا دوست اور اچھا مددگار ہے۔“

اور:

﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ [الطلاق: ۳]

”جو اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرے اللہ اسے کافی ہے۔“

ایک جگہ اللہ فرماتا ہے:

﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾ [التوبة: ۱۱۶]

”اللہ کے سوا تمھارا کوئی دوست اور مددگار نہیں۔“

ایک جگہ اللہ یوں فرماتا ہے:

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى النَّجِيِّ الَّذِي لَا يُمُوتُ﴾ [الفرقان: ۵۸]

”اور توکل اس ذات پر کر جس کو موت نہیں آئے گی۔“

یعنی آسرا صرف اللہ ہی بن سکتا ہے، حاجی صاحب تو التجائیں بھی غیر اللہ سے کرتے ہیں۔

لکھتے ہیں:

”تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں ہے التجا“ اور اللہ فرماتا ہے:

﴿أَمِنَ مُجِيبٌ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ الشُّوْءَ﴾ [النمل: ۶۲]

”کون ہے جو بے چین کی پکار کو سنتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے اور اسے تکلیف سے

نجات دیتا ہے۔“

مسلمان تو ہر نماز میں یہ دعا کرتا ہے:

﴿إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ [ الفاتحة : ٤ ]

”ہم صرف تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔“

اللہ غیر اللہ سے التجا کرنے سے منع کرتا ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا مِنْ الظَّالِمِينَ﴾

[ یونس : ١٠٦ ]

”اللہ کے علاوہ ان کو نہ پکارو جو نہ تجھے نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان، اگر تو نے یہ کیا تو ظالموں میں سے ہوگا۔“

اور یہاں التجائیں ہی غیر اللہ سے۔ حالانکہ ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿وَأَعْتَزِلْكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُوا رَبِّي﴾ [مریم : ٤٨]

”میں تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو دور ہوتا ہوں اور اپنے رب کو پکارتا ہوں۔“

اسی طرح جب زکریا علیہ السلام نے اولاد مانگی تو اپنے رب کے سامنے یوں التجائیں کیں:

﴿قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا﴾

[مریم : ٤]

”اے میرے رب! میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں اور بڑھاپے سے میرا سر سفید ہو گیا اور میں اے رب! ناامید بھی نہیں۔“

سوال و التجا رب ہی سے کرنی چاہیے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

﴿سَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ يُسْأَلَ﴾ [ترمذی، کتاب الدعوات،

باب فی انتظار الفرج وغير ذلك : ٣٥٧١]

”اللہ سے اس کا فضل مانگو، بے شک اللہ سوال کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔“

اسی طرح نبی ﷺ نے اپنے چچا زاد بھائی سے کہا تھا:

﴿إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ﴾ [ترمذی، کتاب

صفة القيامة، باب (حديث حنظلة) : ٢٥١٦]

”جب تو سوال کرے تو اللہ سے کر اور مدد مانگے تو اللہ سے مانگ۔“

اسی طرح آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

« سَلُّوا اللَّهَ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الشَّسْعَ ..... الخ » [مسند أبی یعلیٰ: ۱۳۴/۴،

ح: ۴۵۴۲]

”ہر چیز اللہ سے مانگو یہاں تک کہ تسمہ بھی جب وہ ٹوٹ جائے۔“

کیا اب بھی آپ اس عقیدے کو درست مانیں گے کہ ”تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں ہے

التجا۔“ حالانکہ ابن کثیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« الْإِسْتِعَاذَةُ هِيَ الْإِلْتِجَاءُ إِلَى اللَّهِ » [تیسیر العزیز الحمید: ۱۷۸]

”استعاذۃ دراصل اللہ سے التجا ہے۔“

اور شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

” أَوْ قَدْ نَصَّ الْأَئِمَّةُ كَأَحْمَدَ وَغَيْرِهِ عَلَى أَنَّهُ لَا يَجُوزُ الْإِسْتِعَاذَةُ

بِمَخْلُوقٍ “ [أيضًا: ۱۷۸]

”امام احمد اور دوسرے ائمہ کے نزدیک مخلوق سے التجا کرنا جائز نہیں۔“

مسلمانوں کے لیے حکم ہے:

﴿ اذْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ﴾ [الأعراف: ۵۵]

”گڑگڑا کر اور آہستہ سے اپنے رب کو پکارو۔“

اور یہ کہنا بھی بڑی جسارت ہے۔

بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا

آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا بر ملا

اے شاہ نور محمد! وقت ہے امداد کا

جس دن کے بارے اللہ یوں فرماتا ہے:

﴿ أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كِتَابُ الْعَذَابِ أَقَانَتْ تَنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ﴾ [الزمر: ۱۹]

”کیا پس جس پر اللہ کا عذاب ثابت ہو گیا پس تو (اے نبی!) ان کو جو آگ میں ہیں

نکال سکتا ہے؟“

جہاں نبی کچھ نہیں کر سکتے وہاں نور محمد صاحب کیا کر سکتے ہیں؟ اور حاجی صاحب کا نور محمد سے امداد طلب کرنا صریح شرک ہے، کیونکہ بغیر اسباب کے مدد اللہ ہی کی طرف سے آسکتی ہے:

﴿ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ﴾ [ الأنفال : ۱۰ ]

”مدد تو صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے۔“

اور استغاثہ صرف اللہ ہی سے کیا جاسکتا ہے کیونکہ استغاثہ:

” هِيَ طَلْبُ الْعَوْتِ هُوَ إِزَالَةُ الشَّدَةِ كَالِإِسْتِنصَارِ طَلْبُ النَّصْرِ وَ  
الإِسْتِعَانَةُ طَلْبُ الْعَوْنِ.....الإِسْتِعَانَةُ هِيَ الإِسْتِعَانَةُ“

[ تیسیر العزیز الحمید : ۱۸۰ ]

”استعانہ اور استغاثہ مدد طلب کرنا اور مشکل حل کروانا ہے، دونوں ہم معنی ہیں۔“

اور مسلمان مدد اللہ سے طلب کرتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿ إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَبَ لَكُمْ ﴾ [ الأنفال : ۹ ]

”جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے اللہ نے قبول کیا۔“

اب مدد کے معاملے میں پیر کو رب کا شریک کرنا کیا شرک نہیں۔ جب پیر صاحب اور حاجی

امداد اللہ صاحب خود غیر اللہ سے فریادیں کر رہے ہیں تو مرید بے چارہ کیا کرے، فرماتے ہیں۔

یا محمد مصطفیٰ! فریاد ہے

اے حبیب کبریٰ! فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل

اے میرے مشکل کشا! فریاد ہے

(نالہ امداد غریب: ۲۲)

مولانا قاسم نانائوی فرماتے ہیں.....

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا

نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

(قصائد قاسمی: ۶)

حالانکہ ہر نبی نے مدد کے لیے التجا مخلوق کی بجائے رب سے کی ہے جیسا کہ سیدنا یونس علیہ السلام

کے بارے میں آتا ہے کہ جب یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں قید کر دیے گئے تو انھوں نے بھی غیر اللہ کی بجائے اللہ سے التجائیں کیں، جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿فَتَأْتِي فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ﴾ [الأنبياء: ۸۷]

”یونس علیہ السلام نے اندھیروں میں پکارا، یہ کہ تیرے علاوہ کوئی اللہ نہیں، تو پاک ہے۔“  
مخلوق سے التجا اس لیے نہیں کی جاسکتی کہ وہ تو مجبور انسان ہیں، مختار کل تو اللہ تعالیٰ ہے، جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادًا أَمْثَلُكُمْ﴾ [الأعراف: ۱۹۴]

”جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ تمھاری طرح انسان تھے۔“

اس سے بڑی بے وقوفی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایسے انسان سے کچھ مانگا جائے، التجائیں کی جائیں، دنیا میں اسے سہارا بنایا جائے جس کی ملکیت میں کچھ نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ رَعَيْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْ قَلْبِ اللَّهِ وَلَا فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي

الْأَرْضِ﴾ [سبا: ۲۲]

”اے نبی! ان سے کہہ دیجیے جن کو تم اللہ کے علاوہ سمجھتے ہو ان کو پکارو وہ زمین و آسمان

میں ایک ذرے کے بھی مالک نہیں ہیں۔“

فریاد کے لائق اللہ ہی ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں

کے بارے میں آتا ہے:

﴿إِذْ تَسْتَعِينُونَ رَبِّكُمْ فَأَسْتَجَابَ لَكُمْ﴾ [الأنفال: ۹]

”(وہ وقت یاد کرو) جب آپ اپنے رب سے طلب کر رہے تھے، سو اس نے تمھاری

دعا قبول کی۔“

یعنی ظاہری اسباب نہ ہونے کی وجہ سے مدد اللہ ہی سے طلب کی جاتی ہے، اسی طرح آپ

دعا کرتے ہیں:

﴿اللَّهُمَّ اغْنِنَّا، اللَّهُمَّ اغْنِنَّا، اللَّهُمَّ اغْنِنَّا﴾ [بخاری، کتاب الاستسقاء، باب

الاستسقاء فی خطبة الجمعة غير مستقبل القبلة: ۱۰۱۴]

”اے اللہ! ہماری مدد فرما، اے اللہ! ہماری مدد کر، اے اللہ! ہماری مدد کر۔“



جنگِ بدر کے موقع پر نبی ﷺ یوں دعائیں کرتے ہیں:

« اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اِنْ تَهْلِكُ هَذِهِ الْعَصَابَةَ مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ فَلَا تُعْبَدُ فِي الْاَرْضِ اَبَدًا قَالَا فَمَا زَالَ يَسْتَعِيْثُ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَيَدْعُوْهُ »

[مسند أحمد: ۳۰/۱، ح: ۲۰۸]

”اے اللہ! اگر تو نے مسلمانوں کی اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو زمین پر کبھی تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔“ راوی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ مسلسل اپنے رب سے ایسے ہی دعا مانگتے اور اسے پکارتے رہے۔“

اسی طرح آپ ﷺ نے دجال کے فتنے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

« اِنَّ مِنْ فِتْنَتِهِ اَنَّ مَعَهُ حَنَّةٌ وَّنَارًا فَنَارُهُ حَنَّةٌ وَّجَنَّتُهُ نَارٌ فَمَنْ ابْتُلِيَ بِنَارِهِ فَلْيَسْتَعِيْثْ بِاللّٰهِ وَّلْيَقْرَأْ فَوَاتِحَ الْكُهْفِ فَتَكُوْنُ عَلَيْهِ بَرْدًا وَّسَلَامًا كَمَا كَانَتْ النَّارُ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ » [ابن ماجہ، أبواب الفتن، باب فتنۃ الدجال و خروج

عبسی ابن مریم و خروج یا جوج و ما جوج: ۴۰۷۷]

”اس کے فتنہ میں سے ہے کہ اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوگی، اس کی دوزخ دراصل جنت اور جنت دراصل دوزخ ہوگی۔ پس جو کوئی اس کی آگ سے آزما یا جائے وہ اللہ سے مدد مانگے اور سورہ کھف کی شروع کی آیات تلاوت کرے تو وہ آگ اس پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی تھی۔“ ان تمام دلائل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا و آخرت میں التجائیں صرف اللہ سے کرنی چاہئیں۔

قبروں سے استفادہ اور دیوبندی:

خلیل احمد سہارنپوری صاحب لکھتے ہیں: ”مشائخ کی روحانیت سے استفادہ اور ان کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیوض پہنچنا سوبے شک صحیح ہے۔“ (المہند علی المفسد: ص ۳۹) اس عقیدے کو واضح کرنے کے لیے مندرجہ ذیل واقعہ پڑھیے جسے ارواحِ ثلاثہ کے مصنف ذکر کرتے ہیں:

”مولوی معین الدین صاحب مولانا محمد یعقوب صاحب کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ وہ مولانا کی ایک کرامت (جو بعد وفات واقع ہوئی) بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑے بخار کی بہت کثرت ہوئی، سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے جا کر باندھ لیتا اسے بھی آرام ہو جاتا۔ بس لوگ اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈالوتے ہی ختم۔ کئی مرتبہ ڈال چکا، پریشان ہو کر ایک دفعہ مولانا کی قبر پر جا کر کہا (یہ صاحبزادے بہت تیز مزاج تھے) آپ کی تو کرامت ہو گئی اور ہماری مصیبت۔ یاد رکھو! اگر اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے، ایسے ہی پڑے رہو گے، لوگ جو تاپہنے تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے۔ بس اسی دن سے کسی کو آرام نہ ہوا۔ جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی ویسے ہی یہ شہرت ہو گئی، اب آرام نہیں ہوتا۔ پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کر دیا۔“ (ارواحِ ثلاثہ: ص ۳۳۹)

### عقیدہ علم الغیب اور اہل دیوبند:

”زلزلہ در زلزله“ کے دیوبندی مصنف نجم الدین صاحب لکھتے ہیں: ”علمائے دیوبند ہرگز یہ نہیں کہتے کہ اللہ کے علاوہ غیب کی کوئی بات کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی۔“ (زلزلہ در زلزله: ص ۱۰۱)

ایک جگہ نجم الدین صاحب یوں فرماتے ہیں: ”علمائے دیوبند اس بات کے بھی قائل ہیں کہ بعض علوم غیبیہ انبیاء، اولیاء، اصفیاء کو تو چھوڑیے معمولی لوگوں کو بھی معلوم ہو جاتے ہیں۔“ (زلزلہ در زلزله ص ۹۸)

ایک جگہ یوں کہتے ہیں: ”ہر دور میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے جنہیں پروردگار عالم نے نوازا اور بہت سی مخفی باتیں بتائیں۔“ (زلزلہ در زلزله: ص ۱۱۴)

”انکشاف“ کے دیوبندی مصنف لکھتے ہیں: ”رہا اولیاء اللہ کو احیاناً عالم برزخ میں دنیا کے احوال کا علم ہو جانا تو ایسے علم کو علم غیب سے تعبیر کرنے والا سخت نادان اور جہالت میں مبتلا ہے۔“ (انکشاف: ص ۹۳)

دیوبندی مولوی محمد یاسین صاحب لکھتے ہیں: ”شیخ ہرچہ گوید دیدہ گوید۔“ (تذکرۃ الرشید: ۱۲۲/۲)

”شیخ جو بات کہتا ہے دیکھ کر کہتا ہے۔“

دیوبندیوں کے امام حاجی امداد اللہ صاحب لکھتے ہیں: ”لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء اور اولیاء کو نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک و غیبات کا ان کو علم ہوتا ہے۔“ (شائم امدادیہ: ص ۶۱) مولوی انوار الحسن ہاشمی مبلغ دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں: ”بعض کامل الایمان بزرگوں کو جن کی عمر کا پیشتر حصہ تزکیہ نفس اور روحانی تربیت میں گزرتا ہے باطنی اور روحانی حیثیت سے ان کو مخائب اللہ ایسا ملکہ راسخ حاصل ہو جاتا ہے کہ خواب اور بیداری میں ان پر وہ امور خود بخود منکشف ہو جاتے ہیں جو دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔“ (مبشرات دارالعلوم ص ۱۲) حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ ﴾ [النمل: ۶۵]

”اے نبی! کہہ دیجیے کہ زمین اور آسمان میں رہنے والوں میں سے غیب سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔“

﴿ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ ﴾ [یونس: ۲۰]

”اے نبی! آپ کہہ دیں کہ غیب اللہ ہی کے لیے ہے۔“  
اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے یہ بات کہلواتا ہے:

﴿ قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ ﴾ [الأنعام: ۵۰]

”اے نبی! کہہ دیجیے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جاننے والا ہوں۔“

نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَوْ كُنْتَ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْمَرْتَ مِنَ الْخَيْرِ ۗ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ ﴾ [الأعراف: ۱۸۸]

”اور اگر میں غیب جانتا تو میں بھلائیوں میں سبقت لے جاتا اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی۔“  
نیز فرمان الہی ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمُ غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ﴾ [فاطر: ۳۸]

”بے شک اللہ ہی زمین و آسمان کا غیب جاننے والا ہے۔“

اتحادِ ثلاثہ:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی مقام پر آپ کی خدمت میں یہ بات رکھ دوں کہ اس سلسلہ میں آپ کا مجھ سے قرآن اور حدیث کی دلیلیں طلب کرنا انصاف نہیں ہے۔ کیونکہ یہ شریعت کا معاملہ نہیں، یہ تو دینِ طریقت کا میدان ہے اور ان دونوں چیزوں میں مشرق و مغرب کا بعد اور زمین و آسمان کی دوری ہے۔ شریعت کی بنیاد جس طرح تین چیزوں پر ہے، قرآن و حدیث و اجماع اور اس کے بعد کہیں قیاس کا نمبر آتا ہے۔ اسی طرح اس دینِ طریقت کی بھی تین بنیادیں ہیں جن کو اتحادِ ثلاثہ کا نام دیا جاتا ہے۔ میری خواہش یہ ہے کہ آپ کے سامنے مختصر ترین الفاظ میں دینِ طریقت کا لب لباب رکھ دوں، اس سے واقف ہو جانے کے بعد آپ تصوف کے سلسلہ کی ہر مشکل چٹکیوں میں حل کر لیں گے۔

”اتحادِ ثلاثہ“ کا پہلا اصول یہ ہے:

۱۔ حلول:

اس نظریہ کی بنیاد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص غیر معمولی ریاضتوں کے ذریعے نفس کی صفائی اور روح کی بالیدگی پیدا کر لے یا کسی کو ورثہ میں یہ چیزیں ملی ہوں تو ذاتِ خداوندی اس کے اندر حلول کر جاتی ہے یعنی لاہوتِ ناسوت میں اور موجد موجود میں اتر آتا ہے۔ اسی لیے ہندوؤں کے رشی، منی اور بدھ مت کے پیرو جنگلوں اور پہاڑوں میں گوشہ نشین ہو کر سخت ریاضتیں کرتے ہیں۔ یہی نظریہ عیسائیوں کا بھی ہے اور ان کی غیر معمولی ریاضتیں تاریخ کا جزو بن چکی ہیں۔ ان کے ریاضت کرنے والے اپنے بدن کو رسیوں کے ذریعے ستون سے باندھ کر ایک ہی حالت میں قائم رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہاں تک کہ دن گزرتے جاتے اور رسی ان کے گوشت کو کاٹ کر اندر اترتی چلی جاتی اور زخم پیدا ہو کر ان میں کیڑے پڑ جاتے لیکن یہ لوگ اپنی یہ ریاضت ختم نہیں کرتے تھے بلکہ اس میں اضافہ کے لیے برابر کوشاں رہتے۔ زخم کے کیڑوں میں سے کوئی کیڑا اگر گر کر الگ ہو جاتا تو وہ اس کو پھر اٹھا کر زخم پر ڈال دیتے اور کہتے: ”کھا! جو تجھ کو تیرے مالک نے دیا ہے۔“

بہت سے ایسے بزرگ جنگلوں میں مارے مارے پھرتے اور گھاس پر گزارا کرتے، کچھ

حضرات جانوروں کے بھٹوں میں، کچھ پرانی قبروں میں اور بعض کنوؤں میں اپنا گھر بنا لیتے تھے۔ کوئی سالوں چپ رہتا اور کوئی ہاتھوں اور پیروں میں لوہے کی زنجیریں ڈالے دکھائی دیتا تھا۔ اس آخری امت میں اس نظریہ کی ابتدا عبداللہ بن سبا (یعنی یہودی جو خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں منافقانہ طور پر اسلام میں داخل ہوا تھا) کے پیروکاروں سے ہوئی۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ذات میں اور ان کی اولاد میں حلول کر آیا ہے اور اس طرح یہ حضرات اللہ کے ”اوتار“ ہیں۔ پھر حلول کا یہ عقیدہ عبداللہ بن سبا کے ماننے والوں نصیریہ، کیسانہ، قرامطہ اور باطنیہ سے ہوتا ہوا صوفیاء کے اندر داخل ہو گیا اور یہاں پہنچ کر وہ اصلی برگ و بار لایا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدائی کا عقیدہ خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شروع ہو گیا تھا۔ ”قوم زط“ کے ستر آدمی جو عبداللہ بن سبا کے چیلے تھے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اعلانیہ ”الہ“ پکارتے تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انہیں بہت سمجھایا لیکن جب وہ اپنا یہ عقیدہ بدلنے پر تیار نہ ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو آگ میں جھونک دیے جانے کا حکم دیا لیکن یہ لوگ اپنے ”الوہیت علی“ کے اس عقیدہ میں اس قدر پختہ تھے کہ آگ میں جل کر بھی پکارتے رہے کہ علی یقیناً رب ہیں۔ کیونکہ:

« لَا يُعَذِّبُ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ » [سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی

کراہیۃ حرق العدو بالنار : ۲۶۷۳]

”آگ کا عذاب کوئی نہیں دیتا مگر وہ جو آگ کا رب ہے۔“

اس طرح یہ لوگ اپنے آخری لمحات میں بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدائی کی گواہی دے کر مرے۔ یہی عقیدہ فرقہ سبائیہ و نصیریہ کا بھی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اندر اللہ تعالیٰ حلول کر گیا ہے اور اس لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ رب ہیں۔ بنوری صاحب نے اپنے والد صاحب کے عقد نکاح کے سلسلہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو عرش پر بٹھا کر اسی عقیدہ کو رونمائی کا موقع دیا ہے اور اسی لیے خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی فرما گئے ہیں کہ:

دل مرا بندہ نصیری کے خدا کا ہو گیا

اسی عقیدہ کے زیر اثر یہ کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر جو آواز سنی تھی وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی آواز تھی۔ صوفیاء میں حسین بن منصور حلاج اس عقیدہ کے پہلے علمبردار سمجھے جاتے ہیں۔ ان کا

عقیدہ یہی تھا کہ لاہوت ناسوت میں حلول کر جاتا ہے، خاص کر اپنے متعلق تو ان کا صریح دعویٰ تھا کہ مجھ میں اللہ حلول کر گیا ہے اور اسی وجہ سے وہ ”انا الحق“ کا نعروہ لگاتے تھے۔ ”حلول مطلق“ کا یہ عقیدہ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ساری کائنات میں حلول کیے ہوئے ہے، جو پہلے جہمیہ کا عقیدہ تھا، حسین بن منصور حلاج اور ان کے ساتھیوں کے ذریعہ اس امت میں در آیا اور آج یہ دین تصوف کی رگوں کا خون بنا ہوا ہے۔ یاد رہے احمد رضا صاحب نے عقیدہ حلول کے قائل کو کافر کہا ہے۔ (دیکھیے ان کا ترجمہ مع تفسیر المائدۃ: ۱۷، ۷۷)

جنید بغدادی کے شاگرد اور مرید شبلی نے بھی انھیں ساتھی قرار دیا اور اپنے سے زیادہ عقلمند ٹھہرایا۔ بہر حال کچھ ہوان میں جرأت ضرورتھی کہ اپنے عقیدہ پر جسے رہے اور سردے دیا، آج بھی یہی عقیدہ ہے مگر خوف کی وجہ سے ترقی اور تجلی کے نام سے اس کا اظہار کیا جاتا ہے۔ یہ ہے اتحاد ثلاثہ میں سے ایک نظریہ کی کار فرمائی۔ رہا اس اتحاد کا دوسرا جز تو وہ اس سے بھی زیادہ ”عظیم الشان“ ہے۔

## ۲۔ وحدۃ الوجود:

”اتحاد ثلاثہ“ کا دوسرا جز وحس نے قرآن وحدیث کے بتلائے ہوئے خالق ومخلوق کے فرق کو بدل ڈالا ہے وحدۃ الوجود کا نظریہ ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز ایک ذات کے پھیلے ہوئے حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ کسی ایک چیز میں دوسرے سے غیریت نہیں یعنی خالق ومخلوق میں وحدت ہے اور دونوں ایک ہیں۔ اس نظریہ کے لحاظ سے کافر ومشرک، فاسق وفاجر، مومن ومسلم، شیطان وجن، کتا و بلی، نجاست وغلاظت یہ سب اللہ کے عین وجود ہیں۔ انھیں ذات الہی سے الگ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ان میں اور ذات الہی میں کوئی غیریت ہے اور کائنات میں جو مختلف چیزیں نظر آتی ہیں یہ حس وادراک کا ظاہری پہلو ہے۔ ابن عربی جو صوفیاء میں شیخ اکبر کے نام سے پکارے جاتے ہیں، اس نظریہ کے موجد سمجھے جاتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ ہندومت سے لیا ہوا یہ نظریہ شروع ہی سے فن تصوف کی جان بنا رہا ہے۔ ہاں! ابن عربی اس امت مسلمہ کے اندر اس کے علمبردار بن کر ضرور اٹھے ہیں۔ فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم جیسی مشہور کتابیں لکھ کر اس کو حق ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنی پوری زندگی اس نظریہ کو پھیلانے میں لگا دی ہے۔ ان کی اس

کوشش کا ثمرہ یہ ہے کہ آج ہر صوفی کے یہاں اس بات کی کسی نہ کسی شکل میں نمائش ضرور ہے۔  
ابن عربی کہتا ہے:

الرَّبُّ حَقٌّ وَ الْعَبْدُ حَقٌّ  
يَا لَيْتَ شِعْرِي مَنِ الْمُكَلَّفُ

”پروردگار بھی حق ہے اور بندہ بھی حق، کاش! میں معلوم کر سکتا کہ ان میں سے مکلف کون ہے؟“

إِنْ قُلْتَ عَبْدٌ فَذَلِكَ مَيِّتٌ  
أَوْ قُلْتَ رَبٌّ أَنِّي يُكَلِّفُ

(فتوحات مکیہ: جلد ۱، ص ۱)

”اگر تم کہو کہ مکلف بندہ ہے تو بندہ مردہ اور میت ہے، اگر تمہارا کہنا یہ ہے کہ ”رب“ تو وہ کیسے مکلف ہو سکتا ہے؟“  
اور لکھتا ہے:

فَيَا لَيْتَ شِعْرِي مَنْ يَكُونُ مُكَلَّفًا  
وَ مَا تَمَّ إِلَّا اللَّهُ لَيْسَ سِوَاهُ

(رسائل ابن عربی کتاب الجلالۃ: ص ۱۲)

”کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ مکلف کون ہے؟ درآں حالیکہ یہاں اللہ کے علاوہ کسی کا وجود ہی نہیں ہے۔“

اپنی کتاب فصوص الحکم کی فص ہار دنیہ میں لکھتا ہے:

فَإِنَّ الْعَارِفَ مَنْ يَرَى الْحَقَّ  
كُلَّ شَيْءٍ بَلْ يَرَاهُ عَيْنٌ كُلَّ شَيْءٍ

”پس عارف وہ ہے جو ہر چیز میں حق کو دیکھے بلکہ حق تعالیٰ کو ہر چیز کا عین دیکھے۔“

اور فص ہود میں لکھا:

”إِنَّهُ عَيْنُ الْأَشْيَاءِ“

”بے شک اللہ تعالیٰ اشیاء کا عین ہے۔“

اسی بات کو فتوحاتِ مکہ میں یوں کہتا ہے:

هُوَ الْحَقُّ عَيْنُ الْخَلْقِ إِنْ كُنْتَ ذَا عَيْنٍ

وَفِي الْخَلْقِ عَيْنُ الْحَقِّ إِنْ كُنْتَ ذَا عَقْلٍ

”پس حق میں عین الخلق ہے اگر تو چشم بینا رکھتا ہے اور خلق میں عین الحق ہے اگر تو صاحب عقل ہے۔“

اس نظریہ کے لحاظ سے ہر چیز ذاتِ الہی کا جزو اور حصہ ہے۔ کوئی چیز دوسری چیز سے غیریت نہیں رکھتی، صرف فرق مراتب کی وجہ سے صورتیں بدل گئی ہیں۔ کوئی انسان نظر آتا ہے، کوئی جانور، کوئی درخت نظر آتا ہے، کوئی پہاڑ، کوئی ولی اور کوئی نبی لیکن ایک فاسق و فاجر بھی دراصل ذاتِ خداوندی کا ایسا ہی حصہ ہے جیسا ایک بزرگ ولی۔ اسی طرح ایک جانور بھی ذاتِ حق کا ایک جزو ہے اور ایک پرندہ بھی۔ اسی لیے اس فن کے کالمین کبھی کسی جانور کے بولنے پر لبیک لبیک کا نعرہ لگاتے ہیں اور کبھی کوئے کی آواز پر اور اگر دریافت کیا جائے کہ یہ کیا، یہ تو جانور اور کوئے کی آواز ہے تو جواب ملتا ہے کہ مجھے تو ہر آواز، آوازِ خداوندی معلوم ہوتی ہے، اسی لیے میں لبیک لبیک کا نعرہ لگاتا ہوں۔ (نعوذ باللہ!) ابن عربی کے اس نظریہ نے قرآن و حدیث کی ساری قدروں کو بدل ڈالا ہے، عالم دنیا حادث کے بجائے قدیم بن گیا، اللہ تعالیٰ معطل کر ڈالا گیا، خیر و شر کی تمیز باقی نہ رہی، تکلیف اٹھالی گئی، جنت و جہنم بے معنی چیزیں بن گئیں۔ آخر وہ کون سا الہ ہے جو اپنی ذات کو جہنم کے سپرد کر دے گا۔ ابن عربی کا ارشاد ہے کہ جہنم کی آگ ٹھنڈی ہو کر لطف و لذت کا سامان مہیا کرے گی۔ اس نظریہ نے اس قدر زور پکڑا کہ ساری دنیا میں اس کے حامی، اس کے علمبردار پیدا ہو گئے۔ کہیں مولانا جلال الدین رومی نے اس کا نعرہ لگایا اور کہیں خاندانِ ولی اللہ نے اس کے جھنڈے اٹھائے اور آج اسلام کی جو صورت بنی ہے اس میں سب سے بڑا ہاتھ اس نظریہ کا ہے۔

۳۔ وحدۃ الشہود:

”اتحاد ثلاثہ“ کا تیسرا ٹکڑا ”وحدۃ الشہود“ ہے۔ اس کو ”فنائی اللہ“ ہونا بھی کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنی محبت اور ریاضت کو اس قدر فروغ دے کہ حلوئیوں کی طرح اللہ تعالیٰ کو



عرش سے اتار کر کسی ذات میں داخل کرنے کی بجائے خود عروج کرے اور بلند ہو کر ذات الہی میں داخل ہو جائے اور اس طرح اپنی ذات کو فنا کر کے بقا حاصل کر لے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ نظریہ ابن عربی کے وحدۃ الوجود کے مقابلہ میں شیخ علاء الدولہ سمنانی التوفنی ۳۶۱ھ نے ایجاد کیا ہے اور برصغیر ہندوپاک میں مجدد الف ثانی سرہندی نے اسے اوج کمال تک پہنچایا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ نظریہ شروع ہی سے تصوف کے ہر سلسلہ میں موجود رہا ہے۔ ابو اسماعیل ہردی (وفات ۳۸۱ھ) اس کے مبلغ اعظم اور علی ہجویری کشف المحجوب کے مصنف (وفات ۴۶۵ھ) اور شیخ عبدالقادر جیلانی غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب، الفتح الربانی کے مصنف (وفات ۵۶۱ھ) نے اس نظریہ کے جھنڈے اٹھائے ہیں، چاہے اس کو یہ نام نہ دیا ہو۔ ان تینوں نظریوں کی ایجاد کا مقصد یہ تھا کہ خالق و مخلوق، عبد و معبود کا وہ فرق باقی نہ رہے جو ذوقِ خدائی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور جس کو قرآن و حدیث نے ہر جگہ، ہر مرحلہ پر، ہر وقت، ہر آن بیان کیا ہے اور انجام کار ایسی ذاتیں وجود میں آئیں جو خالق و مخلوق، عبد و معبود دونوں کی صفات کی حامل ہوں۔ کبھی خالق بنیں کبھی مخلوق، کبھی عبد کبھی معبود اور زمانہ گواہ ہے کہ اس معاملہ میں ان حضرات کو پوری کی پوری کامیابی حاصل ہوئی اور عبد و معبود دونوں کی صفات سے مرکب ایسی بے شمار مخلوط ذاتیں وجود میں آئیں جو کبھی مشکل کشا بنائی گئیں اور کبھی داتا و دستگیر کہلائیں۔

”اتحادِ ثلاثہ“ کے ان تینوں اجزاء پر نگاہ ڈالی جائے تو پہلی بات یہ سامنے آئے گی کہ یہ تینوں کے تینوں قرآن و حدیث کے یکسر خلاف ہیں لیکن ان تینوں نظریات میں صرف وحدت الوجود کے نظریہ میں یکسانی و ہم رنگی پائی جاتی ہے۔ کیونکہ اس کے مطابق ہر چیز ذات الہی کا ایک ٹکڑا ہے اور اس لیے ہم جنس۔ اور اگر اتحاد ہوتا ہے تو ہم جنس میں اتحاد ہوتا ہے۔ باقی دو نظریے حلول اور وحدت الشہود، تو وہ بالکل غیر معقول ہیں کیونکہ ان میں غیر جنسوں میں اتحاد کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ حلول ذات الہی کو ذات انسانی میں داخل کرتا ہے مگر عرش سے اتار کر اور وحدت الشہود ذات انسانی کو ذات الہی میں سموتا ہے اوپر اٹھا کر۔ لیکن اتنی بات تو بہر حال کہنی پڑے گی کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے اور یہ بھی کہ ”یہ دھوپ چھاؤں حسب ضرورت بھی خوب ہے“ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس دین کے علمبرداروں کی اپنی کتابوں سے نمونہ کے طور پر چند اقتباسات آپ کے سامنے

آجائیں۔ یاد رکھیے کہ بہت ہی اختصار سے کام لیا گیا ہے، ورنہ قرآن اور حدیث کے مقابلے کے لیے ان حضرات نے اس قدر مواد جمع کر رکھا ہے کہ اس کے لیے ہزاروں صفحات بھی کم ہیں۔

تصوف کی کتابوں کے نام:

اگر آپ تصوف کے بارے میں مکمل تحقیق اور آگاہی چاہتے ہیں تو ان کتابوں کا مطالعہ فرمائیں، حقیقت واضح ہو جائے گی:

- |                            |                      |
|----------------------------|----------------------|
| ۱۔ انیس الارواح۔           | ۲۔ دلیل العارفین۔    |
| ۳۔ کشف المحجوب۔            | ۴۔ تذکرۃ الاولیاء۔   |
| ۵۔ فوائد فریدیہ۔           | ۶۔ ملفوظات احمد رضا۔ |
| ۷۔ اسرار الاولیاء۔         | ۸۔ فوائد الفواد۔     |
| ۹۔ امداد المشتاق۔          | ۱۰۔ فوائد السالکین۔  |
| ۱۱۔ مشائخ نقشبندی۔         | ۱۲۔ اخبار الاخیار۔   |
| ۱۳۔ تذکرۃ اولیاء پاک و ہند | ۱۴۔ تذکرہ غوثیہ۔     |
| ۱۵۔ کلام المرغوب۔          | ۱۶۔ راحت القلوب۔     |
| ۱۷۔ انفاس العارفین۔        | ۱۸۔ رسائل ابن عربی۔  |
| ۱۹۔ فیوض یزدانی۔           | ۲۰۔ فتوحات مکیہ۔     |
| ۲۱۔ مشکوٰۃ الانوار۔        | ۲۲۔ رسالہ قشیریہ     |

یاد رہے کہ مندرجہ بالا باب میں یہ چند جھلکیاں بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں، ظاہر ہے صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کے نزدیک ان کی حیثیت خرافات سے بڑھ کر نہیں۔ مذکورہ اولیائے کرام اگر واقعی بزرگ تھے تو پھر ان سے منسوب یہ باتیں صحیح نہیں اور اگر یہ باتیں صحیح ہیں تو پھر ان کی بزرگی مشتبہ ہے۔

جو لوگ ان باتوں کو کرامات سمجھتے ہیں اور ان کرامات سمیت مسلمانوں کو ان کی بزرگی منوانے پر مصر ہیں حقیقت میں یہی لوگ ان کی بدنامی کا باعث ہیں۔ حوالہ جات مذکورہ کی وجہ سے اگر کوئی شخص بزرگوں کی شان میں گستاخی کر بیٹھے تو بہت حد تک اس کی ذمہ داری انھی اندھے مریدوں پر عائد ہوتی ہے۔



## فصل نہم

## توحید فی العادت اور شرک فی العادت

توحید فی العادت کا مطلب یہ ہے کہ اپنی عادتوں میں اللہ تعالیٰ کو اکیلا اور لا شریک سمجھنا اور شرک فی العادت کا مطلب یہ ہے کہ اپنی عادات میں توحید کو مد نظر نہ رکھنا۔ اس میں مندرجہ ذیل امور قابل ذکر ہیں:

۱۔ شرکیہ نام رکھنا:

شرکیہ نام رکھنا مثلاً پیر بخش، میاندا، تحفہ دستگیر وغیرہ۔ یہ نام بدل کر اللہ بخش، اللہ داد، تحفہ رحمن، عبدالرحمن، عبدالوہاب، عبداللہ جیسے توحید والے نام رکھنے چاہئیں، جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام تبدیل کیے۔

۲۔ غیر اللہ کی قسم کھانا:

اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا شرک ہے۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے کہ اول تو مسلمان قسم ہی نہ اٹھائے لیکن اگر مجبور ہو جائے تو صرف اللہ کی قسم اٹھائے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے۔

۳۔ غیب کی باتیں پوچھنا:

نجومیوں وغیرہ سے غیب کی باتیں معلوم کرنے جانا اور ان پر یقین بھی رکھنا شرک ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جو شخص خبریں دینے والے کے پاس جائے، اس سے کوئی بات پوچھے تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی۔“ [مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکھانۃ

وایتان الکھان : ۲۲۳۰]

اس وقت میرے سامنے اخبار جنگ لاہور مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۹۹ء ہے۔ جس کے صفحہ ۸ پر روحانیت کے ماہر اور دست شناس ایک بارلش نجومی محمد یسین ڈٹو کی پیشین گوئیاں بیان کی گئی ہیں۔ جن کا عنوان ہے مستقبل میں کیا ہونے والا ہے؟ اس مضمون میں نجومی مذکور نے مندرجہ ذیل پیشین گوئیاں کی ہیں:

۱۔ صدر کلنٹن کسی بڑے حادثے سے دوچار ہو جائیں گے۔

۲۔ بھارتی وزیر اعظم واجپائی اقتدار سے محروم ہو جائیں گے۔

۳۔ پاکستان میں وافر مقدار میں معدنیات دریافت ہوں گئیں، جس سے ملک خوشحال ہو جائے گا۔

۴۔ نواز شریف اپنا موجودہ دور حکومت مکمل کریں گے۔

۵۔ مارشل لاء کا دور دور تک امکان نہیں۔

اب مارچ ۲۰۰۳ء ہے یعنی ان پیشین گوئیوں کو ۵ سال مکمل ہو چکے ہیں۔ آپ خود اندازہ

لگائیں کہ یہ باتیں سو فیصد جھوٹ ثابت ہو چکی ہیں۔

۱۔ کلنٹن اب تک کسی حادثے سے دوچار نہیں ہوا۔

۲۔ نہ واجپائی وزیر اعظم بھارت اب تک اقتدار سے محروم ہوا ہے۔

۳۔ نہ معدنیات مذکور اب تک دریافت ہوئیں ہیں اور نہ ہی پاکستان خوشحال ہوا ہے۔

۴۔ ۵۔ جنرل مشرف نے اکتوبر ۱۹۹۹ء میں حکومت پاکستان پر قبضہ کر لیا، نواز شریف اور اس کی

حکومت برطرف کر دی گئی۔ اب تک نواز شریف جدہ میں ہیں اور وہاں جلاوطنی کی زندگی گزار

رہے ہیں۔ سچ فرمایا خالق کائنات نے:

﴿ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴾

[ النمل : ۶۵ ]

”کہہ دیجیے! اللہ کے سوا آسمان اور زمین میں کوئی بھی غیب کی باتیں نہیں جانتا، انھیں

اس کی بھی خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔“

میں نوائے وقت کا باقاعدہ قاری ہوں، پچھلے کئی سالوں سے نوائے وقت لاہور میں چھپنے والی

نجومیوں کی پیش گوئیاں جمع کر رہا ہوں، ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

لیسین وٹو کی پیش گوئیاں:

۱۔ نوائے وقت لاہور کا سنڈے میگزین صفحہ ۱۵ مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۹۸ء :- (۱) نواز شریف بطور وزیر اعظم پانچ سال پورے کریں گے، البتہ شہباز شریف نواز شریف سے آگے نکلتے نظر آرہے ہیں۔ (۲) مسئلہ کشمیر نواز دور ہی میں حل ہوگا اور اس ضمن میں عمل میں آنے والا فیصلہ پاکستان کے حق میں بہتر ہوگا۔ (۳) ۲۰۰۱ء سے ۲۰۰۳ء کے درمیان جماعت اسلامی نواز شریف کی سپورٹ کرے گی اور خارجہ سطح پر ایک اسلامی بلاک وجود میں آئے گا جس میں پاکستان کے علاوہ سعودی عرب، ایران، عراق اور سوڈان وغیرہ شامل ہوں گے۔ (۴) سرحد اسمبلی میں تبدیلی کا کوئی امکان نہیں۔

✽ آپ نوٹ فرمائیں کہ مندرجہ بالا سب پیش گوئیاں غلط ثابت ہوئیں۔ اکتوبر ۱۹۹۹ء میں نواز شریف کی حکومت ختم کر دی گئی اور وہ اب جدہ میں ہیں۔

۲۔ روزنامہ جنگ لاہور ۱۷ اپریل ۱۹۹۹ء صفحہ ۸ :- (۱) رواں سال میں امریکہ کے صدر بل کلنٹن کسی حادثے سے دوچار ہوں گے۔ (۲) واجپائی وزیر اعظم بھارت اس سال اقتدار سے محروم ہو جائیں گے اور بھارت میں شدید انتشار پھیلے گا۔ (۳) اس سال سرزمین پاکستان سے نایاب معدنیات نکلیں گی۔ (۴) اس سال کے اختتام تک نواز حکومت کئی کامیابیاں حاصل کرے گی۔ (۵) نواز شریف کی حکومت اپنی میعاد پوری کرے گی۔ ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۹ء کے بعد اپوزیشن مزید کمزور ہوگی۔ (۶) ملک میں مارشل لاء کا دور دور تک کوئی امکان نہیں۔ (۷) عمران خان اور جماعاً میں کبھی علیحدگی نہیں ہوگی۔ (۸) شریعت بل اسی سال منظور ہو جائے گا۔

✽ آپ نے غور فرمایا کہ وٹو صاحب کی مندرجہ بالا سب پیش گوئیاں ۱۰۰ فیصد غلط ثابت ہوئیں۔

۳۔ نوائے وقت لاہور مورخہ ۲۹ اپریل ۲۰۰۴ء :- (۱) مستقبل قریب میں ملک میں غیر معمولی تبدیلیاں رونما ہوں گی۔ (۲) پیٹر یاٹس کی وساطت سے پیپلز پارٹی کا جزل مشرف کے ساتھ سمجھوتا ہوتا نظر آ رہا ہے۔ (۳) آئندہ سال ملک میں عام انتخابات ہوں گے جن میں پیپلز پارٹی کو واضح اکثریت حاصل ہوگی۔ (۴) جزل پرویز مشرف ۳۱ دسمبر ۲۰۰۴ء سے پہلے

بہر صورت وردی اتار دیں گے اور صدر پاکستان کی حیثیت سے کام کرتے رہیں گے۔  
 ⌘ وٹو صاحب کی مندرجہ بالا سب پیش گوئیاں غلط ثابت ہوئیں۔ اس وقت نوائے وقت لاہور  
 مورخہ ۷ مارچ ۲۰۰۵ء میرے سامنے ہے، جس کے صفحہ ۱۲ پر بے نظیر کا بیان ہے کہ حکومت  
 پیٹریاٹس کو وزارتوں سے ہٹا دے تو مفاہمت میں پیش رفت ہو سکتی ہے۔ حالانکہ وٹو صاحب  
 اس کے الٹ فرما رہے ہیں۔

۴۔ نوائے وقت لاہور مورخہ ۱۴ مئی ۲۰۰۴ء:- (۱) جمالی حکومت کو بیرونی اور اندرونی نامساعد  
 حالات کے باوجود سال رواں میں کوئی خطرہ نہیں، تاہم آئندہ سال ۲۰۰۵ء غیر معمولی  
 تبدیلیوں کا سال ہے اور اسی سال جنرل ایکشن بھی ہوں گے جس میں پیپلز پارٹی واضح  
 اکثریت حاصل کرے گی۔ (۲) واجپائی کی پارٹی کی طرح امریکہ کے صدر بھی ایکشن ہار  
 جائیں گے۔

⌘ وٹو صاحب کا کہنا سب غلط ثابت ہوا۔

۵۔ نوائے وقت لاہور مورخہ ۵ نومبر ۲۰۰۴ء:- (۱) نومبر ۲۰۰۵ء تک اتحادی فوجیں عراق سے  
 نکل جائیں گی۔ (۲) صدر پرویز مشرف سال رواں میں ۳۱ دسمبر سے پہلے وردی اتار دیں  
 گے۔

⌘ وٹو صاحب کی سب پیش گوئیاں غلط ثابت ہوئیں۔

۶۔ نوائے وقت لاہور مورخہ ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۴ء:- (۱) آئندہ امریکی صدارتی انتخابات میں صدر  
 جارج ڈبلیو بوش جیت جائیں گے۔ (۲) صدر مشرف کا لا باغ ڈیم کی تعمیر کا آغاز کر دیں گے۔  
 (۳) حکمرانوں کو سال رواں کی اس آخری سہ ماہی میں مشکلات اور پیچیدگیاں درپیش ہوں گی۔

⌘ سب پیش گوئیاں غلط ثابت ہوئیں، پہلے یلین وٹو صاحب نے مندرجہ بالا تحریر میں ۱۴ مئی  
 ۲۰۰۴ء کی پیش گوئی میں کہا کہ واجپائی کی پارٹی کی طرح امریکہ کے صدر بھی ایکشن ہار  
 جائیں گے اور پھر ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۴ء کی پیش گوئی میں فرمایا کہ آئندہ امریکی صدارتی انتخابات  
 میں صدر جارج ڈبلیو بوش جیت جائیں گے۔ ان کی ان دو متضاد پیش گوئیوں سے مجھے ایک  
 لطیفہ یاد آ گیا، ایک جاہل میراثی کا جاہل پیر تھا، جاہل میراثی نے جاہل پیر سے عرض کی کہ

میری بھینس حاملہ ہے، بتائیں وہ کئی دے گی یا کٹا؟ جاہل پیر نے جواب دیا اول تو کئی دے گی، نہیں تو کٹا وٹ پر پڑا ہوا ہے۔ یہی بات لیسٹن وٹو صاحب نے کہی کہ صدر بٹش یا تو الیکشن ہار جائے گا یا پھر جیت جائے گا۔

۷۔ نوائے وقت لاہور سنڈے میگزین صفحہ ۱۹ مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۹۸ء میں خالد پرویز ملک صاحب ایڈووکیٹ کا مضمون شائع ہوا کہ ۲۰۰۰ء تک تیسری عالمی جنگ متوقع ہے۔ ۲۰۰۰ء کرہ ارض کا آخری سال ہوگا، سب موت کی نیند سو جائیں گے، ۲۰۰۰ء میں دنیا ختم ہو جائے گی۔  
⌘ یہ سب غلط ثابت ہوا۔

۸۔ جنگ لاہور مورخہ ۲۲ فروری ۲۰۰۰ء میں ہمایوں افضل کی چار پیش گوئیاں ہیں: (۱) سیارگان کی چال کے مطابق مسلم لیگ (ن) اور پیپلز پارٹی میں اتحاد نہ ہو سکے گا۔ (۲) اٹلانٹک حسین کو ذہنی تفکرات کی وجہ سے اگست ۲۰۰۰ء تک ہارٹ ایک ہونے کا خطرہ ہے۔ (۳) مسلم لیگ (ن) جون ۲۰۰۰ء تک کئی دھڑوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ (۴) بے نظیر بھٹو جون ۲۰۰۰ء کے بعد سے اپنے آپ کو احتساب کے لیے پیش کر دیں گی۔  
⌘ یہ چاروں پیش گوئیاں غلط ثابت ہو چکی ہیں۔

۹۔ اور پھر نوائے وقت لاہور مورخہ ۳۰ جون ۲۰۰۳ء میں ان کی تین پیش گوئیاں ہیں: (۱) ۲۹ جون ۲۰۰۳ء کے پاکستانی زلچے کے مطابق موجودہ اسمبلیاں ستمبر اکتوبر تک چل سکیں گی۔ (۲) موجودہ سسٹم میں شوکت عزیز کا وزیر اعظم بننے کا امکان نہیں۔ (۳) پیش گوئی کے مطابق ستمبر تا نومبر ۲۰۰۳ء کے درمیانی عرصہ میں نئے سسٹم کے تحت حکومت سازی ہوگی۔  
⌘ یہ سب کی سب غلط ثابت ہوئیں۔

۱۰۔ اسی طرح نوائے وقت لاہور مورخہ ۲۷ فروری ۲۰۰۳ء میں مشہور نجومی ڈاکٹر محمد اسحاق کی ۹ پیش گوئیاں تھیں: (۱) ڈاکٹر عبدالقدیر خان ۱۹ مئی کے بعد اپنے زوال سے نکل جائیں گے اور آئندہ پاکستان کے صدر ہوں گے۔ (۲) اگست تک کا عرصہ حکمرانوں کے لیے اچھا نہیں۔ (۳) کسی سرکردہ لیڈر کی اچانک موت ہوگی، جس سے ملک میں سیاسی ماحول پیچیدہ اور افراتفری ہوگی۔ (۴) ۱۵ مارچ کے بعد تبدیلیوں کا دور ہوگا۔ (۵) میاں شہباز شریف



پندرہ مارچ کے بعد کسی بھی وقت پاکستان میں ہوں گے، ان کو ستمبر سے قبل بہت بڑی ذمہ داری سونپی جائے گی۔ (۶) محترمہ بے نظیر بھٹو اپریل میں ایک بڑے ملکی سانحہ کے بعد واپس آجائیں گی۔ (۷) امریکی صدر جارج بش الیکشن ہار جائیں گے۔ (۸) ہندوستان میں بھارتیہ جنتا پارٹی دوبارہ الیکشن جیت جائے گی۔ (۹) سونیا گاندھی پر قاتلانہ حملہ ہوگا۔

یہ سب کی سب غلط ثابت ہوئیں۔

۱۱۔ اسی طرح ثناء خاں نجومی کی نوائے وقت لاہور مورخہ ۱۱ جولائی ۲۰۰۴ء میں شائع شدہ ۵ پیش گوئیاں غلط اور لغو ثابت ہوئیں: (۱) اگلے تین مہینے اہم ہیں۔ (۲) مرکز اور صوبوں میں سیاسی رد و بدل ہوگا۔ (۳) شوکت عزیز جمالی کی طرح نہیں جائیں گے۔ (۴) شوکت عزیز اور جنرل مشرف کی کبھی ہم آہنگی ممکن نہیں۔ (۵) یقیناً ملک میں ڈرامائی تبدیلی آئے گی، خاص طور پر دسمبر کا مہینا بہت بھاری ہے۔

۱۲۔ زمرہ حسین نقوی کی نوائے وقت لاہور میں یکم اکتوبر ۲۰۰۴ء کی پانچ پیش گوئیاں: (۱) صدر پرویز مشرف کے حوالے سے اکتوبر ۲۰۰۴ء انتہائی حساس اور نازک ہے۔ خاص طور پر اکتوبر کا دوسرا اور تیسرا ہفتہ۔ (۲) وزیر اعظم شوکت عزیز کے معاملہ میں اکتوبر نومبر ۲۰۰۴ء اور فروری ۲۰۰۵ء کے آخری تین ہفتے اہم ہیں۔ (۳) موجودہ اسمبلیاں کب اپ سیٹ ہوتی ہیں، اثرات کا آغاز ۱۲ نومبر ۲۰۰۴ء سے سترہ اٹھارہ دسمبر ۲۰۰۴ء تک کے درمیانی عرصہ میں ہوگا۔ (۴) بے نظیر اور آصف زرداری کے مستقبل کے ضمن میں اکتوبر نومبر ۲۰۰۴ء فیصلہ کن مہینے ہیں۔ (۵) نواز شریف اور شہباز شریف اپنے نخس وقت کا بیشتر حصہ گزار چکے ہیں۔ پاکستان واپسی کے حوالے سے ۱۲ نومبر ۲۰۰۴ء سے ۱۴ دسمبر ۲۰۰۴ء تک کا عرصہ انتہائی اہم ہے۔

یہ سب پیش گوئیاں غلط ثابت ہو چکی ہیں۔

۱۳۔ اور ۲ نومبر ۲۰۰۴ء کی یہ پیش گوئی کہ ۲ نومبر کے امریکی الیکشن متنازع رہیں گے، غلط ثابت ہوئی۔

۱۴۔ اسی طرح بھارتی نجومی کچھن کی نوائے وقت لاہور مورخہ ۳۰ اکتوبر ۲۰۰۴ء میں شائع شدہ یہ پیش گوئی کہ بش کے ستارے گردش میں ہیں، کیری انتخاب جیت لیں گے، غلط ثابت ہوئی۔

علم نجوم کے متعلق ہم دو احادیث اس کتاب کے صفحہ ۳۲۷ اور ۳۲۸ پر بیان کر چکے ہیں اور مختلف نجومیوں کی پیش گوئیوں کی صداقت کے متعلق آپ اس باب میں پڑھ چکے ہیں، لیکن تفسیر مراد آبادی میں لکھا ہے: ”علم نجوم حق ہے۔“ (الصافات: ۸۹، ف: ۸۷)

#### ۴۔ اللہ پر ایمان اور ستاروں پر ایمان:

ستاروں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ انسان کی قسمت پر اثر انداز ہوتے ہیں، سراسر غلط ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ ستاروں سے لوگ رات کو راستہ معلوم کرتے ہیں، ستاروں سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے آسمان کو مزین فرمایا ہے اور یہ شیطانوں کے لیے مار ہیں۔ ان تین چیزوں کے علاوہ ستاروں کے متعلق کوئی چیز قرآن اور صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے اور اس سلسلہ میں صحیح حدیث بیان کی جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صبح کی نماز پڑھائی اور رات کو بارش ہو چکی تھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے لوگوں کی طرف چہرہ مبارک کیا اور فرمایا: ”تم جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟“ انھوں نے عرض کیا: ”اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) خوب جانتے ہیں۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے صبح کو کچھ بندے میرے مومن ہوئے، کچھ کافر۔ جس نے کہا کہ اللہ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی وہ تو میرا مومن ہے اور ستاروں کا منکر اور جس نے کہا فلاں ستارے کے فلاں جگہ آنے سے بارش ہوئی، وہ میرا منکر اور ستاروں کا مومن۔“ [بخاری، کتاب الأذان، باب يستقبل الإمام الناس إذا سلم : ۸۴۱]

#### ۵۔ ریا کاری:

مسلمان کو ہر کام صرف اللہ کی رضا کے لیے کرنا چاہیے۔ اگر وہ کوئی کام کرتا ہے اور اس میں دکھلاوای یعنی ریا کاری کرتا ہے تو وہ شرک ہے۔ (الماعون: ۶) اسی طرح صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کو سب سے پہلے جن کا فیصلہ ہوگا وہ ریا کار مجاہد، ریا کار عالم اور ریا کار تخی ہوں گے، جن کو ریا کاری کی وجہ سے اوندھے منہ گھسیٹتے ہوئے فرشتے جہنم میں ڈال دیں گے۔“ [صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب من قاتل للرياء والسمعة استحق النار : ۱۹۰۵]

۶۔ جاندار کی تصویر بنانا:

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تصویریں بنانے والے کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو تصویر تو نے بنائی اس میں جان ڈال۔“

[بخاری، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القيامة : ۵۹۵۱۔ مسلم، کتاب

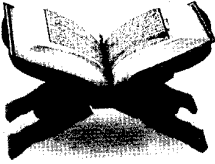
اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان..... الخ : ۲۱۰۸]

اسی طرح زمانے کو برا کہنے سے بھی سختی سے منع کیا گیا ہے۔



دوسرا باب

# اہل سنت و الجماعت کون.....؟



فصل اول: ایمان و کفر  
فصل دوم: سنت و بدعت  
فصل سوم: حقیقی اہل سنت و الجماعت

- توحید و شرک
- اہل سنت و الجماعت کون...؟
- تقلید ائمہ اربعہ
- چھ امام اہل سنت کی وضاحت
- شیعیت اور مرزائیت
- مشرقیات

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور اپنے امیر کی بات سننا اور ماننا، اگرچہ وہ حبشی غلام ہی ہو، میرے بعد جو تم میں سے زندہ رہے گا وہ سخت اختلاف دیکھے گا۔ اس وقت تم میری سنت اور خلفائے راشدین کا طریقہ لازم پکڑنا، اسے دانتوں سے مضبوط پکڑے رہنا اور نئے نئے کاموں سے بچنا۔“

[ أبوداؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة : ۴۶۰۷ -

ترمذی، کتاب العلم، باب (ما جاء فی) الأخذ بالسنة و

اجتناب البدعة : ۲۶۷۶ ]

## فصل اول

## ایمان و کفر

## ایمان کی تعریف:

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی تمام باتوں پر ایمان لانا، ان کو دل و جان سے صحیح ماننا اور قبول کرنا اور ان کے پسندیدہ کاموں پر عمل کرنا اور ناپسندیدہ کاموں سے بچنا ایمان کہلاتا ہے اور ایسے شخص کو مومن کہتے ہیں۔

## کفر کی تعریف:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تمام باتوں سے انکار کرنا یا ان میں سے کسی ایک یا زیادہ فرمان کو قبول نہ کرنا اور اس پر ایمان نہ لانا کفر ہے اور ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں۔

## کفریہ امور:

۱۔ اسلام کے منافی چیزوں میں پہلی چیز شرک کرنا ہے۔ (النساء: ۴۸) مردوں اور غائب زندوں سے دعائیں مانگنا، ان کی دہائی دینا، مردوں کے لیے نذریں ماننا اور قربانی وغیرہ پیش کرنا اس شرک میں داخل ہے۔

۲۔ جس نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کچھ واسطے بنا لیے، ان سے دعائیں مانگیں، ان سے شفاعت طلب کی اور انھی پر بھروسا کیا تو بالاجماع کافر ہو گیا (جیسا کہ آج کل لوگ قبروں پر جا کر کہتے ہیں)۔ (یونس: ۱۸۔ الزمر: ۳)

۳۔ جس نے مشرکوں کو کافر نہیں سمجھا، یا ان کے کافر ہونے میں شک کیا، یا ان کے مذہب کو صحیح سمجھا۔

۴۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کا طریقہ زندگی زیادہ مکمل اور جامع ہے یا یہ عقیدہ رکھے کہ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ حکمرانی سے بہتر کوئی اور طریقہ حکمرانی ہے تو وہ کافر ہے۔

۵۔ جس نے رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی کسی چیز کو ناپسند کیا خواہ وہ اس پر عمل ہی کیوں نہ کرتا ہو وہ شخص کافر ہو گیا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”کیونکہ انہوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔“ (محمد: ۹)

۶۔ جس نے رسول اللہ ﷺ کے دین کی کسی چیز کا یا اس کے جزا اور سزا کا مذاق اڑایا اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔ (التوبہ: ۶۵، ۶۶)

۷۔ جادو کیا یا اس سے رضا مند ہوا تو ایسا شخص کفر کا مرتکب ہو گیا۔ (البقرہ: ۱۰۲)

۸۔ مسلمانوں کے خلاف مشرکوں سے تعاون کرنا اور ان کو مدد بہم پہنچانا۔ (المائدہ: ۵۱)

۹۔ جس نے عقیدہ رکھا کہ کچھ مخصوص افراد شریعت رسول ﷺ کی پابندی سے آزاد ہو سکتے ہیں تو وہ کافر ہے۔ (آل عمران: ۸۵)

۱۰۔ اللہ کے دین سے اعراض کرنا، وہ اس طرح کہ آدمی نہ اس دین کو سیکھتا ہو اور نہ اس پر عمل کرتا ہو۔ (طہ: ۱۲۳ تا ۱۲۶)

۱۱۔ پیغمبروں کو انسانی جامہ میں اللہ سمجھنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ (المائدہ: ۱۷)

۱۲۔ اللہ تعالیٰ کی کسی ایک آیت یا زیادہ آیات کے انکار سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ (الأعراف: ۳۷ تا ۴۱)

۱۳۔ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے یعنی انسان وہ بات کہے جو اللہ نے نہ کہی ہو۔ (الینش)

۱۴۔ غیر اللہ کو پکارنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ (الینش)

غیر اللہ کو پکارنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ (الأعراف: ۳۷ تا ۴۱) ان آیات کے متعلق احمد رضا

خانی ترجمہ مع تفسیر میں لکھا ہے کہ کفار کا جنت سے محروم رہنا قطعی ہے۔ (دیکھیے تفسیر مراد آبادی: الاعراف: ۳۷: ۴۱۲، فوائد ۵۶: ۷۰۷)

۱۵۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کو مخلوق کی کسی صفت کے مشابہ کیا تو وہ کافر ہے۔ (فقہ اکبر مقدمہ ہدایہ: ۴۱)

۱۶۔ نکاح کیا کسی شخص نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی گواہی سے تو نکاح درست نہ ہوگا، اس کے کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے۔ اس کا کفر دو دلیلوں سے منقول ہے، اول یہ کہ اس نے حرام کو حلال جانا، اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے گواہی آدمیوں پر مخصوص کی ہے، اس کے سوا اور کی گواہی کا حکم نہیں دیا اور دوسری دلیل یہ ہے کہ جب اس نے رسول اللہ ﷺ کو گواہ قرار دیا تو رسول اللہ ﷺ کو عالم غیب ثابت کیا، حالانکہ علم غیب اللہ تعالیٰ کو خاص ہے۔ (درمختار: ۱۳۲۲۔ ائمل: ۶۵)

۱۷۔ جو نفس کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ (مقدمہ ہدایہ: ۴۱/۱)

۱۸۔ جو کوئی قرآن کی ایک آیت کا انکار کرے یا قرآن میں سے کسی چیز میں عیب رکھے تو یہ کفر ہے۔ (مقدمہ ہدایہ: ۸۴/۱)

۱۹۔ جو اللہ کے کسی حکم سے مسخر اپن کرے یا اس کے وعدہ اور وعید سے انکار کرے تو وہ کافر ہے۔ (درمختار: ۵۹۱/۲، ۵۹۲)

۲۰۔ حدیث متواتر کا منکر کافر ہے۔ (ایضاً)

۲۱۔ ایک نے حدیث بیان کی دوسرے نے کہا یہ کچھ نہیں تو وہ کافر ہے۔ (ایضاً)

۲۲۔ جو سنت کو ہلکا جان کر برابر ترک کرے وہ کافر ہے۔ (مقدمہ ہدایہ: ۷۶/۱)

۲۳۔ جو سنت کو حقیر جانے گا وہ کافر ہے۔ (درمختار: ۲۳۹/۱)

۲۴۔ جو سنت کو حق نہ جانے گا وہ بھی کافر ہوگا۔ (ایضاً)

۲۵۔ کسی نے کہا ناخن تراشنا سنت ہے، دوسرا کہے کہ میں نہیں تراشوں گا تو کفر ہے۔ (مالا بد:

(۱۳۰)

۲۶۔ اگر کہے کہ سنت کیا کام آوے گی تو کافر ہو جائے گا۔ (ایضاً)



- ۲۷۔ رافضی (شیعہ) جب شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) پر لعنت کرے تو وہ کافر ہے۔ (درمختار: ۵۹۱/۲)
- ۲۸۔ کوئی مقام بندے پر ایسا نہیں کہ احکام شرعی بندہ سے ساقط ہوں، اس کا خلاف کفر ہے۔ (مقدمہ ہدایہ: ۳۴۱)
- ۲۹۔ جو عبادت کو معاف کہے وہ کافر ہے۔ (ایضاً)
- ۳۰۔ جو شخص قرآن میں سے کسی آیت کا منکر ہو وہ کافر ہے۔ (درمختار: ۵۹۲، ۵۹۱/۲)
- ۳۱۔ جو شخص مسخر اپن اور بے ادبی کسی آیت سے کرے وہ کافر ہے۔ (ایضاً)
- ۳۲۔ جو قرآن کو دَف و غیرہ کی گت پر پڑھے وہ کافر ہے۔ (ایضاً)
- ۳۳۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ نماز پڑھ۔ اس نے جواب دیا کہ اس کو کون سر پر اٹھاوے یا بولا کہ تو نے نماز پڑھ کر کیا کیا یا یوں بولا کہ نماز پڑھنا یا ناپڑھنا برابر ہے، یہ سب کفر ہے۔ (ایضاً)
- ۳۴۔ جو شخص کہے ہم نے بہت نماز پڑھی، ہماری کوئی حاجت روائی نہ ہوئی تو وہ کافر ہے۔ (ایضاً)
- ۳۵۔ شریعت حقیقت سے باہر نہیں ہے، جو باہر جائے اس پر کفر کا خوف ہے۔ (درمختار: ۲۰۱)
- ۳۶۔ رقص کرنے والے اور حلال جاننے والے اور حال کھیلنے والے کافر ہیں۔ (درمختار: ۶۱۰/۲)
- ۳۷۔ گانے باجے سے لذت اٹھانا کفر ہے۔ (درمختار: ۲۲۲/۴)
- ۳۸۔ صوفیا گانا سننے والے، حال کھیلنے والے مفسد، بے دین ہیں۔ (ہدایہ: ۳۱۷/۴)
- ۳۹۔ جو صوفی رقص میں مشغول ہوتے ہیں، ایسے لوگ شہر سے دور کر دیے جاویں۔ (فتاویٰ عالمگیری: ۸۴۶۹)
- ۴۰۔ یا شیخ عبد القادر جیلانی شَیْبًا لِلَّهِ کہنا خوف کفر سے خالی نہیں۔ (درمختار: ۶۱۰)
- ۴۱۔ جو ولی کے واسطے طے مسافت کو بیچ کہے وہ جاہل و کافر ہے۔ (ایضاً)
- ۴۲۔ کاہن کی خبر کی تصدیق کرنا کفر ہے۔ (مقدمہ ہدایہ: ۵۶۱)
- ۴۳۔ عبد النبی وغیرہ نام رکھنا کفر ہے۔ (ایضاً: ۸۶)
- ۴۴۔ حرام کھانے پر بسم اللہ پڑھے تو کفر ہے۔ (ایضاً: ۸۴)
- ۴۵۔ جو بسم اللہ کہہ کر حرام کھاوے تو کافر ہے۔ (مالا بد: ۱۴۸)

۴۶۔ شراب پیتے وقت یا زنا کرتے وقت یا جو اکھیلے وقت بسم اللہ کہے تو کافر ہے۔

(در مختار: ۵۹۲/۲)

۴۷۔ جو حرام مال سے صدقہ دے اور ثواب کی امید رکھے تو کافر ہے۔ (مالا بد: ۱۳۶)

۴۸۔ کوئی امر بالمعروف کرے (یعنی تبلیغ کرے) دوسرا کہے کیوں شور مچاتے ہو تو کافر ہے۔

(مالا بد: ۱۳۰)

۴۹۔ کوئی گناہ سے توبہ کرنے کو کہے اور وہ یہ کہے کہ میں نے کیا کیا ہے جو توبہ کروں تو کافر ہو

جائے گا۔ (ایضاً: ۱۳۶)

۵۰۔ ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى﴾ میں تنہی بطور مذاق کہے تو کافر ہے۔ (ایضاً: ۱۳۷)

۵۱۔ جو کہے کہ زر چاہیے علم کیا کام آئے گا تو کافر ہوگا۔ (ایضاً: ۱۳۷)

۵۲۔ جو کہے اس زمانہ میں بغیر خیانت اور دروغ گوئی گزر نہیں ہو سکتی یا روٹی نہیں ملتی تو کافر ہے۔

(در مختار: ۵۹۳/۲)

۵۳۔ اغلام بازی کا حلال جاننے والا کافر ہے۔ (ایضاً: ۴۷۲/۲)

خلاصہ تحریر ہر کلمہ گو کو چاہیے کہ ان کفریہ امور کو پڑھے، سمجھے اور ان سے پرہیز کرے، تاکہ

اپنی عاقبت سنوار سکے۔

## خلوص اور نفاق

### خلوص کی تعریف:

خلوص دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی باتوں پر ایمان لانا اور ان پر خلوص دل

سے عمل کرنا خالص ایمان کی نشانی ہے اور جو ایسا نہیں کرتا وہ منافق کے زمرے میں آ سکتا ہے۔

### نفاق کی تعریف:

خلوص دل سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی باتوں پر نہ ایمان لائے نہ تہ دل سے عمل

کرے یعنی دل و جان سے یقین رکھ کر ایمان نہ لائے اور عمل نہ کرے۔

قرآن و حدیث میں منافق کی کچھ نشانیاں ہیں، ان سے بچنا چاہیے:

- ۱۔ منافق نماز وغیرہ کی ادائیگی میں سستی کرتا ہے۔
- ۲۔ امانت میں خیانت کرتا ہے۔
- ۳۔ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔
- ۴۔ وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔
- ۵۔ جھگڑتا ہے تو ناحق کی طرف جاتا ہے اور گالی دیتا ہے۔



## فصل دوم

## سنت و بدعت

## بدعت کی تعریف:

لغوی تعریف: یہ ”بدع“ سے لیا گیا ہے جس کا معنی ہے کسی چیز کا ایسے طریقے پر ایجاد کرنا جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿بَدِيعَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ [البقرة: ۱۱۷]

”آسمانوں اور زمین کو بنانے والا۔“

یعنی ان کا ایجاد کرنے والا، ایسے طریقے پر جس کی پہلے کوئی مثال نہیں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ [الأحقاف: ۹]

”کہہ دیجیے! میں اللہ کی جانب سے بندوں کی طرف پیغام لانے والا پہلا انسان نہیں

ہوں۔“

بلکہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔

اور مثل ہے: ”اِبْتَدَعَ فُلَانٌ بَدْعَةً“ یعنی اس نے ایسا طریقہ ایجاد کیا ہے جسے اس سے

پہلے کسی نے نہیں کیا ہے۔

ابتداع و ایجاد کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ عادات میں ابتداع و ایجاد، جیسے نئی ایجادات، مثلاً بجلی، ٹیلیفون، کار، ہوائی جہاز، فریج

وغیرہ اور یہ جائز ہے، اس لیے کہ عادات میں اصل اباحت ہے یعنی ثواب حاصل کرنے کے لیے کوئی کام کرنا۔

۲۔ دین میں نئی چیز ایجاد کرنا، یہ حرام ہے۔ اس لیے کہ دین میں اصل توقیف ہے یعنی اصل پر قائم رہنا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس کسی نے ہمارے دین میں کسی ایسی نئی چیز کی ایجاد کی جو دین سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔“ [بخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحو علی صلح جور ..... الخ : ۲۶۹۷۔ مسلم، کتاب الأفضیة، باب نقض الأحکام الباطلة و رد محدثات الأمور : ۱۷۱۸]

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

”جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔“

[بخاری، تعلیقاً، کتاب البیوع، باب النجش، و من قال لا یجوز ذلك البیع۔ مسلم، کتاب الأفضیة، باب نقض الأحکام الباطلة و رد محدثات الأمور : ۱۷۱۸/۱۸]

### بدعت کی قسمیں:

دین میں بدعت کی دو قسمیں ہیں:

#### پہلی قسم:

ایسی بدعت جس کا تعلق قول و اعتقاد سے ہے، جیسے جہمیہ، معتزلہ، رافضیہ اور تمام گمراہ فرقوں کے اقوال و اعتقادات۔

#### دوسری قسم:

عبادات میں بدعت، جیسے اللہ کی پرستش غیر مشروع طریقے سے کرنا اور اس کی چند قسمیں ہیں:

- ۱۔ نفس عبادت ہی بدعت ہو جیسے کوئی ایسی عبادت ایجاد کر لی جائے جس کی شریعت میں کوئی بنیاد اور اصل نہ ہو۔ مثلاً نماز غوثیہ، غیر مشروع نماز، غیر مشروع روزہ یا غیر مشروع عیدیں جیسے عید میلاد وغیرہ۔

- ۲۔ دوسری قسم جو مشروع عبادت میں زیادتی کی شکل میں ہو جیسے کوئی ظہر یا عصر کی نماز میں پانچویں رکعت زیادہ کر دے۔

۳۔ جو عبادت کی ادائیگی کے طریقوں میں ہو یعنی اسے غیر شرعی طریقے پر ادا کرے۔ جیسے مشروع اذکار و دعائیں اجتماعی آواز اور خوش الحانی سے ادا کرنا اور جیسے اپنے آپ پر عبادت میں اتنی سختی برتنا کہ وہ سنت رسول اللہ ﷺ سے تجاوز کر جائے۔

۴۔ جو مشروع عبادت کسی ایسے وقت کی تخصیص کی شکل میں ہو جسے شریعت نے خاص نہ کیا ہو۔ جیسے پندرہویں شعبان کی شب و روز کو نماز و روزے کے ساتھ خاص کرنا کیونکہ نماز و روزے اصلاً مشروع ہیں لیکن کسی وقت کے ساتھ خاص کرنے کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔

بدعت کی تمام قسموں کا حکم دینی نقطہ نظر سے:

دین میں ہر بدعت حرام اور باعث ضلالت و گمراہی ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ”دین کے اندر تمام نئی پیدا کی ہوئی چیزوں سے بچو، کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“ [مسند أحمد : ۱۲۶/۴۔ أبو داؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ : ۴۶۰۷]

اور رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے بھی:

« مَنْ أَحَدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ »

[بخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحو علی صلح جور..... الخ : ۲۶۹۷]

”جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جس کا تعلق دین سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔“

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

« مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ »

[مسلم، کتاب الأفضیۃ، باب نقض الأحکام..... الخ : ۱۷۱۸]

”جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس کا تعلق دین سے نہیں تو وہ مردود اور ناقابل قبول ہے۔“

تو یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ دین میں ایجاد شدہ نئی چیز بدعت ہی ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور وہ مردود ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عبادات و اعتقادات میں بدعتیں حرام ہیں لیکن یہ حرمت بدعت کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہے۔ بعض بدعتیں صراحاً کفر ہیں جیسے صاحب قبر سے تقرب حاصل کرنے کے لیے قبروں کا طواف کرنا اور ان پر ذبیحہ اور نذر و نیاز پیش کرنا۔ ان سے مرادیں مانگنا اور فریاد رسی کرنا، یا جیسے غالی قسم کے جہمیوں اور معتزلیوں کے اقوال

ہیں بعض بدعتیں وسائلِ شرک میں سے ہیں جیسے قبروں پر عمارتیں تعمیر کرنا اور وہاں نماز پڑھنا اور دعائیں مانگنا۔ بعض بدعتیں فسقِ اعتقادی ہیں جیسے خوارج، قدریہ اور مرجیہ کے اقوال اور مشروع دلیلوں کے مخالف ان کے اعتقادات۔ بعض بدعتیں معصیت و نافرمانی کی ہیں جیسے شادی و بیاہ سے کنارہ کشی اور دھوپ میں کھڑے ہو کر روزہ رکھنے کی بدعت اور شہوت و جماع ختم کرنے کی غرض سے خصی ہونے یا کرنے کی بدعت۔

جس نے بدعت کی تقسیم اچھی اور بری بدعت سے کی ہے وہ غلطی و خطا پر ہے اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث «كُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ» [مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلاة والنخبة: ۸۶۷] کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام بدعتوں پر گمراہی کا حکم لگایا ہے اور یہ صاحب کہتے ہیں کہ ہر بدعت گمراہی نہیں بلکہ کچھ بدعتیں ایسی ہیں جو نیک ہیں، اچھی ہیں۔

حافظ ابن رجب نے اپنی کتاب جامع العلوم والحکم میں رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان: «فَإِنَّ كُلَّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ» کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آپ ﷺ کا مذکورہ فرمان جامع کلمات میں سے ہے جن سے کوئی چیز خارج نہیں ہے۔ وہ اصولِ دین میں ایک عظیم اصل ہے اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان: «مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ» [بخاری: ۲۶۹۷۔ مسلم: ۱۷۱۸] کے مشابہ ہے۔ لہذا جس نے بھی کوئی نئی چیز ایجاد کی اور دین کی طرف اس کی نسبت کی اور دین میں اس کی کوئی اصل مرجع نہیں ہے تو وہ گمراہی ہے اور دین اس سے بری والگ ہے، خواہ وہ اعتقادی مسائل ہوں یا ظاہری و باطنی اعمال و اقوال ہوں۔

بدعتِ حسنہ کہنے والوں کے پاس کوئی حجت و دلیل نہیں ہے سوائے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے تراویح کے بارے میں اس قول کے کہ «نِعْمَ الْبَدْعَةُ هَذِهِ» [بخاری، کتاب التراویح، باب فضل من قام رمضان: ۲۰۱۰] ”یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے۔“ ان لوگوں کا کہنا یہ بھی ہے کہ بہت ساری چیزیں ایسی رو پذیر ہوئیں جن پر سلف نے کوئی نکیر نہیں کی ہے، جیسے کتابی شکل میں قرآن کریم کا جمع کرنا اور حدیث کی کتابت و تدوین۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ چیزیں ایسی ہیں جن کی شریعت میں اصل ہے، یہ نئی نہیں ہیں اور رہا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان تو اس سے مراد لغوی بدعت ہے نہ کہ شرعی بدعت۔ پس شریعت میں جس کی اصل موجود ہے، جس کی جانب رجوع کیا جاسکتا ہے تو جب

اسے بدعت کہا جاتا ہے تو وہ لغوی بدعت مراد ہوتی ہے نہ کہ شرعی۔ اس لیے کہ شرعی طور پر بدعت وہ ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو کہ اس کی جانب رجوع کیا جاسکے اور قرآن کریم ایک کتاب کی شکل میں جمع کرنے کی اصل شریعت میں موجود ہے، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ لکھنے کا حکم فرماتے تھے لیکن متفرق طور پر لکھا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک مصحف میں حفاظت کی غرض سے اکٹھا کیا۔

اور تراویح رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چند راتیں پڑھائیں آخر میں فرض ہونے کے خوف سے جماعت سے پڑھنا چھوڑ دیا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم برابر اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں اور وفات کے بعد الگ الگ گروپ بنا کر پڑھتے رہے یہاں تک کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ایک امام کے پیچھے تمام لوگوں کو جمع کر دیا جیسے نبی کریم ﷺ کے پیچھے پڑھتے تھے اور یہ دین کے اندر کوئی بدعت نہیں ہے۔

اور کتابت حدیث کی بھی شریعت میں اصل ہے، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حدیثیں لکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی اور عمومی طور پر آپ ﷺ کے زمانے میں اس کے لکھنے کی ممانعت تھی، اس ڈر سے کہ کہیں قرآن کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائے۔

لیکن جب آپ ﷺ کی وفات ہو گئی تو یہ خطرہ ٹل گیا کیونکہ قرآن کریم مکمل ہو گیا اور آپ ﷺ کی وفات سے پہلے ہی محفوظ کر لیا گیا تو اس کے بعد مسلمانوں نے سنت کو ضیاع سے بچانے کی غرض سے اس کی تدوین شروع کی۔ اللہ تعالیٰ انھیں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین بدلا دے، اس لیے کہ انھوں نے اپنے رب کی کتاب اور نبی ﷺ کی سنت کو ضائع ہونے سے اور خلط ملط کرنے والوں کے کھیل سے محفوظ رکھا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ عام بدعتیں جن کا تعلق علوم و عبادات سے ہے یہ خلفائے راشدین کے آخری دور خلافت میں رونما ہوئیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کی خبر دی ہے۔ آپ نے فرمایا:

« مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسِيرِي اخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ مِنْ بَعْدِي »

[سنن أبی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ : ۶۰۷۔ مسند أحمد : ۱۲۶/۴، ۱۲۷۔ ح : ۱۷۱۴۵۔ سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ (المقدمة) : ۴۳۔ سنن الترمذی :



۲۶۷۶۔ مسند الشاميين للطبرانی : ۱۷۳/۳، ح : ۲۰۱۷]

”تم میں سے جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے وہ بہت زیادہ اختلافات دیکھیں گے تو تم لوگ میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت کو لازم کر لو اور اسی پر جمے رہو۔“  
تو سب سے پہلے انکار تقدیر، انکار عمل، تشیع اور خوارج کی بدعتیں ظاہر ہوئیں، یہ بدعتیں دوسری صدی ہجری میں رونما ہوئیں جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے انھوں نے ان بدعتوں پر گرفت کی پھر اعتزال کی بدعت ظاہر ہوئی اور مسلمانوں میں طرح طرح کے فتنے ظاہر ہوئے۔ پھر خیالات میں اختلافات پیدا ہوئے۔ بدعات اور نفس پرستی کی جانب میلان ہوا۔ صوفیت اور قبروں پر تعمیر کی بدعتیں بہترین زمانوں کے گزر جانے کے بعد ظاہر ہوئیں اور ایسے ہی جوں جوں وقت گزرتا گیا قسم قسم کی بدعتیں بڑھتی رہیں۔

بدعتوں کے ظاہر ہونے کی جگہیں :

اسلامی ممالک بدعتوں کے ظاہر ہونے میں مختلف ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ وہ بڑے بڑے شہر جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سکونت اختیار کی اور جن سے علم و ایمان کی قدیمیں روشن ہوئیں پانچ ہیں۔ دونوں حرم یعنی مکہ و مدینہ دونوں عراق یعنی بصرہ، کوفہ اور شام۔ انھی جگہوں سے قرآن و حدیث، فقہ و عبادت اور دیگر اسلامی امور کی کرنیں پھوٹیں اور بجز مدینہ نبویہ کے انھی شہروں سے اعتقادی بدعتیں نکلیں۔

کوفہ سے شیعیت و ارجا کی ابتدا ہوئی، جو بعد میں دیگر شہروں میں پھیلی اور بصرہ سے قدریت و اعتزال اور غلط و فاسد عبادتوں کا ظہور ہوا جو بعد میں دوسرے شہروں میں پھیلا اور شام ناصیت اور قدریت کا گڑھ تھا، رہی جہمیت تو اس کا ظہور خراسان کی جانب سے ہوا اور یہ سب سے بری بدعت ہے۔

بدعتوں کا ظہور شہر نبوی سے دوری کے اعتبار سے ہوا اور جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فرقہ بندی ہوئی تو حدودی بدعت کا ظہور ہوا لیکن مدینہ نبویہ ان بدعتوں کے ظہور سے محفوظ تھا، اگرچہ وہاں بھی کچھ ایسے لوگ تھے جو دلوں میں بدعات چھپائے ہوئے تھے مگر اہل مدینہ کے نزدیک وہ ذلیل و رسوا تھے کیونکہ مدینہ میں قدریہ وغیرہ کی جماعت تھی لیکن یہ لوگ ذلیل و مغلوب

تھے۔ اس کے برخلاف کوفہ میں شیعیت وارجاء، بصرہ میں اعتزال و زاہدوں کی بدعتیں اور شام میں اہل بیت سے براءت کا اظہار، تو یہ چیزیں ان مقامات پر ظاہر و باہر تھیں۔ نبی کریم ﷺ سے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ ”دجال مدینہ میں داخل نہیں ہوگا۔“ وہاں امام مالک کے شاگردوں کے زمانے تک علم و ایمان ظاہر و غالب رہا اور یہ لوگ چوتھی صدی ہجری کے ہیں۔ رہے تین بہترین صدیوں کے زمانے تو ان میں مدینہ نبویہ میں قطعی طور پر کوئی بدعت ظاہر نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی دین کے اعتقادی امور میں کوئی بدعت یہاں سے دوسرے شہروں کی طرح نکلی۔

بدعات ظاہر ہونے کے اسباب:

بلاشبہ کتاب و سنت پر مضبوطی سے جمے رہنے ہی میں بدعت و گمراہی میں پڑنے سے نجات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ﴾

[الأنعام: ۱۵۳]

”اور یہی میرا راستہ سیدھا ہے، اسی کی پیروی کرو اور دیگر راستوں کی پیروی نہ کرو جو تمہیں اس کے راستے سے جدا کر دیں۔“

نبی کریم ﷺ نے اس کو سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں واضح کر دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے پھر اس کے دائیں بائیں چند لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ بہت سارے راستے ہیں اور ان میں سے ہر ایک راستے پر شیطان ہے جو اپنی جانب بلا رہا ہے۔“ [مسند أحمد: ۱/۴۳۵، ۴۶۵۔

النسائی فی الکبریٰ کتاب التفسیر، باب قول تعالیٰ ﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ﴾: ۱۱۱۷۴۔ صحیح

ابن حبان: ۷۰۶]

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ

وَصَلَّوْا بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [الأنعام: ۱۵۳]

”اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے، سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر

مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی، اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے، تاکہ تم پر ہیزگاری اختیار کرو۔“

پس جو بھی کتاب وسنت سے روگردانی کرے گا تو اسے گمراہ کن راستے اور نئی نئی بدعتیں اپنی جانب کھینچ لیں گی۔ بدعتوں کے ظہور کے اسباب کا خلاصہ درج ذیل امور میں پیش کیا جاتا ہے:

دین: احکام سے لاعلمی و جہالت، خواہشات کی پیروی، آراء و اشخاص کے لیے عصیت برتاؤ، کافروں کی مشابہت اختیار کرنا اور ان کی تقلید کرنا۔ ان اسباب کو قدرے تفصیل سے بیان کریں گے۔

دینی احکام سے، لاعلمی و جہالت:

جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اور لوگ آثار رسالت سے دور ہوتے گئے، علم کم ہوتا رہا اور جہالت عام ہوتی گئی جیسا کہ اس کی خبر نبی کریم ﷺ نے اپنی اس حدیث میں دی ہے:

”تم میں سے زندہ رہنے والا شخص بہت سارے اختلافات دیکھے گا۔“

[أبو داؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ: ۴۶۰۷]

اور اپنے اس فرمان میں بھی کہ ”اللہ تعالیٰ علم بندوں سے چھین کر نہیں ختم کرے گا بلکہ علماء کو ختم کر کے علم ختم کرے گا۔ یہاں تک کہ جب کسی عالم کو زندہ نہیں چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو رؤسا (مفتی) بنا لیں گے اور یہ لوگ مسئلہ پوچھے جانے پر بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، تو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔“

[بخاری، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم: ۱۰۰]

تو علم اور علماء ہی بدعت کا منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں اور جب علم و علماء ہی کا فقدان ہو جائے تو بدعت کے پھلنے پھولنے اور بدعتیوں کے سرگرم ہونے کے مواقع پیدا ہو جاتے ہیں۔

خواہشات کی پیروی:

جو کتاب وسنت سے اعراض کرے گا وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرے گا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا يُتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بَغْيًا

هُدًى مِنَ اللَّهِ﴾ [القصص: ۵۰]

”اگر یہ تیری نہ مانیں تو تو یقین کر لے کہ یہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے

ہیں اور اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو بغیر اللہ کی رہنمائی کے؟“

اور فرمایا:

﴿ أَقْرَأْتِ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمِهِ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ ﴾ [الحاثیة: ۲۳]

”کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے؟“

اور یہ بدعتیں اتباع خواہشات کی پیداوار ہیں۔

مخصوص لوگوں کی رائے کے لیے تعصب برتنا:

کسی کی رائے کی طرف داری کرنا یہ انسان اور دلیل کی پیروی و معرفت حق کے درمیان بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ﴾

[البقرة: ۱۷۰]

”اور ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی فرماں برداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔“

اور آج کل یہی حالت متعصبین کی ہے، خواہ وہ مذہب صوفیت کے بعض پیروکار ہوں یا قبوری حضرات، جب انھیں کتاب و سنت کی پیروی اور ان دونوں کی مخالف چیزوں کو چھوڑنے کو کہا جاتا ہے تو یہ حضرات اپنے مذاہب، مشائخ اور آباؤ اجداد کو دلیل بناتے اور بطور حجت پیش کرتے ہیں۔

کافروں سے مشابہت اختیار کرنا:

کافروں سے مشابہت سب سے زیادہ بدعتوں میں مبتلا کرنے والی چیزوں میں سے ہے

جیسا کہ ابو واقد لیشی کی حدیث میں ہے، کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ حنین کی طرف نکلے اور ہمارے کفر کا زمانہ ابھی قریب ہی تھا۔ مشرکوں کے لیے ایک بیری کا درخت تھا جہاں یہ لوگ ٹھہرتے تھے اور جس کے ساتھ اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے، جسے ذات انواط کہا جاتا تھا۔ تو ہمارا گزر بیری کے درخت کے پاس سے ہوا۔ ہم لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ)! ہمارے لیے بھی ذات انواط بنا دیجیے جیسا کہ ان کے لیے ذات انواط ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سبحان اللہ! یہ تو ایسے ہی ہے جیسے موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم نے کہا تھا:

﴿اجْعَلْ لَنَا آلِهًا كَمَا لَهُم آلِهَةٌ﴾ [الأعراف : ۱۳۸] ”ہمارے لیے بھی ایک معبود

ایسا ہی مقرر کر دیجیے جیسے ان کے یہ معبود ہیں۔“ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ضرور پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلوں گے۔“

[ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء لتركبن سنن من كان قبلکم : ۲۱۸۰]

اس حدیث میں واضح بیان ہے کہ کفار کی مشابہت ہی نے بنی اسرائیل اور بعض صحابہ کو اس بات پر ابھارا کہ وہ اپنے نبی ﷺ سے ایسا غلط مطالبہ کریں کہ وہ ان کے لیے اللہ کو چھوڑ کر ایک ایسا معبود مقرر کر دیں جس کی وہ پرستش کریں اور اس سے تبرک حاصل کریں اور یہی آج حقیقت میں ہو رہا ہے، اس لیے کہ اکثر مسلمانوں نے شرک و بدعت کے ارتکاب میں کافروں کی روش اپنائی ہوئی ہے۔ جیسے برتھ ڈے منانا، مخصوص اعمال کے لیے دنوں اور ہفتوں کی تعیین، یادگاری چیزوں اور مناسبتوں سے جلسے جلوس منعقد کرنا، یادگاری تصویریں و مجسمے قائم کرنا، ماتم کی محفلیں منعقد کرنا، جنازے کی بدعتیں اور قبروں پر تعمیر وغیرہ، قبروں پر غیر شرعی کام اور غیر اللہ کو پکارنا۔

بدعتیوں کے متعلق امت مسلمہ کا موقف :

اہل سنت والجماعت ہمیشہ سے بدعتیوں کی تردید اور ان کی بدعتوں کا انکار کرتے رہے ہیں اور انھیں ایسا کرنے سے منع کرتے رہے ہیں۔ اس کی چند مثالیں آپ کے سامنے پیش کی جا رہی ہیں :

۱۔ سیدہ ام درداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ ابو الدرداء (رضی اللہ عنہ) میرے پاس غصے کی حالت میں آئے۔ میں نے پوچھا: ”کیا بات ہے؟“ انھوں نے کہا: ”اللہ کی قسم! میں ان لوگوں میں محمد ﷺ کے دین سے کچھ نہیں جانتا ہوں سوائے اس کے کہ یہ تمام لوگ نماز

پڑھتے ہیں۔“ [بخاری، کتاب الأذان، باب فضل صلاة الفجر فی جماعة : ۶۵۰]

۲۔ عمرو بن یحییٰ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم لوگ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر صبح کی نماز سے پہلے بیٹھے ہوئے تھے کہ جب وہ باہر نکلیں تو ہم سبھی لوگ ان کے ساتھ مسجد کو چلیں۔ اتنے میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آئے اور کہا کہ کیا ابھی تک ابو عبدالرحمن (رضی اللہ عنہ) نہیں نکلے؟ ہم نے کہا کہ نہیں تو وہ بھی ان کے نکلنے تک بیٹھ گئے۔ جب وہ نکلے تو ہم سبھی لوگ کھڑے ہو گئے۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے ابو عبدالرحمن! میں نے ابھی مسجد میں ایک ایسی چیز دیکھی ہے جو مجھے بہت ناگوار گزری اور الحمد للہ خیر ہی دیکھی ہے۔ انھوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اگر وہ وہاں رہیں گے تو آپ بھی دیکھ لیں گے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے مسجد میں کچھ لوگوں کو حلقہ لگا کر بیٹھے ہوئے دیکھا، وہ نماز کے انتظار میں تھے، ہر حلقے میں ایک آدمی تھا اور ان کے ہاتھ میں کنکریاں تھیں۔ جب وہ کہتا کہ سو بار اللہ اکبر کہو تو سب لوگ سو بار اللہ اکبر کہتے اور جب وہ کہتا کہ سو بار لا الہ الا اللہ کہو تو وہ سو بار لا الہ الا اللہ کہتے ہیں۔ جب وہ کہتا کہ سو مرتبہ سبحان اللہ کہو تو وہ سو مرتبہ سبحان اللہ کہتے۔ انھوں نے کہا: ”کیوں نہیں تم نے انھیں اپنے گناہوں کو شمار کرنے کو کہا؟ اور تم ضمانت لے لیتے کہ تمہاری کوئی بھی نیکی ضائع نہیں ہوگی۔“ پھر وہ چلے ہم بھی ان کے ساتھ چل پڑے یہاں تک کہ ان حلقوں میں سے ایک حلقے کے پاس آ کر کھڑے ہوئے اور کہا: ”یہ میں تمہیں کیا کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں؟“ تو انھوں نے جواب دیا: ”ابو عبدالرحمن! کنکریاں ہیں جن سے ہم تکبیر و تہلیل اور تسبیح و تحمید کا شمار کرتے ہیں۔“ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم لوگ اپنی اپنی خطائیں شمار کرو، میں تمہارے لیے اس بات کی ضمانت لیتا ہوں کہ تمہاری کوئی نیکی برباد نہیں ہوگی۔ اے امت محمد! تمہاری تباہی و بربادی ہو، کتنی جلدی تمہاری ہلاکت آگئی۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت موجود ہے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برتن ٹوٹے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کیا تم لوگ ایسے طریقے پر ہو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے زیادہ بہتر ہے یا گمراہی کے دروازے کھولنے والے ہو۔“



بدعتیوں کی تردید میں اہل سنت والجماعت کا طریقہ کار:

اس سلسلے میں ان کا طریقہ کتاب و سنت پر مبنی ہے اور یہی طریقہ فائدہ مند ہے۔ وہ اس طرح کہ بدعتیوں کے شبہات پیش کرنے کے بعد اس کا توڑ پیش کرتے ہیں اور سنتوں پر کار بند رہنے، بدعات و محدثات سے باز رہنے کے وجوب پر کتاب و سنت سے دلیلیں پیش کرتے ہیں اور اس سلسلے میں بے شمار کتابیں تالیف کی گئی ہیں اور ایمان و عقیدہ کے بارے میں شیعہ، خوارج، جمہیہ، معتزلہ اور اشاعرہ کے بدعتی اقوال پر کتب عقیدہ میں تردید کی گئی ہے۔ یاد رہے کہ قرآن و حدیث میں کسی عمل کے اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہونے کی تین شرائط ہیں: ”عقیدہ کا درست ہونا، عمل خالص اللہ کی رضا کے لیے کیا جائے اور عمل رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق کیا جائے۔“

اگر مندرجہ بالا شرائط میں سے ایک یا زیادہ شرائط پوری نہ ہوں گی تو وہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں ناقابل قبول ہوگا۔

سنت کی تعریف:

سنت کے معنی ہیں طریقہ یعنی دین میں عقائد و اعمال و اخلاق و معاملات اور عادات میں رسول اللہ ﷺ کا جو طریقہ تھا وہ آپ ﷺ کی سنت ہے۔

بدعت کی تعریف:

بدعت سنت کا الٹ ہے، جس کو سنت کہتے ہیں وہ بدعت نہیں ہے اور جو بدعت ہے وہ سنت نہیں ہے اور بدعت ہر وہ عمل ہے جس کی اصل دین میں نہیں لیکن لوگ اسے ثواب حاصل کرنے کی نیت سے کرتے ہیں۔





## حقیقی اہل سنت والجماعت

اہل سنت والجماعت سے مراد وہ لوگ ہیں جو سنت کی بیان کردہ تعریف پر پورے اترتے ہوئے سنت کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اگر دین میں کوئی نیا عقیدہ داخل کیا گیا تو وہ شرک فی الحکم میں آئے گا اور اگر دین میں کوئی نیا عمل داخل کیا گیا تو وہ بدعت ہے۔ (النساء: ۱۱۵۔ المائدہ: ۳) اور اس میں وہ حدیث بھی آتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور اپنے امیر کی بات سننا اور ماننا، اگرچہ وہ جشی غلام ہی ہو، میرے بعد جو تم میں سے زندہ رہے گا وہ سخت اختلاف دیکھے گا۔ اس وقت تم میری سنت اور خلفائے راشدین کا طریقہ لازم پکڑنا، اسے دانتوں سے مضبوط پکڑے رہنا اور نئے نئے کاموں سے بچنا۔“ [ أبو داؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ : ۴۶۰۷۔ ترمذی، کتاب العلم، باب (ما جاء فی) الأخذ بالسنۃ و اجتناب البدعۃ : ۲۶۷۶ ]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر بدعت گمراہی ہے، کوئی بدعت حسنہ نہیں۔ خلفائے راشدین کے فیصلوں کے متعلق مندرجہ ذیل امور قابل غور ہیں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کا مسئلہ:

جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ایک عظیم آزمائش میں ڈالا، انھوں نے مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ اگر کوئی یہ کہے گا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں تو میں تلوار سے اس کا سر اڑا دوں گا۔ اس کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کی میت کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں دیکھ کر مسجد نبوی ﷺ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتماع میں

تشریف لائے اور خطبہ دیا:

”جو شخص رسول (ﷺ) کی پوجا کرتا تھا تو رسول اللہ تو وفات پا گئے اور جو اللہ کی پوجا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ تو زندہ ہے۔“

سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے، جن میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، اس بات سے اتفاق کیا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے اور اس کے بعد کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے روضہ اطہر پر جا کر کوئی عرض پیش نہیں کی بلکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت کے زمانہ میں جب قحط پڑتا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ روضہ مبارک پر حاضر ہونے کی بجائے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے بارش کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرواتے اور بارش ہو جاتی۔ اس بحث کے بعد یہ بات کلی طور پر ثابت ہو گئی کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ آپ ﷺ وفات پا چکے ہیں اور اب آپ ﷺ کے ساتھ رابطہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اب کچھ کلمہ گو جن میں حنفی بریلوی، حنفی دیوبندی، شیعہ اور تبلیغی جماعت والوں کا عقیدہ ہے کہ فوت شدگان سے رابطہ ہو سکتا ہے اور یہ دین میں نیا عقیدہ ہے۔

## ۲۔ نماز تراویح کی جماعت:

سب کو معلوم ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں تین رات نماز تراویح کی جماعت کی امامت فرمائی، پھر آپ ﷺ نے کبھی بھی نماز تراویح کی جماعت سے نہیں پڑھائی۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی نماز تراویح کی جماعت نہیں ہوئی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھی کچھ عرصہ تک تراویح کی جماعت نہیں ہوئی۔ ایک رات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز تراویح کی جماعت پڑھنے کا حکم دیا۔ [بخاری، کتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان : ۲۰۰۹، ۲۰۱۰] اور اس سے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتفاق کیا اور یہ اہل سنت والجماعت کا عمل ٹھہرا۔

## ۳۔ حج تمتع کا مسئلہ:

رسول اللہ ﷺ نے حج تمتع کا حکم فرمایا، اس کے بعد حج تمتع ادا کیا جاتا رہا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں انھوں نے بعض وجوہات کی بنا پر حج تمتع سے مسلمانوں کو منع فرمایا لیکن سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے اتفاق نہیں کیا لہذا حج تمتع نہ کرنا اہل سنت والجماعت کا عمل نہ

تھہرا اور سنت رسول ﷺ کے مقابلے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کو تسلیم نہ کیا گیا۔ [بخاری، کتاب الحج، باب التمتع علی عہد رسول اللہ ﷺ : ۱۵۷۱۔ سنن الترمذی کتاب الحج، باب ماجاء فی التمتع : ۸۲۴]

پھر بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق ہم اس معاملہ میں کوئی مخالفانہ رد عمل ظاہر نہیں کر سکتے بلکہ خاموشی اختیار کریں گے۔

### ۴۔ خلافت اور عمر رضی اللہ عنہ کا موقف :

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر مسجد نبوی میں صبح کی نماز کے وقت جب حملہ ہوا تو وہ شدید زخمی ہو گئے تو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس حاضر ہوئے اور کہا میں نے لوگوں سے ایک بات سنی، وہ کہتے ہیں کہ آپ کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کریں گے۔ میرے کہنے سے وہ ایک گھڑی تک سر جھکائے رہے پھر سر اٹھایا اور کہا اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کرے گا اور میں اگر خلیفہ مقرر نہ کروں تو رسول اللہ ﷺ نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا پھر اگر خلیفہ مقرر کروں تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ مقرر کیا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر قسم اللہ تعالیٰ کی! جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا تو میں سمجھ گیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے برابر کسی کو نہیں کرنے والے اور وہ خلیفہ مقرر نہیں کریں گے۔

[مسلم، کتاب الإمامة، باب الاستخلاف و ترکہ : ۱۸۲۳]

یعنی رسول اللہ ﷺ کی پیروی سیدنا عمر و سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہما کی پیروی سے مقدم ہے۔ گو سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے فعل بھی خلاف شرع نہ تھے۔ مومن کا یہی کام ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرے اور جب آپ ﷺ کا قول یا فعل بصحت پہنچ جائے پھر اس کے خلاف کسی اور کے قول اور فعل کی کچھ پروا نہ کرے اور اپنے پیغمبر ﷺ کے طریقے پر چلے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل کے مقابلہ میں سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی بات نہ مانی جائے گی تو پھر دوسرے مسلمانوں کی بات تو بالکل ہی نہ مانی جائے گی اور اگر کوئی مانے تو پھر اس کی عقل کا آپ خود اندازہ لگا لیں اور ایسے شخص کا انجام برا ہوگا۔

سنت کو مضبوطی سے پکڑنے اور بدعت سے بچنے کا بیان :

جو شخص عقیدے اور عمل میں سنت نبوی ﷺ پر عمل کرتا ہے اور خلفائے راشدین کے طریقہ پر چلتا ہے وہ کامیاب ہے اور جو انسان بدعتی ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر صبر نہیں کرتا اور خلفائے راشدین کے طریقے پر نہیں چلتا بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی مقرر کردہ حدود سے باہر نکل جاتا ہے، وہ ناکام ہے۔ یاد رہے کہ سنت کی تین قسمیں ہیں :

۱۔ سنت قولی :

یعنی رسول اللہ ﷺ کا زبانی ارشاد مبارک سنت قولی کہلاتا ہے۔ مثلاً آپ کا فرمان: ”کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھو۔“ [مسلم، کتاب الأشربة، باب آداب الطعام و الشراب و احکامهما: ۲۰۲۲]

۲۔ سنت عملی :

رسول اللہ ﷺ کے عمل مبارک کو سنت عملی کہتے ہیں۔ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں جب ہم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو رسول اللہ ﷺ ہماری صفیں درست فرماتے اور جب ہم سیدھے کھڑے ہو جاتے تو پھر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع فرماتے۔ [أبو داؤد، کتاب الصلوة، باب تسوية الصفوف: ۶۶۵]

۳۔ سنت تقریری :

رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں جو کام کیا گیا ہو اور آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی ہو یا اس پر اظہار پسندیدگی کیا ہو، اسے سنت تقریری کہتے ہیں۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو صبح کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھتے دیکھا تو فرمایا صبح کی نماز تو دو رکعت ہے۔ اس آدمی نے جواب دیا میں نے فرض نماز سے پہلے دو رکعتیں نہیں پڑھی تھیں لہذا اب پڑھی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے (یعنی اس کی اجازت دے دی)۔ [أبو داؤد، کتاب التطوع، باب

من فاتته متی یقضیها: ۱۲۶۷]

سنت کی یہ تینوں قسمیں ایک ہی مرتبے کی ہیں اور شریعت میں حجت کا درجہ رکھتی ہیں، کیونکہ:

- ۱۔ دین کے معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی اطاعت فرض ہے۔ (الأنفال: ۲۰۔ النور: ۵۶۔ النساء: ۸۰)
- ۲۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کا میابی کی ضمانت ہے۔ (النور: ۵۱، ۵۲)
- ۳۔ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق کیے اعمال کا پورا پورا اجر و ثواب ملے گا۔ (الحجرات: ۱۳)
- ۴۔ گناہوں کی مغفرت رسول اللہ ﷺ کی اتباع کے ساتھ مشروط ہے۔ (آل عمران: ۳۱)
- ۵۔ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے والے لوگ قیامت کے دن نبیوں، صدیقیوں، شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔ (النساء: ۶۹)
- ۶۔ اللہ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے باوجود بعض لوگ عملاً اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا حکم نہیں مانتے، ایسے لوگ مومن نہیں۔ (النساء: ۶۱)
- ۷۔ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہ کرنے کا نتیجہ باہمی انتشار اور لڑائی جھگڑے ہیں۔ (الأنفال: ۳۶)
- ۸۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی گمراہی ہے۔ (الاحزاب: ۳۶)
- ۹۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے والے اپنے عمل کے خود جواب دہ ہوں گے۔ (المائدہ: ۹۲)
- ۱۰۔ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرنے کی سزا جہنم اور رسوا کن عذاب ہے۔ (الف: ۱۷)
- ۱۱۔ سنت کی اتباع کرنے والوں کو رسول اللہ ﷺ نے جنت کی خوشخبری دی ہے۔ [بخاری، کتاب الإعتصام بالكتاب والسنة، باب الإقتداء بسنن رسول الله ﷺ: ۷۲۸۰]
- ۱۲۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور فرماں برداری اللہ کی اطاعت اور فرماں برداری ہے۔ (النساء: ۸۰، ۶۳)
- ۱۳۔ امت میں اختلافات کے وقت آپ ﷺ کی سنت پر مضبوطی سے جمے رہنا ہی نجات کا باعث ہوگا۔ [أبو داؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة: ۴۶۰۷]
- ۱۴۔ وہ عمل قابل ثواب ہے جو سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہو۔ جس نے رسول اللہ ﷺ کی سنت سے منہ موڑا اس کا آپ ﷺ سے کوئی تعلق نہیں۔ [بخاری، کتاب النکاح، باب

الترغیب فی النکاح : ۵۰۶۳]

۱۵۔ سنت کا علم ہو جانے کے بعد اس پر عمل نہ کرنے والے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے نافرمان کہا۔ [مسلم، کتاب الصیام، باب جواز الصوم والفقیر فی شهر رمضان للمسافر فی غیر معصیة ..... الخ : ۱۱۱۴]

یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں : ۱۔ کیا توحید کے بغیر انسان مسلمان کہا سکتا ہے؟ قرآن تو یہی کہتا ہے کہ جس کے پاس توحید نہیں وہ مسلمان نہیں ہے۔ ۲۔ کیا اطاعت رسول ﷺ کے بغیر محبت رسول ﷺ کے دعویٰ کے کوئی معنی ہیں؟ اطاعت رسول ﷺ کے بغیر محبت رسول ﷺ کا دعویٰ بے معنی ہے۔

### بدعت کی حقیقت :

ان آثار و نصوص کی روشنی میں مندرجہ ذیل حقائق سامنے آتے ہیں :

۱۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں احکامات وضع کیے ہیں وہیں ان احکامات پر عمل کرنے کا طریقہ بھی متعین فرما دیا ہے، لوگوں کی اپنی مرضی پر نہیں چھوڑ دیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کو ہمارے لیے نمونہ قرار دیتے ہوئے فرمایا :

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الأحزاب : ۲۱]

”یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ) کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔“

اور ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم اس نمونہ کو اختیار کریں۔ ارشاد بانی ہے :

﴿وَمَا أَلَاكُمْ الرَّسُولَ فَعُذُّوْهُ وَمَا يَهْكُمُ عَنْهُ فَاَنْتَهُوْا﴾ [الحشر : ۷]

”جو رسول (ﷺ) تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے روک دیں رک جاؤ۔“

۲۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اپنی خواہشات کے مطابق نہیں بلکہ جس طریقے سے اللہ تعالیٰ نے مشروع کی ہے اسی طرح کی جائے گی۔

۳۔ جو چیز کتاب و سنت سے ثابت ہو اس کو تقویٰ سمجھتے ہوئے ترک کر دینا گمراہی ہے۔ مثلاً نکاح جو کتاب و سنت سے ثابت ہے اگر کوئی زہد و تقویٰ سمجھتے ہوئے نکاح کو ترک کر دے تو وہ گمراہ ہے۔ اسی لیے نبی ﷺ نے ان تین آدمیوں کو جو زہد و تقویٰ میں آگے بڑھنا چاہتے

تھے، سختی سے منع فرما دیا۔ [بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح : ۵۰۶۳]

۴۔ بدعت اضافی بھی گمراہی ہے۔ بدعت اضافی اس بدعت کو کہتے ہیں جو اصل کے اعتبار سے تو مستند ہو لیکن کیفیت و ہیئت کے اعتبار سے ثابت نہ ہو۔ چنانچہ جو لوگ مسجد کوفہ میں بیٹھے ہوئے تسبیحات دانوں پر شمار کر رہے تھے وہ ذکر ہی کر رہے تھے جو مشروع عمل ہے لیکن چونکہ اس کی ہیئت و کیفیت رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ تھی اسی لیے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے انھیں اس سے منع کر دیا۔ [سنن الدارمی : ۲۸۶، ۲۸۷، ح : ۲۱۰۔ و تاریخ واسط ص : ۱۹۸، ۱۹۹]

۵۔ بدعت سنت کو ختم کر دیتی ہے۔ چنانچہ مسجد کوفہ میں ذکر کرنے والوں نے ذکر کا جو طریقہ اختیار کیا، اس سے رسول اللہ ﷺ کی سنت پامال ہو گئی۔ [أیضاً]

اس حقیقت کو سلف صالحین نے اچھی طرح سمجھا تھا کہ بدعت اور سنت اکٹھے نہیں ہو سکتے، چنانچہ جلیل تابعی حسان بن عطیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”مَا ابْتَدَعَ قَوْمُهُ بَدْعَةً فِي دِينِهِمْ إِلَّا نَزَعَ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا“

[سنن الدارمی، المقدمة، باب اتباع السنة : ح ۹۸]

”جب بھی کوئی قوم دین میں بدعت ایجاد کرتی ہے تو ان میں سے اس کے مثل سنت اٹھالی جاتی ہے۔“

۶۔ بدعت ہلاکت کا سبب ہے، کیونکہ اس سے سنت کا ترک لازم آتا ہے اور اس سے بڑھ کر ضلالت کیا ہو سکتی ہے؟ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

”وَلَوْ تَرَكَتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ“

[مسلم، کتاب المساجد، باب صلاة الجماعة من سنن الهدی : ۶۵۴/۲۵۷۔ نسائی :

۸۵۰۔ ابن ماجہ : ۷۷۷]

”اگر تم اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔“

اور بدعت ضلالت و ہلاکت کا پیش خیمہ ہے۔ اسی لیے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مسجد کوفہ میں ذکر کرنے والوں سے کہا تھا: ”اے امت محمد! تمہاری ہلاکت کتنی جلدی آگئی۔“

[ سنن الدارمی : ۲۸۶/۱، ۲۸۷، ح : ۲۱۰ ]

- ۷۔ بدعت کفر کا پیش خیمہ ہے، اس لیے کہ بدعتی اپنے آپ کو مشرع اور شریک کے مقام پر لاکھڑا کرتا ہے۔
- ۸۔ بدعت اختلاف کے دروازے کو پوری طرح کھول دیتی ہے اور یہ ضلالت و گمراہی کا دروازہ ہے۔
- ۹۔ بدعات کی پروا نہ کرنا انسان کو فسق و عصیان تک پہنچا دیتا ہے۔ جیسا کہ کوفہ کی مسجد والوں کا حشر ہوا کہ خوارج کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مصروف جنگ ہو گئے۔
- ۱۰۔ اعمالِ صالحہ کا دار و مدار نیتِ صالحہ پر ہے لیکن نیت کا اچھا ہونا کسی باطل کام کو صالح نہیں بنا سکتا۔ اس لیے کہ کسی عمل کے صالح ہونے کے لیے صرف نیت کافی نہیں بلکہ اتباعِ سنت اور شریعت کی پابندی بھی ضروری ہے۔ (مدارج السالکین لابن القیم الجوزیہ: ۸۵/۱)
- ۱۱۔ خیر میں زیادتی ہمیشہ خیر نہیں ہوتی بلکہ اکثر حالات میں شر میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ مثلاً شجاعت میں زیادتی جنون کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور کمی بزدلی قرار پاتی ہے۔ اسی طرح سخاوت اگر اپنی حد سے بڑھ جائے تو اسراف و تبذیر اور اگر کم ہو جائے تو بخالت قرار پاتی ہے، لہذا میانہ روی ہی بہتر چیز ہے۔

### بدعات کی فہرست:

- ذیل میں چند مشہور بدعات کی فہرست پیش کی جا رہی ہے، تاکہ ہمارے مسلمان بھائی جان سکیں کہ ان کے وہ کون سے اعمال ہیں جن کو وہ ثواب سمجھ کر انجام دیتے ہیں، لیکن درحقیقت ان کا ثواب سے دور کا بھی تعلق نہیں بلکہ ہمیں سنت کے اتباع سے دور کر دیتے ہیں اور بدعتی بنا دیتے ہیں:
- ۱۔ تقلیدِ ائمہ اربعہ (کیونکہ یہ چار صدی ہجری کے بعد شروع ہوئی) تفصیل آگے آرہی ہے۔
  - ۲۔ عید میلاد النبی ﷺ۔
  - ۳۔ آخری بدھ۔
  - ۴۔ شبِ براءت۔
  - ۵۔ شبِ معراج۔
  - ۶۔ کونڈے۔



- ۷۔ رسوماتِ محرم۔
- ۸۔ گیارہویں شریف۔
- ۹۔ مزارات پر عرس اور میلے۔
- ۱۰۔ نمازِ وحشت۔
- ۱۱۔ قرآنِ خوانی (مردے بخشوانے کے لیے)۔
- ۱۲۔ تیجہ، دسواں، چالیسواں (مردوں سے متعلق بدعات)۔
- ۱۳۔ عہد نامہ۔
- ۱۴۔ قبر پر اذان۔
- ۱۵۔ عرفہ۔
- ۱۶۔ تبرک کی روٹیاں اور شادی بیاہ سے متعلق رسومات اور بدعات۔
- ۱۷۔ شرعِ محمدی مہر۔
- ۱۸۔ چوتھی کھیلنا۔
- ۱۹۔ بی بی کی فاتحہ۔
- ۲۰۔ نوبیا ہتا عورت کا محرم اور شعبان کا چاند میکے میں دیکھنا۔
- ۲۱۔ بی بی کی کہانی ماننا۔
- ۲۲۔ بی بی کی صحتک۔
- ۲۳۔ بارہ اماموں کے پیالے۔
- ۲۴۔ امامِ ضامن باندھنا۔
- ۲۵۔ منت کی بالی اور کڑے پہننا۔
- ۲۶۔ بڑے پیر صاحب کی ہنسی پہننا۔
- ۲۷۔ سہاگتیں کھلانا۔
- ۲۸۔ محافلِ میلاد۔
- ۲۹۔ صلوٰۃ و سلام (خود ساختہ)۔

- ۳۰۔ شرکیہ نعتیں لکھنا۔  
 ۳۱۔ شرکیہ نعت خوانی۔  
 ۳۲۔ خود ساختہ درود پڑھنا۔  
 ۳۳۔ انگوٹھے چومنا۔  
 ۳۴۔ خود ساختہ دعائیں۔  
 ۳۵۔ خود ساختہ وظائف۔  
 ۳۶۔ دعاؤں میں اضافے۔  
 ۳۷۔ نماز، روزے اور وضو کی زبان سے نیت کرنا۔  
 ۳۸۔ ندا الغیر اللہ۔  
 ۳۹۔ ہرے اور کتھی رنگ کا صافہ باندھنا۔  
 ۴۰۔ سلسلہ ہائے طریقت۔  
 ۴۱۔ قوالیاں۔  
 ۴۲۔ تعویذ گنڈے۔  
 ۴۳۔ ختم خواجگان۔  
 ۴۴۔ شبینہ۔  
 ۴۵۔ ”بسم اللہ“ کرنا۔  
 ۴۶۔ آمین۔  
 ۴۷۔ روزہ کشائی۔  
 ۴۸۔ مساجد پر چراغاں کرنا۔  
 ۴۹۔ مساجد میں ٹوپیاں رکھنا۔  
 ۵۰۔ مزارات پر گنبد بنانا۔  
 ۵۱۔ مزارات پر چراغاں کرنا۔  
 ۵۲۔ مزارات کو غسل دینا۔  
 ۵۳۔ قبروں پر پھول چڑھانا۔

- ۵۴۔ قبر پر اگر بتی جلانا۔
- ۵۵۔ بزرگوں کے ختم۔
- ۵۶۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد صدق اللہ العظیم کہنا۔
- ۵۷۔ فرض نماز کے بعد مروجہ اجتماعی دعا۔
- ۵۸۔ خانقاہیں تعمیر کرنا۔
- ۵۹۔ مساجد، مدارس اور گھروں میں مُردوں کی تدفین۔
- ۶۰۔ وضو میں گردن کا مسح کرنا۔
- ۶۱۔ وضو کے دوران کلمہ شہادت پڑھنا۔
- ۶۲۔ مساجد میں مینا کاری اور آرائش۔
- ۶۳۔ گھروں اور دکانوں پر تصاویر، مزارات کے طغرے لگانا۔
- ۶۴۔ قبر پر قرآن پڑھنا اور پڑھوانا۔
- ۶۵۔ برائے دفع بلیات اذان دینا۔
- ۶۶۔ بارش روکنے کے لیے اذان دینا۔
- ۶۷۔ علاوہ نماز کے قرآن پڑھتے ہاتھ باندھنا۔
- ۶۸۔ غیر اللہ کے لیے قیام تعظیمی کرنا۔
- ۶۹۔ نماز عید سے قبل تقریر کرنا۔
- ۷۰۔ چار ہاتھوں سے مصافحہ کرنا اور سینے پر ہاتھ رکھنا۔
- ۷۱۔ جمعہ کی نماز میں تین خطبے دینا۔
- ۷۲۔ خطبہ جمعہ سے قبل برائے ادائیگی سنت وقفہ دینا۔
- ۷۳۔ بعد نماز جمعہ ظہر احتیاطی پڑھنا۔
- ۷۴۔ مردوں اور عورتوں کا جدا جدا طریقے سے نماز پڑھنا۔
- ۷۵۔ چھ کلمے پڑھنا اور پڑھوانا۔
- ۷۶۔ نماز پڑھ کر امام کا صرف شمال کی طرف ہی منہ کر کے بیٹھنا۔
- ۷۷۔ نماز غوشیہ۔

۷۸۔ نماز غائب۔

۷۹۔ نماز پڑھ کر ہتھیلیاں آسمان کی طرف کر کے سجدہ کرنا۔

۸۰۔ چلے لگانا اور چلہ کشی کرنا۔

۸۱۔ عقیق کی انگوٹھی موثر سمجھ کر پہننا۔

۸۲۔ نوبت سنت الاعتکاف کہنا۔

۸۳۔ قبرستان میں مساجد بنانا۔

۸۴۔ مردے سے معافی مانگنا اور کہا سنا معاف کرنا۔

۸۵۔ سوگ میں کالے کپڑے پہننا اور کالی پٹیاں باندھنا۔

بدعات کی فہرست میں دی گئی بدعات میں سے اکثر ظاہر و باہر ہیں لیکن کچھ بدعات کی وضاحت مندرجہ ذیل ہے۔ اس کی غرض وغایت صرف یہ ہے کہ عوام بدعات سے آگاہ ہوں، دین کی سمجھ حاصل کریں، سنت سے آگاہی ہو، پھر بدعات سے اجتناب کرتے ہوئے سنتوں پر عمل پیرا ہوں۔

### عرفہ:

شب براءت سے دو دن پہلے عرفے کے نام سے نئے اور پرانے مردوں کی فاتحہ بڑی دھوم دھام سے حلوے اور روٹی پر دلائی جاتی ہے۔ پرانے مردوں پر عرفے کی فاتحہ واجبی طور پر دی جاتی ہے لیکن نئے مردے کی عرفہ کی فاتحہ میں پورا خاندان اور برادری کو اکٹھا کیا جاتا ہے۔ تقریب میں نہ آنے والوں پر طعن کیا جاتا ہے۔ حلوہ اور روٹی نہ صرف کھلایا جاتا ہے بلکہ غریب غرباء میں تقسیم بھی کیا جاتا ہے اور یہ بدعت بھی نام نہاد اہل سنت ہی کے ہاں رائج ہے، باوجودیکہ وہ اس رسم کا احادیث صحیحہ اور سنت رسول ﷺ میں کوئی ثبوت نہیں پاتے ہیں۔

### شرع محمدی مہر:

شرع محمدی مہر عوام میں اس قدر مشہور ہے کہ نہ صرف جاہل بلکہ پڑھے لکھے لوگ بھی یہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جتنے نکاح فرمائے سب میں اپنی ازواج کا مہر ساڑھے بیس روپیہ مقرر فرمایا، لہذا ہمیں بھی اتنا ہی مہر رکھنا چاہیے۔ عوام کو جاننا چاہیے کہ یہ سب عورتوں کے حقوق سلب

کرنے والوں کے ڈھکوسلے اور بدعتی کام ہیں کہ ان ناجائز کاموں کو کرتے ہیں اور پھر سمجھتے ہیں شاید اب یہ ثواب کے مستحق بھی ہو گئے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے کسی زوجہ کا مہر ساڑھے بتیس روپیہ نہیں رکھا بلکہ ہر زوجہ کو بقدر استطاعت آپ ﷺ نے بڑھ چڑھ کر مہر عطا کیا۔ چنانچہ تاریخی روایات اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی درج ذیل ازواج مطہرات کو کتنا کتنا مہر دیا:

- ۱- سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سونا تھا۔ (بحوالہ نور الباقین فی سیرۃ سید المرسلین)
- ۲- سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سونا تھا۔
- ۳- سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سونا تھا۔
- ۴- سیدہ حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سونا تھا۔
- ۵- سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سونا تھا۔ [مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق و جواز کونہ تعلیم..... الخ: ۱۴۲۶- بغیر أسماء أزواجه صلی اللہ علیہ وسلم]
- ۶- سیدہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا کا مہر نجاشی شاہ حبشہ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے چار ہزار درہم دیا۔ [سنن أبی داؤد، کتاب النکاح، باب الصداق: ۲۱۰۸]
- ۷- سیدہ صفیہ بنت حمی رضی اللہ عنہا غزوہ خیبر میں قید ہوئی تھیں، آپ نے انھیں آزاد کر کے نکاح میں لے لیا تھا، یہی ان کا مہر تھا۔
- ۸- سیدہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کا مہر بارہ اوقیہ سونا و نصف اوقیہ تھا۔
- ۹- سیدہ جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا غزوہ مریسج میں قید ہو کر ثابت بن قیس اور ان کے بھائی کے حصہ میں آئی تھیں اور نو اوقیہ سونے پر مکاتب بنی تھیں جسے رسول اللہ ﷺ نے ادا کر کے ان سے نکاح کر لیا تھا، یہی ان کا مہر تھا۔
- ۱۰- سیدہ زینب بنت خزیمہ ام المساکین رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ نے ایک تولہ سونا اور دس تولہ چاندی مہر دیا تھا۔
- ۱۱- سیدہ ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سونا تھا۔
- ۱۲- سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کینز تھیں، بطور ہدیہ مقوقس شاہ روم کی طرف سے ملی تھیں۔

علاوہ ازیں مہر کے سلسلے میں کچھ لوگ مبالغہ بھی کرنے لگے ہیں، شاید نام آوری کی خاطر آج کل لاکھ دو لاکھ کا مہر رکھنا ایک رواج بنا جا رہا ہے جب کہ صحیح حدیث میں امیر المؤمنین جناب عمر بن خطاب کا یہ ارشاد موجود ہے کہ عورتوں کے حق مہر میں مبالغہ نہ کرو۔ اگر زیادہ حق مہر باندھنا دنیا میں عزت والی چیز ہوتی تو اللہ کے نزدیک اللہ کے نبی ﷺ زیادہ لائق تھے کہ زیادہ حق مہر مقرر کرتے۔ میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ نے ساڑھے بارہ اوقیہ سونے سے زائد پر اپنی بیویوں سے نکاح کیا ہو اور بیٹیوں کا نکاح کیا ہو۔

### دعاؤں میں اضافے:

وہ تمام دعائیں جو احادیث صحیحہ میں مرقوم ہیں ہمارے لیے کافی و شافی ہیں لیکن ہمارے برصغیر کے نام نہاد اہل سنت جن میں بریلوی اور دیوبندی دونوں ہی شامل ہیں، انہوں نے ان مسنون دعاؤں میں بھی اپنی جانب سے کلمات بڑھا دیے ہیں۔ ان اضافوں کا یہی مطلب اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک زبان رسالت مآب ﷺ سے نکلی ہوئی دعائیں ناقص اور ادھوری ہیں، اسی لیے ان حضرات نے دعاؤں میں اضافے کیے ہیں۔ ان اضافوں کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

نماز کے بعد کے اذکار جو احادیث صحیحہ میں درج ہیں، ان میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سلام پھیرتے تو نہ بیٹھتے مگر اتنی مقدار کہ اس میں کہتے: «اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ» [مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة و بیان صفتہ: ۵۹۲] لیکن یہ دعا ہمارے برادران ان کلمات کے اضافے کے ساتھ پڑھتے ہیں: «اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَإِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ حِينَ رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَأَدْخَلْنَا ذَا السَّلَامِ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ» (مترجم نماز محمد شفیع اوکاڑوی)

علاوہ ازیں اذان کے بعد کی دعا احادیث شریفہ میں ان کلمات کے ساتھ وارد ہوئی ہے: «اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ اِتِّمَمْتُ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَبِعْتُهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتُهُ» [بخاری، کتاب الأذان، باب الدعاء عند الأذان:

۶۱۴] جب کہ احناف کے دونوں گروہ اس دعا کو ان کلمات میں اضافوں کے ساتھ پڑھتے ہیں:

« اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةَ التَّامَّةَ وَ الصَّلٰوةَ الْقَائِمَةَ اَتِ مُحَمَّدًا بِالْوَسِيْلَةِ وَ الْفَضِيْلَةَ وَ دَرَجَةَ الرَّفِيْعَةِ وَ بَعْتَهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا بِالَّذِي وَعَدْتَهُ وَ اَرْزُقْنَا شَفَاعَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّحِيْمِيْنَ » (نماز مترجم اوکاڑوی)

مذکورہ بالا مثالوں کے علاوہ ایسی اور بھی بیسیوں مثالیں ہیں لیکن بخوف طوالت انھیں درج نہیں کر رہا، صرف انھی مثالوں کو بیان کیا ہے جو روزمرہ پڑھنے کی دعائیں کہلاتی ہیں۔

برادران اسلام!

انصاف سے کہیے کہ کیا ان دعاؤں میں اضافہ کرنا اس امر کی نشاندہی نہیں کر رہا کہ اضافہ کرنے والوں کے نزدیک یہ دعائیں ناقص اور ادھوری تھیں، جسبی تو یہ اضافے کیے گئے۔ اس طرح دانستہ طور پر رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کردہ دعاؤں میں تحریف اور اضافے کیے گئے۔ کیا ان حضرات پر وحی اتری تھی کہ انھوں نے اپنی جانب سے یہ کلمات بڑھائے یا پھر یہ لوگ تعلیمات رسول اللہ ﷺ کو ناقص و ادھورا سمجھتے ہیں کہ اپنے اضافوں سے اس کی تکمیل کر رہے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک) پھر یہ لوگ کس دیدہ دلیری سے اسی منہ سے عاشق رسول ﷺ بھی بنے پھرتے ہیں جس سے نبی ﷺ کی تعلیم کردہ دعاؤں کو پڑھنے کی بجائے اضافہ شدہ دعاؤں کو پڑھتے ہیں، جبکہ یہ اضافے بدعت ہیں اور بدعتی دعاؤں کا پڑھنا رسول کریم ﷺ کی تعلیم کردہ دعاؤں کو ناقص اور ادھورا سمجھنا ہے۔ اس سے زیادہ نبی ﷺ کی اور کیا گستاخی ہو سکتی ہے جو آج کل کے نام نہاد اہل سنت کر رہے ہیں۔

نماز، روزے اور وضو کی زبان سے نیت کرنا:

ہمارے نام نہاد سنی بھائیوں سے اگر کوئی یہ پوچھتا ہے کہ سنی کسے کہتے ہیں تو اکثریت یہ جواب دیتی ہے کہ جو لوگ سن کر مسلمان ہوئے ہیں، وہ سنی کہلاتے ہیں۔ اسی لیے ان بے چاروں کے ہاں قرآن و حدیث پر عمل کی بجائے ہمیشہ سنی سنائی باتوں پر عمل ہوتا ہے۔ جو باپ دادا سے سن لیا اور مولویوں اور ملاؤں سے سن لیا وہ عمل کے لیے کافی ہے۔ اس کی ایک مثال زبان سے نماز اور روزے کی نیت کرنا ہے۔ ہمارے یہ بھائی بہن جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو نماز

پڑھنے سے پہلے یہ کلمات زبان سے ادا کرتے ہیں: ”نیت کی میں نے چار رکعت فرض نماز ظہر واسطے اللہ تعالیٰ کے، منہ میرا کعبہ شریف کی طرف پیچھے اس امام کے.....“ اگر نماز کوئی اور ہو تو اس کی وضاحت بصورت الفاظ ان کلمات نیت میں کی جاتی ہے۔ میں نے احادیث شریفہ میں ایک ایک حدیث کو چھان مارا مگر صحیح تو کیا ضعیف سے ضعیف حدیث میں بھی مجھے یہ الفاظ یا ان سے ملتے جلتے الفاظ نہیں ملے۔ نہ کسی صحابی کے عمل سے ثابت ہے کہ وہ نماز سے قبل اس قسم کے الفاظ میں نیت باندھا کرتے تھے، صرف ان دو باتوں ہی سے ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ کلمات نیت جو زبان سے ادا کیے جاتے ہیں وہ سراسر بدعت ہیں اور یہ کلمات زبان سے ادا کرنے والے سو فیصد بدعتی اور غضب الہی کے مستحق ہیں۔ نیت درحقیقت دل کے ارادے کو کہتے ہیں اور اسی کے بارے میں حق تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّهُ عَلَيْهِمُ بَدَائَاتِ الصُّدُورِ﴾ [سورة الملک : ۱۲] ”بے شک وہ سینوں میں چھپی باتوں کو جانتا ہے۔“ جب یہ واضح ہے کہ وہ ہماری نیتوں سے باخبر ہے تو پھر ان کلمات کی ادائیگی عبث اور بے فائدہ ہے۔ اسی باعث رسول اللہ ﷺ نے نہ تو خود کبھی زبان مبارک سے اس قسم کے کلمات نیت ادا کیے اور نہ آپ نے اپنے پیروکاروں کو ایسی کوئی تعلیم دی۔

نماز کی اس نیت کی مانند ان نام نہاد اہل سنت نے ایک خود ساختہ روزے کی نیت بھی بنالی ہے جو نہ تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور نہ کسی صحابی کے قول سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ الفاظ نیت یہ ہیں ”وَبَصُومٍ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرٍ رَمَضَانَ“ ان کلمات کو بدعت کہنے میں مجھے کوئی باک نہیں، اس لیے کہ یہ خود ساختہ کلمات ہیں۔ فصیح العرب ﷺ کی زبان مبارک سے ایسی گلابی عربی نہ تو کبھی سنی گئی اور نہ باسند صحیح و حسن نقل کی گئی۔

کچھ لوگ وضو کے موقع پر یہ کہتے سنے گئے ہیں کہ ”میں نیت کرتا ہوں واسطے نماز فلاں فلاں کے“ الغرض یہ تمام نیتوں کے کلمات مسنون نہیں ہیں، انھیں ان جاہلوں نے ایجاد کیا ہے جو عرف عام میں صوفیاء کہلاتے ہیں۔ وجہ ایجاد بدعت یہ ہے کہ صحیح حدیث میں ہے: ﴿إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ﴾ [بخاری، کتاب الإیمان، باب ما جاء أن الأعمال بالنية والحسبة: ۵۴] یعنی ”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔“ لہذا ہر عمل سے پہلے اس کی نیت کرنا واجب ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر تقاضائے حدیث یہی ہے تو صاحب حدیث نے ایسا عمل پیش کیوں نہیں کیا۔ حدیث شریف کے



معنی یہ ہیں کہ زبان سے اور ظاہری عمل سے جو کچھ کہا جائے اور کیا جائے وہ عند اللہ ماجور نہیں بلکہ ارادۂ قلب بوقت عمل باعث اجر و ثواب ہے نہ کہ قول زبان۔ پس اس حدیث سے بھی اس امر کی تردید ثابت ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔

### سلسلہ ہائے طریقت:

یہ حکایت بھی ہمارے برصغیر میں بہت مشہور ہے کہ شریعت اور طریقت دونوں سے مل کر اسلام بنتا ہے، گویا اسلام نہ ہوا بھان متی کا کنبہ ہوا کہ شریعت میں چار امام مقلدوں کے اور بارہ امام رافضیوں کے جب تک شامل نہ ہوں شریعت ادھوری ہے۔ اصطلاح میں شریعت اور طریقت تقریباً ہم معنی اور مترادف الفاظ ہیں مگر مذہبی جنغادریوں نے ان دونوں کو جدا جدا کر دیا ہے۔ تقلید کے باب میں شریعت کے ناخداؤں کا ذکر آگے آئے گا۔ اس باب میں طریقت سے اور اس کے سلسلوں سے متعلق عرض کرنا مقصود ہے۔ اس وقت جو سلسلے ہمارے درمیان پائے جاتے ہیں ان میں سے چند مشہور سلسلوں کے نام یہ ہیں: نقش بندی، چشتی، قادری، سہروردی، نظامی، گولڑی، رضوی، اشرفی، قلندری، کچھوچھوی، صابری، گونڈلوی، الوری، راشدی، وارثی، واسطی، براری وغیرہ وغیرہ۔

ان سلسلوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ ان سلسلوں میں شامل ہونا اور کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کر کے مدارج روحانیت کا طے کرنا سنت ہے لیکن قرآن اور حدیث میں اس بات کا کوئی اشارہ تک نہیں ملتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کوئی حکم فرمایا ہو۔ کہا جاتا ہے ان تمام روحانی سلسلوں کی انتہا سیدنا علیؑ کی ذات گرامی پر ہوتی ہے مگر احادیث شریفہ سے اس کا ثبوت بھی نہیں ملتا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تمام سلسلے بدعتی سلسلے ہیں، ان کے امام اور خلیفہ وغیرہ سب کے سب کچے بدعتی اور گمراہ لوگ ہیں۔ یہ سلسلے اولیاء اللہ سے بھی ثابت نہیں ہیں۔ مثلاً قادری سلسلہ کا کوئی ثبوت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے اور آپ کی سوانح مبارکہ سے نہیں ملتا۔ یہی حال دوسرے سلسلوں کا ہے۔ باقی جو روایات ہیں وہ سب جھوٹی ہیں اور حقیقت سے کوسوں دور۔ ان سلسلوں کے ذریعے بدعت کی تعلیم دی جاتی ہے، تو الیاں اور گانے وغیرہ کی تعلیم ساز و آواز کے ساتھ اس کے علاوہ ہے۔ جس خانقاہی سلسلہ میں یہ سلسلہ ہائے طریقت پھل پھول رہے ہیں یہ بھی ایک لعنت اور بدعت ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے امتیوں کی تعلیم

کے لیے خانقاہ نہیں بلکہ مسجد تعمیر فرمائی تھی، اسلام میں اصل مرکز مسجد ہے مگر خانقاہی سلسلوں نے عوام کو مساجد سے دور اور مقبروں سے قریب کر دیا ہے۔

برادرانِ اسلام!

یہ خانقاہی ڈاکو آپ کی دولت ایمانی پر شب و روز ڈاکے ڈال رہے ہیں، آپ کو اصل ایمان باللہ اور ایمان بالرسول سے دور کر کے شرک و بدعات کی ظلمتوں میں غرق کر رہے ہیں بلکہ ان میں سے کچھ دولت ایمانی پر ڈاکے ڈالنے کے ساتھ ساتھ دولت دنیاوی پر ہاتھ صاف کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ ابھی خانقاہ چشتیہ والے حاجی عثمان کو نہ بھولے ہوں گے جس نے الائنس موٹرز کے نام پر اہل کراچی کے اربوں روپے اپنے باپ کا مال سمجھ کر ہڑپ کر لیے۔ اب بھی اگر آپ نہ سمجھیں تو پھر اللہ ہی آپ کو سمجھائے اور آپ ان بدعتی پیروں اور ان کے سلسلوں سے جان چھڑائیں۔

تعویذ لٹکانا شرک ہے؟

۱۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ ”دم (شرکیہ الفاظ و منتر وغیرہ) تعویذ اور تولہ (محبت کا تعویذ) سب شرک ہے۔“ [أبو داؤد، کتاب الطب، باب تعلق التمام : ۳۸۸۳] بعض قسم کے دم جن میں شرکیہ الفاظ نہیں تھے نبی ﷺ نے ان کی رخصت دے دی مگر تعویذ گنڈے کی اجازت نہیں دی بلکہ اس کو شرک قرار دیا ہے اور اسی طرح تعویذ محبت وغیرہ کو بھی شرک فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے شرک کو ظلم عظیم فرمایا۔ (سورہ لقمان : ۱۳) اور فرمایا کہ شرک کرنے والے کو کبھی معاف نہیں کیا جائے گا، وہ ابدی جہنمی ہوگا۔ (سورہ النساء : ۴۸)

۲۔ عیسیٰ بن حمزہ فرماتے ہیں کہ میں سیدنا عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ کے پاس عیادت کے لیے گیا، وہ حمزہ (سرخ بخار) میں مبتلا تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ حمزہ کے لیے تعویذ کیوں نہیں لٹکا لیتے؟ انھوں نے کہا تعویذ سے اللہ کی پناہ، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے کوئی بھی چیز لٹکائی تو وہ آدمی اسی کے سپرد کر دیا جائے گا۔“ [ترمذی، کتاب الطب، باب ما جاء فی کراهیة التعلیق : ۲۰۷۲] معلوم ہوا کہ بلاؤں سے بچنے، بیماری دور کرنے، محبت و بغض

ڈالنے اور فتح حاصل کرنے وغیرہ کے لیے جو تعویذ استعمال کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو کر اس سے کچھ مطلب نہ رکھے گا اور اس شخص کو اس تعویذ گنڈے کے سپرد کر دے گا۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے تعویذ لکھ کر اس نے شرک کیا۔“ [مسند أحمد: ۴/۱

۱۵۶، ح: ۱۷۵۵۸۔ مستدرک حاکم: ۴/۲۱۹]

۴۔ وکیع سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے کسی آدمی کا تعویذ کاٹ دیا تو گویا اس نے ایک جان آزاد کرادی۔

۵۔ وکیع کہتے ہیں کہ ابراہیم نخعی مشہور تابعی (امام ابو حنیفہ کے استاد کے استاد) روایت کرتے ہیں: ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین عظام رضی اللہ عنہم ہر قسم کے تعویذوں کو ناجائز سمجھتے تھے۔ ان میں قرآن لکھا ہوتا یا غیر قرآن۔“

۶۔ قاضی ابوبکر فیصلہ فرماتے ہیں کہ قرآن کا لٹکانا سنت کا طریقہ نہیں ہے، سنت تو یہ ہے کہ قرآن سے نصیحت حاصل کی جائے، اسے لکھ کر لٹکانا یا نہ جائے۔ (عون المعبود: ۶۴)

۷۔ عروہ روایت کرتے ہیں کہ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ایک مریض کی عیادت کو گئے اور اس کے بازو پر انھوں نے دھاگا بندھا ہوا دیکھا تو اس کو کاٹ کر الگ کر دیا اور قرآن کی یہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے: ”لوگوں کی اکثریت اللہ کو مانتی ضرور ہے مگر اس کے ساتھ دوسروں کو شریک بھی ٹھہراتی ہے۔“ (یوسف: ۱۰۶) وکیع کی روایت میں اضافہ بھی ہے کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس مریض سے کہا: ”اگر تو اس حالت میں مر جائے کہ تیرے ہاتھ پر دھاگا بندھا ہوا ہو تو میں تیری نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا۔“ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۴۳۲)

معلوم ہوا کہ دھاگا، چینی، گھی، تیل، گھاس وغیرہ دم کرا کر استعمال کرنا، کھانا، لگانا، باندھنا سخت منع ہے۔

۸۔ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک صاحب کو ہاتھ میں پیتل کا کڑا پہنے ہوئے دیکھا، پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ پہننے والے نے جواب دیا کہ یہ داہنہ کی وجہ سے ہے (ہاتھ کی کمزوری اور بیماری دور کرنے کے لیے) نبی ﷺ نے رد فرمایا اور کہا: ”بلکہ یہ کڑا کمزوری اور بیماری کو اور بڑھائے گا اور اگر تو اسے پہنے ہوئے مر گیا تو کبھی کامیابی سے ہمکنار نہ ہوگا (یعنی جنت میں نہ جائے گا)۔“ [مسند أحمد: ۴/۴۴۵، ح: ۲۰۲۴۲۔

ابن حبان، ح : ۶۰۸۵۔ الحاکم : ۲۱۶/۴]

نبی ﷺ کا فرمان یہ ہے اور آج امت محمدیہ میں جدھر نگاہ ڈالیے کڑے ہی کڑے، چھلے ہی چھلے نظر آتے ہیں، بلاؤں اور جنات سے بچنے کے لیے لوہے کے ٹکڑے بچوں کے پاس اور اپنے پاس رکھتے ہیں۔

۹۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ جن بھوت اتارنے کے عمل کے بارے (تعویذات وغیرہ سے) آپ کا کیا حکم ہے؟ ارشاد فرمایا: ”یہ شیطانی عمل ہے۔“ [أبو داؤد، کتاب الطب، باب فی النشرة : ۳۸۶۸]

بسم اللہ کرنا:

بچوں کو قرآن مجید پڑھانا ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ اس لیے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ نے اسی مقصد کے لیے نازل فرمایا ہے کہ ہم بھی اسے پڑھیں اور ہماری اولادیں بھی اور سبھی اس پر احادیث شریفہ کی تشریحات و توضیحات کی روشنی میں عمل کریں۔ ہمارے نام نہاد سنی احباب نے یہاں بھی ایک تقریب اور ایک بدعت ”بسم اللہ“ کے نام سے ایجاد کر رکھی ہے۔ وہ یہ کہ جب بچہ چار سال چار ماہ اور چار دن کا ہو جائے تو اس کی ”بسم اللہ“ کی جاتی ہے۔ کچھ فیشن ایبل گھرانوں میں سال و ماہ کا خیال نہیں رکھا جاتا لیکن نام نہاد سنی حضرات کے دیندار گھرانوں میں سال و ماہ و ایام کا نہایت شدت سے خیال رکھا جاتا ہے۔ بسم اللہ کی تقریب میں شرکت کرنا ثواب دارین کا حاصل کرنا ہوتا ہے، یہی دعوت ناموں پر لکھا جاتا ہے۔ کوئی مشہور قاری یا مولوی آکر بچے یا بچی کو بسم اللہ شریف پڑھاتا ہے اور ساتھ میں کوئی ایک آدھ آیت یا چھوٹی سی کوئی سورت پڑھاتا ہے پھر مبارک سلامت کا شور اور میلاد وغیرہ شروع ہو جاتی ہے۔ میں نے احادیث کی تمام کتابیں اور تاریخ کی بھی تمام ہی کتابیں تقریباً دیکھ ڈالیں مگر مجھے کہیں بھی یہ نظر نہیں آیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بڑے نواسے سیدنا علی بن زینب رضی اللہ عنہما اور نواسی امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہما کی بسم اللہ کروائی ہو، یا اپنی منجھلی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبد اللہ بن عثمان رضی اللہ عنہما کی بسم اللہ کروائی ہو، یا آپ ﷺ کی تیسری صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بڑے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ، بڑی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور چھوٹے بیٹے حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ جو آپ ﷺ کے نواسے نواسیاں تھے ان

کی بسم اللہ کروائی ہو۔ اسی طرح نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے تو پھر ہم کون ہوتے ہیں اپنی جانب سے بسم اللہ کی بدعت ایجاد کرنے والے۔

برادران اسلام!

یا تو صاف صاف کہہ دیں کہ ہم شریعت خود بناتے ہیں یا پھر ان بدعات کو پاؤں کی ٹھوک پر رکھ دیں اور صرف وہی کریں جس کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے۔

آمین:

ایک آمین تو وہ جسے اگر امام کے پیچھے کوئی با آواز بلند کہہ دے تو لوگ اسے مارنے پر تیار ہو جاتے ہیں، حالانکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ یہ آمین کہنا سنت رسول اللہ ﷺ اور سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہے لیکن جس آمین کا ثبوت نہ رسول اللہ ﷺ سے ملتا ہے نہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اسے ہمارے نام نہاد سنیوں نے اپنے دل سے لگا رکھا ہے، وہ یہ کہ جب بچہ قرآن مجید پورا پڑھ لیتا ہے تو کوئی قاری یا مولوی بلوایا جاتا ہے، اہتمام تقریب ہوتا ہے، پھر قاری یا مولوی بچے کو سورہ فاتحہ پڑھاتا ہے جس کے آخر میں بچہ آمین کہتا ہے، اس طرح یہ محفل ثواب دارین انعقاد پذیر ہوتی ہے، اس محفل میں بھی بسا اوقات اہتمام میلاد شریف ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ایک طریقہ یہ بھی جاہل گھرانوں میں ہے کہ لڑکی کی آمین اس کی شادی کے موقع پر کی جاتی ہے، قرآن ختم کرنے کے بعد نہیں کی جاتی، عین رخصتی کے موقع پر لڑکی کی استانی بلائی جاتی ہے، وہ لڑکی کو سورہ فاتحہ پڑھاتی ہے اور آخر میں لڑکی آمین کہہ دیتی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ دونوں طریقے جہلاء اور پیٹھ کے پجاریوں کے ایجاد کردہ ہیں، نہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی اولاد کی آمین کی نہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی تعلیم دی، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسے عمل ایجاد کیے، نہ مقلدوں کے خود ساختہ اماموں سے ایسے احکام ثابت ہیں، پھر کون ہے جس نے یہ ساری خرافات دین کے نام پر ایجاد کی ہیں؟

میرے دوستو!

یہ شیطان اور اس کے چیلوں کی ایجاد کردہ اور انھی کی پھیلائی ہوئی ہیں، کیا ان پر عمل کرنا شیطان کی فرماں برداری کرنا نہیں ہے؟

## روزہ کشائی:

روزہ رکھنا ہر عاقل و بالغ مسلمان پر فرض ہے لیکن فسادات کے اس دور میں یہ عبادت بھی اب ریاکاری میں بدلتی جا رہی ہے۔ اپنی دولت اور شان و شوکت کے اظہار کے لیے دین کے نام پر لوگوں نے جو نئی نئی رسومات اور بدعات نکالی ہیں ان میں سے ایک روزہ کشائی بھی ہے، جس کی تقریب بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔ روزہ کشائی کرنے والے اپنے زعمِ باطل میں بہت بڑی نیکی کرتے ہیں، اس لیے آنے والے مہمان روزہ رکھنے والے بچے کے لیے تحفے تحائف وغیرہ لاتے ہیں، اس کے والدین کو ہار پہناتے ہیں اور مبارک باد دیتے ہیں کہ ماشاء اللہ آج ان کے بچے نے روزہ رکھا۔ ہماری گنہگار آنکھوں نے بارہا ان محافل میں یہ مشاہدہ کیا کہ مبارک باد دینے والے اور وصول کرنے والے زیادہ تر بے روزہ دار ہی ہوتے ہیں، علاوہ ازیں نمازوں سے تو بالکل بیگانے ہوتے ہیں الا ماشاء اللہ۔ سوال یہ ہے کہ جب بچی یا بچہ پہلا روزہ رکھے تو اس کے لیے ایسی تقاریب لازمی ہیں؟ کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات یہی ہیں؟ جب بچہ پہلی بار کلمہ پڑھتا ہے تو پھر کلمہ کشائی، جب پہلی بار مسجد جائے تو مسجد کشائی، جب پہلی بار نماز پڑھتا ہے تو نماز کشائی، جب پڑھائی شروع کرتا ہے تو تعلیم کشائی، جب سکول جانا شروع کرتا ہے تو مدرسہ کشائی، جب پہلی بار زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو زکوٰۃ کشائی، جب پہلی بار جہاد کرتا ہے تو جہاد کشائی، جب پہلی بار عمرہ کرتا ہے تو عمرہ کشائی، جب پہلی بار حج کرتا ہے تو حج کشائی کیوں نہیں کی جاتی ہیں؟ کیا یہ کشائی صرف روزے ہی کے ساتھ لازم و ملزوم ہے؟ اگر ہے تو کرنے والے قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت دیں، ورنہ اسے بدعت سمجھتے ہوئے فوراً ترک کر دیں۔

## فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا:

جب بھی امام فرض نماز سے سلام پھیر کر فارغ ہوتا ہے تو وہ اکثر تمام نمازی مل کر دعا کرتے ہیں، امام دعا پڑھتا جاتا ہے اور مقتدی آمین آمین کہتے رہتے ہیں۔ یہ بات تقریباً تمام ہی مساجد میں نظر آتی ہے لیکن اس کا خصوصی اہتمام نام نہاد اہل سنت بالا استمرار اور بالمشدد کرتے ہیں۔

گو یا اگر اجتماعی دعائے نہ ہو تو ان کی نماز نہیں ہوتی۔ میں کہتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد عادت بنا کر اجتماعی دعا معمولات نبی ﷺ میں شامل نہیں ہے۔ نماز کے بعد اذکار مسنونہ تو البتہ احادیث سے ثابت ہیں جنہیں اجتماعی دعا پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، اس لیے یہ بات کہنے میں مجھے کوئی باک نہیں کہ روزانہ ہر نماز کے بعد اجتماعی دعا ایک بدعت اور اس کے مرتکب بدعتی ہیں، خواہ ان کا تعلق کسی بھی مکتبہ فکر سے ہو۔ اجتماعی دعا کے بارے میں چند لوگ احادیث ضعیفہ سے دلیل پکڑتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ان احادیث کی بنیاد پر کبھی کبھی اجتماعی دعا مانگی جاسکتی ہے، اسے بدعت نہیں کہا جاسکتا۔ اس لیے ان احادیث ضعیفہ سے کبھی کبھی اجتماعی دعا کا ثبوت ملتا ہے لیکن استمرار کا ثبوت نہیں ملتا اور میرا کہنا بھی یہی ہے کہ اجتماعی دعا پر ہمیشگی یعنی استمرار کرنا ہی بدعت ہے نہ کہ فی الذات اجتماعی دعا بدعت ہے۔

چھ کلمے پڑھنا اور پڑھانا:

نام نہاد سنی اپنے مدارس میں بچوں کو چھ کلموں کی تعلیم دیتے ہیں اور انہیں یہ چھ کلمے یاد کراتے ہیں۔ اول کلمہ طیب، دوسرا کلمہ شہادت، تیسرا کلمہ تہجد، چوتھا کلمہ توحید، پانچواں کلمہ استغفار اور چھٹا کلمہ رد کفر۔ نام نہاد سنی ان کلموں پر بڑا زور دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جس مسلمان کو یہ چھ کلمے یاد نہیں یا اس کا ان چھ کلموں پر ایمان نہیں اس کا یا تو ایمان نہیں یا پھر اس شخص کو کامل الایمان نہیں سمجھا جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ ان چھ کلموں کی یہ خاص ترتیب و ترکیب کی ایجاد، ان کی لازمی تعلیم اور ایمان کا لازمی جزو سمجھ کر یاد کرنا بدعت ہے۔ کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ اللہ کے رسول جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے ان چھ کلموں کی اس طرح سے تعلیم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دی ہو۔ یہ چھ کلمے اس ترتیب سے اپنے ان ناموں سمیت کسی بھی حدیث میں کی کتاب موجود نہیں۔

مردوں اور عورتوں کا جدا جدا طریقے سے نماز پڑھنا:

نام نہاد سنی جب نماز پڑھتے ہیں تو اپنے ہاتھ ناف کے نیچے باندھتے ہیں اور ان کی عورتیں اپنے ہاتھ سینے پر باندھتی ہیں۔ اسی طرح جب نام نہاد سنی مرد سجدہ کرتے ہیں تو ناک، پیشانی، ہتھیلیاں، گھٹنے اور قدموں کے کنارے یعنی انگلیاں زمین پر رکھتے ہیں اور بقیہ بدن کو زمین سے بلند رکھتے ہیں لیکن ان کی عورتیں جب سجدہ کرتی ہیں تو اعضائے سجدہ کو زمین پر رکھنے کے ساتھ

ساتھ بقیہ بدن کو زمین سے لگاتی ہیں اور بدن کو سکیڑ لیتی ہیں۔ نام نہاد سنی مرد اور عورتوں کی نماز میں یہ فرق بدعت ہے۔ اس لیے کہ نہ تو قرآن مجید میں ایسا کوئی حکم پایا جاتا ہے نہ احادیث شریفہ میں اس فرق کا ثبوت ملتا ہے، بلکہ احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت اور مرد کی نماز میں کوئی فرق نہیں سوائے لباس اور ستر پوشی کے۔ جن کے احکامات صاف الفاظ میں احادیث میں موجود ہیں۔ لہذا یہ بات ایک مضبوط دلیل کے طور پر کہی جاسکتی ہے کہ نام نہاد سنی مرد اور عورتوں کی نماز میں یہ فرق بدعت ہے اور اس فرق کے مطابق پڑھی جانے والی نماز خلاف سنت اور بدعت ہے نیز بدعت پر عمل پیرا لوگ بدعتی ہیں جن کی کوئی بھی عبادت عند اللہ ماجور و قبول نہیں۔

اگر آپ بدعات کی مکمل تفصیل معلوم کرنا چاہتے ہیں تو کتاب ”بدعات اور ان کا تعارف“ مصنفہ علامہ سعید بن عزیز یوسف زئی کا ضرور مطالعہ فرمائیں جو اردو بازار لاہور سے با آسانی دستیاب ہے۔ یہ کتاب ۱۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

لوگ آج کل عید میلاد النبی ﷺ بڑے زور شور سے مناتے ہیں، حالانکہ یہ ثابت نہیں ہے۔ مندرجہ ذیل نقشہ اسلام پنجاب (اسلام مکہ مدینہ نہیں) کی کچھ ضروری بدعات کے سن ایجاد بتاتا ہے۔ اب کچھ لوگوں نے ماہانہ محفل میلاد بھی منعقد کرنا شروع کر دی ہے، میرے سامنے اس وقت نوائے وقت لاہور مؤرخہ فروری ۲۰۰۵ء موجود ہے جس میں لکھا ہے کہ جامعہ مسجد قادریہ شیر ربانی میں ۱۷۳۱ میں ماہانہ محفل میلاد آج ہوگی۔ (اس سے پہلے ہم نے ماہانہ محفل میلاد کا وجود کبھی نہ سنا تھا)

### اسلام پنجاب کے ضروری ارکان

- | نمبر شمار | نام رکن  | سن ایجاد    | کیفیت                         |
|-----------|--|-------------|-------------------------------|
| ۱۔        | قیام مجلس میلاد النبی ﷺ  | ۶۰۴ھ        | تاریخ ابن خلکان میں ملاحظہ ہو |
| ۲۔        | گیارہویں شریف  | ۵۰۰ھ کے بعد |                               |
| ۳۔        | رسول اللہ ﷺ کو بشر کہنے والے کافر ہیں، یہ عقیدہ چودھویں صدی ہجری کی ایجاد معلوم ہوتی ہے۔   |             |                               |
|           | یاد رہے رسول اللہ ﷺ دس ہجری میں فوت ہوئے، ابوحنیفہ <small>رضی اللہ عنہ</small> ایک سو پچاس ہجری میں فوت ہوئے اور شیخ عبدالقادر جیلانی ۵۶۱ ہجری میں فوت ہوئے۔ |             |                               |



### حاصل بحث سنت و بدعت:

بدعت میں مبتلا ہونے کے بعد قلب کی نورانیت و صلاحیت زائل ہو جاتی ہے۔ آدمی حق و باطل (قرآن و حدیث اور بدعت) کی تمیز کھو بیٹھتا ہے۔ اس کی مثال اس اناڑی کی سی ہو جاتی ہے جس کو کسی نوسر باز نے روپیہ بڑھانے کا جھانسا دے کر اس سے اصلی نوٹ (قرآن و حدیث) چھین لیے ہوں اور جعلی نوٹوں (بدعات) کی گڈی اس کے ہاتھ میں تھما دی ہو۔ وہ احمق خوش ہے کہ اسے ایک کے بدلے میں سول گئے مگر یہ خوشی اسی وقت تک ہے جب تک وہ انھیں لے کر بازار کا رخ نہیں کرتا۔ بازار جاتے ہی اس کو نہ صرف کاغذ کے ان بے قیمت پرزوں کی حقیقت معلوم ہو جائے گی بلکہ جعلی کرنسی کے الزام میں اسے ہتھکڑی بھی لگا دی جائے گی۔

خوب سمجھ لیجئے کہ آخرت کے بازار میں صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کی سنت کا سکہ چلے گا اور جن لوگوں نے بدعتوں کی جعلی کرنسیوں کے انبار لگا رکھے ہیں وہاں ان کی قیمت ایک کوڑی بھی نہ ہوگی، بلکہ سرکاری مہر والے سکہ محمدی کے مقابلے میں غیر سرکاری مہر والی جعلی کرنسی بنانے اور رکھنے کے الزام میں پابند سلاسل (دوزخ) کر دیے جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ کتب احادیث کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سختی سے سنت کے پابند تھے اور ہر نئی چیز سے سخت متنفر تھے۔

### صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چند واقعات:

ایک دیہاتی صحابی رسول کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ”مجھے ایسا عمل بتائیے کہ میں اس کو کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔“ تو آپ ﷺ نے ارکان خمسہ کی تعلیم دی۔ سننے پر اس نے کہا: ”قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نہ اس سے زیادہ کروں گا اور نہ اس سے کم۔“ جب وہ واپس ہوا تو رسول کائنات ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ جنت والوں میں سے کسی آدمی کو دیکھے تو اس کو دیکھ لے۔“ [بخاری، کتاب الزکاة، باب وجوب الزکاة: ۱۳۹۷] اس سے معلوم ہوا کہ احکام دینی کو بلا کم و کاست قائم رکھ کر عمل کرنا بڑی سعادت اور وسیلہ نجات ہے اور ان میں ذاتی تصرف یا تحریف کرنا بڑی شقاوت اور عذاب ابدی کا ذریعہ ہے، اسی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اتباع نبوی ﷺ کا پورا خیال اور کامل اہتمام تھا۔ چنانچہ فرائض و واجبات وغیرہ امور عظیمہ کا تو ذکر ہی کیا ہے خفیف خفیف باتوں بلکہ امور اتفاقیہ میں

- بھی مخالفت روا نہ رکھتے تھے، جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے:
- ۱۔ آپ ﷺ نے ایک خاص ضرورت سے انگوٹھی بنوائی اور پہنی تو سب نے انگوٹھیاں بنوائیں اور پہن لیں۔ جب آپ ﷺ نے اس کو اتار کر پھینک دیا تو سب نے اتار کر پھینک دیں۔ [بخاری، کتاب اللباس، باب من جعل فص الخاتم فی بطن کفه : ۵۸۷۶]
  - ۲۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نعلین پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے تو آپ ﷺ نے نماز کے دوران کسی ضرورت سے نعلین اتار دیے تو صحابہ نے بھی آپ کو اتارتے دیکھ کر اتار دیے۔ [ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب الصلاة فی النعل : ۶۵۰]
  - ۳۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے رسول کائنات ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ کے قمیص کا بٹن کھلا ہوا تھا تو انھوں نے عمر بھر بٹن کھلا رکھا۔ [ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی حل الأزار : ۴۰۸۲]
  - ۴۔ ایک دفعہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر بنے، وجہ دریافت کرنے پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس جگہ گھوڑے پر سوار ہو کر اسی طرح ہنستے دیکھا۔“ [مسند أحمد : ۹۷/۱۔ المستدرک للحاکم : ۹۹، ۹۸/۲، صحیح ابن حبان، ح : ۲۶۹۸۔ ترمذی، ح : ۳۴۴۶۔ سنن أبی داؤد : ۲۶۰۲]
  - ۵۔ ایک مرتبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے وضو کے بعد کھڑے ہو کر پانی پیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا جیسا میں نے کیا۔ [نسائی، کتاب الطہارۃ، باب صفة الوضوء : ۹۵]
  - ۶۔ ایک سفر میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک مقام پر راہ سے ہٹ کر چلنے لگے، ان سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔“ [سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب کراهیۃ الغناء والزمر : ۴۹۲۴]
  - ۷۔ اسی طرح نافع کہتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے آثار کی اتباع کرتے تھے اور جہاں کہیں آپ ﷺ سفر میں اترے تھے وہیں اترتے تھے۔ آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے اترے تھے تو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس درخت کی آبیاری کرتے تھے، تاکہ سوکھ نہ جائے اور اسی درخت کے نیچے جا کر قبولہ کرتے اور خبر دیتے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ [صحیح ابن حبان، ح : ۷۰۷۴]

۸۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے تھے میں نے تو اس کٹورے سے رسول اللہ ﷺ کو اتنی اتنی بار سے زیادہ پلایا ہے۔ عاصم نے کہا ابن سیرین کہتے تھے اس کٹورے میں ایک کنڈالو ہے کا لگا تھا سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اس کے بدلے سونے یا چاندی کا کنڈا لگا دیں۔ سیدنا ابوطلمحہ رضی اللہ عنہ نے ان کو سمجھایا کہ رسول اللہ ﷺ کی کوئی چیز مت بدل۔ تب انس رضی اللہ عنہ نے اسی طرح رہنے دیا۔

[بخاری، کتاب الأشربة، باب الشرب من قدح النبی ﷺ و آئنتہ : ۵۶۳۸، ۳۱۰۹]

۹۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تو اپنی سونے کی جگہ آئے تو نماز کا سا وضو کر پھر داہنی کروٹ لیٹ اور یہ دعا پڑھ (ترجمہ): ”یا اللہ! میں نے اپنی جان تیرے سپرد کر دی اور اپنا سارا کام بھی تجھ کو سونپ دیا اور تجھی پر میں نے تیرے عذاب سے ڈر کر اور تیرے ثواب کی امید کر کے بھروسہ کیا، تجھ سے بھاگ کر کہیں پناہ یا چھٹکارے کی جگہ تیرے سوا نہیں ہے، میں اس کتاب پر جو تو نے اتاری، ایمان لایا اور نبی (محمد ﷺ) پر جن کو تو نے بھیجا۔“ آپ نے فرمایا: ”جو شخص اس دعا کو پڑھ کر سو جائے اور پھر مر جائے تو اسلام پر مرے گا اور ایسا کر کہ یہ دعا سب باتوں کے اخیر میں پڑھ۔“ براء نے کہا: ”اے اللہ کے رسول (ﷺ)! میں اس کو یاد کر لوں، انھوں نے پڑھا تو یوں کہا: « وَبَرَسُؤْلِكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ » آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں یوں پڑھ « وَبَنَيْبِكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ » [بخاری، کتاب الوضوء، باب فضل من بات علی الوضوء : ۲۴۷] کیونکہ آپ ﷺ نے یہی الفاظ سکھائے تھے۔

۱۰۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے ایک آدمی کو چھینک آئی تو اس نے: ”الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَي رَسُوْلِ اللَّهِ“ کہا یہ سن کر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے: میں بھی ”الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَي رَسُوْلِ اللَّهِ“ کہہ سکتا ہوں مگر رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر ہمیں یہ تعلیم نہیں دی، بلکہ فرمایا کہ ”چھینک آنے پر“ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَي كُلِّ حَالٍ“ پڑھا جائے۔ [ترمذی،

کتاب الأدب، باب ما يقول العاطس إذا عطس : ۲۷۳۸۔ مستدرک حاکم : ۶۲۵/۴، ۲۶۶]

ثابت ہوا کہ رسول کائنات ﷺ کے بتائے ہوئے الفاظ میں ایک لفظ بھی بدلنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ دین کے معاملہ میں آپ کے منہ مبارک سے نکلی ہوئی بات وحی ہے اور وحی میں رد و بدل نہیں ہو سکتا۔

حدیث نبوی ﷺ میں ارشاد ہے: ”میں حوض کوثر پر تم سے پہلے موجود ہوں گا، جو شخص میرے پاس آئے گا وہ اس کا پانی پیے گا اور جو ایک بار پی لے گا پھر اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ کچھ لوگ میرے پاس وہاں آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا (کیونکہ جہاں جہاں وضو کا پانی لگے گا وہ اعضا قیامت کے دن چمکتے ہوں گے اور حدیث کے مطابق یہ کسی اور امت کی خصوصیت نہ ہوگی) اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو قیامت کے دن حوض کوثر دینے کا قرآن میں وعدہ فرمایا) مگر میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ پیدا کر دی جائے گی، میں کہوں گا: ”یہ تو میرے امتی ہیں۔“ مجھے جواب ملے گا کہ آپ (ﷺ) نہیں جانتے، انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ یہ جواب سن کر میں کہوں گا: ”دور ہوں، دور ہوں وہ لوگ جنھوں نے میرے بعد میرا طریقہ بدل ڈالا۔“ [بخاری کتاب الرقاق، باب فی الحوض: ۶۵۸۳، ۶۵۸۴]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی سنت چھوڑ کر دین میں نئی نئی بدعتیں ایجاد کر لی ہیں وہ قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کے حوض کوثر سے محروم رہیں گے۔ ذرا سوچئے! کیا اس سے بڑی محرومی کوئی ہو سکتی ہے، حالانکہ وہ نمازی ہوں گے۔



تیسرا باب

# تقلید ائمہ اربعہ



فصل اول: اصل امام کون؟

فصل دوم: ردِ تقلید

فصل سوم: تقلید کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ

فصل چہارم: فقہ حنفی کی حقیقت

فصل پنجم: مشرکین مکہ اور آج کے کچھ کلمہ گو

• توحید و شرک

• اہل سنت و الجماعت کون...؟

• تقلید ائمہ اربعہ

• چند اہم امور کی وضاحت

• شیعیت اور مرزائیت

• منہزقات

رسول ہی وہ ہستی ہے جس کو اپنے تمام اختلافات میں  
فیصلہ کرنے والا ماننا اور اس کے فیصلہ کو بلا چون و چرا تسلیم کرنا  
حقیقی ایمان ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِي مَا  
شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا  
قَضَيْتَ وَيَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

(النساء: ۶۵)

”اے رسول! آپ کے رب کی قسم! لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو  
سکتے جب تک اپنے تمام اختلافات میں آپ کا فیصلہ نہ مان لیں اور جو  
فیصلہ آپ کریں اس سے کسی قسم کی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ اس کو برضا و  
رغبت تسلیم کر لیں۔“

## فصل اول

## اصل امام کون؟

امام سے مراد وہ امام نہیں جو نماز پڑھاتا ہو، امام سے مراد وہ امام نہیں جو کسی فن میں مہارت رکھنے کی وجہ سے اس فن میں امام کہلاتا ہو، امام سے مراد وہ امام نہیں جو امیر یا حکمران ہو، امام سے مراد وہ امام بھی نہیں جو کسی نیکی میں پہل کرنے کی وجہ سے دوسروں کے لیے پیش رو بن جائے..... بلکہ امام سے مراد وہ امام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے منصب امامت پر سرفراز فرمایا ہو۔ جس کا ہر حکم واجب الاتباع ہو، جس کا ہر فقرہ ضابطہ حیات ہو، جس کا ہر فعل مشعل ہدایت ہو، جس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو، جس کی امامت عارضی نہ ہو بلکہ قیامت تک کے لیے دائمی ہو اور جو معصوم ہو، جس سے دینی بات میں غلطی کا صدور ناممکن ہو اور جس کی ہر دینی بات وحی ہو۔

حاکم صرف ایک ہے یعنی اللہ تعالیٰ، اس کے بندوں پر صرف اسی کا حکم چلتا ہے، دوسروں کا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم ہر بندے کے پاس براہ راست نہیں پہنچتا بلکہ وہ اپنے بندوں میں سے کسی ایک بندے کو منتخب کر لیتا ہے اور اس بندے کو اپنے تمام احکام سے مطلع فرماتا ہے۔ وہ بندہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام سے دوسروں کو مطلع کر دیتا ہے۔ ایسے بندے کو نبی یا رسول کہتے ہیں۔

## اطاعت رسول دراصل اطاعت الہی:

رسول بندوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہوتا ہے۔ اسی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوتی ہے۔ اس کی اطاعت عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے: ”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت کی۔“ (نساء: ۸۰)

رسول خود اپنی اطاعت نہیں کراتا بلکہ اس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی جاتی ہے۔ اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ [نساء: ۶۴] ”کوئی رسول ہم نے نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔“

کیونکہ اطاعت (جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں) صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، لہذا بغیر اس کے حکم یا اجازت کے کسی دوسرے کی اطاعت نہیں کی جاسکتی۔ اگر کوئی شخص بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم یا اجازت کے دوسرے کی اطاعت کرتا ہے تو گویا اس نے اس دوسرے شخص کو اطاعت میں اللہ تعالیٰ کا شریک بنا لیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے کہ اپنے کسی بندے کی اطاعت کو انسانوں پر فرض قرار دے دے۔ اگر بندے خود کسی کو اطاعت کے لیے منتخب کر لیں تو گویا وہ خود اللہ بن بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ کے حق عطاء رسالت پر خود قابض ہو گئے اور یہ شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ [الأنعام: ۱۲۴]

”اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کس کو عطا فرمائے۔“

امام بنانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے:

لہذا وہ جس کسی کو رسالت عطا فرماتا ہے اسے بنی نوع انسان کا امام و مطاع بنا دیتا ہے، امام بنانا لوگوں کا کام نہیں۔ جو لوگ رسول ﷺ کے علاوہ دوسروں کو اپنا مطاع اور امام بنا لیں پھر انہی کی اطاعت کریں، انہی کے فتوؤں کو سند آخر سمجھیں، وہ شرک فی الحکم کے مرتکب ہوں گے۔ صرف رسول ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام انسانوں کے لیے امام بنا کر بھیجا جاتا ہے۔ رسول کو رسالت یا امامت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا﴾ [البقرة: ۱۲۴]

”(اے ابراہیم!) میں تمہیں لوگوں کے لیے امام بنا رہا ہوں۔“

ابراہیم علیہ السلام جانتے تھے کہ امام بنانا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے، لہذا وہ دعا فرماتے ہیں:

﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِي﴾ [البقرة: ۱۲۴]

”اے اللہ! میری اولاد میں سے بھی (امام بنانا)۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا يَتَّالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ [البقرة: ۱۲۴]



”ہاں! بناؤں گا لیکن یہ وعدہ گنہگاروں کے لیے نہیں ہوگا۔“

آیت بالا سے ثابت ہوا کہ امام بنانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے نہ کہ انسانوں کا۔ دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ امام گنہگار نہیں ہوتا بلکہ معصوم ہوتا ہے، لہذا جو معصوم ہوگا وہی امام ہوگا۔ جو معصوم نہیں وہ امام بھی نہیں اور معصوم سوائے نبی کے اور کوئی نہیں ہوتا، لہذا سوائے نبی کے اور کوئی امام نہیں ہو سکتا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور چند اور رسولوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَجَعَلْنَاهُمْ آيَةً يُهَدُونَ يَا مُرْسَلَاتِنَا أَذْهَبْنَا إِلَيْهِمُ فَعَلُوا الْخَيْرَاتِ﴾ [الأنبياء: ۷۳]

”ہم نے ان رسولوں کو امام بنایا تھا، وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ہم نے ان کو نیک کام کرنے کی وحی کی تھی۔“

اس آیت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے بہت سے نبیوں کا ذکر فرمایا ہے اور ان کے امام بنائے جانے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ان آیات سے ثابت ہوا کہ امام بنانا اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ امام صرف رسول ہی ہوتے ہیں۔ رسول کے علاوہ اگر کسی دوسرے کو امام بنا لیا جائے تو یہ شرک فی الحکم ہے۔ رسول ہی حاکم ہوتا ہے:

رسول ہی وہ ہستی ہے جس کو اپنے تمام اختلافات میں فیصلہ کرنے والا ماننا اور اس کے فیصلہ کو بلا چون و چرا تسلیم کرنا حقیقی ایمان ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [النساء: ۶۵]

”اے رسول! آپ کے رب کی قسم! لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام اختلافات میں آپ کا فیصلہ نہ مان لیں اور جو فیصلہ آپ کریں اس سے کسی قسم کی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ اس کو برضا و رغبت تسلیم کر لیں۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام اختلافات میں رسول آخری سند ہیں۔ جو لوگ اپنے معاملات میں کسی غیر نبی کو سند مانتے ہیں، اس کے قول و فعل کو بلا چون و چرا اور بے دلیل تسلیم کرتے ہیں، وہ گویا اس کو نبی کا درجہ دے دیتے ہیں۔ آیت بالا کی رو سے ایسے لوگ مومن نہیں ہو سکتے۔

### اطاعتِ رسولِ باعثِ محبتِ الہی:

رسول ﷺ ہی وہ ہستی ہے جس کی پیروی کرنے سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

[آل عمران: ۳۱]

”(اے رسول!) کہہ دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو (میری پیروی کرو گے تو) اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اللہ معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔“

### اطاعتِ رسولِ سببِ ہدایت:

رسول ﷺ ہی وہ ہستی ہے جس کی اطاعت اور پیروی سے ہدایت ملتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَإِنْ تُطِيعُوا تَهْتَدُوا﴾ [النور: ۵۴]

”اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے، تو ہدایت یاب ہو جاؤ گے۔“

﴿وَاتَّبِعُوا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ [الأعراف: ۱۵۸]

”رسول کی پیروی کرو، تاکہ تمہیں ہدایت مل جائے۔“

کیا اللہ کی طرف سے ایسی سندیں رسول ﷺ کے علاوہ کسی اور کے حق میں بھی وارد ہوئی ہیں۔ اگر نہیں تو بے سند شخص کیسے امام ہو سکتا ہے اور کیسے اس کی اطاعت اور پیروی سے ہدایت مل سکتی ہے۔

### رسول شریعتِ الہی کا شارح:

رسول ہی وہ ہستی ہے جو اپنے منصب کے لحاظ سے اس بات کی حقدار ہے کہ وہ منزل من اللہ شریعت کی تشریح و توضیح کر سکے، کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ تشریح و توضیح کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾

[النحل: ۴۴]

”(اے رسول!) ہم نے یہ شریعت آپ پر (اس لیے) نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں

کے لیے نازل شدہ باتوں کی تشریح کر دیں اور لوگ (اپنی نجات کے متعلق) سوچ سکیں۔“

رسول کے قول و فعل کی مخالفت فتنہ عظیم:

رسول ﷺ ہی وہ ہستی ہے جس کے قول و فعل کی مخالفت کرنا فتنہ عظیم اور عذاب الیم کو دعوت دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قَالِيذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾

[النور: ۶۳]

”ان لوگوں کو جو رسول کے قول و فعل کے خلاف چلتے ہیں، ڈرتے رہنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں وہ کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائیں یا ان پر کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے۔“

رسول کی زندگی اسوۂ حسنہ:

رسول ﷺ ہی وہ ہستی ہے جس کا طریقہ تمام مسلمانوں کے لیے ضابطہ حیات ہے، یہی وہ نمونہ ہے جس کے مطابق بن کر لوگ اللہ تعالیٰ سے کوئی امید رکھ سکتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ

اللَّهُ كَثِيرًا ﴾ [الأحزاب: ۲۱]

”بے شک تمہارے لیے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے، اس شخص کے لیے جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو۔“

یہ نمونہ اللہ تعالیٰ نے بھیجا، اللہ کے نمونہ کے علاوہ دوسرے نمونے بنانا خود کو اللہ تعالیٰ کے منصب پر فائز کرنا ہے اور یہ شرک ہے۔ رسول ﷺ ہی وہ ہستی ہے جس کی ہر بات وحی الہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَمَا يَخْتَصِمُ عَنِ الْهُوَىٰ ۗ إِنَّ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴾ [النجم: ۴، ۳]

”رسول اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا، وہ جو کچھ کہتا ہے وحی ہوتی ہے۔“

کیا یہ سند کسی اور کو حاصل ہے، اگر نہیں تو پھر کسی دوسرے کی بات کیسے سند ہو سکتی ہے۔ رسول ﷺ ہی کی وہ ذات گرامی ہے جس کی ہر بات حق ہے، جو معصوم ہے، جو کبھی غلطی پر قائم نہیں رہتا۔

ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّكَ عَلَىٰ الْحَقِّ الْمُبِينِ﴾ [النمل: ۷۹]

”(اے رسول!) بے شک آپ درخشاں حق پر قائم ہیں۔“

کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سند کسی اور کو ملی ہے، اگر نہیں ملی تو وہ امام کیسے ہو سکتا ہے؟ امام وہی ہو سکتا ہے، جس کی ہر بات حق ہو۔

رسول ﷺ ہی وہ سراج منیر اور روشن چراغ ہے جس کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کا مطالعہ ہو سکتا ہے۔ اگر یہ روشن چراغ نہ ہو تو پھر تاریکی میں نہ شریعت الہی کا مطالعہ ہو سکتا ہے نہ صراطِ مستقیم مل سکتی ہے۔ ظلمت میں سوائے ضلالت کے اور کیا مل سکتا ہے۔ انسانوں میں رسول ﷺ ہی وہ ہستی ہے جس کا فیصلہ مل جانے کے بعد کسی مومن کو اختیار باقی نہیں رہتا کہ وہ اس معاملہ میں خود کوئی رائے دے یا کسی دوسرے کی رائے لے۔ مومن کو رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ ہی پر عمل کرنا ہوگا اور بس۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَلَا الْمُؤْمِنَاتِ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونُوا لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ صُلْبًا مَبِينًا﴾ [الأحزاب: ۳۶]

”مومن مرد اور عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ جب اللہ اور رسول کسی معاملہ میں فیصلہ صادر فرمادیں تو پھر بھی انھیں اس معاملہ میں کسی قسم کا اختیار باقی رہے (کہ اس فیصلہ کے مطابق کریں یا نہ کریں) اور جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا۔“

کیا یہ حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی اور انسان کو دیا گیا ہے، اگر نہیں دیا گیا تو پھر وہ امام کیسے ہو سکتا ہے، وہ واجب الاتباع کیسے ہو سکتا ہے؟ کسی مومن کو اختیار نہیں کہ رسول (ﷺ) کا فیصلہ سننے کے بعد کوئی اور بات کہے سوائے اس کے کہ ”میں نے سنا اور میں اطاعت کروں گا۔“ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۗ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [النور: ۵۱]

”جب مومنین کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ اللہ اور اس کا رسول ان کے درمیان فیصلہ کریں تو ان کا قول سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہونا چاہیے کہ ”ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی“ ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“

کیا یہ منصب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی اور کو عطا ہوا ہے؟ یقیناً نہیں اور جب یہ منصب کسی کو عطا نہیں ہوا تو پھر وہ واجب الاتباع کیسے ہو سکتا ہے، وہ امام کیسے ہو سکتا ہے؟

رسول ہی منبعِ ہدایت :

رسول اللہ ﷺ ہی کے متعلق اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ وہ سیدھے راستے پر ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿ اِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴾ [الزحرف: ۴۳]

”(اے رسول!) بے شک آپ (ﷺ) سیدھے راستے پر ہیں۔“

رسول ﷺ ہی کے متعلق اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ وہ سیدھے راستے کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوهُمْ لِي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴾ [المؤمنون: ۷۳]

”(اے رسول!) بے شک آپ سیدھے راستے کی طرف دعوت دیتے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ ہی کے متعلق اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ اس کی پیروی سے سیدھا راستہ مل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاَيُّعُونَ طَهْرًا صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴾ [الزحرف: ۶۱]

”(اے رسول!) کہہ دیجیے (میری پیروی کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔“

یہ آیات اس بات کی کھلی سند ہیں کہ رسول ﷺ صراطِ مستقیم پر ہیں، رسول ﷺ صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ رسول ﷺ کی پیروی صراطِ مستقیم ہے۔ بتائیے! یہ سندیں اور ضمانتیں کسی اور کے پاس ہیں۔ نہیں ہیں اور یقیناً نہیں ہیں تو پھر وہ امام کیسے ہو سکتے ہیں۔ ان کی بات آخری سند کیسے ہو سکتی ہے۔ ان کے فتوے اور قیاسات دین میں کس طرح شامل ہو سکتے ہیں۔

رسول ﷺ ہی وہ ہستی ہے جس کی ہر دعوت اور ہر پکار حیات جاوداں بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ ذوالجلال والاکرام فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾

[ الأنفال : ۲۴ ]

”اے ایمان والو! جب اللہ اور رسول تمہیں ایسی بات کی طرف بلائیں جو تمہارے لیے حیات بخش ہو تو فوراً ان کی بات قبول کر لیا کرو۔“

رسول کی نافرمانی باعث حسرت و ندامت :

رسول ﷺ ہی وہ ہستی ہے جس کی پیروی نہ کرنا میدانِ محشر میں باعث حسرت و ندامت ہو گا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

﴿وَيَوْمَ يَعِضُ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ لِيَلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا﴾

[ الفرقان : ۲۷ ]

”روزِ محشر گنہگار اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا اور کہے گا اے کاش! میں نے رسول کی پیروی کی ہوتی۔“

اتباعِ رسول باعثِ رحمت :

رسول اللہ ﷺ ہی وہ ہستی ہے جس کی پیروی سے رحمت ملتی ہے۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے :

﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَلْتُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ﴾ [ الأعراف : ۱۵۶، ۱۵۷ ]

”میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔ یہ رحمت میں ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں یعنی وہ لوگ جو رسول کی پیروی کرتے ہیں۔“

رسول صرف اللہ سے ڈرتا ہے :

رسول ہی وہ ہستی ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا، جو تقیہ نہیں کرتا، جو بے خوف و

خطر حق بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَ اللَّهَ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ﴾ [ الأحزاب : ۳۹ ]

”جو لوگ اللہ کی رسالت کو پہنچاتے ہیں اور اللہ ہی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے علاوہ کسی

سے نہیں ڈرتے (وہی آپ کے لیے نمونہ ہیں)۔“

بھلا جو لوگ غیر اللہ سے ڈرتے ہوں، تقیہ کرتے ہوں، تقیہ کر کے حق کو چھپاتے ہوں وہ کیسے معصوم ہو سکتے ہیں؟ ان کی ہر بات کیسے حق ہو سکتی ہے؟ وہ کیسے امام ہو سکتے ہیں؟ امام تو درحقیقت وہ ہو سکتا ہے جو بے خوف و خطر اللہ کے احکام کی تبلیغ کرے اور کسی ملامت کرنے والے، طعنہ دینے والے کی پروا نہ کرے بلکہ اپنے مخالفین کو چیلنج دے کہ تم سب مل کر جو کچھ میرے خلاف کرنا چاہتے ہو کر گزرو اور مجھے ذرا سی بھی مہلت نہ دو۔ سیدنا نوح علیہ السلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں:

﴿فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا

تُنظَرُونَ﴾ [یونس: ۷۱]

”تم اپنے تمام شرکاء کو جمع کرو پھر (میرے خلاف) جو کچھ کرنا چاہو سب مل کر اس کا فیصلہ کرو، تمہاری تدبیر کا کوئی گوشہ تم سے مخفی نہ رہ جائے۔ پھر میرے خلاف (جو چاہو) کر گزرو اور مجھے (ذرا سی بھی) مہلت نہ دو۔“

سیدنا ہود علیہ السلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں:

﴿فَلْيَدُّوْنِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنظَرُونَ﴾ [ہود: ۵۵]

”تم سب مل کر میرے خلاف جو تدبیر کرنا چاہو کر لو پھر مجھے (ذرا سی بھی) مہلت نہ دو۔“ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُوا فَلَا تُنظَرُونَ﴾ [الأعراف: ۱۹۵]

”(اے رسول!) آپ کہہ دیجیے کہ اپنے شریکوں کو بلاؤ اور (سب مل کر) میرے خلاف جو تدبیر کرنی چاہو کرو، پھر مجھے (ذرا سی بھی) مہلت نہ دو۔“

اس حکم الہی کی تعمیل میں رسول نے بھی اپنی قوم کو چیلنج دے دیا اور کسی قسم کا خوف نہیں کیا۔ الغرض رسولوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ وہ کسی سے نہیں ڈرتے۔ وہ بے خوف و خطر ہر مسئلہ بیان کرتے ہیں۔ خواہ مخالفین اس مسئلہ کو سن کر کتنے ہی غیظ و غضب میں آئیں۔ اگر رسول ایسا نہ کریں تو حق رسالت ادا نہیں ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ﴾ [المائدة: ۶۷]

”اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنی رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔“

رسولِ تقیہ نہیں کرتے:

جن علماء کو لوگوں نے خود امام بنا لیا ہے اور ان کی اطاعت کو واجب قرار دے لیا ہے ان کے ایمان کے ثبوت میں بھی ان کے پاس کوئی یقینی ذریعہ نہیں۔ ہم صرف ان کے ظاہری عقائد و اعمال کی بنا پر حسن ظن رکھتے ہیں کہ وہ مومن ہیں لیکن ان کے مومن ہونے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ان کی تمام باتیں صحیح ہی ہوں گی، وہ تقیہ نہیں کریں گے، خوف و مصلحت کی خاطر حق کو نہیں چھپائیں گے۔ نہ ہمارے پاس ان کے متعلق وحی الہی کی ایسی کوئی سند ہے، نہ خود ان اماموں کے پاس وحی الہی کی ایسی کوئی سند ہے، نہ ان کے پاس وحی آتی ہے کہ ان کو غلطی سے بچائے، تو پھر بتائیے کہ ایسی صورت میں وہ امام کیسے ہو سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾

[ محمد : ۳۳ ]

”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع مت کرو۔“

آیت بالا سے معلوم ہوا کہ اعمال کی قبولیت کا دار و مدار اطاعت رسول ﷺ پر ہے۔ تمام اعمال حسنہ جو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق نہ کیے جائیں باطل ہیں۔ کیا یہ حیثیت بھی کسی اور کو حاصل ہے۔ اگر نہیں تو وہ امام کیسے ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [ آل عمران : ۱۶۴ ]

”یقیناً اللہ نے مومنین پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انھی میں سے ایک رسول معبود کیا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنا رہا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔“

کیا ایسی سند اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی اور کو حاصل ہے، کیا کسی دوسرے کی اتباع سے تزکیہ نفس ہونا یقینی ہے، کیا کسی اور شخص کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اس نے کتاب و حکمت کا جو مفہوم بتایا ہے



وہ یقیناً صحیح ہے، اگر نہیں تو وہ امام کیسے ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ ﴾ [النساء: ۵۹]

”اگر تمہارا کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اس معاملہ میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔“

کیا آپس کے اختلافات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول (ﷺ) کے علاوہ بھی کسی اور کو آخری سند مقرر کیا گیا ہے۔ اگر نہیں تو پھر وہ امام کیسے ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ﴾ [النساء: ۱۰۵]

”(اے رسول!) ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے، تاکہ آپ لوگوں کے درمیان (اس طرح) فیصلہ کریں جس طرح اللہ آپ کو بتائے۔“

کیا کسی اور کے فیصلے بھی اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں صادر ہوتے ہیں، اگر نہیں تو ان کی بات کیسے سند ہو سکتی ہے؟

مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ صرف ایک ہی ہستی ایسی ہے جس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، جس کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے، جس کا طریقہ واجب الاتباع ہے، جس کی ہر بات وحی ہے، جو خود ہدایت پر ہے اور ہدایت کی طرف دعوت دیتا ہے، جس کی اطاعت و اتباع سے ہدایت ملتی ہے، جس کی پیروی سے ولایت ملتی ہے، جس کے پاس ان تمام باتوں کے لیے وحی الہی کی سند ہے اور وہ ہستی صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے، تو پھر بتائیے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کی اطاعت سے، کسی اور کو آخری سند یا امام بنانے سے سوائے نقصان کے اور کیا مل سکتا ہے۔ یہ نقصان دو قسم کا ہوگا: ایک شرک فی الحکم کا، دوسرا فرقہ بندی کا۔ شرک کسی قسم کا بھی ہو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا، لہذا اس سے بچنا بڑا ضروری ہے، ورنہ نجات ناممکن ہے۔ فرقہ بندی اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ صرف ایک متفق علیہ امام کو امام مانا جائے۔ ایسا امام سوائے رسول ﷺ کے اور کون ہو سکتا ہے۔ کوئی فرقہ ایسا نہیں جو رسول ﷺ کو واجب الاتباع نہ ماننا ہو، ان کی پیروی کو ذریعہ نجات نہ سمجھتا ہو۔ اتباع رسول ﷺ مقصد ہے، علماء اور فقہاء ذریعہ تو ہو سکتے ہیں، مقصد نہیں بن سکتے۔ علماء اور فقہاء امام کائنات ﷺ کی باتیں ہم تک پہنچانے والے ہیں، خود امام نہیں ہیں۔ امام ہمارا

صرف ایک ہے اور وہ وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارا امام بنایا ہے۔  
 آئیے! صرف اللہ کے بنائے ہوئے امام کو امام مانیے، فرقہ بندی ختم کر دیجیے، سب ایک مرکز  
 پر جمع ہو جائیے اور ایک ہو جائیے۔ ((وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ))



## فصل دوم

## ردِ تقلید

## تقلید کی تعریف:

غیر نبی کی بات بلا دلیل تسلیم کر لینے کا نام تقلید ہے۔

## تقلید کی ابتدا:

ہم نے بدعات کی جو فہرست پیش کی ہے ان میں سرفہرست تقلید ائمہ اربعہ ہے۔ یاد رہے کہ امت مسلمہ کے اتحاد کو جن چیزوں نے سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ان میں سرفہرست دو چیزیں ہیں:

- ۱۔ شیعہ صاحبان کا امت مسلمہ سے علیحدہ فرقہ بنانا۔
- ۲۔ تقلید ائمہ اربعہ۔

تقلید ائمہ اربعہ چوتھی صدی ہجری میں شروع ہوئی۔ حوالہ کے لیے دیکھیے ۱۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب حجتہ اللہ بالغہ۔ (مطبوعہ صدیقی بریلی ص: ۱۵۷) ۲۔ اعلام الموقعین (مطبوعہ اشرف المطالعہ۔ دہلی ۱۲۲۱ از حافظ ابن قیم) ۳۔ محمد یوسف لدھیانوی حنفی دیوبندی کی کتاب اختلاف امت اور صراط مستقیم (از مکتبہ مدینہ ۱۷ اردو بازار لاہور، حصہ اول: ص ۲۰ تا ۲۵)

## کیا تقلید واجب ہے؟

یہ بات بہت زیادہ مشہور ہے کہ چار امام برحق ہیں اور عوام پر ان کی تقلید کرنا واجب ہے۔ چار اماموں سے مراد مالک بن انس، ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، محمد بن ادریس شافعی، احمد ابن

حنبل رضی اللہ عنہ ہیں۔ چاروں صاحبان کا بہت بلند علمی مرتبہ ہے اور دین اسلام میں ان کی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں، لیکن ان کے درجہ امامت پر فائز ہونے اور عوام پر ان کی تقلید کے واجب ہونے کی کوئی دلیل قرآن و حدیث سے نہیں ملتی۔ قرآن و حدیث ہی اصل دین ہے، جب یہاں سے ہم کسی بات کا ثبوت پالیں تو پھر تاویل کی گنجائش نہیں رہتی اور جب قرآن و حدیث میں ہمیں کسی بات کا ثبوت نہیں ملتا تو پھر اسے تسلیم کرنے کی کوئی گنجائش ہمارے پاس نہیں۔ اس لیے کہ ہم شریعت کے تابع ہیں، شریعت ساز نہیں۔ چند نادان قسم کے مقلد آیت قرآنی: ﴿فَسَلُّوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [النحل: ۴۳] سے یہ جواز نکالتے ہیں کہ اس آیت میں عوام کو ان کی تقلید کا حکم دیا گیا ہے، حالانکہ ان کا یہ قول اللہ تعالیٰ پر افترا ہے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہوئے ذرہ برابر بھی نہیں شرماتے۔ سورۃ النحل کی اس آیت کا ماقبل اور مابعد اس بات کی صاف صاف وضاحت کر رہا ہے کہ یہاں اہل الذکر سے مراد اہل انجیل ہیں نہ کہ امت محمدیہ کے علماء۔ پھر یہ نادان مقلد جواز تقلید اپنے زعم باطل میں ثابت تو کر دیتے ہیں لیکن ہمارا سوال ابھی بھی خم ٹھونک کر کھڑا ہے کہ اس آیت سے اب اپنے چار مزمومہ ائمہ کی تقلید کا بھی ثبوت دو کہ ”اہل ذکر“ سے صرف یہی چار مراد ہیں اور یہاں یہ حوالہ بھی بے جا نہ ہو گا کہ مذکورہ بالا آیت سے مراد قرآن و حدیث کا حکم دریافت کرنا ہے، لوگوں کی باتیں مان لینے کا حکم نہیں ہے۔

یہود و نصاریٰ اپنے مولویوں اور درویشوں کا کہنا مانتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے مشرک فرمایا۔ مومنوں کو حکم دیا کہ لوگوں کے قول مت پوچھو بلکہ یہ پوچھو کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے۔ (مقدمہ عالمگیری: ۱۴۱)

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی حقیقی تعلیم سے لوگوں کو سب سے زیادہ برگشتہ کرنے والی بدعت یہی تقلید ائمہ اربعہ ہے کہ اس کے سبب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، احادیث و سنن مبارکہ ترک کر دیں اور ان لوگوں کے اقوال و افعال کی پیروی کرنے لگے ہیں جن کی تقلید کرنے کا حکم نہ اللہ تعالیٰ نے دیا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کیونکہ وہ نبی نہیں تھے بلکہ امتی تھے۔

یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ تقلید چوتھی صدی ہجری میں شروع ہوئی تو وہ مسلمان جو اس تقلید کے شروع ہونے سے پہلے ہی تقلید پر عمل کیے بغیر اس دنیا سے رخصت ہو گئے ان کا کیا

بنے گا اور ان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین سب لوگ شامل ہیں جو قرون ثلاثہ کے لوگ ہیں کہ جن زمانوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے خیر کی خبر دی اور یہ حدیث بخاری (۲۶۵۱) میں ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تقلید سراسر بدعت ہے۔

یہاں ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ شریعت مطہرہ کا بیشتر حصہ وہ ہے جس پر یہ چاروں امام متفق ہیں اور بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رضی اللہ عنہ ان چاروں بزرگوں کا کسی مسئلہ پر اتفاق کرنا ”اجماع امت“ کی علامت ہے یعنی جس مسئلہ پر ائمہ اربعہ متفق ہوں، سمجھ لینا چاہیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک پوری امت اس پر متفق چلی آئی ہے۔ اس لیے ائمہ اربعہ کے اتفاق مسئلہ سے باہر نکلنا جائز نہیں۔

جواباً عرض ہے کہ ائمہ اربعہ کسی مسئلہ پر متفق ہوں وہ اگر اجماع امت ہے تو سب سے پہلے ائمہ کے مقلدین خصوصاً حنفی اس کے مخالف ہیں۔ مثال کے طور پر دو مسئلے جس پر ائمہ اربعہ متفق ہیں لیکن مقلدین اس کے منکر ہیں۔ الاما شاء اللہ!

۱۔ تقلید سے ائمہ اربعہ کی ممانعت:

ا: امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”حَرَامٌ عَلَيَّ مَنْ لَمْ يَعْرِفْ دَلِيلِي اَنْ يُفْتِيَ بِكَلَامِي“ [میزان شعرانی: ۳۸]

”میری بات کی دلیل (قرآن و حدیث سے) جس کو معلوم نہ ہو، اس کے لیے میرے کلام پر فتویٰ دینا حرام ہے۔“

درمختار میں ہے:

”اِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي اَنْ تَوَجَّهَ لَكُمْ دَلِيلٌ فَقُولُوا بِهِ“ [درمختار:

[۵۰/۸]

”صحیح حدیث سے جو مسئلہ ثابت ہو جائے وہی میرا مذہب ہے۔ اگر تم کو کوئی دلیل قرآن و حدیث میں مل جائے تو اسی پر عمل کرو اور اسی پر فتویٰ دیا کرو۔“

ب: امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اُحْطِيُّ وَاُصِيبُ فَاَنْظُرُوْا فِي رَاْيِي فَكُلُّ مَا وَاَفَقَ الْكِتَابَ وَ

السَّنَةِ فَخُذُوهُ وَكُلُّ مَا لَمْ يُوَافِقْ فَاتْرُكُوهُ“ [ایفاظ طبع ہند: ۱۰۲] ”اے لوگو! میں ایک انسان ہوں کبھی میری بات ٹھیک ہوتی ہے اور کبھی غلط، تم میری اس بات کو تولے لو جو کتاب و سنت کے مطابق ہو اور جو اس کے خلاف ہو اس کو چھوڑ دو۔“

شاہ ولی اللہ صاحب امام مالک کا قول نقل فرماتے ہیں:

” مَا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَهُوَ مَاخُودٌ مِنْ كَلَامِهِ وَمَرْدُودٌ عَلَيْهِ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ [الانصاف: ۱۳- عقد الحید: ۸۰]

”دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں کہ اس کی تمام باتیں قبول کی جائیں سوائے رسول اللہ ﷺ کے۔“

یعنی دوسروں کی باتوں میں غلطی کا ہونا ممکن ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی باتیں سو فیصد سچی اور حق ہیں، لہذا ماننے کے قابل صرف آپ ﷺ ہی کی بات ہے۔

ج: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

” إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي وَإِذَا رَأَيْتُمْ كَلَامِي يُخَالِفُ الْحَدِيثَ فَأَعْمَلُوا بِالْحَدِيثِ وَأَضْرِبُوا كَلَامِي الْحَائِطَ“ [عقد الحید: ۸۱]

”صحیح حدیث میں جو کچھ ہے وہی میرا مذہب ہے، جب تم میرے کلام کو حدیث کے خلاف پاؤ تو حدیث پر عمل کرو اور میرے قول کو دیوار پر دے مارو۔“

نیز آپ فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جب بھی کسی پر سنت رسول اللہ ﷺ ظاہر ہو جائے، اس شخص کے لیے اس سنت کو چھوڑ کر اوروں کے قول پر عمل کرنا حرام ہے۔ (اعلام: ۱۶۱/۲- ایفاظ: ۸۵)

د: امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

” لَيْسَ لِأَحَدٍ مَعَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ كَلَامٌ“ [عقد الحید: ۸۱]

”اللہ ورسول کے مقابلہ میں کسی کا کلام کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔“

شاہ ولی اللہ صاحب ہی مزید نقل فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

” لَا تُقَلِّدُونِي وَلَا تُقَلِّدَنَّ مَالِكًا وَلَا الْأَوْزَاعِيَّ وَلَا الثَّوْرِيَّ وَخُذُوا

الْأَحْكَامَ مِنْ حَيْثُ أَخَذُوا مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ“ [عقد الحید: ۸۱]

”خبردار! ہرگز ہرگز نہ میری تقلید کرنا، نہ امام مالک کی، نہ اوزاعی کی، نہ ثوری کی، بلکہ جہاں

سے یہ بزرگ احکام لیا کرتے تھے وہیں سے تم بھی لیا کرو یعنی قرآن وحدیث سے۔“

یہ ائمہ اربعہ کے اقوال ہیں جو تقلید شخصی کی تردید کرتے ہیں۔ گویا ائمہ اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ تقلید حرام ہے اور بقول شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ یہ اجماع امت کی علامت ہے۔ اب مقلدین ہی اپنے گریبان میں منہ ڈال کر فرمائیں کہ اس اجماع کی وہ مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ خصوصاً حنفیہ جب کہ ان کی مذہبی کتابوں میں بھی تقلید سے روکا گیا ہے۔ مثلاً شیخ ابن الہمام حنفی فخر القدر (۳۷۳-۲۳۷) میں فرماتے ہیں:

”فَلَا دَلِيلٌ عَلَى وَجُوبِ اتِّبَاعِ الْمُجْتَهِدِ الْمُعَيَّنِ بِالزَّمَانِ نَفْسِهِ ذَلِكَ قَوْلًا  
أَوْ نِيَّةً“

”کسی ایک ہی مجتہد اور امام کی ہر ایک بات اپنے اوپر لازم اور واجب کر لینے کی قطعاً کوئی دلیل نہیں ہے۔“

۲۔ ائمہ اربعہ کا عقیدہ:

دوسرا مسئلہ جس پر ائمہ اربعہ متفق ہیں عقائد ہے، تمام عقائد کی کتابیں اس پر متفق ہیں کہ ائمہ اربعہ عقائد کے معاملہ میں تفویضی تھے لیکن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین کے علاوہ ائمہ ثلاثہ کے مقلدین نے اپنے امام کا یہ عقیدہ چھوڑ کر تاویلی عقیدہ جو بعد میں آنے والے متکلمین جیسے اشعری و ماتریدی وغیرہ نے بیان کیا ہے، اختیار کیا ہے۔ اب ان ائمہ ثلاثہ کے مقلدین سے عموماً اور امام ابوحنیفہ کے مقلدین سے خصوصاً یہ سوال ہے کہ اس اجماعی عقیدہ کو کیوں چھوڑا گیا ہے؟ اور اس کو چھوڑنے کی وجہ سے آپ حضرات اجماع کے منکر ہوئے یا نہیں؟ آخر کچھ اختلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین بھی تھے لیکن ان میں یہ فرقہ بندی اور فقہی اختلافات کی شدت نہ تھی۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں رہتے تھے اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم مل جانے کے بعد وہ اس کی دوز کار تاویلیں اور رکیک توجیہیں نہیں کرتے تھے بلکہ اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے تھے۔ آج بھی اگر مقلدین مدق دل سے احادیث کی وہ حیثیت و اہمیت تسلیم کر لیں جو عہد صحابہ و

تابعین میں تھی اور جس کو شریعت نے فی الواقع جو اہمیت و حیثیت دی ہے تو آج بھی اختلافات کی شدت میں معتد بہ کی آسکتی ہے:

- ۱۔ قرآن کریم نے یہ بتایا کہ رسول اس لیے آئے کہ جاہلوں اور گمراہوں کو ہدایت پر لائیں۔
- ۲۔ قرآن کریم کو اللہ نے آسان اور عام فہم بنایا تا کہ اس سے ہر شخص فائدہ اٹھائے۔
- ۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں آسان دین لے کر آیا ہوں۔





## تقلید کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ

اصلی سنی کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو کچھ فرمایا وہ حق ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ قرآن و حدیث کا سمجھنا مشکل ہے، تو گویا وہ اللہ و رسول ﷺ کو چیلنج کر رہا ہے، جس کا وہ بروز قیامت جواب دہ ہو گا اور جو کچھ اصلی سنی کہتے ہیں اس کا عملی ثبوت صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی میں موجود ہے کہ انھوں نے قرآن و حدیث کو رسول ﷺ کی زبان مبارک سے سنا اور سمجھ کر عمل کیا اور یہ تمام احکام عبادات و معاملات پر رسول اللہ ﷺ کے شروع زمانے میں عمل ہوا اور وہ بتواتر نسلاً بعد نسل ہم تک پہنچا اور یہی سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ گویا بشکل کتابت و بشکل عمل دونوں طریقوں سے ہمارے پاس وہ احکام من و عن موجود ہیں۔ اگر کبھی عمل میں بر بنائے ذہول و نسیان نقصان واقع ہو جائے تو مکتوبات سے اس کی تشریح کر لی جائے۔

اصلی سنی یہ بھی کہتے ہیں کہ پڑھے لکھے براہ راست قرآن و حدیث سے اس نقص کی تصحیح کر سکتے ہیں اور ان پڑھ کسی عالم سے جا کر سوال کرے گا کہ اس باب میں قرآن و حدیث میں کیا وارد ہے اور وہ عالم قرآن و حدیث کا حکم بتا دے گا جس سے اس نقص و خامی کی تصحیح ہو جائے گی اور اس سوال کے لیے کسی ایک ہی کو معین نہیں کیا جائے گا بلکہ جو بھی وقت پر مل جائے گا اس سے پوچھا جائے گا کیونکہ صحابہ کی روش یہی تھی۔ قرآن نے ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [النحل: ۴۳] فرمایا، جس کا مفہوم یہ ہے کہ زندہ و موجود عالم سے رو برو پوچھ لو، اور کیا پوچھ لو قرآن و حدیث کا یہ حکم نہیں کہ فلاں نے کیا کہا اور فلاں نے کیا کہا۔ گویا اصلی سنی ان پڑھ کسی پڑھے لکھے عالم سے مسئلہ قرآن و حدیث کا معلوم کرے گا اور یہ تحقیق ہے تقلید نہیں۔ آپ فقہ حنفی

میں دیکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے شاگردوں نے اپنے استاد کے ہزاروں استنباطات کو رد کر دیا اور یہی حال دوسرے ائمہ کا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا حقیقی دشمن کون؟

حنفی کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ اصلی سنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توہین کو ”سرمایہ سعادت“ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اصلی سنی پر یہ ایسے ہی بہتان عظیم ہے جس طرح بریلوی اہل حدیث پر توہین اولیاء بلکہ گستاخی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تک کے الزام عائد کرتے ہیں۔ حالانکہ اہل حدیث کے نزدیک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کفر ہے۔ پھر اس الزام کی نوعیت کیا ہے؟ وہ یہ کہ اہل حدیث اولیاء اور انبیاء کو اس طرح نہیں مانتے جس طرح بریلوی مانتے ہیں۔ بریلوی اولیاء اور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائی صفات میں شریک گردانتے ہیں۔ مثلاً وہ عالم الغیب، حاضر و ناظر، نافع و ضار، متصرف فی الامور وغیرہ وغیرہ ہیں، جو شخص بھی اولیاء اور انبیاء کی بابت یہ غالیانہ عقائد نہ رکھے وہ ان کے نزدیک گستاخ اولیاء اور گستاخ رسول ہے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا بریلویوں کا یہ الزام صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو اعلان کر دیجیے ہم بھی اعتراف کر لیں گے کہ اصلی سنی واقعی گستاخ ابوحنیفہ ہیں لیکن غلو عقیدت سے اجتناب گستاخی نہیں بلکہ عین مطلوب ہے۔ تو پھر بریلویوں کی طرح دیوبندیوں کی یہ رٹ کہ اصلی سنی ائمہ کرام بالخصوص امام ابوحنیفہ کے گستاخ ہیں، ایک ہذیان گوئی کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

اگر ان کے فقہی اقوال سے اختلاف گستاخی ہے تو یہ گستاخی سب سے پہلے ان کے ارشد تلامذہ قاضی ابو یوسف اور امام محمد وغیرہ نے کی ہے، پہلے ان پر فرد جرم عائد کیجیے، اصلی سنی کا نمبر بعد میں آتا ہے۔ پھر ائمہ کے اقوال اور ان کے اجتہادات سے اختلاف اگر گستاخی ہے تو سارے حنفی گستاخ ہیں۔ جنہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ کے اقوال و اجتہادات سے اختلاف کیا ہے اور مسلسل کر رہے ہیں۔

دراصل امام ابوحنیفہ کے دشمن خود مقلدین حنفیہ ہی ہیں کہ انہوں نے اس امام عالی مقام کے نورانی چہرے پر اس قدر کچھ فرضی مسائل کے نام سے اچھالا ہے کہ کسی کے لیے ان کا صحیح چہرہ دیکھنا مشکل ہو گیا ہے۔ اس کے باوجود مجھے معلوم نہیں کہ کسی اصلی سنی نے انہیں برا بھلا کہا ہو یا

ان سے عداوت کا اظہار کیا ہو لیکن اگر حنفی صاحبان کے علم میں یہ بات ہو تو اس کے ذمہ دار بھی انہی کے اکابر ہیں یعنی مصنفین فقہ حنفیہ۔ باقی الزامات کے بارے میں مختصر عرض ہے:

۱۔ اگر نقل صحیح سے ثابت ہو جائے تو ان کی تابعیت کے انکار کی ضرورت کیا ہے بلکہ بعض علمائے جماعت محمدی نے تو احناف ہی پر اعتبار کرتے ہوئے امام صاحب کو تابعی بھی لکھا ہے۔

۲۔ امام صاحب کی مرتب کردہ کتاب کہاں غائب ہو گئی، امام مالک کی مؤطا تو موجود ہے۔

۳۔ اگر یہ حضرت امام ہمام کے شاگرد ہیں تو یہ ان کے لیے ذخیرہ عاقبت ہوگا، لیکن اس سے آپ حضرات کو کیا ملا، حالانکہ تاریخ اور سیر سے اس کا ثبوت پیش کرنا بھی مشکل ہے۔ جن لوگوں کو امام ہمام کا شاگرد بتلایا گیا ہے ان سب کی روایتیں کتب صحاح و مسانید میں موجود ہیں، ان میں سے ان کی وہ روایات جمع کر دی جائیں جو امام صاحب سے مروی ہیں تاکہ عوام کو معلوم ہو جائے کہ امام صاحب کے شاگردوں نے ان سے کتنا استفادہ کیا ہے۔

۴۔ وہ اگر غلطی نہیں کر سکتے تھے تو کیا وجہ ہے کہ انہوں نے غلطیاں کیں۔ اگر ان سے غلطیاں نہ ہوتیں تو ان کے تلامذہ ان سے اختلاف نہ کرتے حالانکہ یہ واقعہ ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد نے ایک دو مسائل میں نہیں بیسیوں مسائل میں اپنے استاد (امام ابو حنیفہ) سے اختلاف کیا ہے۔

امام ابو یوسف امام ابو حنیفہ کے سب سے اہم شاگرد ہیں بلکہ ان کے بارے میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ اگر وہ نہ ہوتے تو امام ابو حنیفہ کا نام تک کوئی نہ جانتا:

”مَا كَانَ فِي أَصْحَابِ أَبِي حَنِيفَةَ مِثْلَ أَبِي يُوسُفَ لَوْلَا أَبُو يُوسُفَ مَا ذُكِرَ أَبُو حَنِيفَةَ“ [وفیات الأعيان: ۴۲۴/۵۔ الطبعة الاولى]

”ابو حنیفہ کے شاگردوں میں ابو یوسف جیسا کوئی نہیں، اگر ابو یوسف نہ ہوتے تو ابو حنیفہ کا ذکر تک نہ ہوتا۔“

یہاں تک کہ ان دونوں نے اپنے استاد کی اصول میں بھی مخالفت کی ہے اور انہوں نے متعدد مسائل میں اپنے استاد امام ابو حنیفہ سے اختلاف کیا ہے: ”وَخَالَفَهُ فِي مَوَاضِعٍ كَثِيرَةٍ“ [حوالہ مذکور: ۴۲۱] کہ انہوں نے بہت سے مسائل میں اختلاف کیا ہے۔ اسی طرح امام محمد ہیں، یہ بھی امام ابو یوسف کے بعد سب سے اہم شاگرد ہیں بلکہ انہی کی تصنیفات فقہ حنفی کی بنیاد

ہیں لیکن انھوں نے بھی بے شمار مسائل میں اپنے استاد سے اختلاف کیا ہے حتیٰ کہ یہاں تک کہا گیا ہے کہ یہ دونوں شاگرد (امام ابو یوسف اور امام محمد) اپنے استاد کی اصول تک میں مخالفت کرتے ہیں: ”فَانَهُمَا يُخَالِفَانِ اُصُوْلَ صَاحِبِهِمَا“ [طبقات الشافعية: ۱۰۲/۲ طبع جدید]

نیز کہا گیا ہے:

”اِسْتَنَّكَفَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ وَ اَبُو يُوْسُفَ عَنْ مُتَابَعَتِهِ فِي ثُلُثِي مَذْهَبِهِ وَ وَاَفَقًا الشَّافِعِيَّ فِي اَكْثَرِ الْمَسْاِئِلِ“ [مغيث الخلق في ترجيح القول الحق،

لامام الجويني: ۴۴]

”ان دونوں شاگردوں محمد بن حسن اور ابو یوسف نے اپنے امام سے دو تہائی مذہب میں اختلاف کیا ہے اور اکثر مسائل میں امام شافعی کی موافقت کی ہے۔“

اور مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی بھی اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فَاِنَّ مُخَالَفَتَهُمَا لِاَبِي حَنِيفَةَ فِي الْاُصُوْلِ غَيْرَ قَلِيْلَةٍ حَتَّى قَالَ الْاِمَامُ الْغَزَالِيُّ فِي كِتَابِ الْمُنْخُوْلِ اِنَّهُمَا خَالَفَا اَبَا حَنِيفَةَ فِي ثُلُثِي مَذْهَبِهِ“

[مقدمة عمدة الرعاية في حل شرح الوقاية: ۸- طبع مجتہائی دہلی]

”محمد اور ابو یوسف نے ابو حنیفہ کی اصول میں بھی جو مخالفت کی ہے وہ قلیل نہیں ہے، حتیٰ کہ امام غزالی نے ”منخول“ میں صراحت کی ہے کہ محمد اور ابو یوسف نے ابو حنیفہ کی دو تہائی مسائل میں مخالفت کی ہے۔“

### تقلید اور تحقیق میں فرق:

ہم رسول کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق ہر عالم کی عزت کرتے ہیں لیکن مطاع کسی کو تسلیم نہیں کرتے، لہذا اس سے ہم پر حجت قائم کرنا لاعلمیت کی دلیل ہے۔ ہم پر حجت تو صرف قرآن و حدیث سے قائم کی جاسکتی ہے۔

یاد رہے کہ نصوص قرآن و حدیث کے مقابلے میں کسی کا قول اور قیاس کوئی اہمیت نہیں رکھتا اور ایسی صورت میں تقلید قطعاً حرام ہے۔

کیا رسول اللہ ﷺ نے ان صحابہ کو جو بدوی تھے یہ حکم دیا کہ تم قرآن یا میری سنت پر عمل

کرنے کے اہل نہیں، لہذا کسی مجتہد صحابی کے توسط سے عمل کرنا؟ عدم علم کی بنا پر کسی صاحب علم سے معلومات حاصل کرنے کو تقلید نہیں کہا جاتا بلکہ یہ عین تحقیق ہے، اس کو تقلید سے تعبیر کرنا خلطِ محبت کی بدترین مثال ہے۔

ائمہ کی شان بہت بڑھا دینا:

اماموں کو ان کی شان سے بڑھانا بھی ان کی بے ادبی ہے۔ انسان کو گرانے کی دو صورتیں ہیں، ایک تو یہ کہ جس مرتبے کا وہ ہو اس سے کم مرتبہ اس کے لیے ہم ثابت کریں۔ مثلاً ایک بادشاہ کو وزیر کہہ دیں یا اس سے بھی کم، اسی طرح دوسری صورت اسے گرانے کی یہ بھی ہے کہ اس کے مرتبے سے اسے بڑھا دیں۔ مثلاً کسی پولیس والے کو ہم بادشاہ کہہ دیں۔ بزرگوں کی دشمنی کے بھی یہی دو درجے ہیں، کسی بزرگ کو ان کی حیثیت سے گرانے کی بے ادبی اور خلافِ شرع ہے۔ مثلاً ائمہ دین و مجتہدین شرع متین کو گستاخانہ لفظوں سے برائی سے یاد کرنا۔ اسی طرح ان کی بے ادبی کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ انہیں ان کے مرتبے سے بڑھا دیں، مثلاً کسی ولی اللہ کو اللہ کہہ دیں، کسی امام کو رسول اللہ ﷺ بتا دیں۔ جس طرح ان دونوں طریقوں سے بے ادبی ہوتی ہے اسی طرح خیالات بھی انھی دو طریق پر ہیں اور وہ بھی دونوں بے ادبی کے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح ان کے ساتھ معاملہ جو برتا جائے وہ بھی انھی دو طریق کا ہوتا ہے۔ پس کسی امام دین کی جس طرح یہ توہین ہے کہ اسے سرے سے امام یا بزرگ ہی نہ مانا جائے اسی طرح ان کی یہ بھی توہین ہے کہ انہیں خدائی درجے یا نبوت کی کرسی پر بٹھا دیا جائے۔ تقلیدِ شخصی میں امام کو گویا نبی ماننا ہے۔

چاروں مذہب برحق نہیں:

چاروں مذہب برحق نہیں، ارشاد باری ہے:

﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ مَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ﴾ [الکہف: ۲۹]

”یہی وہ حق ہے جو اللہ کی طرف سے ہے، اب جو چاہے مانے جو چاہے انکار کر دے۔“

ہے کوئی جو اس امر کا انکاری ہو کہ حق ایک ہے، اس حق کے سوا جو ہے وہ باطل ہے۔ اس حقیقت کو مانتے ہوئے جو حضرات چاروں مذہبوں کو حق کہتے ہیں، وہ سوچیں کہ کیا کہہ رہے ہیں؟ اگر سارا حق ایک مذہب میں ہے تو ظاہر ہے کہ باقی تینوں مذہب حق نہ رہے، اگر چاروں میں سے

ہر ایک میں حق ہے تو زیادہ سے زیادہ ہر مذہب میں حق کا چوتھائی حصہ ہے نہ کہ پورا۔ جب ایک چوتھائی حق ہو تو یہ بھی مسلم ہے کہ ہر مذہب میں تین چوتھائی باطل ہے۔ آپ ایک روپے کے چار حصے کریں، چار ڈھیریاں ریت کی کریں اور اس ایک روپے کو ان چار میں رکھیں۔ تو ظاہر ہے کہ ہر ایک میں آپ ایک چوانی رکھ سکتے ہیں۔ جس جس ڈھیر پر جو جماعت قبضہ کر کے بیٹھے گی وہ بہت کچھ محنت کرنے کے بعد رول رول کر اس ڈھیر میں سے چوانی نکال سکتی ہے نہ کہ پورا روپیہ، پس اگر حق ان چاروں میں ہے تو زیادہ سے زیادہ ہر مذہب میں ایک چوتھائی حق ہے اور تین چوتھائیاں باطل کی ہیں۔ ہے کوئی جو اس کھلی حقیقت سے انکار کرے؟

جماعت محمدی کا حق پر ہونا:

ہاں وہ جماعت جو اس ایک حق کے ٹکڑے نہ کرے، اسے چار حصوں میں اور چار ڈھیروں میں اور چار مذہبوں میں تقسیم نہ کرے وہ بے شک پورے حق کی مالک رہ سکتی ہے، اس کے قبضہ میں پورا روپیہ رہ سکتا ہے، مندرجہ بالا چار جماعتیں چاروں مذہب والوں کی تھیں اور یہ ایک جماعت اصلی اہل سنت کی ہے، اسے آپ اس طرح بھی سمجھ سکتے ہیں کہ ہر ایک مذہب والا اسی آیت وحدیث پر عمل کر سکتا ہے، جو اس کے مذہب میں ہو، جس پر اس کے امام کی مہر لگی ہو، جو اس کے مذہب کی فقہ کی کتابوں میں قابل عمل قرار دی گئی ہو، جسے اس کے مذہب کے بانی نے مانا ہو اور قابل عمل قرار دیا ہو۔ پس ہر ایک کے لیے ایک روک ہے لیکن جماعت محمدی اس روک سے بالکل الگ ہے۔ اس لیے وہ ہر آیت وحدیث پر عملی عقیدہ رکھ سکتی ہے۔

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سخ فغاں کیوں ہو  
نہ ہو جب دل ہی پہلو میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

حنفی اور جماعت محمدی کی مثال:

اس کو آپ یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ ایک وسیع مکان ہے، جس کے چار حصے کر دیے گئے اور ہر حصے کو دیواریں بنا کر دوسرے سے بالکل الگ کر دیا گیا اور چاروں حصوں میں مختلف لوگوں نے رہائش شروع کر دی۔ ظاہر ہے کہ ہر قبیلے والوں کے لیے وہی وسعت رہی جو اس اصلی مکان کی وسعت کی چوتھائی ہے۔ پورے مکان کی وسعت ان چاروں قبیلوں میں سے کسی کو حاصل نہیں

لیکن جو قبیلہ اس وسیع مکان کے چار حصے نہ کرے، اسے اس کی اصلی وسعت و کشادگی پر رہنے دے۔ ظاہر ہے کہ اس کے لیے بہت وسیع میدان ہے۔ یہ قدرت کی وسیع فضا میں، کھلی ہوا میں اور صاف روشنی میں اپنا گزر کر سکتا ہے اور کر رہا ہے۔ جن لوگوں نے دین ربانی کے چار حصے کیے ہیں دراصل انھوں نے زیادہ سے زیادہ چوتھائی دین کو لیا ہے نہ کہ کامل دین کو۔ کامل دین ان کے ہاتھ میں ہے جو اس حصے سے الگ ہیں، جو اس بٹوارے سے ناراض ہیں۔

مقلد آزادی سے حدیث پر عمل نہیں کر سکتا:

آپ آزمائیں ایک صحیح حدیث ایک حنفی کے پاس رکھیں۔ اس کا صاف جواب ہوگا کہ میرا مذہب اس کے مطابق نہیں۔ میرے مذہب میں تو یوں ہے اور اس کی دلیل فلاں دوسری حدیث ہے۔ اب وہ دلیل ہو یا نہ ہو، مضبوط ہو یا ضعیف ہو، بہر صورت اس صحیح حدیث پر اس کا نکل و عقیدہ نہیں۔ یہی حالت آپ شافعیہ کی پائیں گے اور اسی حالت پر آپ حنبلیوں کو دیکھیں گے اور یہی نقشہ آپ مالکیوں کے ہاں پائیں گے لیکن بجز اللہ جماعت محمدیہ کے سامنے جہاں آپ نے کوئی صحیح حدیث پیش کی، اس نے سر جھکا دیا اور کہہ دیا کہ ہر فرمان رسول ﷺ سر آنکھوں پر۔ صرف اس امر کے ثبوت کے لیے کہ بہت سی صاف، صریح اور صحیح حدیثیں ایسی ہیں جنہیں مذہب و تقلید کی آڑ عمل و عقیدے میں نہیں آنے دیتی۔ چونکہ ہم برصغیر کے اصلی سنیوں کا ساتھ حنفی بھائیوں ہی سے ہے، اس لیے ہم نے اپنے انھی پڑوسیوں سے خطاب رکھا ہے اور اس کتاب میں شمع محمدی (تصنیف محمد جونا گڑھی) کی ڈیڑھ سو حدیثیں وہ نقل کر دی ہیں جو صحیح ہیں، صریح ہیں لیکن حنفی حضرات کے نزدیک وہ متروک ہیں۔ لاکھوں حنفیوں میں سے ایک بھی نہیں جو ان پر عمل کرے۔

آؤ! اپنے نبی کی طرف:

دوستو! یا تو کہہ دو کہ ہم حدیث رسول پر عمل نہیں کرتے یا آؤ ان پر بھی عمل شروع کر دو، پروردگار تو خوب دانا و بینا ہے، میری یہی عرض ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث پر مسلمان عامل ہو جائیں۔

اے لوگو، جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لائے ہو! میری بات ذرا غور سے سنو!

وہ رسول محترم (ﷺ) جن پر اللہ اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

❁ وہ رسول محترم (ﷺ) جن کے لیے فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں۔  
 ❁ وہ رسول محترم (ﷺ) جن کی عمر کی قسم اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں اٹھائی ہے۔  
 ❁ وہ رسول محترم (ﷺ) جن کی زندگی کو اللہ تعالیٰ نے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔  
 ❁ وہ رسول محترم (ﷺ) جن پر ایمان لانے کا وعدہ تمام انبیائے کرام ﷺ سے عالم ارواح میں لیا گیا۔

❁ وہ رسول محترم (ﷺ) جنہیں اللہ تعالیٰ نے معراج جسمانی کے شرف سے نوازا۔  
 ❁ وہ رسول محترم (ﷺ) جن کے بعد قیامت تک اب کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں۔  
 ❁ وہ رسول محترم (ﷺ) جن کے خوش ہونے سے اللہ خوش ہوتا ہے۔  
 ❁ وہ رسول محترم (ﷺ) جن کے ناراض ہونے سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔  
 ❁ وہ رسول محترم (ﷺ) جن کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔  
 ❁ وہ رسول محترم (ﷺ) جن کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔  
 ❁ وہ رسول محترم (ﷺ) جن کے کسی بھی فیصلے یا حکم سے روگردانی سارے نیک اعمال برباد کر دیتی ہے۔

❁ وہ رسول محترم (ﷺ) جن سے آگے بڑھنے کی کسی کو اجازت نہیں۔  
 ❁ وہ رسول محترم (ﷺ) جن کے حضور اونچی آواز میں بات کرنا اپنی دنیا و آخرت برباد کرنا ہے۔  
 ❁ وہ رسول محترم (ﷺ) جن کی اطاعت میں جنت اور نافرمانی میں جہنم ہے۔

ہم سب اسی رسول محترم (ﷺ) کی امت سے ہیں۔ ہم سب نے اسی رسول محترم (ﷺ) کا کلمہ پڑھا ہے۔ ہماری نسبت اسی رسول محترم (ﷺ) کے ساتھ ہے تو پھر یہ کیا کہ ہم نے علیحدہ علیحدہ نسبتیں قائم کر رکھی ہیں۔ علیحدہ علیحدہ فرقے اور مسلک بنا لیے ہیں۔ علیحدہ علیحدہ نام رکھ لیے ہیں اور پھر اپنی اپنی نسبت، اپنے اپنے فرقے، اپنے اپنے مسلک اور اپنے اپنے نام پر فخر جتانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔

اے لوگو جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لانے کا دعویٰ رکھتے ہو! کیا ہمارے دل اپنے اپنے پسندیدہ مسلکوں اور طور طریقوں پر پتھروں سے بھی زیادہ سختی سے جمے ہوئے ہیں کہ



سنت رسول ﷺ جان لینے کے باوجود ہم انھیں چھوڑنے کو تیار نہیں۔

اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لانے والو! ذرا کان لگا کر میری بات تو سنو، صحابی رسول سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ رَغِبَ عَنِّي فَلَئْسَ مِنِّي » [بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی

النکاح: ۵۰۶۳۔ مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح ..... الخ: ۱۴۰۱]

”جس نے میرے طریقے سے منہ موڑا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔“

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ہم سب نے اپنے رسول محترم ﷺ کا ارشاد مبارک سن لیا،

آئیے! ذرا غور کریں کہ ہمارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

جماعت محمدی اور اہل سنت رسول اللہ ﷺ کے پیروکاروں کا نام ہے۔ قرآن مجید سچی کتاب

ہے، سب مسلمان اس کو مانتے ہیں۔ اگر کوئی آیت آپ کو ناگوار گزرے تو سمجھ لو کہ ایمان مفقود

ہے اور اگر غصے سے کوئی شخص قرآن مجید کی کوئی آیت پھاڑ دے تو سمجھ لو کہ وہ مسلمان نہیں۔ قرآن

کریم کو مان کر اس کی آیات کا احترام کرو..... اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ فَتَقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا لَأَسْتَأْذِنُ فِي شَأْنِهِمْ ﴾ [الأنعام: ۱۵۹]

”جن لوگوں نے دین کو فرقوں میں تقسیم کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، (اے رسول!) تمہارا

ان سے کوئی تعلق نہیں۔“

تقلید چوتھی صدی میں شروع ہوئی، اس سے پہلے کوئی حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی نہ تھا۔ مدرسہ

دیوبند ۱۸۶۷ء میں بنا؟ اس سے پہلے کوئی دیوبندی نہ تھا۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی ۱۹۱۱ء میں

فوت ہوئے اس سے پہلے کوئی بریلوی نہ تھا۔ یہ سب فرقے جدید ہیں۔ اہل سنت ہی صرف

”جماعت“ ہے، باقی سب فرقے ہیں۔ ہم کو صرف رسول اللہ ﷺ کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔

آپ ﷺ کے فرامین کو حدیث کہتے ہیں۔ حدیث رسول ﷺ کو مان کر محمدی بنو۔ پھر ان کے

بتائے ہوئے طریقے پر چل کر اہل سنت بنو، یہی نبی ﷺ کی سنت پر چلنے والی جماعت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ خَرَجَ مِنَ الْجَمَاعَةِ قَيْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ »

[مسند أحمد: ۴/۱۳۰ - المستدرک للحاکم: ۱۱۸/۱ - صحیح ابن حبان: ۶۲۳۳]

”جو جماعت سے بالشت بھر پیچھے ہٹا، اس نے ایمان کا حلقہ اپنی گردن سے اتار دیا۔“

اہل سنت نبی ﷺ کے فرماں برداروں کا نام ہے اور سب فرقے امتیوں کے نام پر نئے بنے ہیں۔ نبی ﷺ کے مقابلے میں کسی امتی کی کوئی حیثیت نہیں، اپنی نسبت نبی ﷺ کی طرف کرو، امتی کی طرف نہ کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات جیسی کسی کی ذات نہیں اور ان کی بات جیسی کسی کی بات نہیں۔

چھوڑ کر راہ سنت کی لگن بیٹھے ہو  
اپنے فرقوں کی لگائے لگن بیٹھے ہو  
جب محمد (ﷺ) کا کسی فرقے سے تعلق ہی نہیں  
کیوں مانتے اور چھوڑتے فرقوں کو نہیں

بریلوی حضرات کی مزید دورخی:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات (جو دونوں وحی ہیں، دیکھیے ترجمہ قرآن از احمد رضا: الأنعام: ۱۳۵، ف ۲۹۷) کے بارے میں نعیم مراد آبادی صاحب نے اپنی تفسیر الأنعام (۵۶، ف ۱۲۳) میں لکھا: ”یعنی تمہارا طریقہ اتباع نفس وخواہش ہوا ہے نہ کہ اتباع دلیل، اس لیے اختیار کرنے کے قابل نہیں۔“ الأنعام (۱۲۱، ف ۲۳۲) میں لکھا: ”کیونکہ دین میں حکم الہی کو چھوڑنا اور دوسرے کے حکم کو ماننا اللہ کے سوا اور کو حاکم قرار دینا شرک ہے۔“ اور الاعراف (۱۲، ف ۱۷) میں لکھا: ”نص کے موجود ہوتے ہوئے اس کے مقابل قیاس کیا اور جو قیاس کہ نص کے خلاف ہو، وہ ضرور مردود۔“

اور اس کے باوجود کہ دین مکمل ہو چکا (المائدۃ: ۳) اور اس کے باوجود کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دنیا میں جنت کی خوش خبری دی گئی انھوں نے صرف قرآن و حدیث پر عمل کر کے یہ اعزاز حاصل کیا کیونکہ امام صاحبان تو بعد میں پیدا ہوئے۔

اور اس کے باوجود کہ احمد رضا خان صاحب کے قرآنی ترجمہ مع تفسیر میں حدیث کی کتابوں کا کافی ذکر ہے۔ بخاری و مسلم کی متفق علیہ احادیث کا ذکر (۴۵) بار ہے اور ان دونوں کتب احادیث

کو صحیحین کہا ہے۔ (الانفال: ۶۹، ف ۱۲۸) صرف بخاری کا ذکر بائیس (۲۲) بار، صرف مسلم کا ذکر (۲۹) بار، ترمذی (۳۶) بار، ابو داؤد (۱۲) بار، نسائی دو بار اور ان سب کو پانچ بار صحاح لکھا ہے۔ داری اور مؤطا امام مالک کا ذکر بھی موجود ہے۔ یعنی قرآن و حدیث کا مکمل مطالعہ کیا لیکن اسے کافی نہ سمجھا اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور فقہ حنفی کا ذکر بار بار کیا اور فقہ حنفی کی کتابوں ہدایہ، عالمگیری، درمختار کا ذکر کیا۔

مندرجہ بالا صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے یہ باتیں سامنے آئیں جو کہ عظیم دورخی ہے:

۱۔ وحی والا دین یعنی قرآن و حدیث اپنے پاس موجود ہوتے ہوئے بھی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور فقہ حنفی کی طرف رخ کیا، حالانکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے، تقلید ۴۰۰ھ کے بعد شروع ہوئی، تقریباً ۲۰۰ سال فقہ حنفی کو امت مسلمہ نے تسلیم نہ کیا۔ تقلید کے پودے کا پھل یہ نکلا کہ خانہ کعبہ میں پانچ مصلے رکھے گئے اور امت میں فرقہ بندی ہو گئی۔ یاد رہے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید کے بعد رفتہ رفتہ ان کے مقلدین بھی بڑھ گئے اور سلاطین کا میلان بھی تقلید ہی کی طرف ہو گیا۔ ہر بادشاہ اپنے ہم مذہب کو قاضی مقرر کرتا۔ ہر فرقہ اپنے مذہب کو فروغ اور دوسرے مذہب کو زیر کرنے کی تدبیریں اور کوشش کرتا اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتا، کبھی کوئی غالب ہو جاتا اور کبھی کوئی مغلوب۔ بالآخر شاہ بیہرس کے زمانے میں ۶۶۵ھ ہجری میں چار مذہبوں کے چار قاضی مقرر ہوئے۔ گویا سرکاری طور پر چاروں مذاہب تسلیم کر لیے گئے۔ آخر سلطان فرح بن برقوق نے اول نویں صدی میں کعبہ شریف کے اندر مصلیٰ ابراہیم کے علاوہ چار مصلے قائم کر دیے، اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے چار ٹکڑے کر دیے گئے۔ ایک مصلے پر نماز ہوتی تو تینوں مصلے والے بیٹھے ہوئے دیکھا کرتے تھے اور اسی طرح یکے بعد دیگرے چاروں مصلوں پر نماز ہوتی تھی۔ یہ سلسلہ تقریباً ۵۰۰ سال تک چلتا رہا۔ اب سعودی عرب کے موجودہ حکمرانوں نے چاروں مصلوں کو ختم کر کے امت مسلمہ کو ایک مصلیٰ پر جمع کر دیا ہے۔ آپ پاکستان میں یہی فرقہ بندی دیکھ سکتے ہیں۔ یہاں ہم خیر القرون کے سلف صالحین کے نہایت ہی اہم اقوال نقل کرنا چاہتے ہیں جو مخلص کلمہ گو بھائیوں کے لیے کافی ہونے چاہئیں:

۱۔ مشہور ثقہ امام عامر بن شراحیل الشعمی التیمی (المتوفی ۱۰۳ھ) فرماتے ہیں:

” مَا حَدَّثْتُكَ هُوَ لَاءٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخُذْ بِهِ وَمَا قَالُوهُ بِرَأْيِهِمْ فَالْقِهِ فِي الْحَشِّ “ [سنن الدارمی: ۶۷/۱ ح: ۲۰۶ و إسناده صحيح] ”یہ لوگ تجھے رسول اللہ ﷺ کی جو حدیث بیان کریں اسے (مضبوطی سے) پکڑ لو اور جو بات وہ اپنی رائے سے (خلاف قرآن و حدیث اور اجماع ثابت) کہیں اسے بیت الخلا میں پھینک دو۔“

۲۔ ثقہ محدث امام عبدالعزیز بن رفیع (المتوفی ۱۳۰ھ) فرماتے ہیں:

”امام عطاء ابن ابی رباح رضی اللہ عنہ (المتوفی ۱۱۳ھ علی المشہور) سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: ”لَا أُدْرِي“ (مجھے اس کے متعلق علم نہیں) امام عبدالعزیز بن رفیع فرماتے ہیں کہ امام عطاء ابن ابی رباح سے کہا گیا: ”أَلَا تَقُولُ فِيهَا بِرَأْيِكَ؟“ ”آپ نے اپنی رائے سے جواب کیوں نہیں دیا؟“ اس کے جواب میں امام عطاء ابن ابی رباح نے فرمایا: ”إِنِّي أَسْتَحْيِي مِنَ اللَّهِ أَنْ يُدَانَ فِي الْأَرْضِ بِرَأْيِي“

[سنن الدارمی: ۴۷/۱ ح: ۱۰۸، و إسناده صحيح و أخرج عنه ابن عساکر فی تاریخ دمشق: ۲۶/۴۳، ۲۷، و إسناده صحيح] ”میں اللہ سے اس بات میں حیا کرتا ہوں کہ زمین میں میری رائے کو دین بنایا جائے۔“

۳۔ تابعی صغیر مشہور ثقہ و ثبت امام الحکم بن عتبہ (المتوفی ۱۱۵ھ) فرماتے ہیں:

”لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ خَلْقِ اللَّهِ إِلَّا يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيُتْرَكُ إِلَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ [جامع بيان العلم و فضله: ۹۱/۲، إسناده حسن لذاته۔ الأحكام لابن حزم: ۲۹۳/۶ و إسناده حسن لذاته]

”نبی اکرم ﷺ (فداہ ابی و رومی) کے علاوہ اللہ کی مخلوق میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے کہ جس کی بات لی اور چھوڑی نہ جا سکتی ہو۔ صرف آپ ﷺ ہی ایسی بابرکت اور پاکیزہ شخصیت ہیں جن کی ہر بات لی جائے گی۔“

۴۔ مشہور و معروف ثقہ و متقن محدث ابراہیم بن یزید النخعی کے سامنے کسی نے امام سعید بن جبیر تابعی رضی اللہ عنہ کا قول پیش کیا تو آپ نے فرمایا:

” مَا تَصْنَعُ بِحَدِيثِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ مَعَ قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟“ [الأحكام لابن حزم : ٢٩٣/٦ و إسناده صحيح]

”رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مقابلے میں تم سعید بن جبیر کی بات کو کیا کرو گے؟“  
۵۔ امام الامامہ الحافظ الکبیر ثقہ و متقن محدث محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری (المتوفی : ۳۱۱ھ) فرماتے ہیں :

”لَيْسَ لِأَحَدٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلٌ إِذَا صَحَّ الْخَبْرُ عَنْهُ“  
”جب نبی کریم ﷺ (فداہ ابی و امی و روحی) کی صحیح حدیث آجائے گی اس کے مقابلے میں کسی بھی شخص کی کوئی بات قابل التفات و اتباع نہیں ہوگی۔“ [معرفة علوم

للحاكم نيشاپوري، ص : ٨٤، دوسرا نسخه، ص : ٢٨٦، ح : ١٩٠ و إسناده صحيح]

۶۔ اہل رائے کے مشہور امام جناب ابو حنیفہ نے ایک دن اپنے شاگرد قاضی ابو یوسف سے فرمایا :

” وَيُحَاكُ يَا يَعْقُوبُ! لَا تَكْتُبْ كُلَّ مَا تَسْمَعُ مِنِّي فَإِنِّي قَدْ أَرَى الرَّأْيَ الْيَوْمَ وَ أَرُوكُهُ غَدًا وَ أَرَى الرَّأْيَ غَدًا وَ أَرُوكُهُ بَعْدَ غَدٍ“ [تاریخ یحیی بن

معین : ٦٠٧/٢، ت : ٢٤٦١ و إسناده صحيح، تاریخ بغداد : ٤٢٤/١٣]

”اے یعقوب! (قاضی ابو یوسف) تیرا استیاناں ہو! میری ہر بات نہ لکھا کر، میری آج ایک رائے ہوتی ہے اور کل بدل جاتی ہے، کل دوسری رائے ہوتی ہے تو پھر پرسوں وہ بھی بدل جاتی ہے۔“

تنبیہ:

اس موضوع پر ایک روایت پیش کی جاتی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے تورات پڑھنے پر رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس پر ناراضگی کے آثار دیکھے گئے..... اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو میری اتباع کے بغیر کوئی راہ نہ پاتے۔ یہ روایت مجالد بن سعید، جابر بن یزید الجعفی، ابوشیبہ عبدالرحمن بن اسحاق الواسطی کے سخت ضعیف اور ابو عامر القاسم بن محمد الاسدی کے غیر معروف ہونے کی وجہ سے تمام اسانید کے ساتھ ضعیف ہے۔

[دیکھئے : مجمع الزوائد : ١/١٧٣، ١٧٤، ١٨٢]

ان آثار سلف صالحین اور امام ابو حنیفہ کے قول کو پیش نظر رکھ کر غور فرمائیں کہ سلف صالحین اتباع سنت کو کس قدر مضبوطی سے تھامنے کی تلقین و نصیحت فرماتے اور خلاف قرآن و سنت آراء کو بیت الخلا میں پھینکنے کی نصیحت کرتے اور اپنی رائے سے فتویٰ دینا اللہ کی زمین پر ایک نیا دین کھڑا کرنے کے مترادف گردانتے تھے، ان عمدہ اقوال سلف صالحین سے اہل رائے کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو اپنے اندھے مقلدین کو قیل و قال، رُوی، یُقَالُ اور خلاف قرآن و سنت اور اجماع مسائل سے بصری کتابوں پر عمل کرنے اور ان کے نفاذ پر ابھارتے ہیں۔



## فصل چہارم

## فقہ حنفی کی حقیقت

فقہ حنفی کی حالت زار سب کے سامنے ہے۔ جیسا کہ آپ نے گزشتہ فصل میں ملاحظہ فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کا مقام اور آپ ﷺ کی عظمت ظاہر و باہر ہے، جیسا کہ نعیم مراد آبادی صاحب کی تفسیر میں بار بار اس بات کا تذکرہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے قریب ترین بندے اور رسول ہیں اور آپ ﷺ مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔ اس کے بعد امام ابوحنیفہ کی تقلید کا کیا جواز بنتا ہے، حالانکہ اس تفسیر میں لکھا ہے: ”ولی کو نبی سے افضل جاننا انتہائی خطرناک ہے۔“ (الکہف، ف، ۱۷۸)

پتا ہے اس دورخی کا قیامت کے دن کیا نتیجہ نکلے گا۔ قیامت کے دن لوگوں کو ان اماموں کے نام پر بلایا جائے گا جن کی وہ اطاعت کرتے تھے۔ ظاہر ہے حنفیوں کو امام ابوحنیفہ کے نام پر پکارا جائے گا اور جو کلمہ گو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں ان کو رسول اللہ ﷺ کے نام پر بلایا جائے گا۔ (دیکھیے تفسیر مراد آبادی، بنی اسرائیل: ۷۱، ف، ۱۵۹۔ المؤمن: ۳۲، ف، ۷۱)

## موجودہ فقہ حنفی کی حالت زار:

ہمارے ملک میں چونکہ حنفی بھائیوں کی غالب اکثریت ہے، اس لیے ہم صرف حنفی فقہ کے بارے میں اس کتاب میں بحث کریں گے، تاکہ معاملہ بالکل صاف ہو جائے۔ اس وقت حنفی فقہ کی جو معتبر کتابیں دستیاب ہیں ان کی فہرست پہلے ہی دی جا چکی ہے۔ ان کتابوں کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ فقہ کی ان کتابوں میں دو قسم کے مسائل درج ہیں:

ا: وہ مسائل جو قرآن و حدیث اور اخلاق و تہذیب کے سراسر خلاف ہیں۔

ب: وہ مسائل جو قرآن و حدیث کے مطابق ہیں۔

پہلے فقہ کی ان کتابوں سے وہ مسائل درج کیے جاتے ہیں قرآن و حدیث اور اخلاق و تہذیب کے سراسر خلاف ہیں۔

حصہ اول:

اس میں کتب فقہ حنفی کے وہ مسائل درج ہیں جو خلاف شرع ہیں، ایسے مسائل چھ سو سے زائد ہیں، اختصار کی خاطر یہاں کم درج کیے جا رہے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ سب حنفی فقہ کی کتابیں ہیں جو بریلویوں اور دیوبندیوں کے نزدیک قابل تسلیم ہیں کیونکہ دونوں امام ابوحنیفہ کو اپنا امام اعظم مانتے ہیں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابوحنیفہ میری امت کا چراغ ہے۔ (درمختار: ۳۱/۱)

✽ مشہور حنفی عالم ملا علی قاری نے اپنی کتاب موضوعات کبیر میں لکھا ہے کہ یہ حدیث باقیات محدثین موضوع ہے یعنی من گھڑت ہے۔

۲۔ امام ابوحنیفہ نے سو بار اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ (درمختار: ۲۹/۱)

✽ اور فتاویٰ قاضی خاں جلد چہارم میں لکھا ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو وہ شخص اور بتوں کی پوجا کرنے والا برابر ہیں۔

۳۔ امام نے اپنے آخری حج میں کعبہ شریف کے خادموں سے ایک رات اندر داخل ہونے کی اجازت لی۔ ایک رکعت میں ایک ٹانگ پر آدھا قرآن شریف ختم کیا پھر رکوع اور سجدہ کیا پھر دوسری رکعت میں کھڑے ہوئے، یہاں تک کہ دوسری ٹانگ پر باقی آدھا قرآن ختم کیا۔ (درمختار: ۳۰/۱)

✽ حدیث شریف میں ہے کہ قرآن مجید کو تین دن سے کم میں ختم نہ کیا جائے۔ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فی کم یقرأ القرآن : ۵۰۵۴] (اور فقہ حنفی)

۴۔ امام صاحب کے والد گرامی ثابت رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے امام ابوحنیفہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے اور دعا کروائی۔ (درمختار: ۳۶/۱)

✽ یہ امر کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا چالیس ہجری میں وفات پانا اور امام ابوحنیفہ کا ۸۰ ہجری میں پیدا ہونا مسلمہ ہے مگر یہ مؤلف صاحب کی تاریخ دانی اور صحت روایت کا نمونہ ہے۔

۵۔ امام ابو یوسف قاضی تھے بعضوں نے آپ کو سخت ست لکھا ہے۔ (مقدمہ فتاویٰ عالمگیری: ۵۳/۱)



- ✽ یاد رہے کہ امام ابو یوسف حنفیوں کے مشہور امام ہیں۔
- ۶۔ معتزلہ (شیعہ) فروع میں حنفی ہیں۔ (در مختار: ۱۰۸/۱) سنی کا نکاح معتزلی سے جائز نہیں، اس لیے کہ وہ کافر ہیں۔ (در مختار: ۲۲/۲)
- ✽ غور کی ضرورت ہے۔
- ۷۔ لعنت ہو ہمارے رب کی بقدر شمار ریت کے ذرات کے اس شخص پر جو ابو حنیفہ کے قول کو رد کر کے یعنی قبول نہ کرے۔ (در مختار: ۳۶/۱) صاحبین یعنی امام ابو حنیفہ کے شاگردوں امام محمد و ابو یوسف نے دو ملت سے زیادہ مسائل میں امام ابو حنیفہ کا خلاف کیا ہے۔ (در مختار: ۱/ص ۳۳)
- ✽ قابل غور بات ہے۔ پھر اور لوگ جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف کرتے ہیں ان پر غصہ کیوں؟ جب کہ ان کے شاگردوں نے ان سے اتنا اختلاف کیا۔
- ۸۔ امام ابو حنیفہ کا کوئی قول اس قسم کا نہیں کہ جس کی دلیل قرآن و حدیث سے نہ ہو۔ (شرح وقایہ: ۱۱/۱)
- ✽ اس بات کی صداقت ہی کا اس باب میں جائزہ لیا جا رہا ہے۔
- ۹۔ امام ابو حنیفہ و صاحبین کا قول صحیح حدیث کے خلاف ہو تو اپنے ائمہ کے قول پر عمل ہو گا، حدیث پر نہیں۔ (مقدمہ ہدایہ: ۱۱۰/۱)
- ✽ کیا ہی انصاف ہے!! یہ بات سراسر قرآن و حدیث کے خلاف ہے، کیا حنفی ائمہ صاحب وحی تھے؟ (النساء: ۶۵، ۸۰)
- ۱۰۔ فتویٰ طلب کرنے والا پوچھے کہ اس مسئلہ میں شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا کیا قول ہے تو مفتی جواب میں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول بیان کر دے۔ (در مختار: ۲۷۲/۳)
- ✽ دیانتداری کا تقاضا بھی یہی ہے۔
- ۱۱۔ ہمارا مذہب حق ہے اور دوسرے کا مذہب خطا۔ (در مختار: ۱/ص ۲۶)
- ✽ یہ سارے کوششے تقلید کے ہیں، حق اور خطا کا پتا اسی باب میں چل جائے گا۔
- ۱۲۔ اگرچہ مفتی نے خطا کی ہو جب بھی عامی کو اس کی تقلید لازم ہے۔ (شرح وقایہ: ۱۳)
- ✽ دلیل کیا ہے۔
- ۱۳۔ اجماع ہے عوام کے لیے کہ تقلید صحابہ کی، ائمہ کے مقابلہ میں نہ کی جائے۔ (شرح وقایہ: ۱۳)

☞ قرآن کے خلاف ہے۔ (النساء: ۱۱۵، البقرة: ۱۳۷)

۱۲۔ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں کر سکتا بلکہ اس کو حرام ہے۔ (در مختار: ۳۳۱، مقدمہ عالمگیری: ۳۷۱)۔

☞ اگر حرام ہے تو سب کے لیے حرام ہے اور اگر تقلید محمود ہے تو سب کے لیے ہے۔

### فقہ کے متعلق:

۱۵۔ فقہ کا سیکھنا افضل ہے باقی قرآن سیکھنے سے۔ (در مختار: ۱۹۱ اور عالمگیری: ۱۲۹/۹)

۱۶۔ پورا قرآن پڑھنے سے فقہ پڑھنا افضل ہے۔ (عالمگیری: ۱۲۹/۹ ایضاً)

۱۷۔ کتاب در مختار باذن نبوی تالیف ہوئی۔ (در مختار: ۱۱۱)

☞ در مختار کی بابت لکھا ہے بوجہ ایجاز قابل افتاء نہیں۔ (مقدمہ ہدایہ: ۱۰۷/۱)

۱۸۔ مصنف در مختار کے استاد کا نام عبدالنبی تھا۔ (در مختار: ۱۳۱)

☞ عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا ظاہراً کفر ہے۔ (مقدمہ ہدایہ: ۸۶/۱)

### عقائد کے متعلق:

۱۹۔ ایمان اہل آسمان و اہل زمین کا نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے۔ (مقدمہ ہدایہ: ۲۱/۱)

☞ قرآن کی بہت سی آیات کے خلاف ہے اور دیکھیے صحیح بخاری [کتاب الإیمان، باب قول النبی ﷺ

« بنی الإسلام علی خمس » ]

### ایمان کے متعلق:

۲۰۔ مؤمن ایمان اور توحید میں برابر ہیں۔ (مقدمہ ہدایہ: ۲۱/۱)

☞ معاذ اللہ! انبیاء اور ادنیٰ درجہ کے ایمان والے کا ایمان اور توحید کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔

۲۱۔ جو اہل قبلہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دینا جائز سمجھے وہ کافر نہیں۔ (در مختار: ۲۹۲/۱)

☞ انصاف کی دہائی ہے۔

۲۲۔ جو اللہ کی صفت اور دیدار کے منکر ہیں، وہ کافر نہیں۔ (در مختار: ۲۹۲/۱)

☞ نہ معلوم پھر کون کافر ہوں گے؟

۲۳۔ حدیث مشہور کا منکر بقول صحیح کا فر نہیں۔ (درمختار: ۵۹۲/۲)

### وضو کے متعلق:

۲۴۔ بے ترتیب وضو کرے (پہلے پاؤں دھوئے پھر منہ پھر کھلی وغیرہ) تو جائز ہے۔ (ہدایہ: ۱/۲۳۲)

✽ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ کدھر گیا؟

۲۵۔ اعضاء وضو پر کھینوں کا اخراج لگا ہو اور پانی اس کے نیچے نہ پہنچے تو وضو جائز ہے۔ (عالمگیری: ۵/۱)

۲۶۔ وضو میں کوئی عضو دھونا بھول جائے تو بائیں پیر دھولے تو وضو درست ہے۔ (ہدایہ: ۶۶/۱)

۲۷۔ مستحب ہے سورۃ ”إنا أنزلنا“ کا پڑھنا وضو کے بعد۔ (درمختار: ۷۴/۱)

۲۸۔ بلانیت وضو سے نماز ادا ہو جائے گی۔ (درمختار: ۶۱/۱ و منیۃ: ۲۲)

✽ ”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے“ (بخاری: ۵۴) والی مشہور حدیث کدھر گئی؟

۲۹۔ بھیکے ہوئے چھوڑے کا پانی (نبیذ تمر) جو شیریں ہو گیا ہو تو اس سے وضو جائز ہے۔ (عالمگیری: ۳۲/۱)

### مسواک کے متعلق:

۳۰۔ مسواک لیٹ کر کرنے سے تلی بڑھ جاتی ہے اور مسواک کو مٹھی بھر پکڑنے سے بوا سیر پیدا ہوتی ہے اور مسواک کو چوسنے سے آدمی اندھا ہو جاتا ہے اور مسواک کر کے نہ دھونے سے شیطان مسواک کرتا ہے اور مسواک ایک بالشت سے زیادہ لمبی رکھنے سے شیطان سوار ہوتا ہے اور مسواک پڑی رکھنے سے جنون کا خوف ہے۔ (درمختار: ۶۵/۱، ۶۶)

### جن چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا:

۳۱۔ اپنے ذکر کو یا دوسرے کے ذکر کو پکڑنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (عالمگیری: ۱۸/۱)

۳۲۔ زندہ یا مردہ جانور یا کم عمر لڑکی سے جماع کیا تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ (عالمگیری: ۲۲/۱ اور درمختار: ۹۶، ۹۵/۱)

✽ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

جن چیزوں سے غسل لازم نہیں آتا:

- ۳۳۔ بوجھ اٹھانے سے منی بلا شہوت نکلے تو غسل فرض نہیں۔ (درمختار: ۹۱/۱)
- ۳۴۔ منی شہوت سے جدا ہو تو ذکر پکڑ لے، پکڑے بعد دور ہونے شہوت کے منی نکلے تو غسل فرض نہیں۔ (ابو یوسف) (درمختار: ۹۲/۱۔ عالمگیری: ۲۰/۱۔ شرح وقایہ: ۳۳/۱)
- ۳۵۔ شہوت کے بغیر منی نکلی تو غسل واجب نہیں۔ (ابو یوسف) (درمختار: ۹۲/۱)
- ۳۶۔ جانور یا مردہ یا کم عمر لڑکی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو غسل فرض نہیں۔ (درمختار: ۹۵/۱۔ عالمگیری: ۲۲/۱۔ ہدایہ: ۸۷/۱)
- ۳۷۔ کسی جانور کا ذکر فرج یا دربر میں داخل کرے تو غسل لازم نہیں۔ (درمختار: ۹۵/۱)
- ۳۸۔ باکرہ سے جماع کرے اور بکارت قائم رہے تو غسل لازم نہیں۔ (درمختار: ۹۶/۱)
- ۳۹۔ حیض کے دن پورے ہونے پر بغیر غسل صحبت جائز ہے۔ (قول ابوحنیفہ۔ ہدایہ: ۸۸/۱۔ شرح وقایہ: ۶۵۔ قدوری: ۷۴)
- ۴۰۔ نفاس والی کے چالیس دن گزرنے کے بعد بغیر غسل کے صحبت جائز ہے۔ (شرح وقایہ: ۶۵)
- پانی کے بیان میں:
- ۴۱۔ وہ درہ حوض میں آدمی کا پیشاب یا نجاست پڑ جائے تو وہ پاک ہے۔ (درمختار: ۱۰۸/۱) اور ایسے حوض میں شیرہ انگور بھرا ہو اور پیشاب پڑ گیا تو وہ پاک ہے۔ (ہدایہ: ۱۳۹/۱، ۱۴۰) ایسے حوض میں کتاما پڑا ہو تو اس کی دوسری طرف وضو جائز ہے۔ (بہشتی زیور: ۴۷/۱)
- ۴۲۔ حوض میں کتا گر کر مر گیا، اگر تہ میں بیٹھ گیا تو وضو جائز ہے۔ (درمختار: ۱۱۲/۱)
- ۴۳۔ سوائے سور کے سب کے بال اگر پانی میں گر جائیں تو پانی پاک ہے۔ (درمختار: ۱۱۸/۱)
- پیشاب کے متعلق:

۴۴۔ پتلی نجاست (آدمی کا پیشاب) ہتھیلی کی گہرائی کے برابر معاف ہے۔ (درمختار: ۱۶۷/۱)

عالمگیری: ۱۷۱-۱۷۱-۱۷۱) ہدایہ: ۲۸۸/۱) جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کے پیشاب میں چوتھائی سے کم کپڑا بھر جائے تو معاف ہے۔ (درمختار ج ۱، ص ۱۶۸۔ عالمگیری ۱۷۱-۱۷۱۔ شرح وقایہ: ۶۹-کنز: ۲۵)

۴۵۔ مغلط نجاست یعنی پاخانہ، منی، مذی بمقدار ۳۰.۵ ماشے کپڑے کو لگ جائے تو کپڑا پاک ہے۔ (عالمگیری: ۱۷۱-۱۷۱۔ قدوری: ۸۲)

۴۶۔ سینکڑوں پیشاب کے چھینٹے سوئی کی نوک کے برابر پڑیں تو پاک ہے۔ (عالمگیری: ۱۷۱-۱۷۱۔ درمختار: ۱۶۹/۱)

۴۷۔ پیشاب اور خون پینا اور مردار کھانا بیمار کو جائز ہے حکیم حاذق کے کہنے سے۔ (درمختار: ۴۳-۲۳۹۔ شرح وقایہ: ۶۲/۳)

۴۸۔ جو گیہوں پیشاب میں پھول گیا وہ بھگو کر تین بار خشک کیا جائے تو پاک ہے۔ (درمختار: ۱۷۲/۱)

### عام نجاستوں کے متعلق:

۴۹۔ نجاست بھرا کپڑا اس قدر چائے کہ نجاست کا اثر جاتا رہے تو پاک ہے۔ (ہدایہ: ۲۷۸/۱۔ عالمگیری: ۷۰/۱)

۵۰۔ جس عضو پر نجاست لگی ہو وہ تین بار چائے سے پاک ہو جاتا ہے۔ (عالمگیری: ۷۰/۱)

۵۱۔ منہ ناپاک ہو جائے تو بلا سے۔

۵۱۔ چھری پر نجاست لگے تو چائے سے پاک ہے۔ (عالمگیری: ۷۰/۱۔ ہدایہ: ۲۸۲/۱)

۵۲۔ جو انگلی یا پستان ناپاک ہو جائے چائے سے پاک ہو جاتی ہے۔ (درمختار: ۱۶۴/۱)

۵۳۔ نجس دودھ تین بار جوش دینے سے پاک ہے۔ (درمختار: ۱۷۲/۱)

۵۴۔ نجس شہد تین بار جوش دینے سے پاک ہے۔ اسی طرح نجس تیل، شیر، خورماتینوں کو تین بار

جوش دینے سے پاک ہیں۔ اسی طرح گوشت کا شوربہ جس میں نجاست پڑی ہو تین بار جوش

دینے سے پاک ہے۔ (ایضاً)

۵۵۔ حرام چیز سے دوا کرنا اگر شفا کا یقین ہو تو جائز ہے۔ (ہدایہ: ۱۳۹/۱)

### شراب کے متعلق:

۵۶۔ جو گوشت شراب میں پکایا گیا ہو وہ تین بار جوش دینے اور خشک کرنے سے پاک ہے۔  
(درمختار: ۱۷۲/۱)

۵۷۔ جو گیہوں شراب میں پکایا گیا وہ کئی بار جوش دے کر سکھانے سے پاک ہو جاتا ہے۔ [ایضاً]  
۵۸۔ شراب میں گوندھے ہوئے آٹے کی روٹی پکائی گئی ہو، اگر اس قدر سرکہ ڈالا جائے کہ شراب کا اثر جاتا رہے تو پاک ہے۔ (ایضاً)

۵۹۔ سورنمک سار میں گر کر نمک ہو جائے تو پاک ہے۔ (عالمگیری: ۶۹/۱۔ درمختار: ۱۷۰)

### کتے کے متعلق:

۶۰۔ کتا نجس العین نہیں، کتے کی بیج جائز ہے۔ (درمختار: ۱۱۸، ۱۱۹)

۶۱۔ مٹی کے برتن میں کتا منہ ڈالے تو تین بار دھونے سے پاک ہو جاتا ہے۔ (بہشتی زیور: ۵۱/۱)  
۶۲۔ حدیث میں سات بار دھونے کا حکم ہے۔

۶۳۔ کتے کے بالوں کا تکما بنانے میں مضا کفہ نہیں۔ (ہدایہ: ۲۹۲/۱)

۶۴۔ کتے کی ہڈی اور بال اور پٹھے پاک ہیں اور کتے کی کھال کا ڈول اور جائے نماز بنانا جائز ہے۔ (درمختار: ۱۱۸، ۱۱۹/۱۔ ہدایہ: ۱۳۵/۱) سور کی کھال کے سوا ہر جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ (درمختار: ۱۱۷/۱) سور کی کھال بھی دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ (منیہ: ۴۷) آدمی کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ کتے اور ہاتھی کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ (درمختار: ۱۱۷/۱)

### متفرق نجاستیں:

۶۵۔ سوائے سور کے حرام جانوروں پر بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا گیا تو اس کے کل اجزاء چربی اور گوشت پاک ہیں۔ (ہدایہ: ۱۷۳/۲۔ ۱۷۴)

۶۶۔ سوائے سور کے سب کے بال پاک ہیں۔ (درمختار: ۱۱۸/۱)

۶۷۔ مردار کا چستہ اور دودھ پاک ہے۔ (درمختار: ۱۱۸/۱)

### تیمم کا بیان:

۶۷۔ تیمم میں ترتیب شرط نہیں۔ (شرح وقایہ: ۵۴/۱)

۶۸۔ کچھ سے تیمم جائز ہے۔ (ہدایہ: ۱۷۹/۱)

❧ ﴿فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ [النساء: ۴۳] کا حکم کدھر گیا؟

۶۹۔ سور یا کتے کی پیٹھ پر غبار ہو تو تیمم جائز ہے۔ (ابوحنیفہ) (ہدایہ: ۱۸۲/۱)

### اذان کا بیان:

۷۰۔ اذان فارسی وغیرہ ہر زبان میں جائز ہے، اگر لوگ یہ سمجھ لیں کہ اذان ہوئی ہے۔ (درمختار: ۱)

۲۳۷۔ ہدایہ: ۴۴۹/۱)

### نماز کی کیفیت کا بیان:

۷۱۔ شروع کرنا نماز کا سوائے عربی کے درست ہے۔ بجائے اللہ اکبر کے اللہ کبیر یا اللہ کبار کہنا

جائز ہے۔ بجائے اللہ اکبر کے الحمد للہ یا تبارک اللہ کہے تو جائز ہے۔ بجائے اللہ اکبر کے

سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کہے تو جائز ہے۔ اللہ اکبر کا ترجمہ فارسی میں پڑھے تو بھی جائز ہے۔

نماز کے سب اذکار اور خطبہ و ثنا وغیرہ ہر زبان میں درست ہیں۔ (درمختار، عالمگیری) سب

اذکار سوائے قراءت کے باوجود عربی جاننے کے غیر زبان میں جائز ہیں۔ (قول ابوحنیفہ)

(درمختار: ۲۳۷/۱۔ ہدایہ: ۴۴۹/۱)

۷۲۔ نماز کے سب اذکار اور خطبہ وغیرہ ہر زبان میں درست ہے۔ (درمختار: ۲۳۶/۱، ہدایہ: ۴۴۶/۱)

۷۳۔ عورت سینے پر ہاتھ باندھے۔ (درمختار، عالمگیری، ہدایہ: ۳۵۱/۱۔ شرح وقایہ: ۸۴/۱)

۷۴۔ امام قراءت شروع کر لے تو مقتدی سبحانک اللہم پڑھ لے۔ (عالمگیری: ۱۳۱/۱)

❧ اب آیت: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ﴾ [الأعراف: ۲۰۴] کا حکم کہاں گیا؟

۷۵۔ بسم اللہ کا منکر کافر نہیں۔ (درمختار: ۲۵۱/۱)

❧ حالانکہ یہ قرآن ہے۔ (التمل: ۳۰)

۷۶۔ درود پڑھنا ہمارے نزدیک فرض نہیں۔ (ہدایہ۔ شرح وقایہ: ۹۶)

- ۷۷۔ سلام کے وقت قصداً حدث کرے (ہوا خارج کرے) تو نماز فاسد نہیں ہوگی، سلام پھیرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ (درمختار، ہدایہ: ۶۲۰۔ شرح وقایہ: ۱۰۴)
- ۷۸۔ سلام کے وقت عمداً قہقہہ کرے تو نماز نہیں ٹوٹی۔ (ہدایہ: ۶۲۰/۱)
- ۷۹۔ امام نے بعد تشہد کے باتیں کیں یا مسجد سے نکل گیا تو نماز جائز ہے۔ (شرح وقایہ: ۱۰۵)
- وہ امور جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی:

- ۸۰۔ نمازی جنبی آدمی یا کتا منہ بندھالے کر نماز پڑھے تو جائز ہے۔ (درمختار: ۱۱۹/۱)
- ۸۱۔ پیشاب کی جگہ یا دبر پر نجاست لگی ہو، گو بکثرت ہو تو نماز جائز ہے۔ (درمختار: ۱۷۳/۱)
- ۸۲۔ کتے بلی کو بلائے یا گدھے کو ہانکنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (درمختار: ۳۲۲/۱۔ ہدایہ: ۶۲۴/۱)
- ۸۳۔ امام کی قراءت مقتدی کو اچھی معلوم ہو اور رو کر کہے کیوں نہیں یا ہاں یا البتہ تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (درمختار: ۳۲۵/۱)
- ۸۴۔ نماز میں قبلہ سے منہ پھیر لینے سے، اگرچہ سارا پھیر لے، نماز فاسد نہیں ہوگی۔ (درمختار: ۳۳۰/۱)
- ۸۵۔ مرد نماز پڑھ رہا ہے اور عورت نے بوسہ دیا تو نماز فاسد نہیں ہوتی، ہاں اگر مرد نمازی عورت کو بوسہ دے تو نماز فاسد ہوگی۔ (درمختار: ۳۲۹، ۳۰/۱۔ عالمگیری: ۱۶۴/۱)
- ۸۶۔ فقہ حنفی کے مطابق حنفی صاحبان کی نماز کا ایک نادر نمونہ، کتاب حیاة الحیوان الکبریٰ، مطبوعہ مصر (۲۱۴/۲) میں ہے کہ بادشاہ سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر تھا اور علم حدیث کی حرص رکھتا تھا اور مشائخ سے حدیث سنتا اور استفسار کیا کرتا تھا۔ اکثر احادیث کو اس نے شافعی مذہب کے موافق پایا۔ اس نے فقہاء کو جمع کیا اور ان سے ایک مذہب کے دوسرے مذہب پر ترجیح کا مطالبہ کیا تو اس بات پر سب کا اتفاق ہوا کہ دونوں مذہب کے موافق دو دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے۔ پس اس نماز میں نظر و فکر کرنے سے جو مذہب اچھا معلوم ہو اس کو اختیار کرنا چاہیے۔ پس قتال مروزی نے نماز پڑھنی شروع کی تو وضو کو پوری شرطوں سے ادا کیا اور لباس اور استقبال قبلہ بھی بخوبی کیا اور نماز کے ارکان فرض اور سنتیں اور آداب کو بدرجہ کمال ادا کیا اور ایسی نماز پڑھی جس سے کمی کرنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درست نہیں۔ پھر اور دو رکعت اس طور سے ادا کیں کہ جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز



ہوں۔ کتے کی کھال دباغت دی ہوئی کو پہن لیا اور اس کو چوتھائی نجاست سے آلودہ کیا اور نبیذ کھجور سے وضو کیا، چونکہ گرمی کا موسم تھا، اس لیے کھیاں اور مچھر اس پر جمع ہو گئے اور بے نیت کے وضو کیا اور وضو بھی الٹا کیا، یعنی پہلے بایاں پاؤں دھویا پھر داہنا پاؤں پھر چوتھائی سر کا الٹا مسح کیا۔ پھر الٹا منہ دھویا پھر تین بار ناک میں پانی دیا پھر تین بار کلی کی پھر ہاتھ دھوئے۔ پھر نماز میں داخل ہوا تو بجائے تکبیر کے فارسی زبان میں کہا خدائے بزرگ است۔ پھر قراءت کی تو بجائے: ﴿مُذْهَبًا مَّتَانًا﴾ کے فارسی میں کہا برگ سبز، پھر بجائے سجود کی جگہ مرغ کی طرح ٹھونگیں مارتے رہے اور آخر پر تشہد میں گوز مار کر نماز سے بغیر سلام کے نکلا اور کہا اے بادشاہ! یہ نماز امام ابوحنیفہ کی ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر اس طرح کی نماز ابوحنیفہ کی نہ ہوئی تو میں تجھ کو قتل کر ڈالوں گا، اس لیے کہ ایسی نماز تو کوئی صاحب دین جائز نہ رکھے گا۔ پس حنیفوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس طرح نماز ہونے سے انکار کر دیا۔ (جیسے اب کر جاتے ہیں) تو قتال مروزی نے حنفی مذہب کی کتابیں طلب کیں۔ بادشاہ نے منگوا دیں اور ایک نصرانی عالم کو بلایا اور اس کو شافعی اور حنفی مذہب کی کتابوں کے پڑھنے کا حکم دیا تو ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی نماز ویسی ہی پائی گئی جیسی کہ قتال مروزی نے پڑھ کر دکھائی تھی، تو بادشاہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو چھوڑ دیا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو اختیار کر لیا۔

اے میرے مکرم احناف! اگر آپ کو بھی قتال مروزی کی نماز کے متعلق تسلی و تسفی کرنا ہے تو مسائل بحوالہ مندرجہ بالا نمبر ۶۳، ۶۴، ۲۹، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱ کے چاہیں تو مثل سلطان محمود کے اس مذہب کو خیر باد کہہ دیں، ورنہ کم از کم اس کی تصدیق کر دیں۔

### متعلقات نماز:

۸۷۔ افعال نماز میں ترتیب شرط نہیں ہے۔ (ہدایہ: ۶۱۹/۱)

۸۸۔ جو چاہے کہ فجر سے پہلے سنت پڑھے اس کا حیلہ یہ ہے کہ پہلے فرض سے سنت پڑھے پھر اسے توڑ ڈالے، اب بعد فرض سنت پڑھے۔ (عالمگیری: ۳۳۲/۱۰۔ ہدایہ: ۹۳۲/۴)

۸۹۔ مستحق امامت وہ ہے جس کی بیوی زیادہ اچھی ہو۔ (درمختار: ۲۹۰/۱)

۹۰۔ عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی اور بدعت ہے۔ (ہدایہ: ۵۷۴/۱)

❧ خلاف حدیث ہے۔ [ سنن الدارقطنی: ۱/ ۲۷۹ ح: ۱۰۷۱، إسناده حسن لذاتہ۔ سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب إمامة النساء: ۵۹۲۔ صحیح ابن خزيمة: ۱۶۷۶۔ المنتقى ابن الجارود: ۳۳۳ ]

۹۱۔ سجدۂ تلاوت محض رکوع سے بھی ہو جاتا ہے۔ (درمختار: ۳۹۸/۱)

۹۲۔ قنوت بئر، درود نہ پڑھے۔ (عالمگیری: ۱۷۷/۱)

❧ یہ مقوف حدیث کے خلاف ہے۔ [ ابن خزيمة: ۱۵۶/۲، ح: ۱۱۰۰ و إسناده صحیح۔ فضل الصلاة على النبي للفاضل اسماعيل: ۱۰۷ ]

۹۳۔ فوت شدہ نماز کے بدلے کفارہ دینا جائز ہے۔ (درمختار: ۳۷۹/۱)

۹۴۔ قضا نمازوں کے کفارے کا طریقہ یہ ہے کہ دو سیر گیہوں فقیر کو دے پھر اس سے بطور ہبہ مانگ لے، روزانہ ایسا کرے جب تک کہ سب نمازوں کا فدیہ نہ ہو جائے۔ (عالمگیری: ۱۰/۱)

۳۳۷۔ ہدایہ: ۹۳۴/۴، ۹۳۵

۹۵۔ قنوت نہ پڑھے کسی نماز میں سوائے وتر کے۔ (ہدایہ: ا/ص ۶۸۵)

❧ آگے جا کر لکھا ہے۔ نماز فجر میں قنوت پڑھنا چاروں خلفائے راشدین اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ (ہدایہ: ۶۸۳/۱) دونوں قول قابل غور ہیں۔

### متعلقات جمعہ:

۹۶۔ جمعہ کی شرطوں میں سے یہ ہے کہ شہر ہو، جہاں حدود شرعیہ قائم ہوں۔ (درمختار، عالمگیری، ہدایہ: ا/۸۲۱۔ شرح وقایہ: ۱۳۴/۱)

۸۲۱۔ شرح وقایہ: ۱۳۴/۱

❧ یہ شرط دنیا بھر میں مفقود ہے، لہذا جمعہ ناجائز ہے۔

۹۷۔ جمعہ کی شرطوں میں بادشاہ یا نائب کا ہونا بھی ہے۔ (ہدایہ: ۸۲۳/۱۔ شرح وقایہ: ۱۳۹/۱)

❧ اکثر جگہ یہ بھی مفقود ہے۔

۹۸۔ جمعہ کا خطبہ بیٹھ کر بھی پڑھنا جائز ہے۔ (ہدایہ: ا/ص ۸۲۷۔ قدوی: ۱۳۵/۱)

❧ خلاف قرآن ہے۔ (سورۃ الجمعہ: ۱۱)

۹۹۔ جمعہ کے روز روحمیں اکٹھی ہوتی ہیں۔ (درمختار: ۴۲۷/۱)

۹۸۔ محض بے اصل ہے۔ البرازیہ میں ہے کہ ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ جو یہ کہے کہ مشائخ کی روحمیں حاضر ہوتی ہیں اور تعلیم بھی دیتی ہیں یا ان کو علم بھی ہوتا ہے، ایسے شخص کی تکفیر کی جائے گی یعنی وہ کافر ہو جائے گا۔ (عکس و ترجمہ بحر الرائق شرح کنز الدقائق لابن نجیم: ۱۴۴/۵)

۱۰۰۔ جو شرطیں جمعہ میں ہیں وہی عیدین میں بھی واجب ہیں۔ (شرح وقایہ: ۱۳۷/۱ و کنز)

۱۰۱۔ تکبیرات عید الاضحیٰ جہر سے کہنا بدعت ہے۔ (ہدایہ: ۸۴۶/۱۔ درمختار)

۹۸۔ ہدایہ اور شرح وقایہ (۱۳۹/۱) میں یہ ہے کہ عیدین میں تکبیر جہر سے کہے، یہی سنت ہے (راتے اور عید گاہ میں)۔

### زکوٰۃ کا بیان:

۱۰۲۔ کسی کو انعام کا نام لے کر زکوٰۃ دی، دل میں نیت کر لی تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ (بہشتی زیور: ۲۴/۳)

۱۰۳۔ زکوٰۃ نہ دینے کا حیلہ یہ ہے کہ جس کے پاس مال ہو بقدر نصاب سال گزرنے سے پہلے ایک درہم خیرات کر دے یا بعض درہم اپنی اولاد کو ہبہ کر دے تاکہ مال نصاب سے کم ہو جائے تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ (ابو یوسف) (درمختار: ۵۰۵/۱۔ عالمگیری: ۳۳۴/۱۰۔ ہدایہ: ۹۳۲/۴)

۱۰۴۔ جو شخص زکوٰۃ اپنے قرضہ میں وصول کرنا چاہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اپنے رشتہ دار محتاج کو زکوٰۃ حوالہ کرے پھر اس سے واپس اپنے قرضہ میں وصول کر لے، اگر وہ نہ دے تو چھین لے۔ (درمختار، عالمگیری: ۳۳۶/۱۰۔ ہدایہ: ۹۳۳/۴)

۱۰۵۔ دوسرا حیلہ یہ ہے کہ قرضہ دار سے کہے کہ میرے خادم کو اپنا وکیل کر لے کہ وہ مجھ سے زکوٰۃ وصول کر کے واپس تیرے قرضہ میں مجھ کو دے دے۔ (عالمگیری: ۳۳۶/۱۰۔ ہدایہ: ۹۳۳/۴)

۱۰۶۔ جو شخص زکوٰۃ مسجد کی تعمیر میں لگانا چاہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کسی کو دے دے اور وہ مسجد میں لگا دے۔ (درمختار: ۴۸۷/۱)

## روزوں کے متعلق:

۱۰۷۔ شک کے دن کا روزہ خاص رکھیں، اس طرح کہ عوام کو نہ معلوم ہو۔ شک کے دن نفل کی نیت سے روزہ رکھنا بالاتفاق افضل ہے۔ (درمختار: ۵۵۳/۱)

✽ افضل نہیں بلکہ خلاف حدیث ہے، ایسا کرنے والا رسول اللہ ﷺ کا نافرمان ہے۔ [سنن ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء فی کراهیة صوم یوم الشک : ۶۸۶۔ أبو داؤد، کتاب الصیام، باب کراهیة صوم یوم الشک : ۲۳۳۴۔ نسائی، کتاب الصیام، صیام یوم الشک : ۲۱۹۰]

## وہ چیزیں جن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا:

۱۰۸۔ روزہ میں ہاتھ سے منی نکالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (درمختار: ۵۶۳/۱۔ ہدایہ: ۱۱۱۲/۱)

۱۰۹۔ اگر زنا کے خوف سے جلق لگا کر منی نکال دے تو توقع ہے کہ وبال نہ ہو۔ (درمختار: ۵۶۳/۱۔ ہدایہ: ۱۱۱۲/۱)

۱۱۰۔ جانور کی فرج کے ہاتھ لگایا یا منہ چوما اور انزال ہو تو روزہ فاسد نہیں۔ (درمختار: ۵۶۳/۱۔ عالمگیری: ۱۹۲/۱۔ ہدایہ: ۱۱۱۶/۱)

۱۱۱۔ مردہ عورت سے وطی کی تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ (درمختار: ۵۶۷/۱)

۱۱۲۔ عورت کو کپڑے کے اوپر سے مساس کیا اور انزال ہوا اگر حرارت معلوم نہ ہوئی ہو تو روزہ فاسد نہیں۔ (عالمگیری: ۱۹۲/۱)

۱۱۳۔ ران وغیرہ میں جماع کرے اور انزال ہو جائے تو روزہ کا کفارہ نہیں۔ (القدوری: ۱۸۹)

۱۱۴۔ روزہ کی حالت میں بوسہ دینے سے منی نکل پڑے تو کفارہ نہیں۔ (القدوری: ۱۸۹)

## حج کا بیان:

۱۱۵۔ مدینہ حرم نہیں۔ (درمختار: ۶۷۶/۱)

✽ سراسر حدیث کے خلاف ہے۔ [مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینة..... الخ : ۱۳۶۰۔ أبو داؤد، کتاب المناسک، باب تحريم المدینة : ۲۰۳۴]

## نکاح کا بیان:

۱۱۶۔ شب کو جگانے میں مرد کا ہاتھ اپنی بیٹی پر گیا یا عورت کا ہاتھ اپنے بیٹے پر لگا تو میاں بیوی باہم حرام ہیں۔ (درمختار: ۱۸۷۲۔ عالمگیری: ۱۴۰۷/۲)

۱۱۷۔ اپنی بیٹی کی شرم گاہ شہوت سے دیکھنے سے جور و حرام ہو جاتی ہے۔ (درمختار: ۱۹۷۲۔ عالمگیری: ۱۳۹/۲)

۱۱۸۔ عورت نے جھوٹے گواہ پیش کر کے دعویٰ کیا کہ میرا فلاں مرد سے نکاح ہو گیا اور قاضی نے تسلیم کر لیا تو مرد کو اس سے وطی کرنا جائز ہے۔ (ابوحنیفہ) (درمختار: ۲۶۷۲۔ عالمگیری: ۱۵۵/۲)

۱۱۹۔ اسی طرح مرد عورت پر جھوٹا دعویٰ کر کے ڈگری حاصل کر لے تو مرد کو اس عورت سے وطی کرنی جائز ہے۔ (ابوحنیفہ) (عالمگیری: ۱۵۵/۲)

۱۲۰۔ نکاح متعہ منعقد ہوگا جب کہ اس کی مدت اس قدر دراز ہو کہ آدمی اس مدت تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ (ابوحنیفہ) (عالمگیری: ۱۵۵/۲)

۱۲۱۔ متعہ درست ہے۔ (امام زفر) (شرح وقایہ: ۱۱/۲)

## رضاعت کا بیان:

۱۲۲۔ رضاعت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اڑھائی برس ہے۔ (درمختار: ۸۸۷۲۔ شرح وقایہ: ۳۱۷۲۔ قدوری: ۳۱۰)

✽ صریح نص قرآنی کے خلاف ہے۔ (البقرة: ۲۳۳)

## نسب کا بیان:

۱۲۳۔ مرد انتہائے مغرب میں ہو اور عورت انتہائے مشرق میں، اتنے فاصلہ پر کہ دونوں کے درمیان سال بھر کی راہ ہو، کسی طرح ان کا نکاح کر دیا گیا، اگر بعد تاریخ نکاح کے عورت چھ مہینے میں بچہ جنے تو یہ بچہ ثابت النسب ہوگا، حرامی نہ ہوگا بلکہ اس مرد کی کرامت تصور کی جائے گی۔ (درمختار: ۲۶۸۷، ۲۶۹۰)

✽ اللہ کی پناہ۔

۱۲۴۔ کسی نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی، دو برس سے کم میں لڑکا پیدا ہوا تو لڑکا اسی شوہر کا ہے،

حرامی نہیں۔ (بہشتی زیور: ۲۹/۳)

۱۲۵۔ نکاح ہو گیا اور رخصتی نہ ہوئی، لڑکا پیدا ہو گیا تو شوہر ہی کا ہے، حرامی نہیں ہے۔

(بہشتی زیور: ۳۰/۳)

۱۲۶۔ میاں پردیس میں ہے، برسوں گزر گئے، یہاں لڑکا پیدا ہو گیا تو شوہر کا ہے، حرامی نہیں۔

(بہشتی زیور: ۶۰/۳)

### حدود کا بیان:

۱۲۷۔ جو عورتیں ہمیشہ کے لیے حرام ہیں (ماں، بہن، بیٹی، خالہ، پھوپھی وغیرہ) ان سے نکاح کر کے اور حلال جان کر صحبت کرے تو حد نہیں۔ (ابوصنیفہ) (درمختار: ۴۷۲/۲۔ عالمگیری: ۲۶۳/۳۔

ہدایہ: ۲۔ شرح وقایہ: ۹۵/۲۔ کنز: ۳۱۱۔ قدوری: ۴۹۵)

✽ یاد رہے کہ قرآن میں ان عورتوں کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ (النساء: ۲۳، ۲۴)

۱۲۸۔ محرمات (جو عورتیں ہمیشہ کے لیے حرام ہیں) سے حرام جان کر بھی نکاح کر لے تو حد نہیں۔

(ابوصنیفہ) (درمختار: ۴۷۲/۲)

۱۲۹۔ جس عورت کو اجارہ پر لیا ہو (خرچی دے کر) زنا کرے تو حد نہیں۔ (درمختار: ۴۷۲/۲۔

عالمگیری: ۳، ۲۶۵)

✽ زانی کیوں نہ خوش ہوں گے۔

۱۳۰۔ خلیفہ اور امام اور بادشاہ زنا کرے تو حد نہیں۔ (درمختار: ۴۷۲/۲۔ عالمگیری: ۳، ۲۷۰۔ ہدایہ:

۴۶۳/۲۔ شرح وقایہ: ۹۶/۲۔ کنز: ۳۱۱)

✽ ہمارا چیلنج ہے کہ قرآن و حدیث سے ثابت کریں۔

۱۳۱۔ جانور سے جماع کرنے پر حد نہیں آتی۔ (درمختار: ۴۷۲/۲۔ عالمگیری: ۳، ۲۶۸۔ ہدایہ: ۲/

۵۳۵۔ شرح وقایہ: ۹۶/۲)

✽ حدیث میں ہے کہ اس شخص اور جانور کو قتل کر دیا جائے۔ [ترمذی، کتاب الحدود، باب ما

جاء فیمن یقع علی البہیمۃ: ۱۴۵۵]

۱۳۲۔ کفن چور پر حد نہیں۔ (درمختار: ۵۱۷/۲۔ عالمگیری: ۳، ۳۱۶)

۱۳۳۔ کسی کا دودھ یا گوشت چرالے تو حد نہیں، کسی کی لکڑیاں یا گھاس یا میوہ یا کھڑی کھیتی چرالے، مسجد کا دروازہ چرالے، قرآن چرالے، کسی کا لڑکا چرالے، مال لوٹ لے، شاہی خزانے میں سے چرالے تو حد نہیں۔ (شرح وقایہ: ۲/۱۰۱ تا ۱۰۳)

✽ سراسر قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔

### گم شدہ کا بیان:

۱۳۴۔ زوجہ مفقود الخبر نوے برس انتظار کرے۔ (عالمگیری: ۳/۵۱۰، ۵۱۱۔ ہدایہ: ۴/۹۳۶۔ شرح وقایہ: ۲/۱۲۲ کنز: ۴۶۰)

✽ عقل سے کام لیں، کیا یہ ممکن ہے؟

### ذبح کا بیان:

۱۳۵۔ آگ سے ذبح کرنا جائز ہے۔ (درمختار: ۴/۱۸۴)

۱۳۶۔ بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھنا مکروہ ہے۔ (درمختار: ۴/۱۸۸۔ عالمگیری)

✽ خلاف حدیث ہے۔ [مسلم، کتاب الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحیة..... الخ: ۱۹۶۶]

۱۳۷۔ جو جانور کھائے جاتے ہیں ان کو شراب پلائی گئی پھر اسی وقت ذبح کر دیا گیا تو حلال ہے۔ (درمختار: ۴/۲۱۷ اور ہدایہ: ۴/۳۰۳)

۱۳۸۔ جو کوا مردار اور دانہ دونوں کھاتا ہو وہ حلال ہے۔ (ابوحنیفہ) (عالمگیری: ۸/۲۳۹۔ درمختار: ۴/۱۹۳)

۱۳۹۔ ساڈا کھانا مکروہ ہے۔ (ہدایہ: ۴/۱۸۱)

✽ صحیح بخاری کی حدیث کے خلاف ہے۔ [بخاری، کتاب الأطعمة باب ما كان النبي ﷺ لا يأكل حتى يسمي له فيعلم ما هو: ۵۳۹۱، ۵۵۳۷]

### قربانی کا بیان:

۱۴۰۔ غضب کے جانور کی قربانی جائز ہے۔ (شرح وقایہ: ۴/۵۳)

۱۴۱۔ گاؤں میں عید الاضحیٰ سے پہلے اور صبح کی نماز کے بعد قربانی درست ہے۔ (کنز: ۲/۳۲۸۔ بہشتی زیور: ۳/۲۸)

✽ خلاف حدیث ہے۔ [بخاری، کتاب الأضاحی، باب من ذبح قبل الصلاة أعاد : ۵۵۶۱]

### حلال و حرام کا بیان :

- ۱۴۲۔ سوز کے بال سے موزہ سینا جائز ہے۔ (ہدایہ: ۳۲۲/۴)  
 ۱۴۳۔ کتے کی ہڈی سے دوا کرنا جائز ہے۔ (عالمگیری: ۸۸/۹۔ ہدایہ: ۳۲۲/۴)  
 ۱۴۴۔ زمین غصب کر کے مسجد بناوے تو ڈر نہیں۔ (عالمگیری: ۲۶/۹)

### مشروب کا بیان :

- ۱۴۵۔ ابو یوسف نے ایک قسم کی انگوری شراب خلیفہ ہارون الرشید کے واسطے تیار کی تھی، اس شراب کو ابابوسفی کہتے تھے۔ (درمختار: ۲۹۰/۴، عالمگیری: ۱۸۱/۹)  
 ۱۴۶۔ شراب گیہوں، جو، شہد اور جوار کی حلال ہے۔ (ہدایہ: ۴۳۵/۴)  
 ✽ خلاف حدیث ہے۔ [ابو داؤد، کتاب الأشربة، باب تحريم الخمر : ۳۶۶۹۔ مسلم،

کتاب الأشربة، باب تحريم الخمر و بيان..... الخ : ۱۹۸۰]

- ۱۴۷۔ شراب چھوہارے اور منقی کی حلال ہے۔ (قدوری: ۵۰۸)  
 ۱۴۸۔ جس نے شراب کے نو پیالے پیے اور نشہ نہ ہوا پھر دسواں پیالہ پیا تو نشہ ہوا تو یہ دسواں پیالہ حرام، پہلے کے نو نہیں۔ (درمختار: ۲۹۴/۴)  
 ✽ قرآن کے خلاف ہے۔ (المائدہ: ۹۰)

- ۱۴۹۔ سوا شراب کے دیگر مسکرات میں جب تک نشہ نہ ہو پینا حرام نہیں۔ (ہدایہ: ۵۶۲/۲)  
 ۱۵۰۔ تحقیق یہ ہے کہ بھنگ مباح ہے۔ (ہدایہ: ۵۶۷/۲)  
 ✽ خلاف حدیث ہے کیونکہ جو چیز نشہ کرے حدیث کی رو سے حرام ہے۔

### فقہ حنفی میں حیلہ سازی :

فقہ حنفی میں حیلہ سازی کے متعلق ہم نے گزشتہ صفحات میں بھی کچھ باتوں کا تذکرہ کیا ہے اور اب ہم امام ابوحنیفہ کے استاذ الاستاذ ابراہیم حنفی کے حیلوں کے بارے میں بیان کریں گے :

۱۔ آپ جب سونے جاتے تو خادم سے فرماتے کہ جو شخص گھر میں آنے کی اجازت مانگے تو کہنا کہ یہاں نہیں ہیں اور یہ مراد لینا کہ جہاں تو کھڑا ہے وہاں کھڑے نہیں ہیں۔ (عالمگیری:



۱۰/۳۰۵- ہدایہ: ۴/۹۳۳)

۲۔ جو شخص آپ سے ملنا چاہتا اور آپ کو ملنا منظور نہ ہوتا تو تکیہ وغیرہ پر سوار ہو جاتے اور خادم سے کہتے کہ کہہ دے وہ تو سوار ہو گئے۔ (ایضاً)

۳۔ جو شخص آپ سے کوئی چیز مستعار مانگتا اور آپ کو دینی نہ ہوتی تو ہاتھ زمین پر رکھ کر فرماتے کہ یہاں نہیں ہے۔ [ایضاً]

✽ قرآن کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔ (الماعون: ۷)

### فقہ کی حقیقت:

حنفی مذہب کی فقہی کتابیں دراصل امام ابوحنیفہ کی اپنی لکھی ہوئی نہیں ہیں بلکہ یہ تو بعد کے لوگوں نے کئی صدیوں بعد مرتب کی ہیں۔ کیا یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ان میں ان کی طرف منسوب سب اقوال و آراء صحیح ہیں۔

کتب احناف اور کتب احادیث دنیا میں موجود و متداول اور تقریباً ہر جگہ دستیاب ہیں، اگر کسی کو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت ہے اور ان کا عمل قابل قبول ہے تو فقہ حنفی کے ہر مسئلے کو کتب احادیث پر رکھ کر دیکھ لیا جائے اور اس کام کو بہت جلد انجام دینے کی ضرورت ہے۔ اگر واقعی رفق ایمانی ہو تو آج ہی سے کام شروع کر دینا چاہیے، تاکہ فقہ حنفی کی حیثیت کھل کر سامنے آجائے اور عوام کو بھی معلوم ہو جائے کہ فقہ حنفی میں جو گھناؤنے مسئلے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے تعامل پر ہیں یا نہیں، مثلاً زانیہ کی اجرت کا جواز، جھوٹا دعویٰ دائر کر کے ڈگری کرانے پر عورت سے وطی جائز۔ جانوروں سے بد فعلی پر کوئی حد نہیں بلکہ محرمات ابدیہ (ماں بہن) وغیرہ سے منہ کالا کرنے پر بھی حد نہیں۔ ان مسائل کے لیے شرح وقایہ، ہدایہ اور فتاویٰ عالمگیری وغیرہ سے رجوع کیا جائے۔ رہی بات اکابر فقہائے احناف کی جیسے امام ابوحنیفہ، قاضی ابو یوسف وغیرہ کی تصانیف، تو ان کی جو تصانیف اس وقت دنیا میں موجود ہیں خود حنفیہ بھی غالباً ان پر عمل کرنے کو تیار نہ ہوں جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

من وسلوئی کے بدلے لہسن و پیاز:

الغرض مسلمانوں نے منہ کا ذائقہ بدلنے کے لیے من وسلوئی (یعنی قرآن و حدیث) کے

بدلے لہسن و پیاز لیا۔ من و سلوئی ان سے چھین لیا گیا اور ان کے پاس صرف لہسن و پیاز ہی رہ گیا۔ حوالہ جات کے لیے دیکھیے: (البقرة: ۶۱، ۴۲، ۷۹، الأنعام: ۱۵۳ - الزخرف: ۴۳)

فقہ حنفی کا باب دوم:

اس باب میں وہ مسائل درج ہیں جو قرآن اور صحیح حدیث کے مطابق ہیں اور حنفی فقہ کی کتابوں میں درج ہیں، ان کی تعداد چھ سو سے اوپر ہے، اختصار کی خاطر یہاں کم درج کیے جا رہے ہیں۔

قرآن و حدیث ایک مکمل دین:

- ۱۔ کتاب و سنت میں سب کچھ موجود ہے۔ (مقدمہ عالمگیری: ۱۱۷)
  - ۲۔ ﴿أَلَيْسَ مَا كَلَّمْتُ لَكُمْ وَيَنْتَكُمُ﴾ [المائدة: ۳] سے دین قرآن و حدیث میں مکمل ہو چکا ہے۔ (مقدمہ عالمگیری: ۳۴۱)
  - ۳۔ کتاب و سنت کے موافق عمل کرے اور تعصب، باطل اور کجروی سے بچے اور یہ مراد نہیں کہ جو کہے میں حنفی ہوں اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ (درمختار: ۳۰۱)
  - ۴۔ فتویٰ میں یہ نہ لکھا کرو کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں بلکہ یوں لکھا کرو کہ اس واقعہ میں اللہ و رسول کا حکم تم کو کیونکر معلوم ہے؟ (مقدمہ عالمگیری: ۱۴۱)
  - ۵۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول خلاف کتاب و سنت کے معتبر نہ ہوگا۔ (درمختار: ۷۰۹/۲)
- حجیت حدیث:

- ۶۔ حدیث وحی حنفی ہے۔ (مقدمہ ہدایہ: ۱۱۰/۱)
- ۷۔ حدیث حجت ہے۔ (درمختار: ۲۵/۱)
- ۸۔ حدیث بھی قطعی ہے، اس لیے کہ موزہ کا مسح حدیث سے ہے، بلا تا مل اس کا منکر کافر ہے۔ (ہدایہ: ۲۰۱/۱)
- ۹۔ حدیث کا رد کرنے والا گمراہ ہے۔ (مقدمہ ہدایہ: ۳۰/۱)
- ۱۰۔ جو بات رسول اللہ ﷺ کے بال برابر خلاف ہو اس کو ترک کرے۔ (مالا بد: ۱۰)
- ۱۱۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت محض زبان کے کہنے سے نہیں ہوتی بلکہ اتباع سے ہوتی ہے۔ (شرح وقایہ: ۹۷)

- ۱۲۔ حدیث امام کے قول پر مقدم ہے۔ (ہدایہ: ۵۰۲/۱)
- ۱۳۔ موضوع حدیث سے استدلال کرنا حرام ہے اور عمل کرنا بھی حرام ہے۔ (درمختار: ۷۳/۱۔ مقدمہ ہدایہ: ۱۱۶/۱)

### اقوال امام ابوحنیفہ اور مقام حدیث:

- ۱۴۔ فرمایا جب حدیث صحیح مل جاوے وہی میرا مذہب ہے۔ (مقدمہ عالمگیری: ۱۲۹/۱)
- ۱۵۔ فرمایا چھوڑ دو میرے قول کو حدیث کے سامنے۔ (شرح وقایہ: ۱۰)
- کتب احادیث کے متعلق:

- ۱۶۔ اجماع ہے کہ بعد قرآن کے بخاری پھر مسلم۔ (مقدمہ ہدایہ: ۱۱۳/۱) بخاری و مسلم دونوں میں موجود حدیث متفق علیہ کہلاتی ہے۔ یہ حدیث سب سے مقدم ہے۔ پھر جو تنہا صحیح بخاری میں پھر جو تنہا صحیح مسلم میں۔ (مقدمہ ہدایہ: ۱۱۵/۱۔ شرح وقایہ: ۵)
- ۱۷۔ طبقہ اول میں بخاری، مسلم اور مؤطا امام مالک ہیں۔ طبقہ ثانی میں ترمذی، نسائی اور ابو داؤد ہیں۔ ان کا مرتبہ بخاری و مسلم سے کم ہے۔ طبقہ ثالث میں مسند شافعی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، سنن ابن ماجہ، دارقطنی، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، کتب بیہقی، کتب طحاوی، کتب طبرانی۔ ان کتابوں کی احادیث بغیر تنقید اعتبار کے قابل نہیں ہیں۔ طبقہ رابعہ میں باقی حدیث کی کتابیں آتی ہیں۔ (مقدمہ ہدایہ: ۱۱۵، ۱۱۴/۱)
- حیرانی کی بات ہے کہ صاحب ہدایہ نے حنفی فقہ کی کتابوں کا اس درجہ بندی میں کہیں ذکر تک نہیں کیا۔ شاید یہ کتابیں اس قابل نہیں تھیں کہ کسی طبقہ میں آسکیں۔
- کتب فقہ کتب حدیث کے مقابل:

- ۱۸۔ فقہ کے لیے اصل کتاب و سنت ہے۔ (مقدمہ عالمگیری: ۲۶/۱)
- ۱۹۔ ہدایہ کے مصنف کا شغل حدیث سے کم تر رہا ہے۔ (مقدمہ عالمگیری: ۱۲۰/۱)
- ۲۰۔ درمختار بوجہ ایجاز قابل افتاء نہیں۔ (مقدمہ ہدایہ: ۱۰۷)
- ۲۱۔ فقہ میں جو احادیث ہیں ان پر اعتماد کلی نہیں ہو سکتا (جب تک کہ کتب حدیث سے تصحیح نہ کر لی

جائے) حالانکہ فقہ میں احادیث موضوع بھی ہیں۔ (مقدمہ ہدایہ: ۱۰۷/۱)

اجماع:

۲۲۔ اسی واسطے بعض اکابرین نے ہر ایسے قول و فعل سے انکار کر دیا ہے جو عہداول میں نہ تھا۔  
(مقدمہ عالمگیری: ۳۰/۱)

اہل سنت کی تعریف:

۲۳۔ افضل جاننا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو، محبت رکھنا عثمان و علی رضی اللہ عنہما سے، موزوں پر مسح کرنا۔ (ابو حنیفہ)  
(درمختار: ۱۲۴/۱)

تقلید اور کتب فقہ:

۲۴۔ ائمہ اربعہ آپس میں کسی کے مقلد نہ تھے۔ (درمختار: ۴۳/۱)

۲۵۔ آفت تقلید سے پڑی ہے۔ (درمختار: ۶۲/۱۔ ہدایہ: ۱۲/۱)

۲۶۔ ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الدِّينِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [النحل: ۴۳] سے مراد قرآن و حدیث کا حکم دریافت کرنا ہے، لوگوں کی باتیں مان لینے کا حکم نہیں ہے۔ (مقدمہ عالمگیری: ۱۲/۱)

۲۷۔ یہود و نصاریٰ اپنے مولویوں اور درویشوں کا کہنا مانتے تھے، اس لیے اللہ نے مشرک فرمایا۔  
مومنوں کو حکم کیا کہ لوگوں کے قول مت پوچھو بلکہ پوچھو اللہ و رسول کا کیا حکم ہے۔ (عالمگیری: ۱۲/۱)

بدعت اور اہل بدعت:

۲۸۔ تعریف اہل بدعت یہ ہے جو لوگ دین میں خواہ اصول میں ہو یا فروع میں بدون دلیل شرعی کے کوئی نئی بات پیدا کرے ان کو اہل ہوا بھی کہتے ہیں۔ (عالمگیری: ۱۹۶/۱، ۱۹۷)

۲۹۔ اہل ہوا وہ ہے کہ مخالف سنت ہو۔ (درمختار: ۳۱۷/۳)

عقائد کا بیان:

۳۰۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کفر پر مرے۔ (فقہ اکبر) (ہدایہ: ۲۸/۱)

۳۱۔ ابوطالب کفر پر مرے۔ (فقہ اکبر) (مقدمہ ہدایہ: ۲۸/۱)

۳۲- آیت ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا ﴾ [التوبة: ۱۱۳] اور آیت: ﴿ إِنَّكَ لَا تَهْدِي ﴾ [الفصص: ۵۶] ابوطالب کے حق میں ہیں۔ (ہدایہ: ۲۹/۱- شرح وقایہ: ۱۴۶/۱) (فقہ اکبر) اس کے لیے احمد رضا صاحب کا قرآنی ترجمہ مع تفسیر دیکھیں۔

۳۳- سوائے انبیاء اور عشرہ مبشرہ کے اولیاء صاحب کرامات اور علماء اصفیاء کو قطعی جنتی نہیں کہہ سکتے۔ (مقدمہ ہدایہ: ۲۸/۱)

### علم غیب کا بیان:

۳۴- علم غیب سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی مخلوق کو نہیں ہے۔ (درمختار: ۲۵/۱- ہدایہ: ۵۹/۱)

۳۵- عقائد و اعمال کفریہ کے لیے سابقہ ابواب دیکھیں۔

### مسائل متفرقہ:

۳۶- سلف صالحین سے مراد خصوصاً صحابہ ہیں اور عموماً صحابہ و تابعین۔ (مقدمہ عالمگیری: ۹۲/۱)

۳۷- معجزہ وہ ہے جو نبی کے ہاتھ پر ہو، کرامت وہ ہے جو متقی کے ہاتھ پر ہو، استدراج وہ ہے جو فاسق کے ہاتھ پر ہو۔ (درمختار: ۲۶۹/۱)

۳۸- پیران پیر عبدالقادر جیلانی جنمیلی تھے۔ (ہدایہ: ۵۷۳/۱، ۶۹۰)

### وضو کے متعلق:

۳۹- نیت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں نہ کہ زبان کے بولنے کو۔ (درمختار: ۳۶/۱- ہدایہ: ۲۹- درمختار: ۶۹/۱)

۴۰- نیت زبان سے کرنا بدعت ہے۔ (درمختار: ۶۱/۱- ہدایہ: ۲۶/۱)

۴۱- سر کے مسح میں ہاتھ آگے سے پیچھے اور پیچھے سے آگے لے جانا چاہیے۔ (ہدایہ: ۲۹/۱، درمختار: ۶۹/۱)

۴۲- گردن کا مسح بدعت ہے۔ (ہدایہ: ۲۱، ۲۰/۱)

### مسح کے متعلق:

۴۳- گاڑھی جرابوں پر مسح جائز ہے۔ (درمختار، عالمگیری، شرح وقایہ: ۶۰/۱- قدوری: ۶۹/۱)

### پانی کے متعلق:

۴۴- مسئلہ وہ درودہ کی اصل مذہب میں نہیں ہے۔ (عالمگیری: ۱۰۳/۱- مقدمہ ہدایہ: ۱۰۰/۱)

### اوقات نماز کے متعلق:

۴۵۔ ظہر کا وقت ایک مثل تک ہے۔ (صاحبین) امام ابو حنیفہ سے بھی ایک روایت ہے۔ یہی مذہب زفر اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد کا ہے۔ (درمختار: کنز، عالمگیری: ۸۰۱/۱۔ ہدایہ: ۳۲۹/۱۔ شرح وقایہ: ۷۳)

۴۶۔ عصر کا وقت ایک مثل سے شروع ہوتا ہے۔ (مذہب صاحبین) (درمختار: ۱۸۲/۱۔ ہدایہ: ۳۲۹/۱) اذان و نماز کے متعلق:

۴۷۔ صحیح حدیث سے اذان کے کلمے دو دو بار اور تکبیر کے ایک ایک بار ہیں۔ (شرح وقایہ: ۷۹/۱) ۴۸۔ جب منہ کعبہ کی طرف ہے تو کعبہ کی نیت کرنی جائز نہیں۔ (منیہ: ۶۶) ۴۹۔ نماز فرض میں نیت تعداد رکعات کی فرض نہیں۔ (شرح وقایہ: ۸۲) ۵۰۔ قیام فرض ہے۔ (شرح وقایہ: ۸۳/۱۔ قدوری: ۱۰۱/۱)

۵۱۔ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث با اتفاق ائمہ محدثین ضعیف ہے۔ (ہدایہ: ۴۵۰/۱، ۴۳۹) ۵۲۔ مرزا مظہر جان جاناں مجددی حنفی سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو بسبب قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔ (ہدایہ: ۴۵۰/۱) ۵۳۔ «لَا صَلَوةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ» یہ حدیث بسند صحیح صحاح ستہ و ابن حبان و سنن دارقطنی وغیرہ میں مروی ہے۔ (ہدایہ: ۴۶۴/۱)

۵۴۔ ابن ہمام نے «ثقلت القرآن» والی حدیث کے راوی کو ثقہ بتا کر کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہری نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھے۔ (ہدایہ: ۵۴۹/۱، ۵۵۰، ۵۵۵)

۵۵۔ امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کی احادیث ضعیف ہیں۔ (شرح وقایہ: ۹۸-۹۹)

۵۶۔ فاتحہ خلف الامام مقتدی کو مستحسن ہے، بطور احتیاط کے۔ (محمد ﷺ) (ہدایہ: ۵۵۰/۱)

۵۷۔ رفع الیدین کرنے کی حدیثیں بہ نسبت ترک رفع کے قوی ہیں۔ (ہدایہ: ۴۹۹/۱)

۵۸۔ حق یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے رفع الیدین ثابت ہے۔ (ہدایہ: ۴۹۶/۱)

۵۹۔ رفع الیدین اکثر فقہاء اور محدثین اس کو سنت ثابت کرتے ہیں۔ (مالا بد: ۴۳)

۶۰۔ عصام ابن یوسف امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگردان شاگرد ہیں، رفع الیدین کرتے تھے۔ (عالمگیری: ۵۴۱)

۶۱۔ امیر کاتب العمید متعصب حنفی تھا، جس کو رفع الیدین کرتا دیکھتا نماز باطل ہونے کا فتویٰ دیتا۔ فاضل لکھنوی نے تردید کر کے کہا کہ رفع الیدین کی روایات صحیح بکثرت موجود ہیں، اس میں امام ابوحنیفہ سے کچھ مروی نہیں۔ (مقدمہ عالمگیری: ۸۷/۱)

۶۲۔ انکساری کے لیے سرکھول کر نماز پڑھنا درست ہے۔ (درمختار: ۳۳۷/۱۔ عالمگیری: ۱۶۹/۱۔ ہدایہ: ۶۵۵/۱)

۶۳۔ سات جگہوں میں نماز مکروہ ہے: حمام، راستہ، اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ، قبرستان، نجاست ڈالنے کی جگہ، کمیلہ وغیرہ۔ (درمختار: ۱۹۲/۱)

۶۴۔ چار رکعت قبل عشاء کے مستحب ہیں نہ سنت۔ (ہدایہ: ۶۹۶/۱)

۶۵۔ تین میل تک کی مسافت میں قصر جائز ہے۔ (شرح وقایہ: ۱۳۲)

### امامت کے متعلق:

۶۶۔ جو امامت مزدوری لے کر کرے تو اس کی امامت مکروہ ہے۔ (درمختار: ۲۹۳/۱)

۶۷۔ اجرت پر حافظ مقرر کرنا مکروہ ہے۔ (ہدایہ: ۷۲۵/۱)

۶۸۔ بدعتی کی امامت مکروہ ہے۔ (درمختار: ۲۹۲۔ شرح وقایہ: ۱۰۱/۱)

۶۹۔ امام مقتدیوں کو حکم کرے کہ ایک دوسرے سے ملے رہیں اور بیچ کی جگہ بند کر دیں۔ (درمختار: ۲۹۶/۱۔ شرح وقایہ: ۱۰۳/۱)

۷۰۔ صف میں جگہ چھوڑنا ثواب فوت کرنا ہے۔ (درمختار: ۲۹۶/۱)

### وتر کا بیان:

۷۱۔ وتر ایک رکعت بھی ہے، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے۔ (ہدایہ: ۶۷۵/۱، ۶۷۶/۱)

۷۲۔ سجدہ سہو دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد کرے اور سلام سے پہلے بھی جائز ہے۔ (درمختار: ۳۸۱/۱۔ ہدایہ: ۷۵۰/۱)

۷۳۔ سجدہ سہو میں ایک سلام پھیرنے والا بدعتی ہے۔ (ہدایہ: ۷۵۰/۱)

### نماز کے متعلق:

۷۴۔ نماز کا منکر کافر ہے، بے نمازی کو نزدیک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ قید رکھنا واجب ہے۔ امام

شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قتل کیا جائے۔ امام شافعی و امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک نماز ترک

کرنے والا کافر ہے۔ (درمختار: ۱۸۰/۱، ہدایہ: ۳۲۴/۱۔ مالا بد: ۱۴)

۷۵۔ صبح کی فرض کے بعد سنت پڑھ سکتا ہے۔ (ہدایہ: ۶۹۴/۱)

۷۶۔ التحیات میں مٹھی باندھ کر انگلی اٹھاوے۔ (ہدایہ: ۵۰۲/۱۔ شرح وقایہ)

۷۷۔ جلسہ استراحت میں مضائقہ نہیں۔ (درمختار: ۲۵۹/۱)

۷۸۔ صبح کی سنت پڑھنے کے بعد داہنی کروٹ پر لیٹے۔ (درمختار: ۵۵۸/۱۔ ہدایہ: ۶۹۴/۱)

۷۹۔ ظہر احتیاطی نہ پڑھنا بہتر ہے۔ (درمختار: ۴۱۲/۱)

۸۰۔ جس نے نماز فجر یا مغرب تنہا شروع کی اور پھر تکبیر کہی گئی تو نماز توڑ دے، اگرچہ ایک رکعت

پڑھ چکا ہو۔ (شرح وقایہ: ۱۲۳۔ ہدایہ: ۷۲۸/۱۔ کنز: ۱۵۹)

۸۱۔ حدیث صحیح ہے کہ اقامت ہونے کے بعد سوا فرض کے کوئی نماز نہیں۔ (ہدایہ: ۶۹۴/۱)

۸۲۔ سنت کو جماعت کے درمیان پڑھنا مکروہ ہے اور مغرب سے پہلے دو رکعت ثابت ہیں۔ نماز

تحیۃ المسجد بیٹھنے سے پہلے پڑھے اور مستحب ہے وضو کے بعد دو رکعت کا پڑھنا سوائے وقت

کراہت کے۔ (درمختار: ۳۵۶۳۵۲/۱)

۸۳۔ بعد نماز فجر و عصر قضا نماز پڑھ سکتا ہے۔ (ہدایہ: ۳۶۷/۱)

### تراویح کے متعلق:

۸۴۔ تراویح میں رکعت کی حدیث ضعیف ہے۔ (ہدایہ: ۷۲۲/۱۔ درمختار: ۳۶۷/۱۔ شرح وقایہ: ۱۲۱)

۸۵۔ تراویح آٹھ رکعت کی حدیث صحیح ہے۔ (شرح وقایہ: ۱۲۱)

۸۶۔ تراویح صحیح حدیث سے مع وتر کے گیارہ رکعت ثابت ہیں۔ (ہدایہ: ۷۲۲/۱۔ شرح وقایہ: ۱۲۲)

۸۷۔ مع وتر کے تراویح گیارہ رکعت سنت رسول اللہ ﷺ ہیں اور میں سنت خلفائے راشدین۔

(ایضاً)

### جمعہ کے متعلق:

۸۸۔ جمعہ کو زوال کے وقت نفل پڑھنے جائز ہیں۔ (درمختار: ۴۲۷/۱، شرح وقایہ)

۸۹۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا قبل زوال کے خطبہ پڑھنا ثابت ہے۔ (شرح وقایہ)

۹۰۔ جمعہ کو ایک اذان رسول اللہ ﷺ، ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تھی اور دوسری اذان



عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شروع ہوئی۔ (درمختار: ۴۲۴/۱ اور ہدایہ)

۹۱۔ خطیب سے رسول اللہ ﷺ کا نام سن کر اپنے جی میں درود پڑھے۔ (درمختار: ۴۲۴/۱)

۹۲۔ خطبہ کے وقت نہ کلام ہے نہ سبحان اللہ، یہ سب سامع کو حرام ہے۔ (درمختار: ۴۲۳/۱)

### عیدین کے متعلق:

۹۳۔ عیدین میں تکبیر جہر سے کہے یہی سنت ہے، راستہ میں اور عید گاہ میں۔ (درمختار، ہدایہ)

۹۴۔ نماز عیدین میں بارہ تکبیروں کی حدیث صحیح ہے۔ (ہدایہ: ۸۵۰/۱۔ شرح وقایہ: ۱۳۸)

۹۵۔ مصافحہ بعد عید کے مکروہ ہے، یہ طریقہ رافضیوں کا ہے۔ معانقہ بھی بعد عید کے بے اصل اور

مکروہ ہے۔ (درمختار: ۴۳۰/۱)

### ذفن کے متعلق:

۹۶۔ قبروں پر قرآن پڑھنا مکروہ اور بدعت ہے۔ (عالمگیری: ۸۱/۹۔ ہدایہ: ۳۱۴/۴)

۹۷۔ پختہ قبر نہ بنائی جائے۔ (درمختار: ۴۶۸/۱، ۴۶۹۔ کنز: ۱۹۲)

۹۸۔ عمارت بنانا قبر پر زینت کے لیے حرام ہے۔ (درمختار: ۴۶۹/۱)

۹۹۔ اولیاء اللہ کی قبروں پر بلند مکان بنانا اور چراغ جلانا بدعت ہے، حرام ہے۔ (ہدایہ: ۳۱۵/۴۔

درمختار: ۲۷۰/۴۔ مالا بد: ۷۸)

۱۰۰۔ انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو سجدہ کرنا اور طواف کرنا اور مراد مانگنا اور نذریں چڑھانا حرام ہیں

اور کفر ہیں۔ (مالا بد: ۸۲)

۱۰۱۔ قبر پر اذان دینا بدعت ہے۔ (ہشتی گوہر: ۱۲۶)

۱۰۲۔ قبر کو بوسہ دینا جائز نہیں کہ نصاریٰ کی عادت ہے۔ (درمختار: ۴۷۰/۴)

۱۰۳۔ تین دن سے زیادہ سوگ حرام ہے۔ (مالا بد: ۸۰)

۱۰۴۔ اہل مصیبت کے گھر سے کھانا کھانا حرام ہے۔ (ہدایہ: ۹۲۵/۱)

۱۰۵۔ فرش بچھانا یعنی موت پر دریاں وغیرہ زمین پر بچھانا بری حرکت ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ۱۰۱)

۲۶۵۔ ہدایہ: ۹۲۳/۱)

۱۰۶۔ سنت سے قبر کی زیارت اور صاحب قبر کے لیے دعا کے علاوہ کچھ ثابت نہیں۔ (عالمگیری: ۱/۲۶۴)

۱۰۷۔ تیجا، دسواں، چالیسواں نہایت مذموم اور بدعت ہے۔ (بہشتی زیور: ۸۹/۶)

۱۰۸۔ فاتحہ مروجہ بدعت ہے۔ (بہشتی زیور حصہ: ۸۰/۶)

### روزوں کے متعلق:

۱۰۹۔ شک کے دن کا روزہ نہ رکھے۔ (درمختار: ۵۵۳/۱۔ شرح وقایہ: ۱۶۷/۱)

۱۱۰۔ شک کے دن کا روزہ مکروہ تحریمی ہے، اہل کتاب کی مشابہت ہے۔ (درمختار: ۵۵۳/۱)

### نکاح کے متعلق:

۱۱۱۔ جو اللہ اور رسول ﷺ کو نکاح میں گواہ کرے تو نکاح درست نہیں بلکہ وہ کافر ہے۔ (درمختار: ۱۴۲۔ مالا بد: ۱۳۹)

### طلاق کے متعلق:

۱۱۲۔ بعضوں کے نزدیک تین طلاق ایک جلسہ میں ایک طلاق ہوگی۔ (شرح وقایہ: ۳۴۲/۲)

گم شدہ کے متعلق:

۱۱۳۔ زوج مفقود الخمر کو قاضی چار برس کے بعد تفریق کرادے، عمر، علی اور عثمان رضی اللہ عنہم کا یہی فیصلہ ہے، بلکہ اس پر اجماع صحابہ ہے۔ (ہدایہ: ۷۳۶/۲)

ذبح کے متعلق:

۱۱۴۔ جس جانور پر نام غیر اللہ کا پکارا گیا ہو اگرچہ وقت ذبح کے بسم اللہ اکبر کہا ہو، ذبیحہ حرام ہے۔ (درمختار: ۱۹۵/۴)

۱۱۵۔ سید احمد کبیر کی گائے، شیخ سدوکا بکرا اور اجالا شاہ کا مرغی حرام ہے۔ (درمختار: ۱۹۶/۴، شرح وقایہ: ۴۹/۴)

۱۱۶۔ نبی اور ولی کے نام سے ذبح کرنا حرام ہے۔ (شرح وقایہ: ۴۶/۴)

### قربانی کے متعلق:

- ۱۱۷۔ میت کی طرف سے قربانی جائز ہے۔ (درمختار: بہشتی زیور)  
 ۱۱۸۔ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ گھوڑے کو حرام جانتے تھے، مرنے سے پہلے آپ نے رجوع کیا۔ (درمختار: ۱۹۱/۳)

### شہادت کے متعلق:

- ۱۱۹۔ تارک جمعہ کی گواہی قبول نہیں، زکوٰۃ نہ دینے والے، یتیم کا مال کھانے والے، گانے والی عورت، راگ سننے والے، نشہ باز، چوسر کھیلنے والے، رنڈی باز، لونڈے باز، کبوتر باز، مرغ باز، شطرنج کھیلنے والا، سودخور، صحابہ کی بدگوئی کرنے والا ان سب کی گواہی قبول نہیں۔ (ہدایہ: ۲۰۲/۳۔ درمختار: ۳۳۲۶/۳ تا ۳۳۳۲/۱۔ عالمگیری: ۲۷۲/۵)

### قاضی کے متعلق:

- ۱۲۰۔ نص قرآنی کے خلاف جو مسئلہ ہو قاضی اس کو باطل کر دے اور نص حدیث کے خلاف جو مسئلہ ہو قاضی اس کو باطل کر دے۔ (درمختار: ۷۰۹/۲۔ ۷۱۰)

### حلال و حرام کے متعلق:

- ۱۲۱۔ علم راگ حرام ہے۔ (درمختار: ۲۵/۱۔ مالاب: ۱۲۵)  
 ۱۲۲۔ نے کا راگ، باجوں اور بانسری کی آواز سننا حرام ہے۔ (درمختار: ۲۲۲/۳۔ ہدایہ: ۲۳۶/۳۔ مالاب: ۱۲۶)  
 ۱۲۳۔ پہلا گانے والا شیطان ہے۔ (درمختار: ۲۲۲/۳۔ ہدایہ: ۲۳۶/۳)  
 ۱۲۴۔ گانا نفاق اگاتا ہے۔ (درمختار: ۲۲۲/۳۔ ہدایہ: ۲۳۶/۳)  
 ۱۲۵۔ گانا حرام ہے اور سننا معصیت، اسی طرح قوالی۔ (عالمگیری: ۸۳/۹۔ ہدایہ: ۳۱۶/۳)  
 ۱۲۶۔ گانا، قوالی، قص جو ہمارے زمانہ کے صوفی لوگ کرتے ہیں، حرام ہے۔ (عالمگیری: ۸۳/۹۔ ہدایہ: ۳۱۶/۳)

- ۱۲۷۔ اس زمانے میں عورتوں کا ڈھول بجانا امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ (عالمگیری: ۸۳/۹)  
 ۱۲۸۔ دعوت ولیدہ میں ناچ گانا اگر دسترخوان کے پاس ہو تو ہر ایک کو واپس آنا چاہیے۔ (درمختار: ۳۱۶/۳)

- ۲۲۱/۴- ہدایہ: ۲۳۵/۴- شرح وقایہ: ۵۵/۴- کنز: ۳۷۹- ما الابد: (۱۲۵)
- ۱۲۹- اگر جانے سے پہلے ناچ گانے کا علم ہو جائے تو وہاں نہ جائے۔ (درمختار: ۲۲۱/۴: ہدایہ: ۲۳۵/۴)
- ۱۳۰- مولود میں راگنی سے اشعار سننا اور پڑھنا حرام ہے۔ (ہدایہ: ۲۳۷/۴)
- ۱۳۱- لحن و گنگری کے ساتھ قرآن سننا معصیت اور پڑھنے و سننے والا دونوں گنہگار ہیں۔ (ہدایہ: ۲۳۶/۴)
- ۱۳۲- قرآن سے فال نکالنا حرام ہے۔ (مقدمہ ہدایہ: ۵۷/۱)
- ۱۳۳- نقش اور طلسم حرام ہیں۔ (درمختار: ۲۵/۱)
- ۱۳۴- تعویذ بیچنا حلال نہیں۔ (ہدایہ: ۳۱۳/۴)
- ۱۳۵- تعویذ قرآن یا حدیث یا عربی زبان میں ہو اور اس کو متاثر حقیقی نہ جانا جائے تو جائز ہے اور جس کے معنی معلوم نہ ہوں تو جائز نہیں۔ فرشتہ یا ولی یا مخلوقات عرش کے نام ہوں تو ترک کرنا بہتر ہے۔ (درمختار: ۱۰۳/۱)
- ۱۳۶- قرآن اگر گرجائے تو اس کے برابر اناج تولنا کوئی شرح کا حکم نہیں ہے۔ (بہشتی زیور: ۷۹/۱۰)
- ۱۳۷- قرآن اونچی جگہ پر ہو تو اس کی طرف پاؤں پھیلا نا مکروہ نہیں۔ (درمختار: ۳۴۴/۱)
- ۱۳۸- مصحف (قرآن) بوسیدہ ہو جائے تو دفن کیا جائے۔ (درمختار: ۱۰۲/۱)
- ۱۳۹- قرآن اگر دور رکھا ہو تو اس طرف پاؤں پھیلا نا مکروہ نہیں۔ (درمختار: ۳۴۴/۱)
- ۱۴۰- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دعائے استعاذہ اپنی اولاد کو سکھاتے اور صغیر کے گلے میں لکھ کر ڈال دیتے تھے۔ (ہدایہ: ۳۲۳/۴)
- ۱۴۱- ایک روز میں قرآن ختم کرنا مکروہ ہے اور قرآن کی تعظیم کے واسطے تین روز سے کم میں ختم نہ کرے۔ (عالمگیری: ۲۱/۹)
- ۱۴۲- تین دن سے کم قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔ (شرح وقایہ: ۱۰۲)
- ۱۴۳- ادیب کا شعر پڑھنا جس میں ذکر فسق و شراب و امر دکا ہے مکروہ ہے۔ (ہدایہ: ۳۱۶/۴)
- ۱۴۴- حکمت یونان (فلسفہ) رمل، نجوم، شعبدہ، کہانت سیکھنا حرام ہے۔ (درمختار: ۲۵/۱)
- ۱۴۵- منطق سیکھنا حرام ہے (مگر مخالفین کے جواب کے لیے)۔ (درمختار: ۲۵/۱)

- ۱۳۶۔ کیمیا حرام ہے۔ (درمختار: ۲۵/۱)
- ۱۳۷۔ ریشمی کپڑا اور زیور بچے کو پہنانا حرام ہے۔ (درمختار: ۳۲۳/۱)
- ۱۳۸۔ نوحہ کرنا اور پیٹنا اور کپڑے پھاڑنا حرام ہے۔ (مالا بد: ۸۰)
- ۱۳۹۔ سلام کے وقت جھکننا مکروہ ہے، اس کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ (ہدایہ: ۳۲۰/۴)
- ۱۵۰۔ سلطان وغیرہ کے سامنے جھکننا ممنوع ہے کہ یہ مجوس کے ساتھ مشابہت ہے۔ (عالمگیری: ۱۹/۱۱۲۔ ہدایہ: ۳۲۰/۴)
- ۱۵۱۔ مصافحہ داہنے ہاتھ سے کرنے پر اتفاق ہے۔ (ہدایہ: ۳۲۰/۴)
- ۱۵۲۔ مصافحہ ایک ہاتھ سے کرنا اکثر روایات صحیحہ سے ثابت ہے۔ (ہدایہ: ۳۲۰/۴)
- ۱۵۳۔ بیعت میں عورت سے مصافحہ کرنا جائز نہیں۔ (ہدایہ: ۲۶۷/۴)
- ۱۵۴۔ دوست سے ملاقات کے وقت اپنا ہاتھ چومنا، جیسا جاہل لوگ کیا کرتے ہیں، بالا جماع مکروہ ہے۔ (عالمگیری: ۱۱۳/۹)
- ۱۵۵۔ انگلیوں اور رکابی کا چاشنا سنت ہے۔ (درمختار: ۲۱۶/۴)
- ۱۵۶۔ برہنہ سر کھانے میں مضائقہ نہیں۔ (درمختار: ۲۱۶/۴)
- ۱۵۷۔ شطرنج حرام ہے اور گنجدہ اور چوسر بالا جماع حرام ہے۔ (ہدایہ: ۳۱۸/۴)
- ۱۵۸۔ کبوتر بازی اور مرغ بازی حرام ہے۔ (شرح وقایہ: ۶۳/۴۔ مالا بد: ۱۲۹/۴)
- ۱۵۹۔ کشتی کرنا حصول قوت اور جہاد جائز ہے اور بقصد بازی مکروہ۔ (شرح وقایہ: ۶۴/۴)
- ۱۶۰۔ ننگے ہو کر نہانا اگر پردہ ہو، خواہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر، غسل خانہ کی چھت پڑی ہو یا نہیں، جائز ہے۔ (بہشتی زیور: ۴۴/۱)
- ۱۶۱۔ خشک منی رگڑ ڈالنے سے پاک ہے۔ (بہشتی زیور: ۵۱/۲)
- ۱۶۲۔ طاعون و ہیضہ وغیرہ میں اذان دینا بے وقوفی ہے۔ (ہدایہ: ۳۷۵/۴)
- ۱۶۳۔ فجر کی اذان آدھی رات سے دینی درست ہے۔ (شرح وقایہ: ۷۸)
- ۱۶۴۔ اذان اور اقامت پر اور تعلیم فقہ اور دیگر عبادات پر مزدوری لینی جائز نہیں۔ (ابوحنیفہ)
- (درمختار: ۳۸/۴۔ ہدایہ: ۵۷۳/۱۔ شرح وقایہ: ۲۰/۲)

- ۱۶۵۔ چغل خوروں کی امامت مکروہ ہے۔ (شرح وقایہ: ۱۰۱)
- ۱۶۶۔ اصل ہر شے میں اباحت ہے۔ (درمختار: ۶۰۱)
- ۱۶۷۔ تمباکو کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں لیکن ترک اولیٰ ہے۔ (مقدمہ عالمگیری: ۱۲۶/۱)
- ۱۶۸۔ بلی جو ٹھا مکروہ نہیں۔ (ابو یوسف رضی اللہ عنہ۔ ہدایہ: ۱۵۸/۱)
- ۱۶۹۔ جوان مرد اپنی بیوی کا دودھ پی لے تو بیوی حرام نہیں ہوتی۔ (ہشتی زیور: ۱۴۲/۴)
- ۱۷۰۔ خواجہ سرا سے عورت کو پردہ کرنا چاہیے۔ (درمختار: ۲۳۴/۴)
- ۱۷۱۔ چھینکنے والا «الْحَمْدُ لِلَّهِ» کہے تو سننے والا «يَرْحَمُكَ اللَّهُ» کہے اگرچہ دس دفعہ۔ (درمختار: ۴۰۱/۱)
- ۱۷۲۔ فطرت کی دس چیزوں میں سے داڑھی بڑھانا اور موچھیں کترانا ہے۔ (ہدایہ: ۱۷۱/۷)
- ۱۷۳۔ موچھیں کترانا سنت ہے۔ (درمختار: ۲۶۲/۴)
- ۱۷۴۔ داڑھی منڈوانا اور کترانا حرام ہے، کفار اور مجوس کی رسم ہے، عورتوں سے تشبیہ ہے۔ (درمختار: ۲۶۲/۴)
- ۱۷۵۔ داڑھی ایک مشمت سے کم کتروانی حرام ہے اور بڑھانی سنت ہے۔ (مالا بد: ۱۳۰)
- ۱۷۶۔ کسی نے عمد یا نخطا داڑھی مونڈی اگر پوری مونڈی ہو تو پوری دیت اور آدھی مونڈی تو آدھی دیت لی جائے۔ (عالمگیری: ۳۳۳/۹) (ضروری لی جائے تاکہ نائیوں کو عبرت ہو)
- ۱۷۷۔ سر کچھ منڈانا اور کچھ چھوڑنا مکروہ ہے۔ (ہدایہ: ۳۲۵/۴)
- ۱۷۸۔ لنگوری بال جو پیشانی پر بڑھائے جاتے ہیں جائز نہیں۔ (ہشتی گوہر: ۱۰۹)
- ۱۷۹۔ ازار آدھی پنڈلی سے لے کر کٹنوں تک جائز ہے، ٹخنوں سے نیچے حرام ہے۔ (مالا بد: ۱۱۰)
- ۱۸۰۔ دعا بحق ولی مانگنا مکروہ ہے، اس لیے کہ مخلوق کا کچھ حق اللہ پر نہیں ہے۔ (درمختار: ۲۵۵/۴)
- عالمگیری: ۲۳۶/۹۔ ہدایہ: ۳۵۷/۴)
- ۱۸۱۔ شرعی احکام کا مدار خواب پر نہیں ہو سکتا۔ (درمختار: ۴۷۲/۱)
- ۱۸۲۔ شرط یک طرفہ درست ہے۔ (درمختار: ۵۱۵/۴)
- ۱۸۳۔ مردہ بدعتی کی برائی کرنا درست ہے تاکہ اور لوگ بدعت سے باز رہیں۔ (درمختار: ۴۷۰/۱)

۱۸۴۔ اعلانیہ گناہ کرنے والے اور بد عقیدہ کی غیبت جائز ہے۔ (درمختار: ۲۶۳/۴)

۱۸۵۔ رات کے وقت درخت سوتے ہیں، یہ بات غلط ہے۔ (بہشتی زیور: ۸۹/۱۰)

۱۸۶۔ جو بھگ کو حلال جانے وہ طح اور بدعتی ہے، اس کا قتل مباح ہے۔ (درمختار: ۲۹۸/۴)

۱۸۷۔ جس نے مولود پڑھوانے یا مزار پر چادر چڑھوانے یا عبدالحق کا توشہ یا سید کبیر کی گائے یا

مسجد میں گلگے چڑھانے یا اللہ میاں کے طاق بھرنے یا بڑے پیر کی گیارھویں، مولا مشکل کشا

کا روزہ، یا آس بی بی کا کوٹا کرنے کی منت مانی ہو تو اس کو پورا کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ

سب واہیات و خرافات ہیں اور روزہ ماننا تو شرک ہے۔ (بہشتی زیور: ۳۷/۳)

۱۸۸۔ مولود مروجہ بدعت ہے۔ (بہشتی زیور: ۶۱/۶)

۱۸۹۔ بسم اللہ کی رسم بے اصل اور لغو ہے۔ (بہشتی زیور: ۱۵/۶)

۱۹۰۔ شبِ برأت کا حلہ اور دیگر رسومات اور رسوماتِ محرم سب بدعت ہیں۔ (بہشتی زیور: ۶۸/۶)

۱۹۱۔ غیر اللہ کی قسم کھانا قسم نہیں بلکہ شرک ہے۔ (بہشتی زیور: ۳۸/۳)

۱۹۲۔ غیر اللہ کی منت ماننا شرک ہے اور اس چیز کا کھانا حرام ہے۔ (بہشتی زیور: ۳۷/۳)

### حاصل بحث فقہ حنفی:

پچھلی دو بحثوں کا حاصل یہ ہے کہ فقہ حنفی میں حق (آسمانی ہدایت یعنی قرآن و حدیث) میں

باطل (یعنی خود ساختہ مسائل) شامل کر دیے گئے ہیں۔ یہ خطرناک بات ہے۔ تحقیق کی ضرورت

ہے، احتیاط کی ضرورت ہے۔ کتابِ حقیقۃ الفقہ کا تحقیق کے لیے ضرور مطالعہ فرمائیں، جو حافظ

محمد یوسف صاحب جے پوری کی تحریر ہے اور ۱۳۴۰ ہجری میں لکھی گئی ہے، اب ۱۴۲۲ھ ہے آج

تک کوئی حنفی بریلوی یا حنفی دیوبندی اس کتاب کا جواب نہیں دے سکا، حالانکہ ۸۷ سال گزر گئے

ہیں۔

تقلید کے گڑھ ”دارالعلوم دیوبند“ کے مہتمم کی حقیقت بیانی:

جامع مسجد منصورہ میں قاضی حسین احمد اور نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ کی موجودگی میں مولانا محمد

قاسم کے پڑپوتے قاری محمد طیب صاحب کے بیٹے، مرکزی دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری محمد سالم

نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کے اندر اختلافات کی وجہ یہ ہے

کہ ہم نے دین کی تبلیغ کی بجائے مذہب و مسلک کی تبلیغ شروع کر دی ہے۔ فطری بات یہ ہے کہ ہر خطے اور ہر طبقے کے اہل فکر اور اہل علم کی سوچ کا انداز مختلف ہوتا ہے۔ یہ اجتہادی رائے قابل ترجیح تو ہو سکتی ہے قابل تبلیغ نہیں ہوتی۔ حجت صرف اللہ کا دین ہو سکتا ہے۔ مذہب و فقہ اور مسلک حجت نہیں بن سکتا۔ اسے قبول کرنے کا حق بھی ہے اور رد کرنے کا بھی۔“ (ہدایہ عوام کی عدالت میں، ص ۷۱، بحوالہ روز نامہ جنگ لاہور ص ۴، مؤرخہ ۱۹۸۷-۱۱-۲۵)

کیا تقلید کے شیدائی، دیوبندیت کے دعویدار اپنے مرکزی رہنما کا مشورہ مان لیں گے؟ یا خلاف کر کے تعلق دیوبندیت کو مشکوک بنا دیں گے؟ دیکھا جائے گا۔

یہود و نصاریٰ قرآن و حدیث اور حنفی فقہ کی روشنی میں :

یاد رہے کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا ذکر قرآن مجید میں کئی مقامات پر آیا ہے اور ان کے باطل عقائد کی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بار بار تردید فرمائی ہے :

۱۔ سورۃ بقرہ، آیات ۴۰-۱۳۷۔

۲۔ سورۃ آل عمران، آیات ۸۳ تا ۱۰۷۔

۳۔ سورۃ النساء، آیات ۵۷ تا ۱۵۳۔

۴۔ سورۃ المائدۃ، آیات ۱۲ تا ۲۶ تا ۴۱۔

۵۔ سورۃ الأعراف، آیات ۱۶۰ تا ۱۷۹۔

۶۔ سورۃ التوبہ، آیات ۳، ۷، ۹، ۲۹ تا ۳۵۔

۷۔ سورۃ بنی اسرائیل: ۵۷، ۱۱۱۔

۸۔ سورۃ مریم، آیات: ۳۰ تا ۶۰۔

قبروں کے بارے میں احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ یہودیوں اور نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔“ آپ یہ فرما کر (اپنی امت کو) ایسے کام سے ڈراتے تھے۔ [بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب: ۴۳۵۔ مسلم، کتاب المساجد،

باب النهی عن بناء المسجد على القبور..... الخ: ۵۲۹ تا ۵۳۲] تو کیا امت مسلمہ ڈری؟

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمانوں کو اہل کتاب کا طرز عمل اختیار کرنے سے



منع فرمایا:

﴿الْمُيَانِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَحْشَعَهُ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾ [الحديد: ۱۶]

”کیا ایمان والوں کے لیے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی نصیحت اور جو دین حق نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جائیں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں ان سے پہلے کتاب (آسمانی) ملی تھی، پھر ان پر مدت لمبی ہو گئی اور ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔“

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنے سے پہلی امتوں کی ایک ایک بالشت اور ایک ایک گز میں اتباع کرو گے یہاں تک کہ وہ اگر کسی سانڈے کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم اس میں بھی ان کی اتباع کرو گے۔“ صحابہ نے پوچھا: ”یا رسول اللہ! کیا یہود و نصاریٰ مراد ہیں؟“ فرمایا: ”پھر اور کون؟“ [بخاری، کتاب الإعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ: ((لتبعن

سنن من كان قبلكم)) : ۷۳۲۰- مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن اليهود والنصارى : ۲۶۶۹]

اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کو قرآن مجید میں گمراہ قرار دیا اور یہود کو مغضوب (جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا) قرار دیا اور قرآن میں ان کو جگہ جگہ مختلف جرائم میں ملوث مجرم قرار دیا اور مسلمانوں کو ان کے طرز عمل اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے اور حکم دیا کہ دین کا علم تمہارے پاس آنے کے بعد تم ان کی پیروی نہ کرنا ورنہ نہ کوئی تمہارا حمایتی ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا:

﴿وَكَيْنَ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ﴾

[البقرة: ۱۴۵]

”اور اگر آپ ان کی خواہشوں کی پیروی کریں گے، اس کے بعد کہ آپ کے پاس علم آچکا تو بے شک آپ بھی ظالموں میں سے ہوں گے۔“

مقصد امت کو متنبہ کرنا ہے کہ قرآن و حدیث کا علم آجانے کے بعد یہود و نصاریٰ اور اہل بدعت کے پیچھے لگنا اپنے اوپر ظلم ہے اور یہ سرا سر گمراہی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے مندرجہ بالا حدیث میں فرمایا کہ تم ان کی اتباع کرو گے۔

لہذا ہم یہاں قرآن وحدیث کی روشنی میں یہود و نصاریٰ کے جرائم کی ایک فہرست مرتب کریں گے اور موجودہ کلمہ گو صاحبان کے طریقوں کا یہود و نصاریٰ کے طریقوں سے تقابلی جائزہ پیش کریں گے، تاکہ اگر ہم یہود و نصاریٰ کا کوئی طرز عمل اختیار کر رہے ہیں تو اس سے دور رہیں۔ یہ سب کچھ ہمدردی اور احساس کی خاطر کیا جا رہا ہے، تنقید کی خاطر نہیں۔

قرآن نے یہود و نصاریٰ کو مشرک قرار دیا:

انھیں شرک فی الحکم کا مرتکب قرار دیا۔ (التوبہ: ۳۱) اور فرمایا انھوں نے اپنے مولویوں اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات ماننے کی بجائے اپنے مولویوں اور درویشوں کے احکامات مانے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو مشرک قرار دیا، جیسا کہ فقہ کی مشہور کتاب میں ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنے مولویوں اور درویشوں کا کہنا مانتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے مشرک فرمایا، مومنوں کو حکم دیا کہ لوگوں کے قول مت پوچھو بلکہ یہ پوچھو کہ اللہ و رسول ﷺ کا کیا حکم ہے؟ (مقدمہ عالمگیری: ۱۴۱)

اب ہمیں دیکھنا چاہیے کہ کیا ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کا حکم مان رہے ہیں یا اور لوگوں کا بھی حکم مان رہے ہیں۔ (مزید تشریح کے لیے فصل توحید فی الحکم اور شرک فی الحکم دیکھیے۔

انھیں شرک فی الذات کا مرتکب قرار دیا:

انھیں شرک فی الذات کا مرتکب قرار دیا نیز فرمایا:

”اور یہودی کہتے ہیں کہ عزیر (علیہ السلام) اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں، لگے اگلے کافروں کی سی باتیں بنانے۔ اللہ ان کو غارت کرے، کہاں بہک گئے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے مولویوں اور درویشوں اور مسیح مریم کے بیٹے کو اللہ کے سوا اپنے رب بنا لیا ہے، حالانکہ ان کو یہی حکم ہوا تھا کہ ایک اللہ کی پرستش کریں، اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک ہے۔“ (التوبہ: ۳۰، ۳۱)

اور فرمایا:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [الشورى: ۱۱]

”اس جیسا کوئی نہیں اور وہ سنتا جانتا ہے۔“

اور فرمایا: ”وہ کافر اور مشرک ہیں جنہوں نے کہا مریم کا بیٹا مسیح ہی اللہ ہے۔“

(المائدۃ: ۷۲، ۷۳ تا ۷۷)

اور فرمایا:

﴿وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا لِّإِنِّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ﴾ [الزخرف: ۱۵]

”اور انہوں نے اللہ کے بندوں کو اس کا جزو قرار دیا، بے شک آدمی کھلم کھلا کافر ہو گیا۔“

اور فرمایا مریم اور عیسیٰ ﷺ کس طرح اللہ ہو سکتے ہیں، وہ تو کھانا کھاتے تھے اور عیسیٰ مریم کا

بیٹا تھا اور مریم کے شکم میں رہے۔ [المائدۃ: ۷۵- آل عمران: ۴۵ تا ۶۰- مریم: ۲۰ تا ۳۲]

اور فرمایا: ”اللہ کو موت نہیں باقی سب کو موت ہے۔“ (الانبیاء: ۳۳، ۳۵)

مزید تفصیل کے لیے تو حید فی الذات اور شرک فی الذات کی بحث دیکھیے۔

انہیں شرک فی العبادت کا مرتکب قرار دیا۔ (التوبہ: ۲۹ تا ۳۳- المائدۃ: ۷۲ تا ۷۷) ان آیات

میں اللہ تعالیٰ نے ان کو مشرک قرار دیا کہ وہ عیسیٰ ﷺ کی عبادت کر رہے ہیں اور المائدۃ (۱۱۶ تا

۱۲۰) میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور عیسیٰ ﷺ کے درمیان گفتگو کا ذکر ہے جو قابل غور ہے۔ آج

کل امت مسلمہ کے کچھ لوگ بھی بزرگوں کی عبادت کر رہے ہیں۔

اور فرمایا کہ نصاریٰ عیسیٰ ﷺ کو پکارتے ہیں۔ (بنی اسرائیل: ۵۷- الجن: ۲۰ تا ۲۸- الاعراف: ۳۵

تا ۴۲) دیکھیے قرآن کا ترجمہ مع تفسیر از احمد رضا خاں صاحب اور یہاں لفظ ”یدعون“ وغیرہ ہیں۔

مزید تفصیل کے لیے تو حید فی العبادت اور شرک فی العبادت کی بحث ملاحظہ فرمائیں۔

انہیں شرک فی التصرف اور شرک فی العلم کا مرتکب قرار دیا۔ (المائدۃ: ۷۶، ۷۷، ۱۱۷) یعنی

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عیسیٰ ﷺ سے فرمائے گا کہ کیا تو نے نصاریٰ کو کہا تھا کہ مجھے اور میری

والدہ کو معبود بنانا؟ تو عیسیٰ ﷺ عرض کریں گے کہ جب تک میں ان میں رہا ان کا حال دیکھتا رہا

پھر جب تو نے مجھے اپنے پاس اٹھا لیا تو تو ہی ان کا نگہبان رہا اور سب چیزیں تیرے سامنے ہیں

(یعنی جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ ﷺ کو اپنی طرف اٹھا لیا تو عیسیٰ ﷺ کو پتا نہیں کہ ان کی امت کیا

کر رہی ہے) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب میرے کچھ ساتھی قیامت کے دن پکڑے

جائیں گے تو میں بھی عیسیٰ علیہ السلام والا جواب دوں گا۔ [بخاری، کتاب التفسیر (سورة الأنبياء) باب ﴿  
 كما بدأنا أول خلق نعيده وعدا علينا﴾ : ۴۷۴۰] مزید تفصیل کے لیے توحید فی العلم کی بحث  
 دیکھیں۔ چونکہ اہل کتاب مشرک ہیں اس لیے ان کا اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں۔ (التوبہ:  
 ۲۹) اور ہر مشرک کا یہی حکم ہے جیسے مشرکین مکہ (الانعام: ۱۵۰) حالانکہ وہ اللہ کو مانتے تھے۔  
 (یونس: ۳۱ تا ۲۳، ۳۱) اہل کتاب کے مولوی اور درویش لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ  
 سے روکتے ہیں۔ (التوبہ: ۳۴) غور کریں آج کیا ہو رہا ہے۔ آج کل بھی اکثر مولوی اور درویش  
 جاہل ہیں اور لوگوں کو قرآن و حدیث سنانے کی بجائے ”اللہ ہو“ ”اللہ ہو“ کی تعلیم دیتے ہیں  
 حالانکہ اس کا معنی کوئی نہیں ہے۔

### اہل کتاب کا غلو:

غلو کا مطلب ہے اعتدال کا راستہ چھوڑ دینا، یہ افراط و تفریط دونوں صورتوں میں ہے۔ غلو کے لیے  
 دیکھیے (النساء: ۱۷۱ تا ۱۷۵۔ المائدہ: ۲۰ تا ۷۷) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے اہل کتاب!  
 غلو نہ کرو اور اللہ پر وہی بات کہو جو سچ ہو، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس  
 کا وہی مالک ہے اور وہی کافی ہے کارساز اور سب اس کے عبادت گزار ہیں اور اللہ کے سوا نہ کوئی تمہارا ولی  
 ہے نہ کوئی مددگار۔ (النساء: ۱۷۱ تا ۱۷۳) اور فرمایا کہ مسیح (علیہ السلام) نے کہا اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ کی  
 عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اللہ نے اس پر جنت کو حرام قرار  
 دیا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو اللہ سے استغفار کرو۔ اللہ کے سوا ایسے کی بندگی نہ کرو (عیسیٰ علیہ السلام) جو  
 تمہارے نفع و نقصان کا مالک نہیں۔ اے اہل کتاب! غلو نہ کرو اور ان لوگوں کے خیال پر مت چلو جو پہلے  
 گمراہ ہو چکے اور بہتوں کو گمراہ کر گئے اور سیدھے راستے سے بہک گئے۔ (المائدہ: ۷۲ تا ۷۷)

قرآن مجید کے مندرجہ بالا مقامات پر اگر تھوڑا سا بھی غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ  
 اہل کتاب غلو کی وجہ سے مشرک ہوئے، اسی لیے ہمارے پیارے رسول ﷺ نے ہمیں اس قسم  
 کے رویہ سے سختی سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ تم مجھے نصاریٰ کی طرح نہ بڑھانا جیسا کہ انہوں نے  
 عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں کیا۔ میں تو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ [بخاری، کتاب أحادیث  
 الأنبياء، باب : ۳۴۴۵] رسول اللہ ﷺ بلکہ ان سے کمتر بزرگوں کے معاملے میں بھی ہمیں امت مسلمہ

میں لاؤ ڈسپیکروں پر ہر طرف غلو سٹائی دے رہا ہے، یہ معاملہ انتہائی خطرناک ہے، اس طرز عمل کو بد لئے کی ضرورت ہے۔

ہم نے احمد رضا خان کا ترجمہ مع تفسیر گہری نظر سے کئی ماہ لگا کر پڑھا۔ اس میں ہر طرف غلو ہی غلو نظر آیا۔ (غلو کے معنی ہیں کسی ہستی کو اس کے جائز مقام سے بڑھانا یا گھٹانا) رسول اللہ ﷺ کو حاضر و ناظر لکھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ بھی ناظر ہیں، یعنی رسول اللہ ﷺ کو بلکہ تمام انبیاء کو اس صفت میں اللہ کے برابر قرار دیا۔ انبیائے کرام ﷺ کو بشر کہنا کفار کا شیوہ قرار دیا، یہ غلو کی انتہا ہے۔ غیر اللہ کو پکارنے کے اپنے عقیدہ کو درست ثابت کرنے کے لیے قرآنی ترجمہ مع تفسیر میں بار بار تحریف کی۔ صرف اپنا عقیدہ غلو ثابت کرنے کے لیے امام ابو حنیفہ کو امام اعظم لکھا، حالانکہ امام اعظم ہمارے پیارے رسول ﷺ ہیں۔

اور حد تو یہ ہے کہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو سورہ مریم (۹۶، ف ۱۵۶) میں غوث اعظم لکھا، حالانکہ غوث اعظم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ (النمل: ۶۲۔ الانفال: ۱۹ اور الاحقاف: ۱۷) یہ ظاہر غلو اور شرک ہے۔ غیر اللہ کو پکارنے والے باب میں ہم اس کا بڑی تفصیل کے ساتھ قرآنی حوالوں کے ساتھ ذکر کر چکے ہیں۔ ان ساری باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، اختیارات اور حقوق میں اس کا کوئی شریک نہیں، اللہ جیسا کوئی نہیں، اللہ کے برابر کوئی نہیں، کیونکہ وہ خالق ہے اور باقی سب مخلوق۔ رسول اللہ ﷺ ایسی ہستی ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا صحابی، کوئی بڑے سے بڑا امام، کوئی بڑے سے بڑا بزرگ، کوئی بڑے سے بڑا نبی ان کی برابری نہیں کر سکتا۔ صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنی چاہیے۔

شرک کے علاوہ قرآن نے اہل کتاب کو مندرجہ ذیل جرائم کا مرتکب قرار دیا ہے:

۱۔ یعنی ﴿سَمِعْنَا وَ اطَّعْنَا﴾ کے اقرار سے پھر گئے، وعدہ یہ کیا تھا کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی لیکن ایسا نہ کیا اور دوسرا اقرار یہ تھا کہ اللہ نے عالم ارواح میں ہر انسان سے سوال کیا کہ کیا میں تمہارا رب یعنی داتا نہیں ہوں؟ تو روجوں نے جواب دیا کہ ہاں! تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن یہ نہ کہنا کہ شرک تو ہمارے باپ دادا نے کیا، کیا تو ہم کو ہلاک کرتا ہے؟ اس بات سے اہل کتاب پھر گئے یعنی صرف اللہ کو رب یعنی داتا ماننے کی بجائے

پیغمبروں کو داتا بنا لیا اور یہی حال آج کل کے کلمہ گو صاحبان کا ہے، بلکہ انھوں نے تو ہزاروں داتا بنا لیے۔ اگر لاهور والا داتا ہے تو سب صحابہ داتا ہو گئے کیونکہ وہ ان سے افضل ہیں۔ اگر صحابی داتا ہو گئے تو سب انبیاء داتا ہو گئے کیونکہ وہ صحابہ سے افضل ہیں۔ اس طرح لاکھوں داتا بن گئے تو اللہ کی توحید کدھر گئی؟

۲۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات یاد نہ رکھے۔ (البقرہ: ۴۷) آسمانی ہدایت کو یاد نہ رکھا، اس سے پھر گئے تو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی انعامات بھی چھین لیے۔ یہی کچھ امت مسلمہ نے کیا، یہی کچھ ان کے ساتھ ہوا۔

۳۔ حق کو باطل کے ساتھ ملا دیا، حق کو چھپا لیا (البقرہ: ۴۲، ۴۶، ۱۵۹، ۱۷۴) اور آسمانی ہدایت کے ساتھ اور لوگوں کے احکامات بھی ملا دیے، یہی کچھ امت مسلمہ نے کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج امت مسلمہ ذلیل و خوار ہو رہی ہے۔

۴۔ اہل کتاب کے مزید جرائم کے لیے البقرہ (۳۰ تا ۱۳۷) اور آل عمران (۸۳ تا ۸۴) دیکھیں اور فرمایا اللہ سے ملاقات یاد رکھو۔ (البقرہ: ۴۶) اور فرمایا شرک نہ کرو۔ (البقرہ: ۲۲، ۵۱) اور فرمایا اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ (البقرہ: ۵۲) اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکم نہ بدلو۔ (البقرہ: ۵۹) اور فرمایا اللہ کی آیتوں کا انکار نہ کرو۔ (البقرہ: ۶۱، ۹۳) اور فرمایا کہ ہمارا یہ امی نبی اہل کتاب سے وہ بوجھ اور پھندے اتارتا ہے جو ان کے علماء نے خود ساختہ دین کے ذریعے پیدا کر لیے تھے۔ (الأعراف: ۱۵۷، ۱۵۸) یہود و نصاریٰ کے مندرجہ بالا طرز عمل کو سامنے رکھ کر ہر کلمہ گو کو اپنے طرز عمل کا جائزہ لینا چاہیے کہ کہیں ہمارے علماء نے بھی خود ساختہ بوجھ اور پھندے ہمارے گلے میں تو نہیں ڈال دیے۔ یہ وہ بوجھ اور پھندے ہیں جن کا اصل دین میں وجود تک نہیں (یعنی شرک اور بدعات کے بوجھ اور پھندے) اور پھر اپنا طرز عمل درست کرنا چاہیے اور سب سے بڑا جرم اہل کتاب نے یہ کیا کہ اللہ کی کتاب کے کچھ حصے کو مان لیا اور کچھ کو نہ مانا۔ (البقرہ: ۸۵) اور اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا کہ جو ایسا کرے گا اس کو ہم دنیا میں بھی ذلیل کریں گے اور قیامت کے دن بھی اور یہی کچھ آج کل امت مسلمہ کر رہی ہے کہ قرآن کے کچھ حصے کو مانتی ہے اور کچھ کا انکار کرتی ہے بلکہ پاکستان میں اکثر لوگ تو قرآن کو سمجھ کر پڑھتے ہی نہیں۔

## تبلیغی جماعت:

تبلیغی جماعت رائے ونڈ کے متعلق بھی بحث ضروری ہے، اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل نکات

قابل توجہ ہیں:

- ۱- یاد رہے یہ حنفی دیوبندی ہیں۔ تبلیغی جماعت کے لوگوں سے تبادلہ خیال اکثر ہوتا رہتا ہے، جن میں عالم پڑھا لکھا طبقہ اور عام اراکان تبلیغی جماعت شامل ہیں۔ جب ان سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اس وقت امت مسلمہ میں کتنی قسم کا شرک ہو رہا ہے اور عبادت کتنی قسم کی ہو رہی ہے تو آج تک تبلیغی جماعت کا کوئی بھی رکن ایسا نہیں ملا جو ان باتوں کو جانتا ہو۔ یہ بہت افسوسناک بات ہے، توحید و شرک اور ان باتوں کی اقسام اور عبادت کی اقسام کا قرآن و حدیث کی روشنی میں مکمل علم تبلیغی جماعت والوں کو ہونا چاہیے، اگر اسلام کے ان بنیادی عقائد کا بھی کسی شخص کو علم نہ ہو تو وہ تبلیغ کس چیز کی کرے گا۔ اس کی مثال تو ایسی ہے کہ کوئی جہاد کے لیے نکلے، جب میدان گرم ہو تو وہ کہے کہ میرے پاس تو اسلحہ ہی کوئی نہیں۔ یہ بات انتہائی حیران کن ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تیرہ سالہ کی زندگی میں اسلام کے انھی بنیادی عقائد کی تبلیغ فرمائی، قرآن و حدیث اس پر گواہ ہیں۔
- ۲- تبلیغی جماعت کی تین کتابیں فضائل اعمال، فضائل صدقات اور خاص طور پر فضائل درود فوت شدگان اور اہل دنیا کے زندہ افراد کے درمیان رابطہ سے بھری پڑی ہیں۔ یہ باتیں شرک فی العلم اور شرک فی التصرف میں آتی ہیں جیسا کہ پہلے شرک فی العلم، توحید فی العلم اور شرک فی التصرف اور توحید فی التصرف کے تحت بیان ہو چکا ہے، یہ امور غور طلب ہیں۔
- ۳- تبلیغی جماعت کی مندرجہ بالا کتابوں میں کثرت سے ایسی باتیں لکھی ہیں اور بزرگوں کے ایسے اعمال لکھے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی سنت کے براہ راست خلاف ہیں، ان باتوں پر غور کی ضرورت ہے۔ مثلاً: (۱) فضائل اعمال میں لکھا ہے کہ اس کتاب کا آغاز مولانا زکریا نے اس وقت کیا جب وہ دماغی کام کرنے کے قابل نہ تھے۔ (۲) تلاوت قرآن پاک سے جن مرنے لگے۔ (۳) رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع ہر شخص کو نہ کرنا چاہیے۔ (فضائل اعمال کی تالیقین) (۴) صحابی شافعی المذہب۔ (عجیب منطق) (۵) شہید کی بیوہ

سے بغیر عدت دوسرا نکاح۔ (فضائل اعمال کا کارنامہ) (۶) حسن رضی اللہ عنہم کو سات سال کی عمر میں چند احادیث یاد تھیں۔ (۷) حسین رضی اللہ عنہ کو چھ برس میں صرف آٹھ احادیث یاد تھیں (۸) مولوی زکریا کے والد نے صرف دو سال کی عمر میں پاؤ پارہ حفظ کر لیا تھا۔

قرآن جیسی عظیم کتاب سے ہدایت اور رہنمائی لینے سے منع کرنا، فضائل اعمال کو پڑھنے کی تلقین کرنا، اجتماع میں اس کو پھیلانے کی بیعت لینا وغیرہ۔ یہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے جبکہ عملی طور پر محبت اپنے بزرگوں کے طریقے سے ہے جن کو پھیلا رہے ہیں۔ لہذا عام مسلمانوں کو اس حقیقت سے آگاہ کرنا ضروری تھا جس کے لیے اپنی استطاعت کے مطابق کوشش کی گئی ہے، اسی طرح تبلیغی جماعت کے اکابرین اور عقیدت مندوں سے بھی درخواست ہے کہ دین کے معاملے کو اپنی انا و ضد اور عزت کا مسئلہ نہ بنائیں اور فضائل اعمال کی اصلاح کر لیں یا پھر اس کو تبلیغ کے لیے پیش نہ کریں اور اس سے بہتر کتاب قرآن کریم کو دعوت و تبلیغ کے لیے پڑھیں اور سنائیں۔ اسی طرح تبلیغی اجتماعات میں بعض رسومات اور بدعات پر قائم رہنے کی بجائے ان کی اصلاح کر لیں:

۱۔ آیات قرآنی کی تحریف کا دھندہ ترک کر کے قرآن کریم کو اسی طرح پیش کریں جس طرح اللہ نے اتارا اور نبی ﷺ نے امت کو سمجھایا۔

۲۔ جہاد کی مخالفت چھوڑ دیں اور لوگوں کو کفر کے خلاف لڑنے کے لیے تیار کریں، تاکہ زمین سے فتنے ختم ہوں، اسلام غالب ہو، مسلمان آزادی کے ساتھ اللہ کے دین پر عمل کر سکیں اور دنیا میں امن قائم ہو۔ اللہ ہمیں دین اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور خاتمہ ایمان پر کرے اور موت شہادت کی نصیب فرمائے۔ آمین!!

۳۔ ہم نے کئی دفعہ عملی طور پر آزمایا کہ تبلیغی جماعت رائے و نڈ والے نہ قرآن سناتے ہیں اور نہ سنتے ہیں، نہ احادیث کی کتابیں سنتے ہیں اور نہ سناتے ہیں۔ آزمائش شرط ہے۔

۴۔ اور آج کل امت مسلمہ میں جو شرک و کفر اور بدعات کی بھرمار ہے اس کا ذکر تک نہیں کرتے۔ اہل باطل سے اس قسم کی معرکہ آرائی اور مناظرے ہمیشہ اہل حق کا سرمایہ عمل رہے ہیں اور یہ بات کہ ان مناظروں میں کسی نے کفر و الحاد سے کھلی توبہ نہ کی، آئندہ مناظروں کی راہ میں کبھی رکاوٹ نہ بن سکی۔ یہ سب انبیاء کی سنت ہے۔ عمل بالمعروف کے ساتھ نبی عن المنکر کی تبلیغ سنت انبیاء ہے۔ اگر آپ عمل بالمعروف کی تاکید کریں اور نبی عن المنکر کا ذکر تک نہ کریں



تو یہ سنت انبیاء تو نہیں ہو سکتی بلکہ یہ تو طریقہ یہود تھا جس پر قرآن نے یوں تنقید کی ہے:  
 ”کیا تم کتاب کے بعض حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے بعض کا انکار کرتے ہو۔“

[البقرة: ۸۵]

رسول اللہ ﷺ نے تو نبی عن المنکر کے ساتھ اہل باطل کے فتنوں کا توڑ کرنے کا بھی بڑی  
 صراحت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ دیکھیے مسلم [کتاب الایمان، باب بیان کون النہی عن المنکر

من الایمان..... الخ: ۸۰/۷۸، ۵۰/۷۸، ۴۹]

۵۔ نیز دیکھیے صفحہ ۶۱۹، ۵۹۹۔

### فضائل اعمال کے سات مختلف ایڈیشنوں کے حوالہ جات

نمبر شمار	مضامین حکایات صحابہ	کتب خانہ رحمانیہ صفحہ نمبر	کتب خانہ فیضی لاہور صفحہ نمبر	قدیمی کتب خانہ صفحہ نمبر	محمد عبدالرحیم صفحہ نمبر	خواجہ محمد اسلام لاہور صفحہ نمبر	مکتبہ مدینہ لاہور صفحہ نمبر	کتب خانہ مدینہ صفحہ نمبر
--------------	---------------------------	----------------------------------	-------------------------------------	--------------------------------	--------------------------------	---	--------------------------------------	--------------------------------

۱۔ اس کتاب کا آغاز مولانا زکریا نے اس وقت کیا جب وہ دماغی کام کرنے کے قابل نہ تھے۔

۷	۶	۷	۵	۸	۶	۷		
---	---	---	---	---	---	---	--	--

۲۔ تلاوت قرآن سے جن مرنے لگے۔ (انوکھا انداز)

۳۸	۴۰	۳۸	۳۶	۴۰	۴۲	۴۲		
----	----	----	----	----	----	----	--	--

۳۔ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع ہر شخص کو نہ کرنا چاہیے۔ (فضائل اعمال کی تلقین)

۴۵	۴۷	۴۴	۴۲	۴۷	۵۰	۵۰		
----	----	----	----	----	----	----	--	--

۴۔ صحابی شافعی المذہب۔ (عجیب منطق)

۵۹	۵۲	۵۸	۵۶	۴۲	۶۷	۶۶		
----	----	----	----	----	----	----	--	--

۵۔ شہید کی بیوہ سے بغیر عدت دوسرا نکاح۔ (فضائل اعمال کا کارنامہ)

۱۲۷	۱۳۳	۱۲۵	۱۲۳	۱۳۳	۱۳۲	۱۳۹		
-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	--	--

۶۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو سات سال کی عمر میں چند احادیث یاد تھیں۔

۱۲۲	۱۳۹	۱۵۸	۱۵۶	۱۶۹	۱۷۸	۱۵۷		
-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	--	--

۷۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو چھ برس میں صرف آٹھ احادیث یاد تھیں۔

۱۲۳	۱۷۰	۱۵۹	۱۵۷	۱۷۰	۱۷۹	۱۷۶		
-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	--	--

۸۔ مولوی زکریا کے والد نے صرف دو سال کی عمر میں پاؤ پارہ حفظ کر لیا تھا۔

۱۶۴	۱۷۱	۱۶۰		۱۷۱	۱۸۰	۱۷۷		
-----	-----	-----	--	-----	-----	-----	--	--

۹۔ قواعد و ضوابط سے بالاتر۔

۵	۵۴۷	۵	۴۷۳	۵۴۷	۲۰۹	۲۲۱		
---	-----	---	-----	-----	-----	-----	--	--

۱۰۔ پندرہ علوم پر مہارت کے بغیر قرآن کا بیان ممنوع ہے۔

۱۵	۵۵۹	۱۵	۴۸۲	۵۵۹	۲۲۰	۲۵۳		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۱۱۔ عشق۔

۶	۵۴۸	۶	۴۷۳	۵۴۸	۲۱۰	۲۴۲		
---	-----	---	-----	-----	-----	-----	--	--

۱۲۔ پندرہواں علم وہی ہے جس کا شاید کوئی دعوے دار نہ ہو۔

۱۶	۵۶۱	۱۶	۴۶۳	۵۶۱	۲۲۱	۲۵۳		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۱۳۔ عشق کی ممانعت بھی اور دوسرے مقامات پر فضیلت بھی۔

۴۷	۵۶۸-۸۷	۴۷	۵۰۴	۵۴۷	۲۴۵	۲۷۶		
----	--------	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۱۴۔ روزانہ آٹھ قرآن ختم۔ (فضائل اعمال کا ریکارڈ)

۴۵	۵۹۷	۴۵	۵۱۲	۵۷۹	۲۵۴	۲۸۴-۸۵		
----	-----	----	-----	-----	-----	--------	--	--

۱۵۔ قرآن سے مذاق۔ (سارا قرآن ایک نقطہ میں)

۵۰	۶۰۳	۵۰	۵۱۷	۶۰۳	۲۶۰	۲۹۰		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۱۶۔ عشق پیدا کرنے کی تدبیر۔ عشق مبارک دولت ہے۔

۵۸	۶۱۴	۵۸	۵۴۵	۶۱۴	۴۷۰ تا ۷۲	۲۹۹-۳۰۰		
----	-----	----	-----	-----	-----------	---------	--	--

۱۷۔ محبوبہ برقع میں، آنکھیں اوپر ہی سے ٹھنڈی کرے گا۔

۶۶	۶۲۳	۶۶	۵۳۳	۶۲۳	۲۷۹			
----	-----	----	-----	-----	-----	--	--	--

۱۸۔ محبوب کی ہر ادا بھاتی ہے۔

۸	۲۰۰	۷	۱۸۱	۲۰۰	۲۹۷	۳۲۳		
---	-----	---	-----	-----	-----	-----	--	--

۱۹۔ گرتے پانی سے جھڑتے گناہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دیکھ لیتے تھے۔ (فضائل اعمال کا دعویٰ)

۱۵	۲۰۸	۱۴	۱۸۸	۲۰۸	۲۰۴	۳۰۴		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۲۰۔ نبی پر موت مگر اپنے بزرگ مرتے نہیں۔ (فضائل اعمال کی دورخی)

۲۲	۲۶۱	۲۱	۱۹۵	۲۱۶	۳۱۲	۳۳۸		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۲۱۔ صحابی دو رکعت نماز نہ پڑھ سکا۔

۲۳	۲۱۸	۲۱	۱۹۶	۲۱۷	۳۱۳	۳۹۳-۳۳۸		
----	-----	----	-----	-----	-----	---------	--	--

۲۲۔ زندوں کا عمل مردوں پر پیش ہوتا ہے۔ (ایمان شکن دعویٰ)

۲۴	۲۱۸	۲۲	۱۹۶	۲۱۸	۳۱۳	۳۳۹		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۲۳۔ ایمان اور کفر کے درمیان فرق۔

۲۶	۲۲۰	۲۴	۱۹۸	۲۲۰	۳۱۶	۳۴۲		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۲۴۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت سے قبل جہادی ذوق۔ (مگر تبلیغی اس کے مخالف ہیں)

۳۰	۲۲۵	۲۸	۲۰۲	۲۲۵	۳۲۰	۳۳۶		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۲۵۔ سفیان ثوری پر دورہ غلبہ حال۔

۴۲	۲۳۹	۴۰	۲۱۴	۲۳۹	۲۳۲	۳۵۸		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۲۶۔ شیطان سے دھوکا۔ (بزرگ کا کمال)

۴۷	۲۳۲	۳۵	۲۰۹	۲۳۲	۳۲۷	۳۵۳		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۲۷۔ تین کروڑ نماز کا ثواب۔ (مبالغہ کی حد)

۴۵	۲۴۲	۴۳	۲۱۷	۲۴۲	۳۳۷	۳۶۲		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۲۸۔ دو سو رکعت روزانہ یا تین سو۔

۴۶	۲۲۳	۲۳	۲۱۸	۲۲۳	۳۳۷	۳۶۲		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۲۹۔ جاہل صوفی۔

۵۶	۲۶۳	۵۴	۲۲۸	۲۵۴	۲۲۳	۳۴۱	۳۷۱	
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	-----	--

۳۰۔ دن بھر روزہ رات بھر تہجد۔ (بڑا بزرگ)

۶۳	۲۶۱	۶۲	۲۳۶	۲۶۱	۳۵۷	۳۸۱		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۳۱۔ چیخ ماری اور مرگئی۔

۶۳	۲۶۲	۶۶	۲۳۶	۲۶۴	۳۵۷	۳۸۱		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۳۲۔ چالیس سال تک بے قراری۔

۶۲	۲۶۱	۶۱	۲۳۵	۲۶۱	۳۵۶	۳۸۰		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۳۳۔ قصہ مچھلی کا۔

۶۳	۲۶۳	۶۳	۲۳۷	۲۶۳	۳۵۸	۳۸۲		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۳۴۔ ایک وضو سے بارہ دن ساری نمازیں۔

۶۵	۲۶۳	۶۳	۲۳۸	۲۶۴	۳۶۰	۳۸۴		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۳۵۔ مردہ قبر میں کھڑا ہو گیا۔

۶۷	۲۶۶	۶۶	۲۴۰	۲۶۶	۳۶۱	۳۸۵		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۳۶۔ ایک بزرگ کی بیوی روتی رہی اور وہ عبادت میں مشغول رہا۔

۶۸	۲۶۷	۶۷	۲۴۱	۲۶۶	۳۶۲	۳۸۶		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۳۷۔ پچاس برس تک ایک وضو سے عشاء اور صبح کی نماز پڑھی۔

۶۸	۲۶۷	۶۷	۲۴۱	۲۶۷	۳۶۲	۳۸۶		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۳۸۔ ہمیشہ روزہ سے رہے۔ (خلاف حدیث)

۶۸	۲۶۷	۶۷	۲۴۱	۲۶۷	۳۶۳	۳۸۷		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۳۹۔ نماز میں بارہ ہزار چیزیں۔

۸۰	۲۸۰	۷۹	۲۵۳	۲۸۰	۳۷۵	۳۹۹		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۴۰۔ رسی سے باندھ لیتے۔ (نبی ﷺ پر بہتان)

۷۸	۲۷۸	۷۸	۲۵۲	۲۷۸	۳۸۴	۳۹۸		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۴۱۔ ایک ہزار رکعات روزانہ۔ (ریکارڈ)

۸۳	۲۸۳	۸۲	۲۵۲	۲۸۳	۳۷۸	۴۰۲		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۴۲۔ نماز، ڈھول اور بزرگ۔

۸۵	۲۸۵	۸۵	۲۵۹	۲۸۵	۳۸۱	۴۰۵		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۴۳۔ ظہر سے اگلے دن تک انتظار، بزرگ اور مہمان۔

۸۶	۲۸۶	۸۶	۲۶۰	۲۸۶	۳۸۲	۴۰۶		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۴۴۔ عبادت کا انوکھا انداز۔

۴۵۔ عشق۔

۱۸	۳۰۷	۱۸	۲۷۹	۳۰۷	۴۰۸	۵۰۱		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۴۶۔ ستوپھانک رہے تھے۔ (بزرگ کا کمال)

۲۲	۳۱۳	۲۲	۲۸۵	۳۱۳	۴۱۳	۵۰۷		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۴۷۔ قصہ بادشاہ کا۔

۳۰	۳۲۲	۳۰	۲۹۱	۳۲۲	۴۲۲	۵۱۳		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۴۸۔ شیطان اور عابد۔

۳۰	۳۲۲	۳۰	۲۹۱	۳۲۲	۴۲۲	۵۱۳		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۴۹۔ حرم میں لوڈ شیڈنگ۔

۳۵	۳۲۸	۳۵	۲۹۶	۳۲۸	۴۲۷	۵۲۰		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۵۰۔ عشق۔

۴۳	۳۳۹	۴۳	۳۰۴	۳۳۹	۴۳۷	۵۲۹		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۵۱۔ شیطان سے ملاقات۔

۴۳	۳۳۹	۴۳	۳۰۴	۳۳۹	۴۳۷	۵۲۹		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۵۲۔ درس قرآن کی ممانعت۔

۶۸	۳۶۰	۶۸	۳۲۹	۳۶۱	۳۶۵	۵۵۷		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۵۳۔ حج ماری اور مرگئی۔

۷۷	۳۸۰	۷۷	۳۳۸	۳۸۰	۴۷۶	۵۶۹		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۵۴۔ جوتیاں سیدھی کرنا پڑتی ہیں۔

۸۱	۳۸۶	۸۳	۳۳۳	۳۸۶	۴۸۲	۵۷۴		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۵۵۔ پچیس ہزار روزانہ۔

۸۳	۳۸۸	۸۴	۳۳۵	۳۸۸	۴۸۴	۵۷۶		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۵۶۔ دو سو مرتبہ ایک سانس میں۔

۸۳	۳۸۸	۸۴	۳۳۵	۳۸۸	۴۸۴	۵۷۶		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۵۷۔ قصہ ایک کافر بادشاہ کا۔

۸۹	۳۹۵	۹۰	۳۵۱	۳۹۵	۴۹۱	۵۸۳		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۵۸۔ بزرگ، سپاہی اور گدھا۔

۹۸	۴۰۵	۹۹	۳۶۰	۴۰۵	۵۰۱	۵۹۲		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۵۹۔ جھڑتے گناہوں کا نظارہ۔

۱۳۹	۴۶۶	۱۵۰	۴۱۱	۴۶۶	۵۶۱	۶۴۸		
-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	--	--

۶۰۔ استنجہ سے اجتناب۔

۱۳۹	۴۶۶	۱۵۰	۴۱۱	۴۶۶	۵۶۱	۶۴۹		
-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	--	--

۶۱۔ بزرگی میں اضافے کے خطرے کے پیش نظر اور ذکر کی ممانعت۔

۱۳۹	۴۶۵	۱۵۰	۴۱۱	۴۶۵	۵۶۱	۶۴۸		
-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	--	--

۶۲۔ جمادات و حیوانات کی تسبیح۔

۱۵۰	۴۶۶	۱۳۹	۴۱۰	۴۶۵	۵۶۱	۶۴۸		
-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	--	--

۶۳۔ اللہ کو دیکھنے کا جھوٹا دعویٰ۔

۱۶۱	۴۸۰	۱۶۱	۴۲۲	۴۸۰	۵۷۴	۴۶۱		
-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	--	--

۶۳۔ جنت اپنے ساز و سامان کے ساتھ۔

۱۶۲	۴۸۱	۱۶۲	۴۲۳	۴۸۱	۵۷۵	۴۶۲		
-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	--	--

۶۵۔ حدیث تسبیح۔

۱۶۵	۴۸۵	۱۶۴	۴۲۶	۴۸۵	۵۷۹	۴۶۶		
-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	--	--

۶۶۔ جسے اچھا سمجھتا ہے ان کے قول پر عمل کرے۔

۴۸	۵۳۵	۴۸	۴۶۴	۵۳۵	۶۳۸	۴۲۹		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۶۷۔ پیشہ کرنے کا حکم کرتے۔ (پیشہ کریں)

۴۱	۵۳۸	۴۰	۴۶۶	۵۳۸	۶۴۱	۴۳۴		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۶۸۔ جنت دوزخ کا نظارہ۔

۸۳	۴۸۸	۸۲	۴۲۵	۴۸۸	۴۸۴	۵۷۶		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۶۹۔ تراویح چھوڑنے پر مقاتلہ۔

۶	۶۳۸	۵	۵۴۲	۶۳۸	۶۳۸	۴۱۴		
---	-----	---	-----	-----	-----	-----	--	--

۷۰۔ بزرگوں کی اتباع کی تلقین۔

۵	۶۴۱	۷	۵۴۴	۶۴۱	۶۴۰	۴۱۶		
---	-----	---	-----	-----	-----	-----	--	--

۷۱۔ گھر کی عورتوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں۔

۴۰	۶۵۶	۴۰	۵۵۷	۶۵۶	۶۵۳	۴۲۹		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۷۲۔ کوئی جماعت جس نے کئی حاکم ہلاک کیے۔

۲۳	۶۶۰	۲۳	۵۶۰	۶۶۰	۶۵۷	۴۳۳		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۷۳۔ پندرہ روز میں ایک مرتبہ کھانا کھایا۔

۴۵	۶۶۳	۴۵	۵۶۲	۶۶۳	۶۵۹	۴۳۵		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۷۴۔ جنت کا لطف حاصل ہو رہا ہے۔

۴۰	۶۶۹	۴۱	۵۶۸	۶۶۱	۶۶۵	۴۴۱		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۷۵۔ عمر بھرنہ روزہ رکھانہ نماز پڑھی۔ (کرامت)

۳۳	۶۷۳	۳۳	۵۷۰	۶۷۳	۶۶۸	۴۴۴		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۷۶۔ ایک رات میں پورا قرآن پڑھ دیا۔

۳۹	۶۸۰	۳۸	۵۷۶	۶۸۰	۶۷۴	۴۵۰		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۷۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صحابی کو جگایا۔

۴۴	۶۸۶	۴۴،۴۳	۵۸۰	۶۸۶	۶۷۹	۴۵۵		
----	-----	-------	-----	-----	-----	-----	--	--

۷۸۔ پچاس برس تک ایک وضو سے عشاء اور صبح کی نمازیں پڑھیں۔

۳۹	۶۸۰	۳۹	۵۷۶	۶۸۰	۶۷۴	۴۵۰		
----	-----	----	-----	-----	-----	-----	--	--

۷۹۔ قبر سے سلام کا جواب سنا۔

۱۹	۷۳۱	۱۹	۶۳۱	۷۳۱		۶۹۸		
----	-----	----	-----	-----	--	-----	--	--

۸۰۔ بیس جہادوں سے زیادہ ثواب۔ (نبی دریافت)

۲۸	۷۴۲	۳۰	۶۵۳	۷۴۲		۷۱۰		
----	-----	----	-----	-----	--	-----	--	--

۸۱۔ نبی ﷺ کو خواب میں بوڑھا دیکھا یا جوان۔

۵۱	۷۶۹	۵۳	۶۷۵	۷۶۹		۷۳۶		
----	-----	----	-----	-----	--	-----	--	--

۸۲۔ شراب پی۔ (نبی ﷺ پر بہتان)

۵۱	۷۷۰	۵۵	۶۷۷	۷۷۰		۷۳۶		
----	-----	----	-----	-----	--	-----	--	--

۸۳۔ عمر بھرنہ میں درود ایک بار فرض ہے۔

۸۱	۸۰۷	۸۶	۷۰۸	۸۰۷		۷۷۰		
----	-----	----	-----	-----	--	-----	--	--

۸۴۔ نبی اکرم ﷺ کے داڑھی کے بالوں کی تقسیم۔

۹۳	۸۲۱	۹۹	۷۲۱	۸۲۱				
----	-----	----	-----	-----	--	--	--	--

۸۵۔ مردوں سے ملاقات کا طریقہ (۷۰) ہزار بخشے گئے۔

۹۵	۸۲۳	۱۰۰	۷۲۲	۸۲۳		۷۸۵		
----	-----	-----	-----	-----	--	-----	--	--

۸۶۔ ایک بڑا گناہ گار پورے قبرستان کی بخشش کا ذریعہ بن گیا۔



۹۵	۸۲۳	۱۰۰	۷۲۲	۸۲۳		۷۸۵		
----	-----	-----	-----	-----	--	-----	--	--

۸۷۔ کثرت درود سے نبی ﷺ گھبرا گئے۔

۹۷	۸۲۵	۱۰۳	۷۲۵	۸۲۵		۷۸۸		
----	-----	-----	-----	-----	--	-----	--	--

۸۸۔ شبلی پاگل اور یامحمد (ﷺ) کی پکار۔

۹۸	۸۲۶	۱۰۴	۷۲۶	۸۲۶		۷۸۷		
----	-----	-----	-----	-----	--	-----	--	--

۸۹۔ منہ کالا۔

۹۹	۸۲۷	۱۰۵	۷۲۷	۸۲۷		۷۹۰		
----	-----	-----	-----	-----	--	-----	--	--

۹۰۔ سود خود سور بن گیا۔

۹۹	۸۲۸	۱۰۵	۷۲۸	۸۲۸				
----	-----	-----	-----	-----	--	--	--	--

۹۱۔ منہ کالی کے پیٹ پر نبی ﷺ نے ہاتھ پھیرا۔ (نعوذ باللہ!)

۱۰۲	۸۳۱	۱۰۸	۷۳۰	۸۳۱		۷۹۳		
-----	-----	-----	-----	-----	--	-----	--	--

۹۲۔ نبی اکرم ﷺ کی روح آسمان سے اتری، روٹی ساتھ تھی۔

۱۰۶	۸۳۵	۱۱۲	۷۳۴	۸۳۵		۷۹۷		
-----	-----	-----	-----	-----	--	-----	--	--

۹۳۔ نبی ﷺ کی توجہات۔

۱۰۶	۸۳۵	۱۱۲	۷۳۴	۸۳۵		۷۹۷		
-----	-----	-----	-----	-----	--	-----	--	--

۹۴۔ داڑھی کے بال ہاتھ میں تھے۔

۱۰۶	۸۳۵	۱۱۲	۷۳۴	۸۳۵		۷۹۸		
-----	-----	-----	-----	-----	--	-----	--	--

۹۵۔ روٹی اور عثمان (رضی اللہ عنہ) کی گستاخی۔

۱۰۶	۸۳۵	۱۱۳	۷۳۴	۸۳۵		۷۹۸		
-----	-----	-----	-----	-----	--	-----	--	--

۹۶۔ زعفران کی خوشبو۔

۱۰۷	۸۳۶	۱۱۳	۸۳۵	۸۳۶		۷۹۹		
-----	-----	-----	-----	-----	--	-----	--	--

۹۷۔ قبر سے مصافحہ کے لیے ہاتھ نکلے گا جس میں فتنہ ہوگا۔

۱۱۱	۸۴۱	۱۱۷	۷۳۹	۸۴۱		۸۰۳		
-----	-----	-----	-----	-----	--	-----	--	--

۹۸۔ نبی ﷺ کا سایہ نہ تھا۔

۱۱۴	۸۴۴	۱۲۰	۷۴۲	۸۴۴			
-----	-----	-----	-----	-----	--	--	--

یہاں تبلیغی جماعت کی کتاب ”فضائل اعمال“ کے کچھ مسائل پر تبصرہ کریں گے:

- ۱۔ اس کتاب کا آغاز مولانا زکریا نے اس وقت کیا جب وہ دماغی کام کرنے کے قابل نہ تھے۔  
 ❁ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں حق و باطل کو گڈ کر دیا گیا ہے۔
- ۳۔ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع ہر شخص کو نہ کرنی چاہیے۔ (فضائل اعمال کی تلقین)  
 ❁ آیت سورۃ النساء (۱۱۵) کے صریحاً خلاف ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے طریقے پر چلنے کی سختی سے تاکید فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو اس راستے سے ہٹ جائے گا وہ دوزخی ہے۔ (نیز البقرہ: ۱۳۷)
- ۴۔ صحابی شافعی المذہب۔ (عجیب منطق)  
 یاد رہے امام شافعی ۱۵۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور تقلید چوتھی صدی ہجری میں شروع ہوئی۔
- ۵۔ شہید کی بیوہ سے بغیر عدت دوسرا نکاح۔ (فضائل اعمال کا کارنامہ)  
 ❁ کوئی صحابی رضی اللہ عنہ ایسا نہیں کر سکتا، لہذا یہ جھوٹ ہے۔
- ۸۔ مولوی زکریا کے والد نے صرف دو سال کی عمر میں پاؤ پارہ حفظ کر لیا تھا۔  
 ❁ کیا یہ ممکن ہے؟
- ۱۰۔ ۱۲۔ پندرہ علوم میں مہارت کے بغیر قرآن کا بیان ممنوع ہے اور پندرہواں علم وہی ہے، جس کا شاید کوئی دعویٰ نہ ہو۔  
 ❁ نص قرآنی کے خلاف ہے۔ (القمر: ۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰) جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے قرآن کو سمجھنے میں آسان کر دیا ہے۔
- ۱۳۔ آٹھ قرآن روزانہ ختم۔ (فضائل اعمال کا ریکارڈ)  
 ❁ ناممکن بھی اور حدیث بخاری (۵۰۵۲، ۵۰۵۳) کے خلاف بھی۔ نیز دیکھیے یہ کتاب ص ۴۴۲ سے نمبر شمار ۱۳۲، ۱۳۳۔
- ۱۹۔ گرتے پانی سے جھڑتے گناہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ دیکھ لیتے تھے۔ (فضائل اعمال کا دعویٰ)

☞ یہ صریحاً غلو ہے، رسول کائنات ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان دیکھیے:

﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ ۗ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا نَعْلَمُهُمْ ۗ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۗ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّزِيدًا ۗ فَمَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ أُولَٰئِكَ فِي عَذَابٍ عَظِيمٍ﴾

[التوبة: ۱۰۱]

”اور تمہارے گرد و نواح کے بعض منافق ہیں اور بعض مدینہ والے بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں، تم انہیں نہیں جانتے، ہم انہیں جانتے ہیں، ہم انہیں دو گنی سزا دیں گے، پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔“

حالانکہ منافق آپ (ﷺ) کے سامنے نمازیں پڑھتے، آپ کے ساتھ سفر کرتے، آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے اور آپ کو معلوم نہ تھا کہ یہ منافق ہیں۔ یاد رہے کہ یہ سورت ”التوبہ“ فتح مکہ کے بعد ۹ ہجری میں نازل ہوئی اور آپ کی وفات ۱۰ ہجری میں ہوئی۔

۲۲۔ زندوں کا عمل مردوں پر پیش ہوتا ہے۔ (ایمان شکن دعویٰ)

☞ محض باطل ہے۔ دیکھیے یہ کتاب، صفحہ ۱۴۹۔

۳۰۔ دن بھر روزہ رات بھر تہجد۔ (بڑا بزرگ)

☞ کیا ایسا عمل کرنے والا شخص امت محمدیہ سے خارج نہ ہوا؟ کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے عمل اور فرمان کے سراسر خلاف ہے۔

۷۸، ۳۳۔ ایک وضو سے بارہ دن ساری نمازیں۔

☞ کیا ایسا عمل کرنے والا شخص امت محمدیہ سے خارج نہ ہوا؟ یہ عملی طور پر ناممکن ہے۔

۳۸، ۳۷۔ پچاس برس تک ایک وضو سے عشاء اور صبح کی نماز۔

کیا ایسا عمل کرنے والا شخص امت محمدیہ سے خارج نہ ہوا؟

۹۰، ۳۵۔ مردہ قبر میں کھڑا ہو گیا۔

☞ یہ سب قبر پرستی کی باتیں ہیں۔ نیز دیکھیں یہ کتاب، صفحہ ۱۴۹۔

۴۱۔ ۱۰۰۰ ہزار رکعت روزانہ۔ (ریکارڈ)

☞ ہر پڑھا لکھا نمازی جانتا ہے کہ نماز کی ایک رکعت پر اوسطاً سوا منٹ لگتا ہے۔ ایک ہزار

رکعت پر بارہ سو پچاس منٹ یعنی اکیس گھنٹے صرف ہوئے، اس طرح باقی لوازمات کے لیے صرف تین گھنٹے بچے۔ کیا روزانہ کا یہ معمول ممکن ہے؟ کیا یہ سنت رسول ﷺ یا طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہے؟

۶۳۔ اللہ کو دیکھنے کا جھوٹا دعویٰ۔

✽ محض باطل ہے۔ دیکھیے یہ کتاب صفحہ ۴۱۴ سے نمبر شمار ۲۔

۶۰، ۶۱۔ بزرگوں کی اتباع کی تلقین۔

✽ یاد رہے علماء اور بزرگوں کی غیر مشروط اطاعت حرام ہے۔ دیکھیں یہ کتاب صفحہ ۶۲۲، ۶۲۳۔

۸۸۔ شبلی پاگل اور یا محمد ﷺ کی پکار۔

✽ پھر بریلوی صاحبان اور تبلیغی جماعت کی تعلیمات میں کیا فرق رہ گیا؟

۹۸۔ نبی ﷺ کا سایہ نہ تھا۔

✽ پھر بریلوی صاحبان اور تبلیغی جماعت کی تعلیمات میں کیا فرق رہ گیا؟

رسول اللہ ﷺ کا سایہ مبارک:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ بشر نہیں بلکہ صرف نور ہیں، اسی لیے آپ کا سایہ نہیں، یہ بھی جھوٹ ہے۔ آؤ میں قرآن و سنت سے ثابت کرتا ہوں کہ آپ ﷺ کا سایہ تھا:

پہلی دلیل:

﴿وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلَّهُمْ بِالْعُدْوَةِ وَالْوَالِصَاتِ﴾

[الرعد: ۱۵]

”اور اللہ کو ہر وہ چیز سجدہ کرتی ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں، خوشی سے اور ناخوشی سے اور ان سب کے سائے بھی سجدہ کرتے ہیں، صبح و شام۔“

اس آیت میں فرمایا جو آسمان اور زمین میں ہے، تو رسول اللہ ﷺ بھی زمین ہی میں ہیں، لہذا آپ بھی اللہ کو سجدہ کرتے تھے اور آپ کا سایہ بھی تھا۔ قرآن سے آپ ﷺ کا سایہ ثابت ہوا۔

دوسری دلیل:

﴿أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ يَتَّبِعُونَ ظِلَّهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا

لَهُ وَهُمْ ذُرُورٌ ﴿﴾ [النحل: ۴۸]

”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی چیز پیدا کی ہے سب کے سائے دائیں بائیں پھرتے ہوئے نہایت عاجزی سے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہیں۔“

تمام مخلوقات کے سائے اس آیت میں ثابت ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ بھی مخلوق ہیں، لہذا آپ ﷺ کا سایہ بھی ہوا۔

تیسری دلیل:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھیں کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس زائد اونٹ موجود تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”زینب! یہ اونٹ سواری کے لیے صفیہ کو دے دو۔“ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: ”میں اس یہودیہ کو دوں۔“ (سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا یہودی خاندان سے مسلمان ہوئی تھیں) رسول اللہ ﷺ یہ سن کر ناراض ہو گئے اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے کلام ترک کر دیا۔ ذوالحجہ کے چند دن، ماہ محرم، ماہ صفر اور ربیع الاول کے کچھ دن گزر گئے، طویل بائیکاٹ سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے خیال کیا کہ اب رسول اللہ ﷺ کو میری حاجت نہیں رہی۔ اپنا سامان اور چارپائی کو اٹھانا چاہا اور فرماتی ہیں: (( فَبَيْنَمَا أَنَا يَوْمًا بِنِصْفِ النَّهَارِ إِذَا أَنَا بِظِلِّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مُقْبِلٌ )) کہ میں اسی سوچ بچار میں بیٹھی تھی، دوپہر کا وقت تھا اچانک میں نے رسول اللہ ﷺ کا سایہ دیکھ لیا۔ [مسند أحمد: ۱۳۲/۶،

۲۶۱، ح: ۲۵۵۱۶، ۲۶۷۸۰ و سندہ صحیح فی إسناده شمسية و ثقها يحيى بن معين تاريخ عثمان بن سعيد الدارمی ص: ۱۳۱، ت ۴۱۸۔ و مجمع الزوائد: ۴/۳۲۳]

احمد رضا خانی ترجمہ میں رسول اللہ ﷺ کے سایہ مبارک کا ذکر موجود ہے لیکن حسب عادت

تھوڑی سی گڑ بڑ کے ساتھ۔ (دیکھیے ان کا ترجمہ مع تفسیر (النور: ۱۱، ف ۱۵)

چوتھی دلیل:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم کو نبی ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی،

نماز کے دوران آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا پھر پیچھے کر لیا۔ جب آپ ﷺ سلام پھیر کر فارغ ہوئے تو آپ ﷺ سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کے بارے میں پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے نماز کے دوران (کشفی حالت میں) جنت کو اپنے سامنے دیکھا تو اس کے میوے قریب ہی جھک رہے تھے۔ میں نے ارادہ کیا کہ ان میں سے کچھ میوے توڑ لوں تو جنت بحکم الہی غائب کر دی گئی۔ پھر میں نے جہنم کو دیکھا: «لَمَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ، بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ حَتَّى رَأَيْتُ ظِلِّي وَ ظِلِّكُمْ» ”پھر مجھ پر جہنم کو میرے اور تمہارے درمیان پیش کیا گیا، یہاں تک کہ اس آگ کی روشنی میں میں نے اپنا سایہ اور تمہارا سایہ دیکھ لیا۔“ [صحیح ابن خزيمة: ۲/۱۵۰، ح: ۸۹۲ و إسناده صحيح- المستدرک للحاکم: ۴/۴۵۶ و فی النسخة الجديدة: ۴/۵۰۳، ح: ۸۴۰۸ و إسناده حسن لذاته]

قرآن و سنت کے دلائل سے میں نے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ ہے۔

۹۱۔ منہ کالی کے پیٹ پر نبی ﷺ نے ہاتھ پھیرا۔ (استغفر اللہ)

✽ یہ عصمت رسول (ﷺ) پر کھلا حملہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غیر محرم عورت کے پیٹ پر ہاتھ پھیرا۔ (نعوذ باللہ من ذلك!)

آخر میں تبلیغی جماعت کے ایک بہت بڑے عالم اور مبلغ کی کیسٹ کا حوالہ دینا بے جا نہ ہوگا۔ یہ کیسٹ وسیع پیمانے پر ملک میں تقسیم کی گئی ہے اور اس میں ان (ط۔ج) کی ایک لمبی چوڑی تقریر ہے۔ جس میں وہ اور بہت سی چیزوں کے علاوہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے رب کے پاس گئے تو نور کے سب پردے ہٹ گئے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ آمنے سامنے موجود تھے اور رسول اللہ (ﷺ) نے اپنے رب کا دیدار کیا۔ حالانکہ یہ بات قرآن مجید کے صریحاً خلاف ہے (الأنعام: ۱۰۱ تا ۱۰۳) اور حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھی خلاف ہے، جس میں انھوں نے فرمایا کہ ”جو شخص کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا وہ شخص جھوٹا ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، سورة والنجم: ۴۸۵۵]

ہم تبلیغی جماعت والوں سے دست بستہ عرض کریں گے کہ قرآن کو بغور پڑھیں، بخاری و مسلم اور دیگر کتب احادیث بغور پڑھیں، حنفی فقہ کی مشہور کتابیں بغور پڑھیے، حقیقتہً الفقہ کتاب پڑھیے،

علماء کا ایک بورڈ بنائیے جو قرآن و حدیث اور فقہ کی روشنی میں عقائد کی کتابیں لکھے۔ پھر تبلیغ کیجیے، شوق سے کیجیے، تبلیغی جماعت کے ہر رکن کو عقائد کی تعلیم دیں، تاکہ وہ عوام کو بتا سکیں۔

نیز دیکھیں یہ کتاب صفحہ ۵۹۹، ۶۰۰-۶۱۸، ۶۱۹ اور ۶۲۲، ۶۲۳۔

اور مندرجہ بالا مسائل کی مکمل تحقیق کے لیے کتاب ”تبلیغی جماعت کا تحقیقی جائزہ“ کاوش عبدالرحمن محمدی کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔



## فصل پنجم

## مشرکین مکہ اور آج کے کچھ کلمہ گو

یاد رہے کہ جو صفات یہود و نصاریٰ و مشرکین مکہ وغیرہ کے لیے بری تھیں وہی صفات اسلام کے دعویداروں میں اگر آجائیں تو بھی بری ہوں گی۔ قرآن و حدیث میں ان قوموں کے حالات سے آگاہ کرنے کا مقصد دراصل ان کی بری صفات و عادات سے بچنا ہوتا ہے کیونکہ قرآن کے نزول کا مقصد صرف ان امتوں اور اشخاص کی تاریخ بیان کرنا ہی نہیں ہوتا بلکہ تاریخ کے واقعات سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ وہ لا الہ الا اللہ کا مطلب سمجھتے تھے، اس لیے انھوں نے کلمہ نہ پڑھا یعنی وہ غیر اللہ کی عبادت کو چھوڑنے کو تیار نہ تھے اور آج کل کچھ کلمہ گو حضرات کلمہ تو پڑھ چکے لیکن اس کا مطلب نہ سمجھ سکے یعنی کلمہ پڑھنے کے باوجود بھی غیر اللہ کی عبادت کر رہے ہیں۔

اس باب میں قرآن کی روشنی میں مشرکین مکہ کے متعلق بحث کریں گے، تاکہ ہمیں ان کے عقائد کا پتا چل سکے اور ان کے غلط عقائد سے ہم پرہیز کر سکیں۔ یاد رہے رسول اللہ ﷺ نے ان کے غلط عقائد یعنی شرک کی وجہ سے ان سے جنگیں لڑیں، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ مشرکین مکہ کا ذکر اور جگہوں کے علاوہ قرآن میں مندرجہ ذیل مقامات پر آیا ہے۔ سورۃ الانعام اور سورۃ یونس (مکمل)، الانفال (۳۲ تا ۳۵)، النحل (۲۰، ۲۱، ۳۵، ۵۵)، سورۃ بنی اسرائیل (۱۷)، العنکبوت (۶۱، ۶۳، ۶۵، ۶۶)، المؤمنون (۸۳ تا ۸۹)، لقمان (۲۵، ۳۱، ۳۲)، الزمر (۳۸) اور الزخرف (۹، ۱۵ تا ۱۷)، ساری کئی سورتیں۔

قرآن مجید میں جہاں جہاں مشرکین مکہ کا ذکر ہے وہاں وہاں ان کے عقائد بیان کیے گئے



ہیں۔ یہاں ہم چند کا ذکر کریں گے:

۱۔ پہلی بات یہ ہے کہ مشرکین مکہ اللہ کو مانتے تھے، اپنے طریقے سے نماز پڑھتے تھے، حج کرتے تھے، لیکن یہ سب کچھ اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نہیں تھا بلکہ ان میں کافی بگاڑ

پیدا ہو چکا تھا (مثلاً الأنعام: ۱۳۰ تا ۱۴۰۔ یونس: ۱۵ تا ۲۳، ۳۱، ۳۲۔ الأنفال: ۳۲ تا ۳۵) اور کہتے تھے کہ ہم دین ابراہیمی پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم مشرک ہو، تمہارا دین ابراہیمی سے کوئی تعلق نہیں، قرآن اس بات پر گواہ ہے (دیکھیے تفسیر مراد آبادی الأنعام: ۱۶۱۔ النحل: ۱۲۰ تا ۱۲۳)

۲۔ وہ اپنے کچھ مویشی اور کھیتی اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کے لیے مخصوص کر دیتے اور کچھ مویشی اور کھیتی غیر اللہ کے لیے مخصوص کر دیتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو مشرک فرمایا۔ سورۃ الأنعام (۱ تا ۱۴۰) میں مشرکین مکہ کے جاہلانہ نظریات کا ذکر ہے۔

۳۔ جب یہ لوگ زمین پر یاسمندر میں کسی مصیبت میں پھنس جاتے تھے تو غیر اللہ کو چھوڑ کر صرف اللہ کو پکارتے تھے، جیسا کہ قرآن میں بار بار اس کا ذکر ہے۔ (یونس: ۱۸ تا ۲۳۔ بنی اسرائیل: ۶۷ تا ۶۹۔ العنکبوت: ۶۱ تا ۶۶۔ الروم: ۳۳، ۳۴۔ الأنعام: ۴۰، ۴۱، ۶۳ تا ۶۶۔ الزمر: ۱۵ تا ۱۹۔ النحل: ۵۳ تا ۵۵، ۲۰، ۲۱۔ ۲۵ تا ۳۲) دیکھیے ان تمام آیات کے لیے احمد رضا خان صاحب کا ترجمہ مع تفسیر مراد آبادی۔

اور کمال کی بات یہ ہے کہ ان مقامات پر احمد رضا صاحب نے بھی پکارنا ہی ترجمہ کیا ہے سوائے ایک جگہ کے۔ اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ آج کل کے کچھ کلمہ گو صاحبان کا طرز عمل مشرکین مکہ سے زیادہ خطرناک ہے وہ اس طرح:

۱۔ مشرکین مکہ سکھ کے وقت غیر اللہ کو پکارتے تھے اور مصیبت کے وقت صرف خالص اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے، باقی سب کو چھوڑ دیتے تھے۔ (حوالہ جات کے لیے دیکھیے یونس: ۱۸ تا ۲۳۔ العنکبوت: ۶۱ تا ۶۶۔ الروم: ۳۳، ۳۴۔ الأنعام: ۴۰، ۴۱، ۶۳ تا ۶۶۔ لقمان: ۲۵ تا ۳۲۔ ترجمہ احمد رضا خان صاحب و تفسیر مراد آبادی) لیکن آج کل کے کچھ کلمہ گو صاحبان مصیبت کے وقت بھی غیر اللہ کو پکارتے نظر آتے ہیں یعنی ان اہل عرب سے چند قدم آگے جا چکے ہیں۔

۲۔ آج کل یہ لوگ بھی غیر اللہ کے نام پر مال خرچ کرتے نظر آتے ہیں۔

۳۔ اہل عرب غیر اللہ کو اللہ کے ہاں سفارشی کے طور پر پکارتے اور ان کی عبادت کرتے تھے

(الزمر: ۳ اور یونس: ۱۸) لیکن آج کل یہ لوگ براہ راست اپنے شریکوں کو داتا، گنج بخش، مشکل کشا، حاجت روا اور غوث اعظم سمجھ کر پکارتے ہیں یعنی اہل عرب سے آگے جا چکے ہیں۔  
۳۔ یہاں ہم مشرکین مکہ کا حج کے وقت کے تلبیہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں، تاکہ ان کا غلط عقیدہ صاف ظاہر ہو جائے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مشرکین مکہ کہتے تھے: «لَبَيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ» (ہم حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں) تو رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ خرابی ہو تمہاری، یہیں تک رہنے دو، یہیں تک رہنے دو (یعنی آگے نہ کہو) اور وہ اس کے آگے کہتے تھے کہ مکروہ تیرا شریک ہے کہ یا اللہ! تو اس کا مالک ہے اور وہ کسی شے کا مالک نہیں۔ غرض یہی کہتے جاتے تھے اور بیت اللہ کا طواف کرتے جاتے تھے۔ [مسلم، کتاب الحج، باب التلبیة و صفتها و وقتها: ۱۱۸۵/۲۲]

اس سے یہ معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ بھی اپنے شریکوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کو ہر شے کا مالک جانتے تھے اور ان کو کسی شے کا مالک نہ جانتے تھے، تاہم ان کو پکارنا اور اپنا سفارشی اور وکیل قرار دینا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے مشرک ہونے کو اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں جھونکے جانے کو کافی تھا، جیسا کہ آج کل لوگ قبروں پر جا کر کہتے ہیں۔

اب ہم مفتی احمد یار خان مشہور حنفی بریلوی عالم کا ترجمہ مشکوٰۃ مع شرح کی تیسری جلد سے کچھ اقتباسات نقل کرنا چاہتے ہیں، تاکہ ان لوگوں کی توحید کے معیار کا اندازہ لگایا جاسکے:

ر: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مچھلی والے پیغمبر کی دعا جب انھوں نے مچھلی کے پیٹ میں اپنے رب سے کی، یہ ہے: ”تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، میں ظالموں میں سے ہوں۔“  
کوئی مسلمان آدمی حاجت میں یہ دعا مانگے گا مگر قبول ہوگی۔“ [احمد: ۱۷۰/۱۔ ترمذی،

کتاب الدعوات، باب فی دعوة ذی النون: ۳۵۰۰]

اپنی تفسیر میں احمد یار فرماتے ہیں کہ علماء فرماتے ہیں کہ اس مچھلی کا پیٹ عرش عظیم سے افضل ہے کہ ایک پیغمبر کا کچھ دن تجلی گاہ رہا، جب مچھلی کا پیٹ عرش عظیم سے افضل ہو گیا تو آمنہ خاتون کا شکم پاک جس میں سید الانبیاءؑ نو ماہ تک جلوہ افروز رہے وہ تو عرش سے کہیں افضل ہے۔ (مشکوٰۃ: ۳۳۳/۳ از احمد یار گجراتی)

آپ خود غور فرمائیں کہ غلو کی یہ انتہا ہے یا نہیں کہ اللہ تعالیٰ تو عرش پر ہے جیسا کہ قرآن میں بار بار مذکور ہے اور ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی والدہ کے پیٹ کو اللہ کے عرش عظیم سے بھی کہیں افضل قرار دے دیا ہے تو پھر شرک کس چیز کا نام ہے؟

ب: اسی کتاب کے صفحہ (۳۰۱) پر ایک حدیث بیان کر کے لکھا گیا ہے کہ اس حدیث کی روشنی میں سب حاجتیں اپنے رب سے مانگو حتیٰ کہ جوتی کا تمہ اور نمک بھی اور اسی کتاب کے صفحہ (۱۳۲) پر لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مال، اعمال، کمال، رب کی رضا و جنت، دوزخ سے پناہ، ایمان پر خاتمہ سب کچھ مانگا جاتا ہے۔ تو پھر دینے والے دو ہو گئے تو توحید کدھر گئی۔

قرآن و حدیث میں ہے کہ دعا عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت شرک ہے: «الَّذِي هُوَ الْعِبَادَةُ» یعنی ”دعا عبادت ہے۔“ [ترمذی، کتاب الدعوات، باب منه ۲۹۶۹، ۳۳۷۲، ۳۲۴۷۔ أبو داؤد، کتاب الوتر، باب الدعاء: ۱۴۷۹] دیکھیے احمد رضا خان صاحب کا ترجمہ مع تفسیر سورة المؤمن آیت (۶۰) کے تحت۔

### حیات النبی ﷺ:

۱۔ کچھ کلمہ گو بھائیوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ حاضر و ناظر ہیں حالانکہ قرآن مجید میں جگہ جگہ یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے لیکن اپنے علم کی بنا پر سب کچھ دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے یعنی حاضر و ناظر ہے تو رسول اللہ ﷺ کو حاضر و ناظر جاننا گویا ان کو اللہ تعالیٰ کے برابر کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کو اللہ کے برابر قرار دینے کو کفر و شرک قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے برابر کوئی نہیں۔ (البقرة: ۲۲، ۱۶۵۔ الانعام: ۱، ۱۵۰۔ ابراہیم: ۳۰۔ الشعراء: ۹۸۔ ساء: ۳۳۔ مریم: ۶۵۔ الزمر: ۱۸ اور حم السجدة: ۹) اس سارے معاملے کا ذکر توحید فی العلم اور شرک فی العلم کی بحث میں تفصیل سے آچکا ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۔ کچھ کلمہ گو بھائیوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر تو نہیں البتہ اپنے روضہ اطہر میں جسم اور جان سے زندہ ہیں اور اگر کوئی آپ ﷺ کے روضہ اطہر کے پاس درود شریف پڑھے یا کوئی عرض کرے تو آپ ﷺ سنتے ہیں۔ اس عقیدے کا ابطال بھی توحید فی العلم اور شرک فی العلم میں آچکا ہے۔

۳۔ قرآن و حدیث میں آپ ﷺ کے فوت ہونے کا ذکر موجود ہے۔ صحیح بخاری (کتاب الجنائز: ۱۲۳۱، ۱۲۳۲) میں آپ ﷺ کے بیمار ہونے اور فوت ہونے اور دفن ہونے کا تفصیل سے ذکر موجود ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ جب آپ ﷺ فوت ہو گئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو کہے گا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے تو میں اس کا سر تلوار سے قلم کر دوں گا۔ بعد میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس اجتماع میں تشریف لائے اور وعظ فرمایا اور قرآنی آیات کا حوالہ دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو ایک موت کا مزہ چکھا چکا، دوسری موت کا مزہ آپ نہ چکھیں گے اور فرمایا آپ ﷺ فوت ہو چکے ہیں اور سب صحابہ نے اس بات سے اتفاق کیا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو چکے ہیں اور خلفائے راشدین کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن کسی خلیفہ راشد نے مصیبت کے وقت رسول اللہ ﷺ کے روضہ اطہر پر جا کر آپ ﷺ سے رابطہ نہیں کیا۔ یہ ساری باتیں اس کتاب میں مذکور ہو چکیں اور یہ بھی بیان ہو چکا کہ یہ حدیث کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے روضہ اطہر کے قریب درود شریف پڑھا جائے تو آپ ﷺ سنتے ہیں، پہلے اس کتاب میں بیان ہو چکا ہے کہ یہ موضوع حدیث ہے یعنی من گھڑت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ کا جسم اطہر تو آپ ﷺ کی مدینہ منورہ والی قبر مبارک میں ہے اور آپ ﷺ کی روح مبارک جنت کے اعلیٰ ترین مقام پر عرش کے نیچے ہے اور آپ ﷺ نے روح مبارک کے قبض ہونے سے چند لمحے پہلے دعا مانگی تھی: ((اللهم بالرفیق الأعلى)) کہ یا اللہ! مجھے اعلیٰ رفیقوں یعنی انبیاء اور فرشتوں کے پاس پہنچا دے اور اس کتاب میں صحیح بخاری کی روایت سے یہ بھی ثابت کیا جا چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس وقت معلوم نہیں کہ ان کی امت کیا کر رہی ہے۔ [بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض: ۶۵۸۶]

کچھ کلمہ گو صاحبان کی گواہ افشائیاں:

اب ہم کچھ کلمہ گو صاحبان کے قرآنی ترجمہ سے ان کی ذہن پرستی کے ثبوت فراہم کریں گے:

۱۔ ذہن پرستی یہ ہے کہ قرآن پاک کی تفسیر قرآن پاک کے ساتھ یا صحیح حدیث کے ساتھ یا اقوال صحابہ کے ساتھ یا پھر لغت عرب کے استعمالات کی روشنی میں کرنے کی بجائے اپنی رائے کے

ساتھ کی جائے، یہی بات فرقہ پرستی کی جڑ ہے۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ قرآن پاک کا ایسا ترجمہ کیا جائے جو مندرجہ بالا چاروں طریقوں سے ہٹ کر ہو بلکہ ان طریقوں کے خلاف ہو۔ مثلاً، جناب اشرف علی تھانوی صاحب اپنے قرآنی ترجمہ و تفسیر میں فرماتے ہیں، آیت:

﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ [الحج: ۱۸]

اس کا احمد رضا صاحب بریلوی ترجمہ کرتے ہیں:

”اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔“

آیت میں لفظ «تدعوا» ہے، جس پر مفصل بحث دعا کے باب میں ہے «تدعوا» کا معنی پکارنا ہے، دوسرا لفظ «مع» ہے جس کا معنی ساتھ ہے اور تیسرا لفظ «أحدًا» ہے جس کا معنی ہے ایک، یعنی مندرجہ بالا آیت کا ترجمہ یہ ہوگا: ”مسجدیں سب اللہ کی ہیں، سو اللہ کے ساتھ کسی ایک کو بھی نہ پکارو۔“ مطلب یہ کہ مشرکین مکہ اور یہود و نصاریٰ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو بھی مسجدوں میں پکارتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے منع فرمایا لیکن احمد رضا صاحب اس آیت کا اپنی رائے سے ترجمہ فرما رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ کا یہاں حوالہ دینا نہایت مناسب ہوگا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے قرآن پاک کی تفسیر اپنی رائے کے ساتھ کی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔“ [ترمذی، أبواب التفسیر

القرآن عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء في الذي يفسر القرآن برأية: ۲۹۵۱]

اور ایک روایت میں ہے: ”جس شخص نے قرآن پاک کی تفسیر بلا دلیل کی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ

میں بنا لے۔“ [ترمذی، أبواب التفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء في الذي يفسر

القرآن برأية: ۲۹۵۰]

مزید حوالہ جات کے لیے ان کے قرآنی ترجمہ میں مندرجہ ذیل مقامات پر دیکھیے، وہاں بندگی ترجمہ کیا ہے۔ (الأعراف: ۳۷-۳۸، النحل: ۲۰-۲۱، الأحقاف: ۳۶) اور لطف یہ ہے کہ ”دعو“ سے نکلے ہوئے انھی الفاظ کا قرآن میں کافی جگہ انھوں نے پکارنا، بلانا یا مانگنا ترجمہ کیا ہے۔

احمد رضا صاحب اپنا ایک عقیدہ بنا لیتے ہیں اور پھر قرآن کا ترجمہ اپنی رائے سے اپنے عقیدے کے مطابق کرتے چلے جاتے ہیں، قرآن مجید کے الفاظ کا کوئی خیال نہیں رکھتے مثلاً لفظ ”أخى“ کا ترجمہ آل عمران (۱۶۸، ۱۵۶)، النساء (۱۲، ۱۱، ۱۷، ۱۸) اور یوسف (۱۲) میں ہر جگہ ”بھائیوں“ کیا ہے،

یاد رہے کہ سورہ یوسف میں یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا بار بار ذکر ہے، اسی طرح یونس (۸۷) میں ”بھائی“ کیا ہے۔ لیکن سورۃ الاعراف (۶۵، ۷۳، ۸۵) میں ”أخاهم“ کا ترجمہ برادری کیا، ان کا بھائی نہیں کیا۔ مطلب یہ کہ انبیائے کرام بشر نہیں، یہ ثابت کرنے کے لیے اپنی رائے سے ترجمہ کیا۔ یہی کچھ سورہ ہود (۵۰، ۶۱، ۸۴) اور سورۃ الشعراء (۱۰۶، ۱۲۴، ۱۴۲، ۱۶۱) میں کیا۔ اس کی ایک اور مثال ان کے قرآنی ترجمہ و تفسیر (لقمان: ۳۴) میں ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں اور بخاری (۵۰) میں ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ”یہ پانچ باتیں غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔“ اور حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا گزر چکی کہ جو کوئی کہے کہ رسول اللہ ﷺ کل کی بات جانتے تھے وہ جھوٹا ہے اور یہ حدیث بھی گزر چکی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات سے ایک ماہ قبل فرمایا کہ ”قیامت کے وقت کا مجھے علم نہیں۔“ اور یہ حدیث بھی گزر چکی کہ ”جب بادل آتے تو رسول اللہ ﷺ پریشان ہو جاتے، شاید کہ ان میں عذاب نہ ہو۔“ لیکن نعیم الدین مراد آبادی کی اس جگہ تفسیر ان سب باتوں کے بالکل الٹ ہے یعنی چونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ بزرگوں کو غیب کا علم ہوتا ہے، اس لیے قرآن و حدیث کی ایک بھی نہ مانی اور دونوں اپنی رائے سے ترجمہ و تفسیر کرتے چلے گئے۔ ہم توحید فی الحکم اور شرک فی الحکم میں اور سنت و بدعت کی بحثوں میں تفصیل کے ساتھ ذکر کر چکے ہیں کہ آسمانی وحی (قرآن و حدیث) کے علاوہ نہ کوئی عقیدہ اختیار کرنا چاہیے اور نہ کوئی عمل اختیار کرنا چاہیے لیکن نعیم الدین مراد آبادی قرآن و حدیث کے سارے احکامات کو نظر انداز کرتے ہوئے سورۃ الحدید کی آیت (۲۷) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ کام جن میں لوگ طاعات و عبادات میں ذوق و شوق کے ساتھ مشغول رہتے ہیں ایسے امور کو بدعت بتانا قرآن مجید کی اس آیت کے صریح خلاف ہے۔ حالانکہ نعیم الدین مراد آبادی کا ایسا فرمانا سورۃ البقرۃ کی آیت (۱۲۰، ۱۳۵)، الرعد کی (۳۷) اور الحدید کی آیت (۱۶) کے صریحاً خلاف ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے صرف آسمانی وحی کی پیروی کرنے اور یہود و نصاریٰ کی پیروی نہ کرنے کا حکم دیا۔ یعنی انھوں نے اپنے پیروکاروں کو قرآن و حدیث کی لگام دینے کی بجائے قطعی طور پر بے لگام کر دیا، یہی وجہ ہے کہ حنفی بریلوی صاحبان عقیدہ اور عمل کے معاملے میں بالکل آسمانی وحی (قرآن و حدیث) کی حدود سے باہر نکل چکے ہیں اور جو عقائد و اعمال قرآن و حدیث سے ثابت ہیں ان صاحبان کے نہ وہ عقائد ہیں نہ وہ اعمال یعنی نہ

ان کے پاس توحید رہی اور نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت۔ ہر معاملہ میں شرک و بدعت ان میں مکمل طور پر سرایت کر چکے ہیں۔ پھر بھی یہ کچے اہل سنت و الجماعت ہیں۔ اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات ماننے کی بجائے دوسروں کے احکامات مانتے ہیں، اللہ کی ذات و صفات میں دوسروں کو اللہ کے برابر جانتے ہیں، بزرگوں کو عالم الغیب مانتے ہیں، اللہ کے علاوہ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں، جیسے قبروں پر سجدے کرنا، چڑھاوے چڑھانا اور غیر اللہ کو پکارنا وغیرہ اور اللہ کے علاوہ بزرگوں کو نفع و نقصان کا مالک سمجھتے ہیں جیسے کسی کو داتا، کسی کو گنج بخش، کسی کو مشکل کشا، کسی کو حاجت روا، کسی کو غریب نواز، کسی کو غوث الاعظم، کسی کو دستگیر وغیرہ مانتے اور کہتے ہیں، پھر بھی ان کی توحید کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ زندگی کے ہر شعبے میں سنت سے ہٹ کر عمل کرتے ہیں پھر بھی کچے سنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

ہم اس کتاب میں احمد رضا خان صاحب کی دورخی کا کئی بار ذکر کر چکے ہیں، اب مزید ایسی ہی باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ ہم قرآن مجید میں ان آیات کا تذکرہ کریں گے جن میں اللہ تعالیٰ نے پہلے کافروں اور مشرکین (مشرکین مکہ، یہودی، عیسائی) سے فرمایا کہ میرے بندوں کو چمانے والا، کام بنانے والا، والی، کارساز، باختیار، آقا اور مولانا بناؤ کیونکہ ان صفات کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور کوئی نہیں اور فرمایا ایسے عقیدے کا مالک انسان (جو غیر اللہ کو کارساز سمجھے) کافر اور مشرک ہے اور مندرجہ بالا جو معنی لکھے گئے ہیں یہ احمد رضا خانی ترجمہ میں ولی اور اس سے نکلے ہوئے الفاظ یعنی ولیا، ولینا اور اولیاء وغیرہ کے معنی قرآنی ترجمہ احمد رضا خانی میں کیے گئے ہیں اور مولانا سے نکلے الفاظ یعنی مولا کم، مولانا وغیرہ کے بھی۔

ولی اور اس سے متعلقہ الفاظ کے مندرجہ بالا ترجموں کے لیے دیکھیے اس قرآنی ترجمہ مع فوائد میں (۱) بچانے والا (البقرة: ۱۲۰) (۲) کام بنانے والا۔ (الکتبوت: ۲۲۔ الشوری: ۲۸۔ یوسف ۱۰۱) (۳) والی۔ البقرة: ۲۵۸۔ آل عمران: ۶۸۔ التوبہ: ۱۱۶۔ الکہف: ۲۶۔ الشوری: ۸، ۹۔ النساء: ۳۵۔ الانعام: ۲۳۔ الاعراف: ۱۹۶۔ الزمر: ۳۔ الشوری: ۶، ۹) (۴) کارساز۔ النساء (۳۵) میں معنی والی لکھا اور اس کے ف ۱۳۸ میں کارساز لکھا یعنی لکھا ہے کہ والی کا مطلب کارساز ہے۔

اور اب وہ آیات درج ہیں جن میں اللہ کے بندوں کو کارساز بنانے سے منع فرمایا گیا ہے، جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا، لیکن بعض جگہ حسب عادت معنوں میں دورخی اختیار کی گئی اور تفسیر میں بھی تحریف کی گئی۔ ملاحظہ فرمائیں (الأنعام: ۱۹ تا ۱۱- یوسف: ۱۰۱ تا ۱۰۳- الشوریٰ: ۱۲ تا ۱۱- الکہف: ۳۲ تا ۴۴ اور ۱۰۲ تا ۱۱۰- الفرقان: ۱۲ تا ۲۰- العنکبوت: ۱۹ تا ۲۲- المؤمن: ۴۳ تا ۴۴- الزمر: ۸ تا ۱۱)

۲- یہ ایک اور دورخی ہے، احمد رضا خانی ترجمہ و تفسیر میں لکھا ہے کہ سورۃ محمد اترنے کے بعد رسول اللہ ﷺ منافقوں کو ان کی صورتوں اور ان کی باتوں سے پہچان لیتے تھے (دیکھیے محمد: ۳۰، ف ۷۸، ۷۹) لیکن سورۃ التوبہ (۱۰۱) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اور تمہارے آس پاس کے کچھ گنوار منافق ہیں اور کچھ مدینہ والے، ان کی خو ہو گئی ہے نفاق، تم انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں۔“ یہ عجیب دورخی ہے، حالانکہ اسی تفسیر میں لکھا ہے کہ سورۃ التوبہ قرآن کریم کی سورتوں میں سب سے آخر میں نازل ہوئی۔

۳- ایک اور عجیب دورخی نوٹ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار فرمایا کہ یہود اور نصاریٰ کے طریقے نہ اختیار کرنا بلکہ نازل شدہ اسلام کی پیروی کرنا، احمد رضا خانی ترجمہ مع تفسیر میں یہ بھی لکھا گیا کہ یہود و نصاریٰ کا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہیے لیکن یہ بھی کہا گیا کہ انہوں نے اپنے نازل شدہ دین کو چھوڑ کر جو بھی بدعات شروع کی تھیں ان میں کوئی حرج نہ تھا اور کلمہ گو مسلمانوں کو اس تفسیر میں بار بار بدعات کی ترغیب دی گئی۔ دیکھیے ان کا ترجمہ مع تفسیر: (الحمد: ۱۶، ف ۴۸، ۴۷، ف ۹۰، ۹۱- البقرہ: ۱۲۰، ف ۲۱۹- ۲۲۰- الحج: ۴، ف ۱۷، ۱۸، ۱۹ تا ۱۰، ف ۳۳، ۳۶، ۳۷)

۴- الأنعام (۱۳، ف ۳۸) میں ﴿أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ﴾ یعنی سب سے پہلے گردن رکھوں کی تفسیر میں لکھا کہ نبی اپنی امت سے دین میں سابق ہوتے ہیں لیکن الأنعام (۱۶۱ تا ۱۶۳، ف ۳۳۸ تا ۳۴۱) کے (ف ۳۴۰) میں لکھا: ”اولیت یا تو اس اعتبار سے ہے کہ انبیاء کا اسلام ان کی امت پر مقدم ہوتا ہے یا اس اعتبار سے کہ سید العالم ﷺ اول مخلوقات ہیں تو ضرور اول المسلمین ہوئے۔ یہ واضح دورخی اور تضاد ہے کیونکہ قرآن کریم میں ہے: ”اے نبی (ﷺ)! قرآن اترنے سے پہلے تجھے قرآن اور ایمان کی خبر نہ تھی۔“ الشوریٰ (۵۲) اور البقرہ (۲۸۵) میں ہے کہ رسول ﷺ اور مومن اللہ کی نازل کردہ وحی پر ایمان لائے۔ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ



شریعت اترنے کے بعد اس پر ایمان لائے اور سیدنا موسیٰ ﷺ کے بارے میں انھی کی تفسیر میں لکھا ہے کہ سیدنا موسیٰ ﷺ بنی اسرائیل میں سے اول المؤمنین ہیں۔ (دیکھیے الاعراف: ۱۴۳، ف: ۲۶۶) اور انھی کی تفسیر میں لکھا ہے کہ فرعون کے جادوگر جو سیدنا موسیٰ ﷺ کے معجزات دیکھ کر ایمان لے آئے وہ رعیت فرعون میں سے یا اس مجمع کے حاضرین میں سے اول المؤمنین تھے۔ ان باتوں سے ان کی دورخی صاف ظاہر ہے۔

۵۔ انھوں نے اپنی تفسیر میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو عزت دی اور آپ ﷺ کی عزت اور تکریم کی خاطر آپ ﷺ کو ”یا محمد“ کہہ کر نہیں خطاب کیا حالانکہ باقی انبیائے کرام ﷺ کو نام لے کر خطاب کیا۔ (الأحزاب: ۱، ف: ۲) اور اسی تفسیر میں لکھا ہے کہ مومنوں کو چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کو ادب سے خطاب کریں اور نام لے کر آپ سے خطاب نہیں کرنا چاہیے (الحجرات: ۲، ف: ۲) لیکن اسی تفسیر میں لکھا ہے کہ جبرئیل ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کو ”یا محمد“ کہہ کر خطاب کیا۔ (المدثر: ۱، ف: ۲) یہ عجیب دورخی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو رسول پاک ﷺ کو ”یا محمد“ کہنا پسند نہ فرمائیں لیکن جبرئیل ”یا محمد“ کہہ کر خطاب کرے۔

۶۔ اس تفسیر میں لکھا ہے کہ آدم ﷺ سے لے کر آپ ﷺ تک آپ کے سب آباء و اجداد مومن ہیں۔ (الشعراء: ۱۲۹، ف: ۱۸۳)

لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اگر تجھے عرب کی جہالت معلوم کرنا اچھا لگے تو سورہ انعام کی ۱۳۰ آیتوں سے زیادہ پڑھ لے۔ وہ لوگ تباہ ہوئے جنھوں نے نادانی سے اپنی اولاد کو مار ڈالا، گمراہ ہیں، راہ پانے والے نہیں، اس آیت تک۔ [بخاری، کتاب المناقب، باب قصۃ زمزم و جہل العرب: ۳۵۲۴]

اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ عزت دار، عزت دار کا بیٹا، عزت دار کا پوتا اور عزت دار کا پڑپوتا یوسف ﷺ پیغمبر تھے جو یعقوب ﷺ کے بیٹے اسحاق ﷺ کے پوتے اور ابراہیم ﷺ کے پڑپوتے تھے اور براء نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں ہوں بیٹا عبدالمطلب کا۔“ [بخاری، کتاب المناقب، باب من انتسب إلی آباءہ فی الإسلام والجاهلیۃ، تعلیقاً، فوق الحدیث: ۳۵۲۵۔ نیز دیکھیے: ۲۸۶۴، ۳۳۹۰] اور صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ابوطالب نے مرتے وقت کہا

کہ عبدالمطلب کے دین پر مر رہا ہوں اور اس وقت رسول اللہ ﷺ وہاں موجود تھے۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب إذا قال المشرك عند الموت لا إله إلا الله : ۱۳۶۰، ۳۸۸۴]

اور رسول اللہ ﷺ کے والدین کفر پر مرے۔ (فقہ اکبر) (مقدمہ ہدایہ: ۲۸۱)

الأحزاب (۳۳، ف ۸۴) میں کی تفسیر میں مراد آبادی صاحب نے لکھا ہے کہ اگلی جاہلیت سے مراد قبل اسلام کا زمانہ ہے..... اور پچھلی جاہلیت سے آخر زمانہ مراد ہے جس میں لوگوں کے افعال پہلوں کی مثل ہو جائیں گے اور الجادلہ : (۴، ف ۱۷) میں لکھا ہے کہ خدا اور رسول ﷺ کی فرماں برداری کرو اور جاہلیت کے طریقے چھوڑو اور البقرة (۱۹۸، ف ۳۸۳) میں ہے کہ بے شک اس سے پہلے تم بہکے ہوئے تھے یعنی طریق ذکر و عبادت کچھ نہ جانتے تھے اور الشوری (۵۲) میں ہے کہ شریعت اترنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ قرآن اور ایمان کے متعلق نہ جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے قرآن مجید میں فرمایا: ﴿وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُم مِّنْهَا﴾ ”اور تم ایک غار دوزخ کے کنارے پر تھے (ف ۱۸۹) تو اس نے تمہیں اس سے بچا دیا (ف ۱۸۹) (یعنی حالت کفر میں کہ اگر اسی حال پر مر جاتے تو دوزخ میں پہنچتے)۔ (از احمد رضا خاں صاحب، آل عمران: ۱۰۳)

تفصیل ہم نے اوپر لکھ دی ہے تو احمد رضا خاں صاحب اور مراد آبادی صاحب نے معاملہ زیر غور میں نہ قرآن کی مانی نہ حدیث کی مانی، نہ فقہ کی مانی اور نہ اپنی ہی تفسیر مانی تو پھر انھوں نے کس چیز کو مانا، حیرت کا مقام ہے۔

۷۔ ﴿علیک البلاغ﴾ قرآن مجید میں بار بار اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے ذمے دین پہنچادینا ہے اور آپ اپنے یا کسی کے نفع و نقصان کے مالک نہیں۔ (دیکھیے احمد رضا خانی ترجمہ مع تفسیر البقرة: ۲۷۲، ۲۷۷، ۲۷۸، المائدة: ۹۲، ۹۹، ف ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۳۰، التغابن: ۱۱، ۱۳، ف ۱۸، ۲۱، آل عمران: ۱۸، الرعد: ۳۷، النحل: ۸۳، الشوری: ۳۶ تا ۵۳)

تو پھر مندرجہ بالا صورت حال کے باوجود آپ ﷺ اور دوسرے بزرگوں کو پکارنا اور ان کو تصرف کے اختیار کا مالک سمجھنا دورخی نہیں تو اور کیا ہے۔

۸۔ احمد رضا خاں صاحب کے قرآنی ترجمہ مع تفسیر میں بار بار حدیث کی معتبر کتابوں کا ذکر ہے

لیکن ہم نے اپنی اس کتاب میں حدیث کی ان معتبر کتابوں اور فقہ کی کتابوں کے جو حوالے ہر باب میں دیے ہیں ان کا احمد رضا خاں صاحب کے ترجمہ مع تفسیر میں کہیں ذکر تک نہیں، یعنی اپنے عقیدہ کی یکطرفہ ٹریفک چلاتے رہے اور حدیث کی کتابوں اور فقہ کی کتابوں میں جو حوالے ان کے عقیدہ کے خلاف ہیں ان کا ذکر تک نہیں کیا۔ یہ واضح دورخی ہے اور بار بار شرک اور بدعات کی ترغیب بھی دیتے رہے اور حق بھی لکھتے رہے، دونوں کام ساتھ ساتھ چلاتے رہے۔ (دیکھیے ان کا ترجمہ مع تفسیر النساء: ۶۳، ف ۱۷۷۔ النحل: ۱۱۶، ف ۲۶۸۔ مریم: ۹۶، ف ۱۵۶۔ طہ: ۸۵، ف ۱۲۲۔ البقرہ: ۳، ف ۷۔ آیت ۸، ف ۱۲، بہت اہم۔ آیت ۳۷، ف ۶۷۔ آیت ۵۰، ف ۸۶، آیت ۵۸، ف ۹۶۔ آیت ۶۱، ف ۱۰۶، بہت اہم۔ آیت ۷۸، ف ۱۲۹۔ بہت اہم۔ آیت ۸۳، ف ۱۳۳ و ۱۳۸، بہت اہم۔ آیت ۸۷، ف ۱۴۳، ف ۱۴۷، بہت اہم۔ آیت ۲۳۸، ف ۵۰۳۔ آیت ۲۶۱، ف ۵۳۷۔ النساء: فوائد ۲۰-۲۳-۳۱۵۔ المائدہ: فوائد ۱۵، ۶۶، ۱۹۸، ۲۱۱، ۲۸۲۔ الأنعام: ۵۶، ف ۱۲۳، بہت اہم۔ التوبہ: ۸۹، ف ۲۲۵۔ آیت ۱۰۳، ف ۲۳۸۔ آیت ۱۱۵، ف ۲۷۰، بہت اہم۔ آیت ۱۲۸، ف ۳۰۷)

۹۔ ان کا بار بار تفسیر میں یہ لکھنا کہ وہ کام نہیں کرنا چاہیے جس کے کرنے سے سنت اٹھ جائے اور اس کے علاوہ جو چاہے کرو، ان کی یہ بات بے معنی ہے کیونکہ جو شخص یا جماعت بدعات پر عمل کرے گی زندگی کے اس موقع کی سنت خود بخود اٹھ جائے گی مثلاً اگر کوئی مؤذن اذان سے پہلے صلوٰۃ پڑھتا ہے تو اذان سے پہلے صلوٰۃ نہ پڑھنے کی سنت خود بخود ختم ہو جائے گی۔ اگر کوئی جماعت رسم قل، رسم چالیسواں ادا کرتی ہے تو رسول اللہ ﷺ کی سنت کہ آپ نے یہ کام نہیں کیے خود بخود ختم ہو جائے گی۔ اگر کوئی جماعت زیارت قبور اور قبروں والوں کے لیے دعا کے علاوہ قبر پر کوئی اور کام کرتی ہے جیسے پکی قبر بنانا، قبروں پر پھول چڑھانا، قبروں پر چراغ جلانا، قبروں کو غسل دینا، عرس کرنا، قبر والوں کو پکارنا، وہاں محفل موسیقی منعقد کرنا، وہاں چڑھاوے چڑھانا تو رسول اللہ ﷺ کی یہ کام نہ کرنے کی سنت خود بخود اٹھ جائے گی۔ اگر کوئی آدمی گیارھویں دیتا ہے تو رسول اللہ ﷺ کی گیارھویں نہ دینے کی سنت خود بخود اٹھ جائے گی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص ایسا کام کرے جس کے لیے ہمارا حکم نہ ہو تو وہ مردود ہے۔“

[ بخاری، کتاب البیوع، باب النجش و من قال، يجوز ذلك البيع تعليقاً قبل الحديث: ۲۱۴۲، موصولاً: ۲۶۹۷۔ مسلم، کتاب الأفضیة، باب نقض الأحكام الباطلة و رد محدثات الأمور: ۱۷۱۸ / ۱۸ ]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”رسول اللہ ﷺ جو چیز تمہیں دیں اسے پکڑ لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے باز رہو۔“ (الحشر: ۷۔ احمد رضا، ف ۲۳ تا ۲۴)

۱۰۔ ایک اور مسئلے سے ان لوگوں نے شرک کا دروازہ کھولا ہے، میں بفضل اللہ عزوجل ان کے صحیح معنی کی تحقیق اور غلط سمجھے ہوئے معنی کی تردید کرتا ہوں، تا کہ مسلمان ٹھوکر نہ کھائیں، برادران بھی ذہن کو دوڑائیں اور حق کو قبول فرمانے میں تامل نہ کریں۔ اے رب العالمین! تو اپنی توحید کی طرف ہماری صحیح رہنمائی فرما اور ہم میں سے جو تیرے در سے بھٹک گئے ہیں انہیں پھر اپنے در پر جھکالے۔ آمین۔ کہتے ہیں قرآن کریم میں ہے: ”وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کرتے، اگر تیرے پاس آتے، پھر اللہ سے استغفار کرتے اور رسول ان کے لیے استغفار کرتا تو یہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔“ یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت جیسے آپ ﷺ کی حیات میں تھی ایسے ہی اب بھی ہے۔ آپ ﷺ کے روضہ پر جا کر آپ سے کہنا چاہیے کہ آپ ہمارے لیے استغفار کریں وغیرہ۔

لیکن یہ مفہوم صحیح نہیں، کیونکہ (۱) اس آیت میں لفظ ”جاؤ وک“ ہے یعنی وہ تیرے پاس آتے، یہ لفظ صاف بتلا رہا ہے کہ یہ آیت آپ ﷺ کی حیات کے ساتھ مخصوص ہے، بعد از وفات آپ ﷺ کے پاس کسی کا جانا ممکن ہی نہیں، آپ اس وقت اعلیٰ علیین میں ہیں۔ (۲) دوسرے یہ کہ خود آپ ﷺ کا صحیح فرمان موجود ہے: « إِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهُ » [مسلم، کتاب الوصیة، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته: ۱۶۳۱] ”ہر انسان کا عمل اس کی موت کے ساتھ منقطع ہو جاتا ہے“ پس یہ آیت آپ کی حیات کے ساتھ مخصوص تھی۔ (۳) آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم ہزار ہا کی تعداد میں تھے، نئے لوگ اسلام قبول کرتے جاتے تھے لیکن آپ کہیں بھی یہ نہ پائیں گے کہ ان میں سے کوئی بھی روضہ رسول ﷺ پر آیا اور آپ ﷺ سے استغفار طلب کیا، حالانکہ یہ آیت ان کے سامنے تھی، قرآن میں موجود وکتوب تھی، جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیت کو وہ جملہ صاحبان آپ کی حیات کے ساتھ مختص مانتے تھے۔

(۴) یہاں تک کہ جب بوقت خلافت فاروقی قحط سالی پڑتی ہے، اس وقت بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روضہ رسول ﷺ پر جا کر آپ سے طلب استغفار نہیں کرتے، بلکہ مسنون طریقے کے مطابق جنگل میں جا کر نماز استسقاء ادا کرتے ہیں اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو آگے کر کے ان سے دعا کراتے ہیں، وہ مسلمانوں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ استغفار رسول ﷺ مخصوص تھا بحیات رسول ﷺ۔ (۵) ہاں یہ اور بات ہے کہ کوئی صاحب اس بات کا دعویٰ کرے کہ ہم آیات قرآنیہ کا مطلب بنسبت صحابہ رضی اللہ عنہم کے زیادہ جانتے ہیں۔ (۶) یا انھوں نے نہ اس آیت کو سمجھا نہ اس پر عمل کیا بلکہ غیر مقلد اور منکر رسول ﷺ ہونے کا فتویٰ صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی چسپاں کر دیں۔ حقیقت یہی ہے کہ یہ آیت آپ ﷺ کی زندگی کے لیے تھی، ورنہ صحابہ رضی اللہ عنہم قبر شریف پر آتے، لیکن انھوں نے ایسا نہ کیا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے چچا کو آگے کر کے ان سے استغفار کرایا اور خود بھی کیا اور مسلمانوں پر اس آیت کی تفسیر عملی طریقہ سے بھی واضح کر دی۔ فالحمد للہ۔ (۷) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہاں اس آیت کی تفسیر اپنے عمل سے کر دکھائی اپنی زبان سے بھی کہہ سنائی۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے:

« إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتُسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا » [بخاری، کتاب الاستسقاء،

باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا : ۱۰۱۰]

یعنی بوقت قحط سالی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے طلب باراں کراتے اور اپنی دعا میں کہتے کہ ”الہی! پہلے ہم تجھ سے طلب باراں تیرے نبی ﷺ سے کراتے تھے (اب چونکہ آپ ﷺ وفات فرما چکے اس لیے) ہم اپنے نبی ﷺ کے چچا کے ذریعہ تجھ سے طلب باراں کرتے ہیں، پس تو ہم پر بارش برسا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر جو دعا کی تھی اس کے الفاظ بھی سن لیجئے: «اللَّهُمَّ لَمْ يُنْزَلْ بَلَاءٌ إِلَّا بِدَنْبٍ وَلَمْ يُكْشَفْ إِلَّا بِتَوْبَةٍ وَهَذِهِ أَيْدِينَا إِلَيْكَ بِالذُّنُوبِ لَوْ أَصِيلْنَا إِلَيْكَ بِالتَّوْبَةِ فَاسْقِنَا الْعَيْتَ» [فتح الباری : ۶۴۱/۲]

”الہی! گناہوں کی وجہ سے بلائیں نازل کی جاتی ہیں اور سوائے توبہ کے وہ ہٹائی نہیں جاتیں، اس لیے یہ ہمارے گنہگار ہاتھ تیری رحمتوں اور بخششوں کے طلب کرنے کے

لیے تیری طرف اٹھے ہوئے ہیں اور یہ ہیں ہماری خطا کار پیشانیاں جو توبہ طلبی کے لیے تیرے سامنے جھکی ہوئی ہیں، پس تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہم پر اپنی رحمت سے بارشیں برسا۔“ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ بارش ہوئی۔

اور (۸) سینے! بے شک آپ ﷺ کا وجود اقدس امت کے لیے باعث امن تھا، کفار سے خطاب کرتے ہوئے جناب باری ارحم الراحمین فرماتے ہیں:

﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾

[الأنفال: ۳۳]

”جب تک آپ (ﷺ) ان میں ہیں اور جب تک ان میں وہ لوگ ہیں جو اللہ سے

استغفار کرتے ہیں، اللہ انھیں عذاب نہیں دے گا۔“

پس ان دونوں امن میں سے ایک امن اٹھ گیا، اب ایک باقی ہے، یہ آیت بھی گوباس آیت کی تفسیر ہے اور صاف بتلا رہی ہے کہ حضور ﷺ کا استغفار کرنا آپ کی حیات تک تھا نہ کہ بعد از ممات بھی۔ اب آپ اعلیٰ علیین میں ہیں، اعمال امت سے بے خبر، استغفار امت سے سبکدوش ہیں۔ صلی اللہ علی روحنی الارواح وعلی جسده فی الاجساد۔

پھر (۹) کسی کے لیے آپ ﷺ کا اپنے روضہ مطہرہ سے استغفار کرنے کا عقیدہ رکھنا تب ہی صحیح و اسلامی عقیدہ ہو سکتا ہے جب اس پر قرآن، صحیح احادیث اور ثابت اجماع امت سے خیر القرون کے سلف صالحین (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ثقہ و صدوق تابعین و محدثین عظام) کے فہم پر واضح اور ٹھوس دلائل صحیح و حسن سندوں کے ساتھ موجود ہوں جبکہ بکثرت دلائل اس کے خلاف موجود ہیں، جو بتلا رہے ہیں کہ آپ ﷺ فوت ہو چکے ہیں اور آپ ﷺ کی روح اقدس و اطیب جنت (الفردوس) میں ہے (بخاری: ۱۳۸۶) اور جسم اطہر و اقدس مدینہ والی قبر میں ہے۔ (بخاری: ۳۳۶۲۔ ترمذی: ۳۶۱۸ و اسنادہ حسن لذاتہ) نیز بخاری و مسلم کی احادیث میں مقام دفن کو بھی روضۃ من ریاض الجنۃ کہا گیا ہے۔ (بخاری: ۱۱۹۵۔ مسلم: ۱۳۹۰، ۱۳۹۱) جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا جسد اطہر و اقدس بھی جنت میں ہے۔

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”لِأَنَّهُ بَعْدَ مَوْتِهِ وَإِنْ كَانَ حَيًّا فَهِيَ حَيَاةٌ أُخْرَوِيَّةٌ لَا تَشْبَهُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا،

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ“ (فتح الباری: ۳۴۹/۷، تحت ح: ۴۰۴۲) ”بے شک آپ ﷺ اپنی وفات کے بعد اگرچہ زندہ ہیں لیکن یہ اخروی زندگی ہے، دنیاوی زندگی کے مشابہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم“ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں لیکن آپ کی یہ زندگی اخروی و برزخی ہے، دنیاوی نہیں کہ آپ ﷺ امت کے حالات سے واقف ہوں۔

چنانچہ صحیح احادیث میں آتا ہے کہ جب بعض امتیوں کو فرشتے حوض کوثر سے روکیں گے اور آپ ﷺ فرمائیں گے کہ یہ میرے امتی ہیں، انھیں آنے دو تو فرشتے کہیں گے: ((إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أُحَدِّثُوا بَعْدَكَ)) [بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض: ۶۵۸۳، ۶۵۸۴۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبینا ﷺ و صفاته: ۲۳۰۴] ”آپ (ﷺ) نہیں جانتے کہ آپ (ﷺ) کے بعد ان لوگوں نے کیا کیا بدعتیں ایجاد کر لی تھیں؟“ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَأُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ﴾ [المائدة: ۱۰۹]

”یعنی قیامت والے دن (اللہ تبارک و تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا اور ان سے پوچھے گا کہ تمہیں تمہاری امتوں کی طرف سے کیا جواب دیا گیا؟ وہ سب کہیں گے کہ الہی! ہمیں اس کا کوئی علم نہیں، غیبوں کا جاننے والا تو ہی ہے۔“

اگر نبیوں کو اپنی امت کے اعمال کا علم ہوتا تو پھر نعوذ باللہ ان کا یہ جواب کہ ہمیں کوئی علم نہیں جھوٹا اور غلط ٹھہرتا ہے، انھیں تو برابر علم ہے، امت کے گنہگار ان کے پاس آتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ فلاں نے یہ کہا، فلاں نے یوں کہا، پھر کیسے کہتے ہیں کہ ہمیں علم نہیں؟ ثابت ہوا کہ یہ عقیدہ اور یہ قول غلط بلکہ اغلط ہے۔

(۱۰) یہ بھی یاد رہے کہ دراصل یہ آیت منافقوں کے بارے میں ہے، شروع رکوع کی آیت: ﴿الَّذِينَ يَدْعُونَ﴾ سے یہ مضمون شروع ہے، تفسیر کبیر اور تفسیر اہل سنت وغیرہ میں مرقوم ہے: ﴿نَزَلَتْ فِي الْمُنَافِقِينَ﴾ یعنی یہ آیتیں منافقوں کے بارے میں اتری ہیں اور

(۱۱) خالص اس آیت کی بابت بھی صاف لفظ ہیں: (( اَلَمْ اَدَّبْتُهُ مِنْ تَقَدَّمَ ذَكَرُهُ مِنَ الْمُنَافِقِينَ )) یعنی مراد اس سے وہی منافق ہیں جن کا ذکر اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ تو آپ حضرات سچے مسلمانوں کو منافقوں کے حکم میں کیوں گنتے ہیں؟ (۱۲) اس سے ایک آیت پہلے بھی یہی لفظ ہیں، فرمان ہے: ﴿ثُمَّ جَاءَ ذَكَرَ يُحِلُّفُونَ﴾ [النساء: ۶۲] پھر وہ تیرے پاس آ کر اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہمارا ارادہ احسان توفیق کا ہی تھا، تو ان سے منہ پھیر لے اور انھیں وعظ و نصیحت کر اور ان کے دلوں میں گھپ جانے والی موثر بات ان سے کہہ۔ پس آیت ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ﴾ [النساء: ۶۴] کو آپ ﷺ کی قبر شریف پر بھی چسپاں کرنے والو! کیا آپ ﷺ کے وعظ کو آپ ﷺ کے منہ پھیر لینے کو، آپ ﷺ کی موثر تلقین کو بھی یہیں تک پہنچاؤ گے، کیا کہو گے کہ اب بھی آپ ﷺ وعظ کرنے میں، منہ موڑنے میں اور موثر باتوں کی تلقین کرنے میں مصروف ہیں۔ ﴿وَهَلْ يَقُولُ هَذَا اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ﴾ (۱۳) ہاں کیا میں یہ بھی کہہ دوں کہ اگر روضہ رسول ﷺ پر جا کر آپ ﷺ سے استغفار طلب کرنا لازمی ہے تو وہ کروڑوں مسلمان جنھوں نے مدینہ شریف دیکھا ہی نہیں ان کی نسبت ان مفتی صاحبان کا کیا فتویٰ ہے؟ (۱۴) کسی گنہگار کا صرف اللہ تعالیٰ سے استغفار کر لینا کافی ہے، جیسے کہ قرآن کریم کی بیسیوں آیتوں میں ہے: ﴿اَسْتَغْفِرُ وَاَرْبَابَكُمْ اِنَّهٗ كَانَ عَاقِرًا﴾ [نوح: ۱۰] وغیرہ۔ ان منافقین کو جو آپ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر استغفار کرنے اور آپ ﷺ سے استغفار طلب کرنے کا حکم ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے آپ ﷺ کا بھی تصور کیا تھا، آپ کے سوا اوروں کی طرف اپنے جھگڑے چکانے کے لیے گئے تھے، آپ کے حکم اور فیصلے سے رضامند نہ تھے تو ان سے کہا گیا کہ اب اپنی اس روش کی مکافات کرو، آپ کے پاس جاؤ، توبہ کرو، معافی چاہو۔ چنانچہ تفسیر کبیر وغیرہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے انھیں وعظ سنایا، فرمایا: ﴿فَلْيَقُومُوا وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ﴾ ”یہ لوگ کھڑے ہو جائیں، اللہ سے استغفار کریں۔“ مگر ان منافقوں نے اب بھی سرتابی کی اور نہ کھڑے ہوئے، پس ان کی اس روش نے رسول اللہ ﷺ کو مغموم کیا تھا۔ ان کی روش نے آپ ﷺ کا حق سلب کیا تھا، اس لیے انھیں



حکم ہوا کہ خود آپ ﷺ سے عذرخواہی کریں اور آپ ﷺ کو خوش کریں، تاکہ آپ ﷺ خود ہی ان کے لیے استغفار کریں۔ (۱۵) مسلمانوں میں سے کوئی اس بات کا قائل نہیں کہ انسان کا اللہ سے استغفار کرنا کافی نہیں، ہاں! ان منافقوں کے لیے ان کی سرتابی کے بدلے یہ خاص حکم اس حیثیت سے اور اس حیثیت سے کہ اس کا امکان ہی آپ کے وصال کے بعد نہ رہا، مخصوص ہے۔ اب اس سے دلیل پکڑنا ڈوبتے ہوئے کا تنکے کا سہارا لینے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اور (۱۶) فرض کرو کہ اسے مان لیا جائے تو یہ خاص ہوگا ذات رسول ﷺ کے ساتھ، لیکن حالت یہ ہے کہ آج کوئی کچا پکا ٹیلا، اونچی نیچی قبر بلکہ کاغذ، ابرک اور بانس بھی نہیں چھوڑے جاتے۔ (۱۷) پھر یہ مخصوص ہوگا صرف طلب استغفار کے لیے لیکن یہاں تو اولاد، روزی، بارش، برکت اور شفا غرض کل کام طلب کیے جاتے ہیں۔ (۱۸) پھر طلب دراصل اللہ سے تھی لیکن یہاں تو براہ راست صاحب قبر سے طلب ہوتی ہے۔ ان وجوہ سے یہ دلیل مطابق دعویٰ اور قول مطابق فعل نہیں۔ (۱۹) مسلمانو! قرآن کی ایک تفسیر اس چودھویں صدی کا کوئی شخص بیان کرے اور قرآن کی ایک تفسیر رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی، آپ ﷺ کے صحابی جن کے لیے آپ ﷺ دعا کریں کہ یا اللہ! اسے اپنی کتاب کا علم سکھا دے، جنھیں آپ ﷺ نے اپنے سینہ پر نور سے لگا کر علم کتاب اللہ اور تفسیر کلام اللہ سکھائی، وہ بیان کریں، ایمان سے بتلاؤ کہ کس کا بیان معتبر ہوگا اور کس کا بیان غیر معتبر ہوگا؟ چنانچہ ثقہ و صدوق محدث امام عبدالرحمن بن عمر والاوزاعی (المتوفی ۱۵۷ھ) فرماتے ہیں:

”عَلَيْكَ بِأَثَرِ مَنْ سَلَفَ وَإِنْ رَفَضَكَ النَّاسُ وَإِيَّاكَ وَآرَاءَ الرَّجَالِ وَإِنْ زَخَرَفُوا

لَكَ بِالْقَوْلِ“ [کتاب الشریعة للإمام الأجرى، ص: ۵۸ ح: ۱۲۷ و إسناده صحيح]

”اسلاف (سلف صالحین) کے آثار کو لازم پکڑو، اگرچہ لوگ آپ کو چھوڑ دیں اور لوگوں کی (قرآن و سنت، اجماع اور سلف صالحین کے خلاف) آراء (و قیاس زنی) سے بچو، اگرچہ وہ اپنی بات کو طمع سازی، مریج مسالا لگا کر ہی کیوں نہ بیان کریں۔“

ثقہ و متقن محدث امام محمد بن سیرین التابعی (المتوفی ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں:

”كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّهُ عَلَى الطَّرِيقِ مَا كَانَ عَلَى الأَثَرِ“ [سنن الدارمی: ۵۳/۱،

۵۴، ح: ۱۴۲ و اسنادہ صحیح]

”اگلے علماء (یعنی صحابہ کرام اور کبار تابعین عظام) یہ سمجھتے تھے کہ جو شخص توبہ آٹار ہو (یعنی قرآن و سنت اور متفقہ آثار سلف صالحین پر قائم ہو) وہ شخص صراط مستقیم پر گامزن ہے۔“

پس ایک تو آپ کے زمانے کے کوئی صاحب ہیں، وہ تو آپ سے کہتے ہیں کہ اب بھی روضہ رسول ﷺ پر جا کر طلب استغفار کرو اور ایک وہ بزرگ ہیں جن کا نام نامی اسم گرامی جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہے، ان کا فرمان سنئے، فرماتے ہیں:

«كَانَ فِيهِمْ أَمَانَانِ نَبِيُّ اللَّهِ وَالْإِسْتِغْفَارُ، فَذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَقِيَ الْإِسْتِغْفَارُ» [تفسیر الطبری: ۲۳۳/۶، ح: ۱۶۰۱۴ و اسنادہ حسن لذاتہ۔ سنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۶، ۴۵/۵، ح: ۹۰۳۷ و اسنادہ حسن لذاتہ۔

شعب الإیمان: ۱۸۲/۲، ح: ۱۴۹۱]

”اس امت میں دو امن تھے ایک تو نبی ﷺ دوسرا استغفار، پس نبی ﷺ تو تشریف لے گئے (وہ امن تو اٹھ گیا) اب ایک امن باقی ہے اور وہ استغفار ہے۔“

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«كَانَ فِيكُمْ أَمَانَانِ مَضَّتْ إِحْدَاهُمَا وَبَقِيَتِ الْآخَرَى، ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾»

[مستدرک حاکم: ۵۴۲/۱، النسخة الجديدة: ۷۲۶/۱، ح: ۱۹۸۸ و اسنادہ

صحیح۔ شعب الإیمان للبیہقی: ۴۴۲/۱، ح: ۶۵۴ و اسنادہ صحیح]

”(پہلے) تم میں دو امان نامے تھے، ایک تو گزر چکا ہے یعنی (رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس) اور ایک باقی ہے یعنی توبہ و استغفار کرنا (پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی) اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا آپ ﷺ کی موجودگی میں اور نہیں اللہ عذاب دینے والا اس حال میں کہ وہ استغفار کرنے والے ہوں۔“

ممکن ہے کہ بعض حضرات شاید اس سے زیادہ طویل بحث سے اکتا جائیں گے، اس لیے میں اس بحث کو بادل ناخواستہ ختم کرتے ہوئے فریق مخالف کے نام نہاد محقق و مناظر محترم عباس رضوی

صاحب سے ایک ایسی دلیل پیش کرتا ہوں جس کے بعد فریق مخالف کو اس مسئلہ میں کوئی کلام باقی نہیں رہنا چاہیے۔ چنانچہ عباس رضوی صاحب ”مصنف ابن ابی شیبہ اور تاریخ و تفسیر طبری سے ایک ضعیف روایت (من اجل سفیان و ابی اسحاق و ہما مدلسان وقد عیننا) نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بظاہر موقوف ہے، لیکن حکماً مرفوع ہے، کیونکہ یہ اصول ہے کہ صحابی کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتی ہے۔“ [آب بقیۃ زندہ ہیں واللہ:

ص ۳۸۲، ۳۰۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے بارے میں امام حاکم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”وَ قَدْ اتَّفَقَا عَلَى أَنَّ تَفْسِيرَ الصَّحَابِيِّ حَدِيثٌ مُسْنَدٌ“

”اور تحقیق امام بخاری اور امام مسلم اس بات پر متفق ہیں کہ صحابی کی تفسیر مند (مرفوع)

حدیث کے حکم میں ہے۔“ (المستدرک: ۱/۵۴۲)

یعنی فریق مخالف کے مناظر و محقق عباس رضوی صاحب کے نزدیک بھی صحابی کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان آیات کی تفسیر محض اپنے اجتہاد سے نہیں کی تھی بلکہ یہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔

پس معلوم ہوا کہ آپ سے طلب استغفار کرنا یہ آپ کی زندگی کے ساتھ مخصوص تھا، جب آپ نہ رہے تو وہ چیز ہی نہ رہی، اب انسان خود اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کریں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جناب باری کا وعدہ ہے: «لَا أَرَأَى أَنْ أُغْفِرَ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوا نِيَّ» [مسند أحمد: ۲۹/۳، ح: ۱۱۲۳۷] ”جب تک میرے بندے مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے میں بھی انھیں بخشا رہوں گا۔“

ایک اور حدیث سنئے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

«الْعَبْدُ آمِنٌ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا اسْتَغْفَرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ» [مسند أحمد:

ح: ۲۰/۱۶، ۲۳۹۵۳]

”بندہ اللہ کے عذاب سے امن میں ہے جب تک وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہے۔“

ان جوابات کے بعد غالباً آپ کی تسلی ہوگئی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سب کے دروازوں سے ہٹا

کر اپنے در پر جھکالے۔ آمین !!

۱۱۔ منت، نذر اور صدقہ عبادات ہیں۔ (احمد رضا خانی ترجمہ مع تفسیر البقرۃ: ۲۷۰، ۲۷۱، ف

۵۷۵ تا ۵۷۶) لیکن عادت کے مطابق گڑبڑ کے ساتھ۔ (الدھر: ۷، ۸، ف ۱۸ تا ۱۵)

۱۲۔ ایک اور تحریف ملاحظہ فرمائیں قرآن مجید میں ہے ”یعنی تم پر حرام ہے مردار، خون، سور کا

گوشت اور وہ جس کو ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔“ ف ۲۶۵، النحل: ۱۱۵ اور

ف ۲۶۵ میں لکھا ہے یعنی اس کو بتوں کے نام ذبح کیا گیا ہو۔ آپ نے دھاندلی نوٹ فرمائی

آیت میں غیر اللہ کے الفاظ وارد ہوئے یعنی اللہ کے علاوہ اور کوئی بھی ہستی لیکن یہاں صرف

بتوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ مزید وضاحت کے لیے دیکھیے یہی تفسیر الکوثر (۲، ف ۳-۴) ان

آیات سے ثابت ہوا ذبح مالی عبادت ہے اور عبادت غیر اللہ کی نہیں ہو سکتی، صرف بتوں کی

بات نہیں۔ (دیکھیے یہی تفسیر الاعراف: ۵۹، ۶۵، ۷۳، ۸۵، صود: ۵۰، ۶۱، ۸۴)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ تین وعدے:

یاد رہے کہ ہر کلمہ گو نے اللہ تعالیٰ سے تین وعدے کیے ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ ہمارا رب (یعنی داتا) ہے۔ (الأعراف: ۱۷۲ تا ۱۷۴)

لیکن اب امت مسلمہ کے کچھ لوگ بہت سے دوسرے بزرگوں کو بھی اپنا داتا مانتے ہیں یعنی

اس وعدے سے پھر چکے ہیں۔ (مزید دیکھیے الأنعام: ۱۶۱ تا ۱۶۵۔ الکہف: ۳۷ تا ۴۴) ہم اس مسئلہ

پر توحید فی التصرف اور شرک فی التصرف کی بحث میں تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں۔

۲۔ دوسرا وعدہ لا الہ الا اللہ کا یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں لیکن اب کچھ لوگ غیر اللہ کی

عبادت بھی کرتے نظر آتے ہیں یعنی اس وعدے سے بھی پھر گئے۔ غیر اللہ کو پکارتے ہیں

حالانکہ پکارنا عبادت ہے۔

۳۔ تیسرا وعدہ تھا «سَمِعْنَا وَ اطَّعْنَا» یعنی ہم نے سنا، ہم نے اطاعت کا وعدہ کیا۔ (البقرۃ:

۲۸۵) لیکن اب آسمانی وحی کی اطاعت سے منحرف نظر آتے ہیں، یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے

آسمانی وحی کی پیروی کرنے کا حکم دیا، لوگوں نے تقلید اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ نے توحید کا حکم دیا،

لوگوں نے شرک اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سنت رسول ﷺ کو اختیار کرنے کا حکم دیا، لوگوں

نے سنت سے ہٹ کر بدعات اختیار کیں۔ غور و فکر اور اصلاح کی ضرورت ہے، ورنہ خطرہ ہی خطرہ۔ (الاعراف: ۱۰۲) اس سلسلہ میں ایک اور مثال بھی ضروری ہے، جو حسب ذیل ہے:

**قطععی نصوص قرآن اور احناف کی دیدہ دلیری:**

قرآن مجید میں ماں کا بچے کو دودھ پلانے کا ذکر تین مقامات پر ہے البقرة (۲۳۳)۔ لقمان (۱۴) اور الاحقاف (۱۵) ان آیات مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ماں بچے کو زیادہ سے زیادہ دو سال دودھ پلائے اور حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے، قرآن مجید کی اس قطععی نص کے مقابلے میں ان کی گویا افشانی ملاحظہ ہو۔

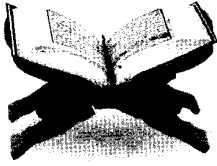
مولوی نعیم الدین مراد آبادی بریلوی (جس نے احمد رضا صاحب کے قرآنی ترجمہ کی تفسیر لکھی) سورة الاحقاف کی آیت (۱۵) کی تفسیر حاشیہ (۳۷) پر لکھتے ہیں کہ مسئلہ اسی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اقل مدت حمل چھ ماہ، کیونکہ جب دودھ چھڑانے کی مدت دو سال ہوئی (البقرة: ۲۳۳) تو حمل کے لیے چھ ماہ باقی رہے۔ یہی قول ہے امام محمد رضی اللہ عنہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کا اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس آیت سے رضاعت کی مدت اڑھائی سال ثابت ہوتی ہے۔

اسی طرح ایک اور صاحب فرماتے ہیں: ”امام ابو حنیفہ جو اکثر مدت رضاعت اڑھائی سال بتاتے ہیں ان کے پاس کوئی اور دلیل ہوگی، جمہور کے نزدیک دو سال ہی ہے۔“ (تفسیر عثمانی: ۵۴۸) یہ سب تقلید کی کار فرمائیاں ہیں، بہر حال ہمیں ان سب معاملات میں «سَمِعْنَا وَ اطَعْنَا» کا رویہ اختیار کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان جو سورہ یونس (۶۰) اور سورہ حم السجدة (۴۰) میں ہیں ان کو قطعاً نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، ان مقامات پر ایسے لوگوں کے لیے سخت وعید ہے۔



پرتحاب

# چند اہم امور کی وضاحت



فصل اول: اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ و ناپسندیدہ کام

فصل دوم: متنازعہ امور پر چند اہم قرآنی فیصلے

فصل سوم: موت کا بیان اور قرآنی فیصلے

فصل چہارم: چند دیگر امور

• توحید و شرک

• اہل سنت و الجماعت کون ہے؟

• تقلید کا راجحہ

• چند اہم امور کی وضاحت

• شیعیت اور مرزائیت

• منقرعات

اللہ تعالیٰ دین میں اتحاد کی تلقین کرتے ہوئے فرماتا ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا  
وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ  
وَمُوسَى وَعَيْنَى أَنْ أَقْبِلُوا الدِّينَ وَلَا  
تَتَفَرَّقُوا فِيهِ (الشورى: ۱۳)

”اس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے) کا نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا گیا تھا (وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔“

## فصل اول

## اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ و ناپسندیدہ کام

اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ کاموں اور پسندیدہ کاموں کے لیے دیکھیے البقرة (۶ تا ۲۰، ۱۶۵ تا ۱۶۷)، الانعام (۱۵۱، ۱۵۲)، الأعراف (۳۳)، المدثر (۴۲، ۴۸)، لقمان (۶، ۳۳)، الخاقية (۳۳)۔ ۲۸ تا ۳۲، الفجر (۱۷ تا ۲۰) اور سورة الماعون مکمل۔ ان کی مکمل فہرست قرآن و حدیث کی روشنی میں درج ذیل ہے:

## ناپسندیدہ کام:

- ۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔
- ۲۔ سحر یعنی جادو۔
- ۳۔ اللہ نے جو حکم نازل کیا اس کے خلاف فیصلہ کرنا اور شریعت الہیہ کے خلاف چلنا۔
- ۴۔ کافر و مشرک یہودیوں، عیسائیوں اور ملحدوں سے دوستی کرنا اور جو لوگ اللہ کی پرستش کے ساتھ ساتھ نیوں اور صالحین کی پرستش کر کے شرک کرتے ہیں ان کی ہم نوائی کرنا۔
- ۵۔ بدفالی اور بدشگونی لینا شرک ہے۔
- ۶۔ قبر کو سجدہ گاہ بنانا۔
- ۷۔ ان پر چراغ جلانا۔
- ۸۔ اللہ کو چھوڑ کر مزاروں کو بت بنا کر انھیں پکڑے رہنا۔
- ۹۔ ان کے گرد پھیرے لگانا۔
- ۱۰۔ ان کو چومنا چاشنا۔



- ۱۱۔ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا۔
- ۱۲۔ غیر اللہ کی قسم کھانا۔
- ۱۳۔ جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا۔
- ۱۴۔ بلا عذر نماز کو وقت سے ٹال کر پڑھنا۔
- ۱۵۔ بلا عذر جمعہ کی نماز ترک کر دینا۔
- ۱۶۔ زکوٰۃ روک لینا۔
- ۱۷۔ ماہ رمضان میں روزے ترک کرنا۔
- ۱۸۔ قدرت رکھنے کے باوجود حج نہ کرنا۔
- ۱۹۔ مقابلہ کے دن دشمن کے سامنے سے راہ فرار اختیار کرنا۔
- ۲۰۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنا۔
- ۲۱۔ ترک سنت اور اس پر مصر رہنا۔
- ۲۲۔ بدعت، ماتم، عرس، میلاد۔
- ۲۳۔ پیشاب کے وقت پردہ نہ کرنا اور پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا۔
- ۲۴۔ جس شخص کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا اس کو ناحق قتل کرنا۔
- ۲۵۔ خودکشی کرنا۔
- ۲۶۔ قتل کرنا اور اس سے زیادہ بدترین گناہ نسل کشی ہے۔
- ۲۷۔ زنا کاری اور بدترین زنا کاری اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا ہے۔
- ۲۸۔ اغلام بازی۔
- ۲۹۔ نشہ آور چیزوں کا استعمال، شراب اور جملہ مسکرات کے حرام ہونے کی حکمت۔
- ۳۰۔ قمار یعنی جو ابازی۔
- ۳۱۔ ایماندار، بھولی بھالی، پاکدامن عورتوں پر جھوٹی تہمت لگانا۔
- ۳۲۔ چوری کرنا۔
- ۳۳۔ جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا۔
- ۳۴۔ حرام کھانا۔

- ۳۵۔ سود خوری۔
- ۳۶۔ یتیم کا مال کھانا۔
- ۳۷۔ مزدوری نہ دینا۔
- ۳۸۔ ورثاء کو ستانا۔
- ۳۹۔ سودا سلف میں دھوکا دہی۔
- ۴۰۔ ناپ تول اور پیمائش میں کمی کرنا۔
- ۴۱۔ ظلم و ستم کرنا۔
- ۴۲۔ رشوت کا لین دین کرنا۔
- ۴۳۔ رشوت لینے اور دینے والے کے درمیان دوڑ دھوپ کرنا۔
- ۴۴۔ جھوٹی گواہی دینا۔
- ۴۵۔ والدین کی نافرمانی کرنا۔
- ۴۶۔ والدین کو گالی دینا، والدین کے ساتھ نیکی نہ کرنا۔
- ۴۷۔ رسول اللہ ﷺ یا آپ کی آل یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کی تصویر کشی کرنا، آل رسول ﷺ کی زندگی کا فلمانا یا اسٹیج کرنا۔
- ۴۸۔ کسی جاندار جیسے انسان، چرند، پرند وغیرہ کی تصویر بنانا اور انھیں گھروں یا دکانوں میں لٹکانا۔
- ۴۹۔ امانت میں خیانت۔
- ۵۰۔ نقص عہد، لڑائی جھگڑا اور فسق و فجور۔
- ۵۱۔ بات چیت میں جھوٹ بولنا۔
- ۵۲۔ غداری اور وعدہ خلافی کرنا۔
- ۵۳۔ لڑائی جھگڑے میں جھوٹ بولنا۔
- ۵۴۔ مذاق اور ٹھٹھا کرنا۔
- ۵۵۔ عیب جوئی کرنا، طعن کرنا، غیبت کرنا۔
- ۵۶۔ چغلی خوری کرنا۔

- ۵۷۔ غرور اور تکبر کرنا۔
- ۵۸۔ پڑوسی کو ستانا۔
- ۵۹۔ مسلمان کو گالی دینا۔
- ۶۰۔ اس کی عزت و آبرو میں دست درازی کرنا۔
- ۶۱۔ اپنے والدین کو خود تو گالی نہ دینا لیکن اس کا سبب بننا کہ کوئی دوسرا اس کے والدین کو گالی دے۔
- ۶۲۔ مسلمان کو لعن طعن کرنا۔
- ۶۳۔ دورِ خا ہونا۔
- ۶۴۔ علم کا چھپانا۔
- ۶۵۔ قطع رحمی کرنا۔
- ۶۶۔ اپنے ماں باپ یا قبیلہ کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کرنا۔
- ۶۷۔ کافروں کی پیروی کرنا۔
- ۶۸۔ مردوں کا عورتوں اور عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا۔
- ۶۹۔ عورتوں کا بے پردہ اور بن سنور کر نکلنا۔
- ۷۰۔ شرعی نکاح کی بجائے زنا اور فحش کاری کا رجحان۔
- ۷۱۔ خاندانی اور عائلی نظام میں بگاڑ اور طلاق کا عام ہونا۔
- ۷۲۔ فحش کاری اور شہوت رانی کا پھیل جانا۔
- ۷۳۔ نوع انسانی کی نسل کشی۔
- ۷۴۔ بالوں کو جوڑنا۔
- ۷۵۔ جسموں کو گودنا۔
- ۷۶۔ دانتوں کو الگ الگ کرنا۔
- ۷۷۔ حسین بننے کے لیے بھوؤں کو نوچنا۔
- ۷۸۔ اجنبی عورت کو شہوت کے ساتھ دیکھنا۔
- ۷۹۔ اجنبیہ کے ساتھ خلوت کرنا، اس کو چھونا۔

۸۰۔ نگاہ نیچی رکھنے کے فوائد اور نظر بازی کے مفاسد۔

۸۱۔ شوہر کے خلاف بیوی کو بھڑکانا۔

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کام:

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کام مندرجہ ذیل ہیں، سورہ بقرہ کی کچھ آیات میں درج ذیل باتوں پر زور دیا گیا ہے:

۱۔ غیب کی باتوں (اللہ تعالیٰ کی ذات، وحی، عذاب قبر اور جملہ امور آخرت) پر ایمان لانا۔

۲۔ نماز پڑھنا۔

۳۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔

۴۔ وحی پر ایمان لانا۔

۵۔ آخرت پر یقین رکھنا۔

۶۔ اللہ، یوم آخرت، فرشتوں، اللہ کی کتابوں اور نبیوں پر ایمان لانا، وعدہ پورا کرنا۔

۷۔ صبر کرنا۔

۸۔ «سَمِعْنَا وَ اطَعْنَا» (ہم نے سنا، ہم نے مانا) کا رویہ اختیار کرنا۔

۹۔ تقویٰ اختیار کرنا۔

۱۰۔ ایمان لانا اور اللہ سے گناہوں کی معافی مانگنا۔

آل عمران کی (۱۵ تا ۱۳۴ تا ۱۳۶) آیات میں درج ذیل احکامات کا ذکر ہے:

۱۱۔ صبر کرنا، سچ بولنا، فرماں برداری کرنا اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور پچھلی رات کو اللہ تعالیٰ

سے گناہوں کی معافی مانگنا اور اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ سمجھنا۔

۱۲۔ تنگی اور فراخی میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، غصہ کو پی جانا، لوگوں کو معاف کر دینا، لوگوں پر

احسان کرنا، اگر گناہ کر بیٹھے تو استغفار کرنا۔

۱۳۔ صرف اللہ کی عبادت کرنا، شرک نہ کرنا، ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں، ہمسایوں، مسافروں،

لوٹنڈیوں اور غلاموں سے اچھا سلوک کرنا۔

۱۴۔ سچی گواہی دینا، خواہ کسی کے بھی خلاف ہو، عدل کرنا۔

۱۵۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا۔

۱۶۔ اللہ سے ڈرنا، اللہ پر توکل کرنا۔

۱۷۔ نیکی کا حکم دینا، برائی سے منع کرنا۔

۱۸۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، توبہ کرنا، اللہ کی عبادت کرنا، اللہ کی حمد بیان کرنا، رکوع و سجدہ کرنا، نیکی کا حکم کرنا، برائی سے منع کرنا، اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرنا (ایسے لوگوں کے لیے خوشخبری ہے)۔

۱۹۔ اللہ تعالیٰ کی وحی کو حق جاننا، برے حساب سے ڈرنا، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، ایمان لانا اور نیک عمل کرنا، اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ سمجھنا، اس پر توکل کرنا، اس کے آگے توبہ کرنا۔

اسی طرح مندرجہ ذیل مقامات پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کردہ اس کے پسندیدہ کاموں کا قرآن مجید سے مطالعہ کرنا چاہیے اور اس کے مطابق عقیدہ رکھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔

ان (حوالہ جات کے لیے دیکھیے سورۃ ابراہیم: ۳۱۔ سورۃ النحل: ۴۱، ۴۲۔ ۹۱ تا ۱۰۰، ۱۵۱ تا ۱۵۳۔ سورۃ بنی اسرائیل: ۱۷ تا ۴۳۔ سورۃ الشعراء: ۳۰۔ سورۃ المؤمنون: ۱۱ تا ۱۷، ۵۷ تا ۶۱۔ سورۃ النور: ۳۷، ۳۸۔ سورۃ الفرقان: ۶۳ تا ۶۷)



## فصل دوم

## متنازعہ امور پر چند اہم قرآنی فیصلے

درج ذیل باتیں انتہائی غور طلب ہیں، ان کو سمجھیں اور ان باطل عقیدوں سے بچیں۔ قرآن نازل ہوتے وقت جو جھگڑے والے امور تھے اور ان کا فیصلہ وحی کے ذریعے کیا گیا، وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ شرک:

اہل جاہلیت اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس سے دعا کرتے وقت صالحین کو اس میں شریک کر لیا کرتے تھے، معنی یہ کہ یہ صالحین اللہ کے ہاں ہماری سفارش کریں گے۔ اس شرکیہ عقیدہ کی قرآن کریم یوں وضاحت کرتا ہے:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَنْصُرُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ﴾ [یونس: ۱۸]

”اور یہ لوگ اللہ (کی توحید) کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ تو ان کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔“

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾

[الزمر: ۳]

”اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور دوست بنائے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کو اس لیے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا دیں۔“

یہی وہ اہم اور عظیم مسئلہ ہے جس میں رسول مکرم ﷺ نے ان کی مخالفت کی اور اخلاص عمل کا درس دیا یعنی خالص اللہ کو پکارو اور بتایا کہ یہی وہ دین الہی ہے جس کی تبلیغ کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء ﷺ کو معبوث فرمایا اور یہ کہ وہ خالص عمل ہی کو شرف قبولیت بخشا ہے اور آپ نے یہ بھی بتایا کہ جو شخص وہ برے اعمال کرے گا جن کو مشرکین استحسان کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس کا بہشت میں داخلہ حرام اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ یہی وہ اہم مسئلہ ہے جس سے مسلمان اور کافر میں فرق ہوتا ہے، یہیں سے محبت اور عداوت کی راہیں الگ ہوتی ہیں اور یہیں سے جہاد کی ابتدا ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلَّهُ لِلَّهِ﴾ [الأنفال: ۳۹]

”اور ان لوگوں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (یعنی کفر کا فساد) باقی نہ رہے اور دین سب اللہ ہی کا ہو جائے۔“

## ۲۔ فرقہ بندی:

دین و دنیا میں اہل جاہلیت کی راہیں الگ الگ تھیں اور وہ اسی کو درست اور صحیح سمجھتے تھے، رب کریم ان کے افتراق کو یوں آشکار کرتا ہے:

﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ قَوِحُونَ﴾ [المؤمنون: ۵۳]

”جو چیزیں جس فرقے کے پاس ہیں وہ اسی سے خوش ہو رہا ہے۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ دین میں اتحاد کی تلقین کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾ [الشورى: ۱۳]

”اس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے) کا نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا گیا تھا (وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔“

﴿إِنَّ الدِّينَ قَدْ قُورُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا أَلَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ﴾ [الأنعام: ۱۵۹]

”ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہو گئے اور احکام دین آنے کے بعد ایک دوسرے

سے اختلاف کرنے لگے۔“

دین میں فرقہ بندی کو ختم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ [آل عمران: ۱۰۳]

”اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا۔“

یہ بھی ممکن ہے کہ سب فرقے سب کچھ چھوڑ کر صرف قرآن و حدیث کو اختیار کریں۔

### ۳۔ بغاوت:

مشرکین حاکم وقت کی مخالفت اور عدم اطاعت کو اپنے لیے بڑی خوبی اور اطاعت و فرماں برداری کو ذلت و رسوائی سمجھتے تھے لیکن رحمۃ اللعالمین ﷺ نے ان کی مخالفت کی اور حکم دیا کہ اگر حاکم وقت ظلم کرے تو بھی صبر کیا جائے اور اطاعت و فرماں برداری کرتے ہوئے اسے نصیحت کی جائے۔ مسند احمد کی صحیح روایت کے مطابق مندرجہ بالا تینوں امور کو رسول اکرم ﷺ نے ایک ہی حدیث میں جمع کر دیا ہے۔ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

«إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ رَضِيَ لَكُمْ ثَلَاثًا وَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا، رَضِيَ لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَأَنْ تَنْصَحُوا لِمَنْ وَاوَّاهُ اللَّهُ أَمْرَكُمْ وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا» [مسند أحمد: ۲/۳۶۰]

”بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین چیزوں کو پسند کیا ہے اور تین کو نہ پسند کیا ہے، اس نے تمہارے لیے پسند کیا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور جسے اللہ تعالیٰ تمہارا حاکم بنائے اسے نصیحت کرو اور تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقوں میں نہ بنو۔“

مندرجہ بالا تینوں امور سے جب تک لوگ بچتے رہے امن و سکون سے زندگی بسر کرتے رہے اور جب گناہوں میں ملوث ہوئے تو جہاں ان کا دین برباد ہوا وہاں دنیاوی امور میں بھی ترقی کی راہیں بند ہو گئیں۔

### ۴۔ تقلید:

مشرکین نے اپنے مذہب کے کئی ایک اصول بنا رکھے تھے جن میں سرفہرست تقلید تھی،



مشرکین عالم کا سب سے بڑا اور اہم قاعدہ اپنے پیش رو صلحاء کی تقلید کرنا تھا، ان کے اسی عقیدہ بد کی قرآن کریم یوں وضاحت کرتا ہے:

﴿وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا  
آبَاءَنَا عَلَىٰ مَدْيَةٍ وَآنَا عَلَىٰ آلِهِمْ مُّقْتَدُونَ﴾ [الزخرف: ۲۳]

”اور اسی طرح ہم نے تم سے پہلے کسی بستی میں کوئی ہدایت کرنے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر پایا ہے اور ہم قدم بقدم انہی کے پیچھے چلتے ہیں۔“

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا وَآلَاءُ  
كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ﴾ [لقمان: ۲۱]

”اور جب ان سے کہا جاتا کہ جو (کتاب) اللہ نے نازل فرمائی ہے اس کی پیروی کرو۔ تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔ بھلا اگرچہ شیطان ان کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو (تب بھی!)۔“

رب کریم ترک تقلید پر ان کو یوں متنبہ فرماتا ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَعْظَمُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مِثْلِي وَفِرَادَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُونَ مَا  
بِصَاحِبِكُمْ مِنْ حِقَّةٍ﴾ [سبا: ۴۶]

”کہہ دو کہ میں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے دو دو اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ پھر غور کرو، تمہارے رفیق کو جنون نہیں ہے۔“

﴿اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾

[الأعراف: ۳]

”لوگو! (جو کتاب) تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوئی ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور رفیقوں کی پیروی نہ کرو اور تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔“

۵۔ جمہوریت کا بت:

مشرکین کا ایک اہم اصول یہ بھی تھا کہ وہ اپنی کثرت پر نازاں تھے، کسی چیز کے صحیح یا غلط

ہونے کو وہ قلت و کثرت کے ترازو میں تولتا کرتے تھے، حالانکہ کسی بات کا فیصلہ دلائل سے ہوتا ہے، لوگوں کی کثرت سے نہیں۔ رب کریم نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر اس معیار کو غلط اور بے ہودہ قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک علیحدہ ہیٹ اسی کتاب میں آرہی ہے۔

### ۶۔ آباؤ اجداد کی تقلید:

اہل جاہلیت اپنے آباؤ اجداد کے طرز زندگی کو بطور حجت پیش کیا کرتے تھے۔ رب کریم ان کے اس عقیدہ کو یوں بیان کرتا ہے:

﴿ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولَىٰ ﴾ [طہ: ۵۱]

”اچھا تو پہلے لوگوں کا کیا حال ہوا۔“

﴿ مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ﴾ [المؤمنون: ۲۴]

”ہم نے اپنے اگلے باپ دادا میں تو یہ بات کبھی نہیں سنی تھی۔“

۷۔ ملوک اور صاحب ثروت:

مشرکین اپنے حق میں ان افراد کو بھی بطور استدلال پیش کیا کرتے تھے جنہیں ذہنی اور علمی صلاحیتیں دی گئی تھیں اور ان لوگوں کو بھی اپنا پیشوا سمجھتے تھے جو یا تو بادشاہ تھے یا جن کے پاس مال و دولت کی فراوانی تھی اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ رب ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَلَقَدْ مَكَرْتُمُ مَيْمَنَا إِن كَمْ تَكْفُرُونَ ﴾ [الأحقاف: ۲۶]

”اور ہم نے ان کو ایسے مقدر دیے تھے جو تم لوگوں کو نہیں دیے۔“

﴿ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ۗ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ۗ

فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴾

”اور پہلے (ہمیشہ) کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے تو جس چیز کو وہ خوب پہچانتے تھے

جب ان کے پاس آپہنچی تو اس سے کافر ہو گئے، پس کافروں پر اللہ کی لعنت۔“

﴿ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبَاءَهُمْ ﴾ [البقرة: ۱۴۶]

”وہ اسے (رسول کو) اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔“

## ۸۔ غرباء و مساکین سے بے التفاتی:

مشرکین کی یہ بھی ایک عادت بد تھی کہ وہ کسی چیز کے غلط ہونے کے لیے یہ کہتے کہ اس کو تسلیم کرنے والے کمزور اور غریب لوگ ہیں۔ قرآن کریم نے ان کی اس عادت بد سے یوں پردہ اٹھایا ہے:

﴿ قَالُوا اَلَّذِي نُوْذِرُكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْدَاكِ لَوْنٌ ﴾ [الشعراء: ۱۱۱]

”وہ بولے کہ کیا ہم تم کو مان لیں اور تمہارے پیروکار تو رذیل لوگ ہوئے ہیں۔“

﴿ اَلْهُوْلَاءُ مَنَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنَاتٍ ﴾ [الأنعام: ۵۳]

”کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم میں سے فضل کیا ہے۔“

اللہ کریم اس عادت بد کی تردید فرماتا ہے:

﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴾ [الأنعام: ۵۳]

”بھلا اللہ شکر کرنے والوں سے واقف نہیں۔“

## ۹۔ علمائے سوء کی قیادت:

اہل جاہلیت اور مشرکین فاسق و فاجر اور علمائے سوء کو اپنا رہبر سمجھا کرتے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی یوں رہنمائی فرمائی:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَابِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ

بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللّٰهِ ﴾ [التوبة: ۳۴]

”مومنو! بہت سے عالم اور مشائخ لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔“

مشرکین کو ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا:

﴿ تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرِ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا اَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوا

كَثِيرًا وَّضَلُّوا عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴾ [المائدة: ۷۷]

”کہو کہ اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق مبالغہ نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلو جو (خود) پہلے گمراہ ہوئے اور اکثروں کو بھی گمراہ کر گئے اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔“

## ۱۰۔ قلت فہم:

مشرکین دین حق کو اس لیے بھی تسلیم نہ کرتے کہ ان کے نزدیک اس کو ان لوگوں نے مانا ہے جو فہم و فراست سے عاری اور قوت حافظہ سے محروم ہیں۔ قرآن کریم ان کی اس کج روی کو یوں واضح کرتا ہے:

﴿وَمَا تَزُكُّكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاؤُنَا بِآدَمِي الرَّأْيِ﴾ [ہود: ۲۷]

”اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تمہارے پیروکار وہی لوگ ہوئے ہیں جو ہم میں ادنیٰ درجے کے ہیں اور وہ بھی رائے ظاہر سے۔“

## ۱۱۔ قیاس فاسد:

مشرکین کے ہاں غلط قیاس سے استدلال کا عام رواج تھا، جیسے:

﴿إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا﴾ [إبراهيم: ۱۰]

”تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو۔“

## ۱۲۔ قیاس صحیح سے انکار کرنا:

قیاس صحیح سے انکار کرنا بھی مشرکین کی عادت تھی، قیاس فاسد سے استدلال اور قیاس صحیح سے انکار کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے دونوں میں وجہ امتیاز کو نہ سمجھا۔

## ۱۳۔ غلو:

اہل جاہلیت کا اپنے علماء اور صالحین امت کی تعظیم و تکریم میں مبالغہ اور ان کی شان میں غلو کرنا عام شیوہ تھا۔ رب کریم نے مبالغہ آرائی سے یوں روکا:

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ﴾ [النساء: ۱۷۱]

”اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں حق کے

سوا کچھ بھی نہ کہو۔“

## ۱۴۔ نفی و اثبات:

مشرکین کے مندرجہ بالا نمبر (۱۳) میں افعال بد کی بنیاد ایک اصول پر مبنی تھی اور وہ تھانفی و اثبات یعنی اللہ کی نازل کردہ ہدایات سے اعراض کرنا اور اپنے ظن و تخمین کی پیروی۔

## ۱۵۔ ہٹ دھرمی:

مشرکین کی خوئے بد ایک یہ بھی تھی کہ وہ احکام الہیہ کو یہ کہہ کر مسترد کر دیتے تھے کہ یہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں، جیسے:

﴿وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ﴾ [البقرة: ۸۸]

”اور کہتے کہ ہمارے دل پردے میں ہیں۔“

﴿يُشْعِبُ مَا نَفَقَهُ كَثِيرًا مِمَّا تَقُولُ﴾ [هود: ۹۱]

”اے شعیب! تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔“

اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا قرار دیا اور فرمایا کہ ان کی یہ ہٹ دھرمی ان کے کفر اور ان کے دلوں پر مہر لگ جانے کی وجہ سے تھی۔

## ۱۶۔ کتب سماوی کے بدلے کتب جادو:

کتب سماوی کے بدلے کتب جادو پر عمل کرنا بھی مشرکین کی عادت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کا یوں ذکر فرمایا ہے:

﴿بَدَلًا فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كَتَبَ اللَّهُ وِرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَاتِبُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۗ وَالَّذِينَ

مَا تَتْلُوا الشَّيْطَانُ عَلَىٰ مُلْكٍ سُلَيْمٍ﴾ [البقرة: ۱۰۱، ۱۰۲]

”جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی ان میں سے ایک جماعت نے اللہ کی کتاب کو پیٹھ

پیچھے پھینک دیا، گویا وہ جانتے ہی نہیں اور ان (ہزلیات) کے پیچھے لگ گئے جو

سلیمان (علیہ السلام) کے عہد سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے۔“

## ۱۷۔ مشرکین کا ایک کفریہ اصول:

مشرکین کا ایک کفریہ اصول یہ بھی تھا کہ وہ اپنے کفریہ اور مشرکانہ افعال کو انبیاء کی طرف

منسوب کر دیتے تھے جیسے رب کریم انبیائے کرام کی براءت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَمَا كَفَرْنَا سَلَمِينَ وَلَكِنَّ الشَّيْطَانَ كَفَرُوا﴾ [البقرة: ۱۰۲]

”اور سلیمان (علیہ السلام) نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے۔“

﴿مَا كَانَ إِبْرَاهِيمَ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ

الْمُشْرِكِينَ﴾ [آل عمران: ۶۷]

”ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ سب سے بے تعلق ہو کر ایک اللہ کے ہو رہے

تھے اور اسی کے فرماں بردار تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔“

### ۱۸۔ نسبت میں تناقض:

مشرکین کی ایک یہ بھی دورخی اور منافقت تھی کہ وہ اپنے آپ کو ابراہیم (علیہ السلام) کی طرف منسوب کرتے اور کہتے کہ ہم ابراہیمی ہیں لیکن آپ کی اتباع سے روگردانی کرتے۔

### ۱۹۔ عیب جوئی:

مشرکین عرب بعض صوفیاء کے قبیح اعمال کی وجہ سے صلحائے امت پر عیب جوئی اور طعنہ زنی سے بھی باز نہیں آتے تھے، جیسے یہودیوں نے عیسیٰ (علیہ السلام) پر الزام لگایا اور عیسائیوں نے یہودیوں سمیت رحمت دو عالم ﷺ کی طرف مجنون وغیرہ ہونے کی نسبت کی۔ العیاذ باللہ!

### ۲۰۔ کہانت کو کرامت سمجھنا:

مشرکین عرب جادوگر اور کاہن کی شعبہ بازی کو صلحائے کرام کی طرف منسوب کیا کرتے تھے اور طرفہ یہ کہ بعض اوقات اس شعبہ بازی کو انبیاء کی طرف منسوب کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے جیسے سلیمان (علیہ السلام) کی طرف جادو کو منسوب کرنا۔

### ۲۱۔ مشرکین کی عبادت:

مشرکین کی عبادت سیٹی اور تالی بجانے پر موقوف تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس قبیح حرکت کو یوں

بیان فرماتا ہے:

﴿ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصَدِيَةً ﴾ [ الأنفال : ۳۵ ]

”اور ان لوگوں کی نماز خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہ تھی۔“

۲۲۔ مشرکین کا دین :

مشرکین نے کھیل کود اور تماشائپنا دین بنا رکھا تھا، مشرکین کو دنیاوی عیش و عشرت نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا اور مال و متاع کی اس فراوانی سے وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ اللہ تعالیٰ بھی ہم پر راضی ہے۔ رب کریم ان کے اس گمان باطل کو یوں بیان فرماتا ہے :

﴿ وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴾ [ سبا : ۳۵ ]

”اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم بہت سامال اور اولاد رکھتے ہیں اور ہم کو عذاب نہیں ہوگا۔“

۲۳۔ مشرکین کا تکبر :

کمزور اور مسکین لوگوں نے اسلام قبول کرنے میں پہل کی، اس لیے مشرکین نے تکبر اور خود غرضی کی وجہ سے قبول حق سے انکار کیا، چنانچہ مسکین مسلمانوں کی توقیر کو مد نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے یوں مخاطب ہوتا ہے :

﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهًا ﴾

[ الأنعام : ۵۲ ]

”اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہیں اور اس کی ذات کے طالب

ہیں ان کو اپنے پاس سے مت نکالو۔“

۲۴۔ مشرکین کا غلط استدلال :

مشرکین کے نزدیک احکام الہیہ کے غلط ہونے کی ایک دلیل یہ بھی تھی کہ ان کو تسلیم کرنے والے کمزور افراد تھے۔ مشرکین کا یہ غلط استدلال قرآن کریم نے خود نقل کیا ہے :

﴿ لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ ﴾ [ الأحقاف : ۱۱ ]

”اگر یہ دین کچھ بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے پہلے نہ دوڑ پڑتے۔“

۲۵۔ تحریف:

کتب الہیہ پر غور و فکر اور انھیں صحیح سمجھنے کے بعد ان میں تحریف کرنا مشرکین کا محبوب مشغلہ تھا۔

۲۶۔ غلط لٹریچر کی اشاعت:

مشرکین عالم کا ایک مشغلہ یہ بھی تھا کہ وہ غلط اور بے ہودہ کتب لکھتے اور پھر نہایت ڈھٹائی سے یہ کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔ رب کریم ان کی اس بے ہودگی کو یوں واضح فرماتا ہے:

﴿ قَوْلِ الَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ﴾

[البقرة: ۷۹]

”پس ان لوگوں پر افسوس ہے کہ جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے (آئی) ہے۔“

۲۷۔ مشرکین کے ہاں قبول ہونے والے عقائد:

مشرکین عرب انہی مسائل کو صحیح سمجھتے جو ان کے گروہ کے مذموم عقائد کے مطابق ہوتے تھے، جیسے ان کا یہ کہنا:

﴿ نُوْمِنُ بِمَا نُزِّلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهَا ﴾ [البقرة: ۹۱]

”ہم تو صرف اس کتاب پر ایمان لائیں گے جو ہم پر نازل کی گئی ہے اور جتنی اس کے علاوہ ہیں ان سب کا انکار کرتے ہیں۔“

۲۸۔ مشرکین کی ایک خصلتِ رذیلہ:

مشرکین عالم کی ایک خصلتِ رذیلہ یہ بھی تھی کہ وہ اپنے ہی گروہ کے اصحابِ عقل و دانش کی صحیح باتوں کو بھی سمجھنے کی کوشش نہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اسی خصلت سے متنبہ فرمایا ہے:

﴿ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنْبِيَاءَ اللَّهِ مِنْ قَبْلُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴾ [البقرة: ۹۱]

”اگر تم صاحب ایمان ہوتے تو اللہ کے پیغمبروں کو پہلے ہی کیوں قتل کیا کرتے۔“



## ۲۹۔ افتراق:

عجائبات قدرت میں سے ایک یہ ہے کہ جب مشرکین عرب نے رب کریم کی وصیت اتحاد و اتفاق کو ترک کر دیا اور افتراق و اختلاف کے مرتکب ہوئے تو ہر گروہ اپنے کردار پر نازاں و فرحاں تھا۔ (الروم: ۳۲)

## ۳۰۔ اپنے ہی مسلک کی مخالفت کرنا:

یہ بات بھی نشانات قدرت کا عجوبہ ہے کہ مشرکین عرب جس دین و مذہب کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے تھے اسی دین سے بے پناہ بغض و عداوت رکھتے اور کفار اور ان کے دین و مذہب سے انتہائی محبت و الفت رکھتے تھے جو ان کے اور ان کے نبی ﷺ کے جانی دشمن تھے، جیسا کہ مشرکین کا معاملہ رحمت دو عالم ﷺ کے ساتھ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے دین سے انھیں روشناس کرایا تو انھوں نے کتب جادو کو اپنایا جو سراسر فرعون کی ذریت کا ورثہ تھیں۔

## ۳۱۔ انکار حق:

مشرکین کا حق و صداقت سے انکار کرنا جب کہ وہ ایسے شخص کے پاس ہوتا جس کو وہ کمزور سمجھتے تھے۔ قرآن کریم ان کی اس خصلت کو یوں بیان کرتا ہے:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصْرُ عَلَىٰ شَيْءٍ ۗ وَوَقَالَتِ النَّصْرُ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ﴾ [البقرة: ۱۱۳]

”یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی رستے پر نہیں اور عیسائی کہتے ہیں یہ یہودی رستے پر نہیں۔“

## ۳۲۔ مشرکین کا اپنے بنیادی عقائد کا انکار:

مشرکین کا ان اعمال سے انکار کرنا جن کو وہ اپنے دین کی بنیاد قرار دیتے تھے جیسے بیت اللہ کا حج۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس روش کو حماقت قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يَزْعُبْ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ الْأَمِّنِ سَفِهَ نَفْسَهُ﴾ [البقرة: ۱۳۰]

”اور ابراہیم کے دین سے کون روگردانی کر سکتا ہے بجز اس کے جو نہایت نادان ہو۔“

۳۳۔ مشرکین کی گروہ بندی میں مسابقت:

مشرکین عالم کی گروہ بندی کی مسابقت میں ہر فرقہ صرف اپنے ہی گروہ کو نجات دہندہ سمجھتا تھا، رب کریم نے ان کی تکذیب کی اور فرمایا:

﴿هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ [البقرة: ۱۱۱]

”اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔“

اور پھر صحیح اور صراطِ مستقیم کی نشاندہی فرمائی:

﴿بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ﴾ [البقرة: ۱۱۲]

”ہاں! جو شخص اللہ کے آگے گردن جھکا دے اور وہ نیکو کار بھی ہو تو اس کا صلہ اس کے پروردگار کے پاس ہے۔“

۳۴۔ برہنگی بھی عبادت:

مشرکین کے ہاں برہنگی کو بہترین عبادت سمجھا جاتا تھا، جیسے:

﴿وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا﴾ [الأعراف: ۲۸]

”اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریق پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہم کو یہی بتایا ہے۔“

۳۵۔ حرام کو حلال قرار دینا:

مشرکین کے ہاں حرام کو حلال قرار دینا بہترین اطاعت خیال کیا جاتا تھا، جیسے شرک کو عبادت سے تعبیر کیا کرتے تھے۔

۳۶۔ غیر اللہ کو داتا و مشکل کشا سمجھنا:

مشرکین عالم کے یہاں علماء اور پیروں کو اللہ تعالیٰ کے سوارب یعنی داتا اور مشکل کشا سمجھنا

بھی عبادت سمجھا جاتا تھا۔ (آل عمران: ۷۳، ۷۹، ۸۰)

۳۷۔ صفات الہیہ میں الحاد:

مشرکین صفات الہیہ میں الحاد کے بھی مرتکب ہوئے تھے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ [خَم السجدة: ۲۲]

”تم یہ خیال کرتے تھے کہ اللہ کو تمہارے بہت سے عملوں کی خبر ہی نہیں۔“

۳۸۔ اسمائے الہیہ میں الحاد:

مشرکین کا اسمائے الہیہ میں الحاد کرنا، جیسے:

﴿وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ﴾ [الرعد: ۳۰]

”اور یہ لوگ رحمن کو نہیں مانتے۔“

۳۹۔ مشرکین عرب تعطیل کے بھی قائل تھے جیسے آل فرعون کا قول۔

۴۰۔ مشرکین نقائص کی نسبت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف کیا کرتے تھے۔

۴۱۔ مشرکین کا اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں شرک کرنا جیسے مجوس کا قول تھا۔

۴۲۔ تقدیر کا انکار کرنا۔

۴۳۔ اللہ تعالیٰ کے خلاف حجت قائم کرنا۔

۴۴۔ تقدیر الہی کا سہارا لے کر شریعت کے خلاف کرنا۔

۴۵۔ زمانے کو گالی دینا، جیسے مشرکین کہا کرتے تھے:

﴿وَمَا يَهِّلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ﴾ [الحاثیة: ۲۴]

”اور ہمیں تو زمانہ ہی مارتا ہے۔“

۴۶۔ اللہ کے انعام کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنا، جیسے:

﴿يَعْرِفُوْنَ نِعْمَةَ اللّٰهِ ثُمَّ يَنْكُرُوْنَهَا﴾ [النحل: ۸۳]

”یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے واقف ہیں مگر ان سے انکار کرتے ہیں۔“

۴۷۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنا۔

۴۸۔ بعض آیات کا انکار۔

۴۹۔ مشرکین کا یہ کہنا:

﴿ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّن شَيْءٍ ﴾ [الأنعام: ۹۱]

”اللہ نے انسان پر کچھ بھی نازل نہیں کیا۔“

۵۰۔ مشرکین کا قرآن کریم کے بارے میں کہنا:

﴿ إِنَّ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴾ [المدثر: ۲۵]

”یہ بشر کا کلام ہے۔“

۵۱۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت میں عیب نکالنا۔

۵۲۔ ظاہری اور باطنی حیلوں اور بہانوں سے کام لینا، تاکہ انبیائے کرام ﷺ کے لائے ہوئے دین الہی کا خاتمہ ہو:

﴿ وَمَكْرُؤًا وَمَكْرًا لِّلَّهِ ﴾ [آل عمران: ۵۴]

”ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی خفیہ تدبیر فرمائی۔“

﴿ وَقَالَتْ طَآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ النَّهَارِ

وَأَنْفِرُوا آخِرَ الْأَجَلِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴾ [آل عمران: ۷۲]

”اور اہل کتاب ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ جو (کتاب) مومنوں پر نازل ہوئی ہے اس پر دن کے شروع میں تو ایمان لے آیا کرو اور اس کے آخر میں انکار کر دیا کرو، تاکہ وہ برگشتہ ہو جائیں۔“

۵۳۔ اس نیت سے حق کا اقرار کرنا کہ اس کی تردید کا ذریعہ معلوم ہو جائے۔

۵۴۔ مذہبی تعصب:

مذہبی تعصب سے کام لینا بھی مشرکین کا عام دستور تھا، جیسے:

﴿ وَلَا تَتُومِنُوا إِلَّا لِيَعْنِ تَيْمٌ وَيُنْكِرُ ﴾ [آل عمران: ۷۳]

”اور اپنے دین کے پیرو کے سوا کسی اور کے قائل نہ ہونا۔“

۵۵۔ اسلام کے اتباع کو شرک قرار دینا بھی مشرکین کی عام رسم تھی، جیسے:

﴿ مَا كَانَ لِشَرِّ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي

مِنْ دُونِ اللَّهِ ﴾ [آل عمران: ۷۹]

”کسی آدمی کو شایاں نہیں کہ اللہ تو اسے کتاب، حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں

سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔“

۵۶۔ کتاب الہیہ میں تحریف کرنا مشرکین کی عادت ثانیہ تھی۔

۵۷۔ اہل حق کو بے دین اور ذلیل وغیرہ القاب سے پکارنا۔

۵۸۔ رب کریم کی ذات پاک پر کذب و افتراء باندھنا۔

۵۹۔ مشرکین جب دلائل کے سامنے مغلوب اور شکست کھا جاتے تو پھر ملوک اور سلاطین کے ہاں

شکوہ و شکایت لے جاتے تھے، جیسے:

﴿ اَتَدْرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيَفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ ﴾ [الأعراف: ۱۲۷]

”کیا آپ موسیٰ اور ان کی قوم کو یونہی رہنے دیں گے کہ وہ ملک میں فساد کرتے

پھریں؟“

۶۰۔ اہل اسلام کو مفسد ہونے کا عیب لگانا بھی مشرکین کی خاصیت بد تھی، جیسے پہلے اس کتاب میں

ذکر ہوا ہے۔

۶۱۔ اہل اسلام پر یہ بھی الزام لگانا کہ وہ شاہی دین میں نقص نکالتے ہیں، جیسے:

﴿ وَيَذَرِكَ وَالْهَتَكَ ﴾ [الأعراف: ۱۲۷]

”اور آپ کو اور آپ کے معبودوں کو ترک کیے رہیں۔“

فرعون نے اہل وطن سے کہا:

﴿ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُبَدِّلَ دِيْنَكُمْ ﴾ [المؤمن: ۲۶]

”مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں تمہارے دین کو نہ بدل دے۔“

۶۲۔ مشرکین کی اہل اسلام پر یہ تہمت بھی تھی کہ وہ شاہی معبودوں میں نقص نکالتے ہیں، جیسے پہلے

ذکر ہوا ہے۔

۶۳۔ اہل اسلام پر مشرکین کا یہ بھی بہتان تھا کہ وہ دین میں رد و بدل کر دیں گے، جیسے:

﴿ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴾ [النؤمن: ۲۶]

”مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہارے دین کو نہ بدل دے یا ملک میں فساد نہ پیدا کر دے۔“

۶۳۔ اہل اسلام پر ایک الزام یہ بھی تھا کہ وہ بادشاہ کی عیب جوئی کرتے ہیں۔ قرآن کریم کا لفظ "وَيَذَرُكَ" اسی معنی کو واضح کرتا ہے۔

۶۵۔ ترکِ حق:

مشرکین کے دین میں جو باتیں حق ہوتیں ان پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتے، جیسے:

﴿نُؤْمِنُ بِمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا﴾ [البقرة: ۹۱]

”کہتے ہم پر جو نازل کیا گیا اس پر ہم ایمان لاتے ہیں۔“  
لیکن درحقیقت وہ انھیں چھوڑ چکے ہوتے۔

۶۶۔ افراط:

مشرکین عبادات میں اضافہ کر لینا باعثِ شرف خیال کرتے تھے۔

۶۷۔ تفریط:

مشرکین عبادات میں کمی کرنے کے بھی مجرم تھے، جیسے میدانِ عرفات میں ترکِ وقوف۔

۶۸۔ ترکِ واجب:

پرہیزگاری کی آڑ میں واجبات کا ترک کرنا بھی مشرکین میں عام تھا۔

۶۹۔ پاکیزہ رزق کو ترک کرنا مشرکین کی بہترین عبادت تھی۔

۷۰۔ رب کریم کا عطا کردہ خوبصورت لباس استعمال نہ کرنا بھی مشرکین کی عبادت تھی۔

۷۱۔ لوگوں کو گمراہی کی طرف دعوت دینا مشرکین عرب کا خاص مشغلہ تھا۔

۷۲۔ مشرکین عرب اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ تو ضرور کرتے تھے لیکن درحقیقت شریعت کو ترک

کر چکے تھے، اللہ کریم نے ان سے اطاعت کا یوں مطالبہ کیا:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ [آل عمران: ۳۱]

”آپ فرما دیجیے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت

فکر کرنے لگے گا۔“

۷۳۔ دانستہ کفر کی طرف لوگوں کو دعوت عام دینا۔

۷۴۔ مکرو فریب اور خطرناک سازشیں کرنا مشرکین عرب کا دن رات کا کھیل تھا، جیسے قوم نوح کی عادت بد تھی۔

۷۵۔ مشرکین عرب کی قیادت یا تو علمائے سوء کے ہاتھوں میں تھی یا جاہل صوفیا کے قبضہ میں، قرآن مجید اس کی یوں وضاحت کرتا ہے:

﴿وَقَدْ كَانَ قَرِينُهُمْ وَيَسْمَعُونَ كَلِمَ اللَّهِ ثُمَّ يَحِزُّونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ [البقرة: ۷۵]

”ان میں سے کچھ لوگ کلام اللہ کو سنتے پھر اس کے سمجھ لینے کے بعد اس کو جان بوجھ کر بدل دیتے رہے ہیں۔“

۷۶۔ بے بنیاد اور جھوٹی آرزوؤں میں مبتلا ہونا بھی مشرکین میں عام تھا، جیسے:

﴿وَقَالُوا لَنْ نَمُوتَ النَّارَ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً﴾ [البقرة: ۸۰]

”اور کہتے ہیں کہ (دوزخ کی) آگ ہمیں چند روز کے سوا چھو ہی نہیں سکے گی۔“  
دخول جنت کی خوش فہمی میں یوں گرفتار تھے:

﴿لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصْرًا﴾ [البقرة: ۱۱۱]

”یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا کوئی بہشت میں نہیں جائے گا۔“

۷۷۔ انبیائے کرام اور صلحائے امت کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لینا مشرکین کا بدترین فعل تھا۔

۷۸۔ آثارِ انبیاء (ﷺ) کو عبادت گاہ بنانا بھی جاہلیت کا عام شیوہ تھا، جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

۷۹۔ قبروں پر چراغاں کرنا بھی مشرکین کی بد عملی تھی۔ قبروں پر میلا لگانا اور عرس کرانا بھی اہل جاہلیت کا دستور تھا۔

۸۰۔ قبروں کے پاس جانور ذبح کرنا بھی مشرکین کی اہم عبادت تھی۔

۸۱۔ بزرگوں کے آثار سے تبرک حاصل کرنا بھی اہل جاہلیت کی خوبی تھی۔

۸۲۔ خاندانی شرافت پر فخر کرنا۔

۸۳۔ نسب اور رشتہ میں عیب لگانا۔

۸۴۔ ستاروں کی مختلف منزلوں سے بارش برسنے کا عقیدہ رکھنا۔

۸۵۔ نوحہ اور بین کرنا۔

۸۶۔ اپنے نسب پر فخر کرنا مشرکین کی بہت بڑی فضیلت تھی۔ چنانچہ قرآن کریم میں کئی مقامات پر اس کی تردید کی گئی ہے۔

۸۷۔ صحیح بات پر فخر کرنا بھی مشرکین اپنی بہت بڑی فضیلت خیال کرتے تھے لیکن اسلام نے فخر کو ممنوع قرار دیا۔ [مسلم، کتاب الجنة و نعيمها، باب الصفات ..... الخ : ۲۸۶۵]

۸۸۔ مشرکین کا سب سے اہم اور ضروری کام اپنے فرقے کے فرد سے خوب محبت اور اس کی ہر حالت میں مدد کرنا تھا خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، رب کریم نے اس کی سخت مذمت کی ہے۔

۸۹۔ مشرکین کے مذہب میں کسی شخص کو دوسرے شخص کے جرم میں پکڑنا جائز تھا۔ اس کی تردید میں فرمان باری ہے: ﴿وَلَا تَوَدُّوْا۟ اٰیۡدِیَہُمْ وَذُرٰٓءَ اٰخِرٰی﴾ ”کوئی شخص کسی دوسرے کے جرم میں سزاوار نہیں۔“ [الأنعام : ۱۶۴]

۹۰۔ کسی کے نسب میں عیب نکالنا بھی جاہلیت کا ترکہ ہے، جیسے ایک دفعہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کی والدہ کے بارے میں یہ کہا تھا: (( يَا اَبْنَ سَوْدَاۗءَ! )) ”اے کالی ماں کے بیٹے!“ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں آگئے اور فرمایا: (( اَحْتَرَبْتَهُ بِاُمِّہٖ اِنَّکَ اَمْرُوۡۤہٗ فِیۡنَکَ جَاہِلِیَّةٌ ))

”تو نے اس کو اس کی ماں کے بارے میں عار دلائی ہے، ابھی تمہارے اندر جاہلیت کی

بو موجود ہے۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب المعاصی من أمر الجاہلیة..... الخ:

۳۰۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب إطعام المملوک مما یأکل ..... الخ : ۱۶۶۱]

۹۱۔ بیت اللہ شریف کی تولیت پر فخر کرنا مشرکین کی عادت تھی۔ اللہ تعالیٰ اس طرح ان کی مذمت کرتا ہے:

﴿مُسْتَكْبِرِیۡنَ ۙ بِہٖ سِیۡرًا لَّہٰجِرُوۡنَ﴾ [المؤمنون : ۶۷]

”وہ تکبر کرتے، کہانیوں میں مشغول ہوتے اور بے ہودہ بکواس کرتے تھے۔“

۹۲۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی اولاد ہونے پر فخر کرنا، اس زعم باطل پر رب کریم ان کو یوں متنبہ فرماتا ہے:



﴿ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۗ لَهَا مَا كَسَبَتْ ﴾ [البقرة: ۱۳۴]

”یہ جماعت گزر چکی، ان کو ان کے اعمال کا بدلہ ملے گا۔“

۹۳۔ صنعت و حرفت پر فخر کرنا، جیسے دو اہم تجارتی سفر کرنے والوں نے کھیتی باڑی کرنے والوں پر اپنی برتری کا اظہار کیا۔

۹۴۔ دنیا اور اس کی زیب و زینت کی عظمت مشرکین کے دلوں پر چھا گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کا قول یوں نقل فرماتا ہے:

﴿ لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرِيبَيْنِ عَظِيمٍ ﴾ [الزخرف: ۳۱]

”یہ قرآن دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟“

۹۵۔ فقراء اور مساکین کو حقیر سمجھنا مشرکین کی عام عادت تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ سے یوں مخاطب ہوا:

﴿ وَلَا تَنْظُرُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوَةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهًا ﴾

[الأنعام: ۵۲]

”جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے اور اس کی ذات کے طالب ہیں ان کو (اپنے پاس سے) مت نکالو۔“

۹۶۔ مشرکین عالم انبیائے کرام ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری کرنے والوں کو اخلاص سے تہی دامن اور دنیا دار ہونے کا طعنہ بھی دیا کرتے تھے۔ رب کریم نے فرمایا:

﴿ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ﴾ [الأنعام: ۵۲]

”ان کے حساب کی جواب دہی تم پر کچھ نہیں۔“

۹۷۔ فرشتوں کا انکار۔

۹۸۔ انبیائے کرام ﷺ کا انکار۔

۹۹۔ کتب سماویہ کا انکار۔

۱۰۰۔ اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی۔

۱۰۱۔ قیامت کا انکار۔

- ۱۰۲۔ اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے انکار۔
- ۱۰۳۔ انبیائے کرام ﷺ نے قیامت کے بارے میں جو پیش گوئیاں فرمائیں ان میں سے بعض کا انکار۔ اللہ تعالیٰ مشرکین کی اس خصلت سے یوں آگاہ فرماتا ہے:
- ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ﴾ [الكهف: ۱۰۵]
- ”یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی آیات (اللہ تعالیٰ کے مالک یوم الدین ہونے) کی نفی کی۔“
- اور ﴿لَا يَبْعَثُ فِيهِمْ وَلَا خَلَّةً وَلَا شَفَاعَةً﴾ [البقرة: ۲۵۴] کی تکذیب بھی مشرکین کے عقائد باطلہ میں سے ہے۔
- ۱۰۴۔ جنت اور طاغوت پر ایمان لانا ان کا اصول تھا۔
- ۱۰۵۔ مشرکین کے دین کو مسلمانوں کے دین پر فضیلت دینا اہل جاہلیت کا عام دستور تھا۔
- ۱۰۶۔ حق کو باطل کے ساتھ گڈمڈ کرنا۔
- ۱۰۷۔ حق کو جانتے ہوئے چھپانا۔
- ۱۰۸۔ مشرکین کا گمراہ کن اصول یہ بھی تھا کہ وہ بغیر علم کے بہت سی بیہودگیاں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔
- ۱۰۹۔ حق کو جھٹلانے کے بعد ان کے اقوال و افعال میں واضح تضاد پیدا ہو گیا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے تھے:
- ﴿بَلْ كَذَّبُوا بِالنَّحْقِ لَمَّا جَاءَهُمْ فَهَمَّ فِيْ أَمْرِ مَّرِيحٍ﴾ [ق: ۵]
- ”بلکہ جب ان کے پاس حق آپہنچا تو انہوں نے اس کو جھوٹ سمجھا۔ سو یہ ایک الجھی ہوئی بات میں ہیں۔“
- ۱۱۰۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ بعض احکام پر ایمان اور بعض سے انکار۔
- ۱۱۱۔ انبیائے کرام ﷺ کے درمیان تفریق کرنا۔
- ۱۱۲۔ بغیر علم کے انبیائے کرام ﷺ کی مخالفت کرنا۔
- ۱۱۳۔ سلف امت کی اطاعت کا دعویٰ لیکن اعمال و کردار میں ان کی مخالفت کرنا۔
- ۱۱۴۔ جو لوگ انبیائے کرام ﷺ پر ایمان لے آتے انہیں اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکنا۔

۱۱۵۔ کفر اور کافروں سے محبت کرنا۔

۱۱۶۔ پرندوں کا اڑا کر فال لینا۔

۱۱۷۔ زمین پر خطوط وغیرہ کھینچ کر فال لینا۔

۱۱۸۔ فال بد لینا۔

۱۱۹۔ کاہن بننا یا کاہن کے پاس جانا۔

۱۲۰۔ کسی بھی طاغوت کے پاس فیصلہ لے جانا۔

۱۲۱۔ لونڈی اور غلام کے نکاح کو برا سمجھنا۔



## موت کا بیان اور قرآنی فیصلے

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا: ”موت ہر ایک کو آئے گی۔“ (آل عمران: ۱۸۵) رسول اللہ ﷺ کے وقت مومن فوت ہوتے رہے اور آپ ﷺ نے خود ان کے فوت ہونے پر جو کچھ کیا ہمیں بھی وہی کچھ کرنا چاہیے، سنت سے ہٹنا بہت خطرناک معاملہ ہے۔

موت پر سوگ قرآن کی روشنی میں:

﴿وَلَسَبُلُوْكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ  
وَيَسِّرِ الصَّوْبِرِيْنَ ۗ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمُ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۗ  
اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلٰوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾

[البقرة: ۱۵۵ تا ۱۵۷]

”اور ہم تمہیں کچھ خوف، بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزما میں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔ وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے مہربانیاں ہیں اور رحمت اور یہی ہدایت پانے والے ہیں۔“

ایک اور مقام پر قرآن مجید میں ہے:

”بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں اور عنقریب آگ میں داخل ہوں گے۔“ (النساء: ۱۰)

## سوگ صحیح احادیث کی روشنی میں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: «مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ»  
 ”جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے، وہ مردود ہے (یعنی رد کر دیا جائے گا)۔“ [بخاری، (تعلیقاً) کتاب البيوع، باب النجش، و من قال: لا يجوز ذلك البيع۔

مسلم، کتاب الأفضية، باب نقض الأحكام الباطلة و رد محدثات الأمور: ۱۷۱۸/۱۸]

۲۔ «فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي»

[بخاری، کتاب النکاح، باب الترغيب فى النکاح: ۵۰۶۳۔ مسلم، کتاب النکاح،

باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه إليه ..... الخ: ۱۴۰۱]

”جس نے میری سنت کی پیروی سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔“

۳۔ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا (صحابیہ) کا ایک بیٹا مر گیا، انھوں نے تیسرے دن زرد خوشبو منگوا کر اپنے بدن پر لگائی اور کہنے لگیں ہم کو خاوند کے سوا اور کسی پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا منع ہے۔“

[بخاری، کتاب الجنائز، باب إحداد المرأة على غير زوجها: ۱۲۷۹]

۴۔ جب شام کے ملک سے سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے کی خبر آئی تو ام المؤمنین

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے تیسرے دن زرد خوشبو منگوائی اور اپنی گالوں اور ہاتھوں پر ملی اور فرمانے لگیں

(میں تو بیوہ ہوں) مجھے تو خوشبو کی کوئی حاجت نہ تھی، لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا،

آپ ﷺ فرماتے تھے: ”جو عورت اللہ پر اور یوم آخرت (قیامت) پر ایمان رکھتی ہے اس کو

کسی مردے پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرنا چاہیے، البتہ خاوند پر چار مہینے دس دن سوگ

کرے۔“ [بخاری، کتاب الجنائز، باب إحداد المرأة على غير زوجها: ۱۲۸۰]

۵۔ سیدہ زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی جو

رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ

آپ ﷺ فرماتے تھے: ”جو عورت اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کو کسی مردے

پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا درست نہیں مگر خاوند پر چار مہینے دس دن سوگ کرے۔“ پھر

میں ام المؤمنین سیدہ زینب بنت حبش رضی اللہ عنہا کے پاس گئی، جب ان کے بھائی مر گئے تھے تو

انہوں نے خوشبو منگوائی اور لگائی، پھر فرمانے لگیں مجھے خوشبو کی کون سی ضرورت ہے، بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے جو عورت اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کو کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا درست نہیں مگر خاوند پر چار مہینے دس دن سوگ کرے۔“ اور مسلم میں سات احادیث اس مضمون کی ہیں۔

[بخاری، کتاب الجنائز، باب إحداد المرأة علی غیر زوجها : ۱۲۸۱، ۱۲۸۲۔ مسلم، کتاب

الطلاق، باب وجوب الإحداد فی عدة الوفاة..... الخ : ۱۴۸۶، ۱۴۸۷..... إلی آخر بابہ ]

۲۔ جب سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آل جعفر (رضی اللہ عنہم) کے لیے کھانا تیار کرو، اس لیے کہ وہ ایک حادثہ سے دوچار ہوئے ہیں، جس نے انہیں مشغول کر رکھا ہے۔“ [ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الطعام یصنع لأهل المیت : ۹۹۸۔

أبو داؤد، کتاب الجنائز، باب صنعة الطعام لأهل المیت : ۳۱۳۲۔ ابن ماجہ، أبواب

الجنائز، باب ما جاء فی الطعام یبعث إلی أهل المیت : ۱۶۱۰]

### سوگ فقہ حنفی کی روشنی میں :

۱۔ سنت سے قبر کی زیارت اور اس کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنے کے سوا کچھ ثابت نہیں۔ تعزیت تین دن کے بعد مکروہ ہے۔ عجم کے شہروں میں جو فرش بچھاتے ہیں وہ بہت بری بات ہے۔ اہل مصیبت کے لیے کھانا تیار کرنے میں مضائقہ نہیں اور اہل مصیبت کو تیسرے دن ضیافت کرنا جائز نہیں۔ قبر پر کوئی عمارت بنانا مکروہ ہے۔ قبر پر مسجد بنانا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری : ۲۶۱/۲۶۵)۔ سوگ یہ ہے کہ آدمی اپنی زندگی کے روزمرہ کے کام چھوڑ کر گھر میں بیٹھ جائے۔

۲۔ تین دن تک سوگ کرنا جائز ہے، تین دن سے زیادہ حرام ہے۔ (مالا بد : ۸۰) انبیائے کرام ﷺ اور اولیائے عظام رضی اللہ عنہم کی قبروں کو سجدہ کرنا اور ان کے گرد گھومنا اور چکر لگانا (طواف کرنا) اور ان سے مرادیں مانگنا اور ان کے نام کی نذر ماننا حرام ہے، بلکہ ان چیزوں میں سے بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ کفر تک پہنچا دیتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان افعال کے کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (مالا بد : ۸۰، ۸۴)

۳۔ علی رضی اللہ عنہ نے ابو التیاح رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ قبر جو مشرف یعنی بلند ہو برابر کر دے اور جو کوئی صورت ہو اس کو مٹا دیں اور فرمایا کہ اسی حکم کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا تھا۔

اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قبر پر عمارت بنانا مکروہ ہے، تین دن سے زیادہ سوگ نہیں۔ عجم میں جو لوگ فرش بچھاتے ہیں اور راستوں میں بیٹھتے ہیں تو یہ نہایت قبیح حرکت ہے۔ امام ابو حنیفہ اور اصحاب و سب مشائخ کے نزدیک بالاتفاق کسی کو قدرت نہیں کہ اپنی آواز میت کو سنائے لیکن جب اللہ تعالیٰ چاہے تو مردہ سنتا ہے۔ میت والوں کا کھانا پکا کر جمع ہونے والوں کو کھلانا مکروہ تحریمی ہے۔۔۔۔۔۔ یہ بدعت اس زمانے میں نہایت قبیح ہے۔ (ہدایہ: ۹۲۲ تا ۹۲۵)

۳۔ تیجہ، دسواں، چالیسواں نہایت مذموم اور بدعت ہیں۔ فاتحہ مروجہ بدعت ہے۔ (بہشتی زیور: ۸۹، ۹۰) قبروں پر قرآن پڑھنا مکروہ اور بدعت ہے۔ (عالمگیری: ۸۱/۹ اور ہدایہ: ۳۱۳/۳) پختہ قبر نہ بنائی جائے۔ (درمختار: ۳۶۸، ۳۶۹، کنز الایمان: ۶۹) عمارت بنانا قبر پر زینت کے لیے حرام ہے۔ (درمختار: ۳۶۹) اولیاء اللہ کی قبروں پر بلند مکان بنانا اور چراغ جلانا بدعت اور حرام ہے۔ (درمختار، ہدایہ، مالا بد)

### خلاصہ تحریر:

جن کاموں سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہم نے وہ کام ضرور کیے، حالانکہ ہمارے پاس کوئی دلیل بھی نہیں۔

۱۔ جو کام اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ سے ثابت نہیں وہ رد کر دیا جائے گا۔

۲۔ لوگ یتیموں کا مال موت پر کھا جاتے ہیں جس کی قرآن میں سخت وعید ہے۔ مصیبت والوں کے گھر سے کھانا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک حرام ہے۔ (ہدایہ: ۹۲۵) اور پھر یتیموں کا مال ناجائز کھانا تو اور بھی بری بات ہے۔

۳۔ جن کے گھر موت ہو جائے ان کے گھر سے کھانا حرام ہے۔

۴۔ تین دن سے زیادہ سوگ حرام ہے اور عجم میں جو لوگ فرش بچھاتے ہیں یعنی دریاں وغیرہ بچھا کر زمین پر بیٹھتے ہیں یہ نہایت بری حرکت ہے۔ فاتحہ مروجہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں شریعت سے ثابت نہیں۔ سنت سے قبر کی زیارت اور صاحب قبر کے لیے دعا کے علاوہ کچھ ثابت

نہیں۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی قبروں پر کیا جاتا ہے مثلاً پکی قبر بنانا، عرس کرنا، قبر پر پھول چڑھانا، قبر کو غسل دینا، نذر و نیاز اور چڑھاوے چڑھانا، دیکھیں تقسیم کرنا، قبر والوں سے فریاد کرنا، قبروں کو چومنا، چراغ جلانا، قبروں سے جسم رگڑنا وغیرہ یہ سب کام خلاف شرع ہیں۔

۵۔ پس ثابت ہوا کہ فاتحہ مروجہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں کرنے والوں اور قبروں پر خلاف شرع کام کرنے والوں نے اس سلسلہ میں نہ قرآن کے، نہ حدیث کے اور نہ فقہ کے احکام مانے کیونکہ وہ شتر بے مہار ہو چکے ہیں اور یہ سب کام جو آج کل قبروں پر امت محمدیہ کر رہی ہے یہ سب کام مشرکین مکہ، عیسائی اور یہودی قبروں کے ساتھ کرتے تھے، جیسا کہ ثابت ہے اور اب یہ لوگ یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ کی پیروی کر رہے ہیں اور مانتے بھی نہیں، جیسے وہ نہیں مانتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت ضرور یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلے گی۔“

احمد رضا خانی ترجمہ مع تفسیر میں فاتحہ، سوم، ساتواں، چالیسواں، عرس اور مردوں اور قبروں کے متعلق اور دوسری بدعات کا بار بار ذکر موجود ہے لیکن حدیث اور حنفی فقہ کے مطابق تین دن سے زیادہ سوگ ثابت نہیں۔ اور حدیث اور حنفی فقہ کے مطابق قبروں کے متعلق زیارت قبور اور قبور والوں کے لیے دعا کے علاوہ اور کوئی بھی چیز قطعاً ثابت نہیں اور ان دو کاموں کے علاوہ جو بھی دوسرے کام لوگ کرتے ہیں یہ بلا جواز اور بے سند ہیں اور فاتحہ اور سوم وغیرہ کے وقت یہ لوگ تیبیوں کا مال ناحق کھاتے ہیں۔ قرآن میں تیبیوں کا مال ناحق کھانے کی سخت وعید ہے۔ دیکھیے احمد رضا خاں صاحب کا ترجمہ مع تفسیر سورۃ النساء (۱۰، ف ۲۴) جس میں لکھا ہے کہ ”تیبیوں کا مال ناحق کھانا گویا آگ کھانا ہے، کیونکہ وہ سبب ہے عذاب کا۔“ حدیث شریف میں ہے: ”روز قیامت تیبیوں کا مال کھانے والے اس طرح اٹھائے جائیں گے کہ ان کی قبروں سے اور ان کے منہ سے اور ان کے کانوں سے دھواں نکلتا ہوگا تو لوگ بچپائیں گے کہ تیبیوں کا مال کھانے والا ہے۔“

کیا فوت شدگان زندوں کی باتیں سنتے ہیں؟

قرآن مجید میں ہے کہ مردے نہیں سنتے:

﴿إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تَسْمِعُ الْقُبُورَ ۚ وَإِذَا مَدَّ الَّذِينَ أَيْدِيَهُمْ أَسْأَلُ عَنَّا ۖ وَتَوَلَّوْا مُدْبِرِينَ﴾ [النمل: ۸۰]



”البتہ تو (اے نبی!) مردوں کو نہیں سنا سکتا اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتا ہے، جب وہ پیٹھ پھیر کر لوٹیں۔“

﴿فَأَنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تَسْمِعُ الْقَبْرَ إِذَا دُاعُوا مَدِيرِينَ﴾ [الروم: ۵۲]

”بے شک تو (اے نبی!) مردوں کو نہیں سنا سکتا اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتا ہے، جب وہ پیٹھ پھیر کر لوٹیں۔“

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ وَلَا الظُّلُمُتُ وَلَا النُّورُ وَلَا الظُّلُّ وَلَا الْحُرُورُ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ﴾ [فاطر: ۱۹ تا ۲۲]

”اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہے اور نہ اندھیرے اور روشنی اور نہ سایہ اور نہ دھوپ اور (اسی طرح) زندہ اور مردے برابر نہیں ہیں۔ بے شک اللہ سنا سکتا ہے جسے چاہے اور آپ (ﷺ) انہیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں ہیں۔“  
یعنی جس طرح قبروں میں مردہ اشخاص کو کوئی بات نہیں سنا کی جاسکتی اسی طرح جن کے دلوں کو کفر نے موت سے ہمکنار کر دیا ہے اے پیغمبر! تو انہیں حق کی بات نہیں سنا سکتا۔  
فوت شدگان کو زندہ لوگوں کے کاموں کی خبر نہیں:

جن فوت شدگان کو لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں یا عبادت کرتے ہیں وہ ان کی پکار اور عبادت سے بے خبر ہیں:

﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۗ أَمْوَاتٌ غَيْرٌ أَحْيَاءُ ۗ وَمَا يَشْعُرُونَ ۗ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾ [النحل: ۲۰، ۲۱]

”اور جن جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں۔ مردے ہیں زندہ نہیں، انہیں تو یہ بھی شعور نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے؟“

جنہیں یہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں وہ تو خود اللہ کی مخلوق ہیں۔ پھر بھلا خالق اور مخلوق کس طرح برابر ہو سکتے ہیں۔ جب کہ تم نے انہیں پکار کر اللہ کے برابر ٹھہرا رکھا ہے۔ کیا تم ذرا بھی نہیں

سوچتے؟ مردہ سے مراد وہ جمادات (پتھر) بھی ہیں جو بے جان اور بے شعور ہیں اور فوت شدہ صالحین بھی ہیں کیونکہ مرنے کے بعد اٹھایا جانا جس کا انھیں شعور نہیں وہ تو جمادات کے بجائے صالحین ہی پر صادق آسکتا ہے۔ ان کو صرف مردہ ہی نہیں کہا بلکہ مزید وضاحت فرمادی کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔ اس سے قبر پرستوں کا بھی واضح رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ قبروں میں مدفون مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں اور ہم زندوں ہی کو پکارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ موت وارد ہونے کے بعد دنیاوی زندگی کسی کو نصیب نہیں ہو سکتی نہ دنیا سے ان کا کوئی تعلق ہی باقی رہتا ہے۔ پھر ان سے نفع کی اور ثواب و جزا کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے۔

اور سورہ فاطر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۗ وَسَخَّرَ الْقَامَسَ وَالْقَدَمَ ۗ كُلُّ يَوْمٍ لَّآجِلٍ مُّسَمًّى ۗ ذَٰلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمُ لَهُ الْمُلْكُ ۗ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ۗ إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دَعْوَكُمْ ۗ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۗ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۗ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾ [فاطر: ۱۶، ۱۷]

”وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور آفتاب و ماہتاب کو اسی نے کام میں لگا دیا ہے، ہر ایک میعاد معین پر چل رہا ہے۔ یہی ہے اللہ تم سب کا پالنے والا (داتا) اسی کی سلطنت ہے۔ جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو فریاد ہی نہیں کریں گے بلکہ قیامت کے دن تمہارے شرک کا صاف انکار کر جائیں گے۔ آپ کو کوئی بھی حق تعالیٰ جیسا خبردار خبریں نہ دے گا۔“

اللہ تعالیٰ مذکورہ تمام افعال کا فاعل ہے اور اس کے علاوہ جن کو پکار رہے ہو وہ اتنی حقیر چیز کے بھی مالک نہیں نہ اسے پیدا کرنے ہی پر قادر ہیں۔ قطمیر اس جھلی کو کہتے ہیں جو کھجور اور اس کی گٹھلی کے درمیان ہوتی ہے۔ یہ پتلا ٹٹا چھلکا گٹھلی پر لفافے کی طرح چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ آگے فرمایا اگر تم انھیں مصائب میں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ جمادات ہیں یا منوں مٹی کے نیچے مدفون اور اگر بالفرض وہ سن بھی لیں تو بے فائدہ۔ اس لیے کہ وہ تمہاری التجاؤں کے مطابق تمہارا کام نہیں کر سکتے اور وہ قیامت کے دن کہیں گے کہ ہمیں تمہارے پکارنے کی خبر

نہیں تھی۔ ہم اس پکار سے بالکل بے خبر تھے۔ ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے یا انھیں پکارا جاتا ہے وہ سب پتھر کی مورتیاں ہی نہیں ہوں گی بلکہ ان میں عاقل (ملائکہ، جن، شیاطین اور صالحین) بھی ہوں گے، تبھی تو یہ انکار کریں گے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کو حاجت روائی کے لیے پکارنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے، لیکن جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ بے اختیار ہیں، وہ پکار نہیں سنتے اور قیامت کے دن اس پکار کا انکار کر دیں گے۔ سورہ احقاف میں ہے:

﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ ۚ إِنِّي نُوِي بِكَلِمٍ مِّن قَبْلِ هَذَا أَوْ لَرَةٍ مِّن عِلْمِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غٰفِلُونَ ۝ وَإِذْ أَحْمِرَ النَّاسَ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِينَ﴾

[الأحقاف: ٦ تا ٤]

”کہہ دو! بھلا بتاؤ تو سہی جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو مجھے دکھاؤ کہ انھوں نے زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے۔ میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب لاؤ یا کوئی علم چلا آتا ہو وہ لاؤ اگر تم سچے ہو اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا اسے پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کے پکارنے کا جواب نہ دے سکے اور انھیں ان کے پکارنے کی خبر بھی نہ ہو اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کے منکر ہو جائیں گے۔“

اللہ تعالیٰ نے تو زمین و آسمان پیدا کیے، وہ ان کا مالک ہے جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کے خالق نہیں اور اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ان کا کوئی حصہ نہیں تو پھر ان کو پکارنا محض باطل ہے اور غیر اللہ کو پکارنے کی ان کے پاس کوئی دلیل بھی نہیں ہے۔ اس لیے غیر اللہ کو پکارنا بہت بڑی گمراہی ہے اور پھر یہ بھی کہ پتھر کی یہ مورتیاں یا فوت شدہ اشخاص جن کو یہ پکارتے ہیں وہ قیامت تک ان کا جواب دینے سے قاصر ہیں اور قاصر ہی نہیں بلکہ بے خبر بھی۔ یہی مضمون قرآن کریم میں اور کئی مقامات پر بھی بیان ہوا ہے۔ (جیسے یونس: ۲۹۔ الأحقاف: ۶، ۵۔ مریم: ۸۱، ۸۲۔

انحل: ۸۶۔ الکہف: ۵۲۔ العنکبوت: ۲۵)

موت کے بعد دنیا میں آنے کا رد:

﴿الْمُرَادُ أَكْمَرْنَا وَآهَلْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ﴾ [یس : ۳۱]  
 ”کیا یہ نہیں دیکھ چکے کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا، وہ ان کے پاس لوٹ کر نہیں آئیں گے۔“

﴿وَحَرَّمَ عَلَىٰ قَرِيْبَةٍ أَهْلِكُمْ لَا يَرْجِعُونَ﴾ [الأنبياء : ۹۵]  
 ”اور جن بستیوں کو ہم فنا کر چکے ہیں، ان کے لیے ناممکن ہے کہ وہ پھر لوٹ کر آئیں۔“  
 یعنی جس بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا اس کا دنیا میں پلٹ کر آنا حرام ہے۔

قرآن میں ہے کہ اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں، اندھیرا اور روشنی برابر نہیں، سایہ اور دھوپ برابر نہیں، زندہ اور مردہ برابر نہیں، اللہ جس کو چاہے سنا تا ہے اور تو (اے پیغمبر!) قبر والوں کو نہیں سنا سکتا۔ (دیکھیے فاطر: ۱۹، ۲۲) اور ہدایہ (۳۱۴) میں ہے کہ مردے نہیں سنتے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب اور سب مشائخ کے نزدیک بالاتفاق کسی کو قدرت نہیں کہ وہ اپنی آواز میت کو سنا سکے، لیکن جب اللہ تعالیٰ چاہے تو مردہ سنتا ہے۔ (ہدایہ: ۹۲۲/۱ تا ۹۲۵)  
 اس سے پہلے ہم اس کتاب کی بحث توحید فی العلم اور شرک فی العلم میں سترہ مختلف روایات کے ذریعے ثابت کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فوت ہونے کے بعد پتا نہیں کہ ان کی امت کیا کر رہی ہے تو پھر اور بزرگوں کا تو ذکر ہی کیا؟

سماع موتی کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے۔ مردے کسی کی بات نہیں سن سکتے، البتہ اس سے دو صورتیں مستثنیٰ ہوں گی کہ جہاں سماعت کی صراحت نص سے ثابت ہے، حدیث میں آتا ہے کہ لوگ جب مردے کو دفنا کر واپس جاتے ہیں تو وہ ان کے جو توں کی آہٹ سنتا ہے یا جنگ بدر کے مقتولین جن کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز معجزانہ طور پر اللہ تعالیٰ نے سنوا دی۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جہل : ۳۹۷۶] ان دو احادیث کے علاوہ سماع موتی کی جتنی بھی احادیث ہیں وہ انتہائی ضعیف بلکہ موضوع ہیں اور قرآن و صحیح احادیث کے خلاف بھی ہیں۔

## فصل چہارم

## چند دیگر امور

محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے عقیدہ:

رسول اللہ ﷺ کے متعلق سب سے اہم بات جو امتی کی آخرت کے حساب سے نہایت ہی اہم ہے، وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بے ادبی کفر ہے اور سب سے بڑی بے ادبی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھ کر آپ ﷺ کے فرمان اور آپ ﷺ کی سنت کی بے ادبی کی جائے۔ یعنی ان پر عمل نہ کیا جائے اور آپ ﷺ کا جو مقام ہے وہ کسی امتی کو دے دیا جائے یعنی آپ کے احکامات ماننے کی بجائے کسی دوسرے امتی کے احکام مانے جائیں۔ جو کچھ یہود و نصاریٰ نے کیا وہی کچھ آج امت مسلمہ بھی کر رہی ہے یعنی انبیائے کرام ﷺ کا مقام امتیوں کو دے دیا اور اللہ کا مقام انبیاء کو دے دیا۔ اسی وجہ سے یہود و نصاریٰ کو کافر و مشرک کہا گیا۔ ہمیں اس معاملے کو اچھی طرح سمجھ کر چلنا چاہیے کیونکہ اس معاملے میں نہایت احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔ لوگ آپ ﷺ کے اوصاف و کمالات تو جھوم جھوم کر بیان کرتے ہیں لیکن آپ ﷺ کی اطاعت سے گریزاں ہیں:

- ۱۔ محمد رسول اللہ ﷺ سب انبیاء سے افضل ہیں۔ (البقرہ: ۲۵۲، ۲۵۳)
- ۲۔ آپ ﷺ پر آسمانی ہدایت کی پیروی اور اللہ تعالیٰ کی بندگی اور توحید لازم تھی۔ (البقرہ: ۲۸۵)
- ۳۔ آپ ﷺ کی اطاعت ہم پر فرض ہے۔ (آل عمران: ۳۱)
- ۴۔ آپ ﷺ اللہ کے بندے اور بشر ہیں۔ (البقرہ: ۲۳، ۹۰، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۵۱)
- ۵۔ آپ ﷺ بشیر و نذیر ہیں۔ (المائدہ: ۱۹)

۶۔ آپ ﷺ اپنے یا کسی کے نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ (القصص: ۵۶، الانعام: ۵۰، ۵۲، ۵۸، الحن: ۲۱)

۷۔ آپ ﷺ غیب نہ جانتے تھے۔ (الانعام: ۵۰۔ الأعراف: ۱۸۸)

۸۔ آپ ﷺ کا کام صرف دین کی تبلیغ ہے۔ (آل عمران: ۲۰۔ الأعراف: ۲۔ ہود: ۱۲)

۹۔ آپ ﷺ کو توحید پر عمل کرنے اور شرک سے بچنے کا حکم دیا گیا۔ (ہود: ۱۱۳۔ یوسف: ۱۰۸)

۱۰۔ آپ ﷺ کو معجزات کا اختیار نہ تھا۔ (بنی اسرائیل: ۹۰ تا ۹۳۔ طہ: ۱۳۳۔ المؤمن: ۷۸۔ العنکبوت: ۵۰)

۱۱۔ آپ ﷺ کو قیامت کے وقت کا علم نہ تھا۔ (الأعراف: ۱۸۷۔ طہ: ۱۵۔ النمل: ۶۵)

۱۲۔ قرآن مجید میں آپ ﷺ کی موت کا ذکر ہے۔ (الانبیاء: ۳۴، ۳۵۔ الزمر: ۳۰، ۳۱)

۱۳۔ آپ ﷺ کو حکم ہوا کہ اللہ کو کارساز یعنی مشکل کشا سمجھو۔ (الأحزاب: ۳، ۳۸۔ النمل: ۷۹۔ الزمر: ۳۸)

۱۴۔ آپ ﷺ کو مقام محمود ملے گا۔ (بنی اسرائیل: ۷۹)

۱۵۔ آپ ﷺ کسی کے وکیل (کارساز) نہیں یعنی مشکل کشا نہیں۔ (القصص: ۵۶)

۱۶۔ آپ ﷺ کا اسوہ۔ (الأحزاب: ۲۱۔ القلم: ۴)

۱۷۔ آپ ﷺ پر درود پڑھنا۔ (الأحزاب: ۵۶)

۱۸۔ شعر کہنا آپ ﷺ کے لائق نہیں۔ (یس: ۶۹)

۱۹۔ آپ ﷺ کوئی نئے رسول نہیں۔ (الاحقاف: ۹)

۲۰۔ آپ ﷺ کو حکم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل یعنی کارساز سمجھیں اور اللہ پر توکل یعنی بھروسا کریں۔ (النمل: ۷۹۔ الزمر: ۳۸)

۲۱۔ ہدایت دینا آپ ﷺ کے اختیار میں نہیں۔ (القصص: ۵۶) یہ آیت ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی۔ (دیکھیے ترجمہ مع تفسیر احمد رضا خان صاحب)

۱۔ جن باتوں سے انسان کے اعمال برباد ہو جاتے ہیں، مثلاً جو لوگ اللہ کے حکموں کا انکار کرتے ہیں اور پیغمبر کو ناحق قتل کرتے ہیں اور لوگوں میں سے انصاف کا حکم کرنے والوں کو

- قتل کرتے ہیں، ان کے عمل دنیا و آخرت میں برباد ہو گئے۔ (آل عمران: ۲۲) اور جو ایمان سے منکر ہوا تو اس کے عمل برباد ہو گئے اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔ (مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے: المائدۃ: ۵۳، ۵۴۔ التوبہ: ۶۹، ۷۰۔ محمد: ۳۲، ۲۸، ۲۹)
- ۲۔ دین کی باتوں میں ہنسی مزاح سخت منع ہے۔ (التوبہ: ۶۵، ۶۶)
- ۳۔ اللہ تعالیٰ نے جہنم کو بھرنا ہے، جہنم سے بچو۔ (ہود: ۱۱۸، ۱۱۹)
- ۴۔ اللہ تعالیٰ مالک یوم الدین ہے، یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب فیصلے فرمائے گا اور کسی کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔ (المومن: ۱۶۔ فاتحہ: ۳)
- ۵۔ زمین اور آسمان میں ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ (النساء: ۱۲۶، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۷۰ تا ۱۷۲)
- ۶۔ صراط مستقیم صرف ایک ہے اور وہ نبیوں، صدیقیوں، شہداء اور صالحین کا طریقہ ہے۔ ان پر نہ خوف ہوگا نہ غم۔ (النساء: ۶۹) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا بتایا ہوا صراط مستقیم صرف ایک ہے، اس کے علاوہ جتنے بھی راستے اختیار کیے جائیں گے وہ سیدھے نہیں ہیں، بلکہ جہنم کی طرف لے جائیں گے۔
- ۷۔ موت کا منظر، جب فرشتے جان نکالتے ہیں اور فرشتوں کے فرانس۔ (الاعراف: ۳۷ تا ۴۱)
- ۸۔ اللہ پر جھوٹ باندھنے سے سخت منع کیا گیا ہے۔ جھوٹ باندھنا یہ ہے کہ انسان وہ بات کہے جو اللہ نے نہ کہی ہے۔ (النساء: ۵۰۔ المائدۃ: ۱۰۳)
- ۹۔ مومن کا کافر و مشرک سے کوئی تعلق نہیں۔ (آل عمران: ۲۸۔ النساء: ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۲۔ التوبہ: ۲۳، ۲۴، ۲۸، ۲۹، ۱۱۳)
- ۱۰۔ مشرکین کا پرانا شیوہ ہے کہ مومنوں سے کہنا کہ تم پر ہمارے معبودوں کی مار پڑ گئی ہے۔ (ہود: ۵۳، ۵۵) جیسے آج کل کہتے ہیں کہ تم پر ہمارے گیارھویں والے کی مار پڑ گئی ہے۔
- ۱۱۔ انبیائے کرام ﷺ نے اپنی امتوں سے فرمایا ہم تم سے اجر نہیں مانگتے، ہمارا اجر اللہ کے پاس ہے۔ (ہود: ۵۱، ۲۹۔ الانعام: ۹۰۔ یونس: ۷۲)
- ۱۲۔ مومنوں کا عیب کیا ہے؟ جرم کیا ہے؟ (آل عمران: ۱۹۵۔ البروج: ۹، ۸) یعنی توحید پر ایمان

لانا ہی ہمیشہ سے مومنوں کا جرم رہا ہے۔

### نعت خوانی اور شرک:

رسول اللہ ﷺ کے وقت توحید پر مبنی شعر کہے جاتے رہے ہیں، ان کا ذکر بخاری اور مسلم شریف میں ہے۔ لیکن آج کل نعت خوانی میں شرکیہ اشعار پڑھے جاتے ہیں، جو اپنی عاقبت برباد کرنے کے مترادف ہیں۔ غلط قسم کے اشعار کی قرآن میں مذمت آئی ہے:

﴿ وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۗ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۗ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ﴾ [الشعراء: ۲۲۴ تا ۲۲۶]

”اور شاعروں کی پیروی تو گمراہ ہی کرتے ہیں، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور وہ جو کہتے ہیں کرتے نہیں۔“

شاعروں کی اکثریت چونکہ ایسی ہوتی ہے کہ وہ اصول و ضابطہ کے بجائے ذاتی پسند و ناپسند کے مطابق اظہار رائے کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس میں غلو و مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں اور شاعرانہ تخلیات میں کبھی ادھر اور کبھی ادھر بھٹکتے ہیں۔ اس لیے فرمایا کہ ان کے پیچھے لگنے والے بھی گمراہ ہیں۔ اسی قسم کے اشعار کے لیے حدیث میں بھی فرمایا گیا ہے کہ ”پیٹ کا لہو و پیپ سے بھر جانا جو اسے خراب کر دے، شعر سے بھر جانے سے بہتر ہے۔“ [مسلم، کتاب الشعر، باب فی

إنشاد الأشعار و بیان أشعر الكلمة و ذم الشعر: ۲۲۵۷]

راگ اور گانے کے متعلق حنفی فقہ کی مشہور کتابوں کے حوالے:

- ۱۔ جو قرآن کو دف وغیرہ کے ساتھ پڑھے وہ کافر ہے۔ (درمختار: ۵۹۲)
  - ۲۔ رقص کرنے والے اور حال جاننے والے اور حال کھیلنے والے کافر ہیں۔ (درمختار: ۶۱۰)
  - ۳۔ گانے بجانے سے لذت اٹھانا کفر ہے۔ (درمختار: ۲۲۲۔ ہدایہ: ۲۴۶)
  - ۴۔ صوفیاء گانا سننے والے، حال کھیلنے والے، مفسد بے دین ہیں۔ (ہدایہ: ۳۱۷/۳)
  - ۵۔ گانا اللہ کے نزدیک شرک ہے۔ (ہدایہ: ۳۴۶)
- مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیں صفحہ ۳۳۴ سے نمبر شمار (۳۶ تا ۳۹) اور باب حنفی فقہ کے وہ مسائل جو قرآن و حدیث کے مطابق ہیں، جس کا نمبر شمار ۱۲۲ تا ۱۳۲ ہے۔



کچھ اہل حدیث صاحبان کے بارے میں:

۱۔ اہل حدیث صاحبان غیر اللہ کے پکارنے اور شرک کی دوسری اقسام کے مرتکب ہونے والوں کے جنازے پڑھتے نظر آتے ہیں اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے نظر آتے ہیں، جو قرآن کے سراسر خلاف ہے۔ (التوبہ: ۱۱۳)

۲۔ کچھ اہل حدیث صاحبان تعویذ گنڈوں کو جائز قرار دیتے ہیں۔

۳۔ پانچ وقتی فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کرتے نظر آتے ہیں حالانکہ یہ ثابت نہیں۔

۴۔ اذان دینے کی اجرت لینا۔

۵۔ جمہوریت کی شرعی حیثیت جیسے مسائل پر تحقیق اور نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

مذکورہ پہلے مسئلے کے متعلق عرض ہے کہ سورۃ التوبہ کی آیت (۱۱۳) میں شرک کے مرتکب ہونے والوں کے لیے دعائے مغفرت سے منع فرمایا گیا ہے اور تعویذ گنڈوں کے متعلق بدعت کے باب میں تفصیلی بحث ہو چکی ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں، جمہوریت سے متعلق بھی آگے الگ بحث آ رہی ہے اور اجرت پر مؤذن رکھنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع کیا ہے۔

اور رہا مسئلہ پانچ وقتی فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کا تو یہ ثابت نہیں۔

یاد رہے کہ محترم محمد صادق صاحب سیالکوٹی کی نماز کے موضوع پر ایک کتاب ہے جس کا نام ”صلوۃ الرسول“ ہے، اس کتاب میں موضوع اور انتہائی ضعیف روایات بھی درج ہیں پھر ایک کتاب ”القول المقبول“ مؤلفہ عبدالرؤف چھپی، یہ کتاب ”صلوۃ الرسول“ پر تحقیق ہے اور اس کا تیسرا ایڈیشن ۸۱۰ صفحات پر مشتمل ہے پھر ان دونوں کتابوں کو سامنے رکھ کر ادارہ دارالسلام لاہور نے کتاب ”نماز نبوی ﷺ“ لکھی ہے جو ۳۰۴ صفحات پر مشتمل ہے، یہاں ہم پانچ وقتی فرض نماز کے بعد دعا کے بارے میں ”نماز نبوی ﷺ“ میں سے حوالہ جات درج کرتے ہیں:

فرضی نماز کے بعد اجتماعی دعا:

فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کے ثبوت میں کوئی مقبول حدیث نہیں ہے۔ نہایت تعجب کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں دس سال رہے۔ پانچوں وقت نمازیں پڑھائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد نے آپ کی اقتدا میں نمازیں پڑھیں مگر ان میں سے کوئی ایک بھی اجتماعی

دعا کا ذکر نہ کرے تو یہ اس کے بطلان کی واضح دلیل ہے۔ مولانا عبدالرحمن مبارکپوری کہتے ہیں اگر کوئی انفرادی طور پر نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ لیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ امام ابن قیم، امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہما اور بہت سے محققین علماء نے فرض نماز کے بعد مروجہ اجتماعی دعا کا انکار کیا ہے اور اسے بدعت کہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عنقریب میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو پانی کے استعمال میں اور دعا کرنے میں حد سے تجاوز کریں گے۔“ [ابوداؤد أبواب الوتر، باب الدعاء: ۱۴۸۰۔ امام حاکم اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے]

اجتماعی دعا کی دلیل میں بیان کی جانے والی تمام روایات ضعیف ہیں، تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو بندہ ہر نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر دعا کرے، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں کو نامراد نہیں لوٹاتا۔ (ابن السنی: ۱۳۸) اس کی سند میں ایک تو اسحاق بن خالد ہے جو منکر احادیث روایت کرتا ہے، دوسری بات یہ کہ امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (اس کے ایک اور راوی) عبدالعزیز بن عبدالرحمن کی خنیف سے بیان کردہ روایات جھوٹی اور من گھڑت ہوتی ہیں۔ تیسری بات یہ کہ خنیف کا سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں اور آخری بات یہ کہ اس روایت میں اجتماعی دعا کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

۲۔ سیدنا یزید بن اسود عامری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کا سلام پھیرا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ (فتاویٰ نذیریہ)۔ اس حدیث کی سند حسن ہے مگر مولانا عبید اللہ رحمانی مرحوم لکھتے ہیں: ”کتب احادیث کے اندر اصل حدیث میں «وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا» (دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی) کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔“ علاوہ ازیں اس میں بھی اجتماعی دعا کا ذکر نہیں ہے۔

۳۔ سیدنا عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما دعا کرتے تھے اور (آخر میں) اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے منہ پر پھیرتے تھے۔ [الأدب المفرد للبخاری، باب رفع الأيدي في الدعاء: ۶۲۴] اس کی سند بخاری کی شرط پر ہے، تاہم اس میں بھی جماعت کے بعد اجتماعی دعا کا ذکر نہیں۔ اس سلسلہ میں پیش کی جانے والی تقریباً تمام روایات نہ صرف سخت ضعیف ہیں بلکہ ان میں اجتماعی دعا کا ذکر تک نہیں ہے اور بعض احادیث کا موقع محل تو کچھ اور ہے مگر انھیں زبردستی

زیر بحث اجتماعی دعا کے ساتھ نتھی کر دیا گیا ہے۔ تفصیل کے لیے ”صلوٰۃ الرسول ﷺ“  
(مولفہ حکیم صادق سیالکوٹی) کا وہ نسخہ ملاحظہ فرمائیں جو شیخ عبدالرؤف بن عبدالحنان کی تخریج  
و تعلق سے آراستہ ہے۔ (ع، ر)

کیا فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا بدعت ہے؟:

اس سلسلہ میں درج ذیل امور قابل غور ہیں:

۱۔ ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا ایک مستقل عبادت ہے جو غیر موقت ہے یعنی کسی بھی وقت کی جا  
سکتی ہے۔ البتہ جن مواقع پر اس کا اہتمام کرنا سنت سے ثابت ہے ان کو ترجیح دی جائے گی۔

۲۔ جو عبادت ہر وقت جائز ہو اگر آپ اپنی سہولت کے لیے اسے کسی خاص وقت میں روزانہ کرنا  
چاہتے ہیں تو اصولی طور پر یہ بھی جائز ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ”اللہ تعالیٰ کو وہ عمل زیادہ محبوب  
ہے جس پر ہیشگی کی جائے، اگرچہ تھوڑا ہو۔“ [مسلم، صلوٰۃ المسافرین، باب فضیلة العمل  
الدائم..... الخ: ۷۸۲] لیکن کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تمام جائز اوقات کو چھوڑ کر صرف  
ایک وقت کو عملاً فرض کا درجہ دے کر دوسرے مسلمانوں کو اس کا پابند بنائے کیونکہ جب  
شریعت نے اس وقت کو مسلمانوں پر مقرر نہیں کیا تو یہ کیوں کرے۔ مثلاً اگر مختلف افراد  
روزانہ مختلف اوقات میں قرآن پاک کی مختلف سورتیں پڑھتے ہیں تو یہ جائز عمل ہو گا لیکن اگر  
کوئی مولوی صاحب یہ دعوت دینی شروع کر دے کہ تمام اہل اسلام روزانہ نماز فجر کے بعد  
بیس مرتبہ سورۃ القمر پڑھا کریں اس کا یہ ثواب ہے پھر اس کے حلقہ اثر میں آنے والے تمام  
مسلمان واقعتاً سختی کے ساتھ اس کی پابندی کریں تو ان کا یہ عمل محتاج دلیل بن جائے گا، اگر  
شرعی دلیل میں اس کی صراحت آجائے تو سنت ہو گا ورنہ بدعت۔

۳۔ جو عبادت ہر وقت جائز ہو اگر آپ اسے کسی خاص موقع پر کرنا چاہتے ہیں تو احتیاطاً یہ معلوم  
کر لیں کہ کہیں اس موقع کے لیے شریعت نے کوئی فرض تو مقرر نہیں کیا۔ کیونکہ اگر اس موقع  
کے لیے شریعت نے کوئی فرض عائد کیا ہے تو پھر فرض ترک کر کے جائز کام میں لگے رہنا  
قطعاً جائز نہیں ہے۔ مثلاً نماز باجماعت کھڑی ہو اور جس نے یہی نماز جماعت کے ساتھ  
پہلے نہیں پڑھی اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ جماعت میں شامل ہونے کی بجائے سنتیں یا

نوافل پڑھتا رہے، کوئی ورد، وظیفہ، دعایا تلاوت کرتا رہے، کیونکہ ان جائز نیکیوں کو مؤخر کرنے کی گنجائش موجود ہے لیکن موقع کے فرض کو بلاوجہ مؤخر کرنے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۴۔ اگر اس خاص موقع کے لیے شریعت نے کوئی سنت مقرر کر رکھی ہے تو بھی جائز کام کو چھوڑ کر سنت کو ترجیح دی جائے گی، اگرچہ سنت فرض نہیں، اسے کیا جائے تو بہت زیادہ ثواب ہے اور اگر کسی وجہ سے کبھی چھوٹ جائے تو کوئی گناہ نہیں مگر ایک موقع کی سنت کو جب ہمیشہ ترک کیا جائے گا تو گناہ لازم آئے گا کیونکہ سنت چھوڑنے کے لیے نہیں بلکہ اپنانے کے لیے ہوتی ہے، اسے اپنانا ہی حب رسول ﷺ کا تقاضا ہے، جب کہ اسے چھوڑے رکھنا اس سے بے رغبتی کی دلیل ہے اور ارشاد پاک ہے: ”جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ مجھ سے نہیں۔“ [بخاری، النکاح، باب الترغیب فی النکاح: ۵۰۶۳] اس کی مثال فرض نماز کے بعد لا الہ الا اللہ کا اجتماعی ورد ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ لا الہ الا اللہ افضل الذکر (سب سے افضل ذکر) ہے لیکن اسے کسی بھی وقت کرنا جائز ہے اور چونکہ فرض نماز کے بعد والا وقت بھی اوقات میں سے ایک وقت ہے لہذا اگر کوئی شخص کسی فرض نماز کے بعد اپنے طور پر لا الہ الا اللہ کہہ دیتا ہے تو بالکل جائز ہے لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ فرض نماز کے فوراً بعد نبی اکرم ﷺ کا معمول اور سنت کچھ اور ہے تو پھر ہر فرض نماز کے بعد ہمیشہ لا الہ الا اللہ کا ورد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس موقع کی سنت کو ختم کر دیا جائے۔ لا الہ الا اللہ کا ورد مؤخر ہو سکتا ہے لیکن نماز کے بعد والے مسنون اذکار اور دعاؤں کو ہمیشہ مؤخر کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے، ویسے بھی کورس کی شکل میں بلند آواز سے لا الہ الا اللہ کے اجتماعی ورد کی پورے عہد نبوت میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

۵۔ اگر کسی موقع کی سنت کے ساتھ ایک اور سنت آملے تو دونوں سنتوں کو بجالانا درست ہوگا، مثلاً کسی فرض نماز کی جماعت ہوئی، امام صاحب اور مقتدی حضرات مسنون اذکار اور دعاؤں میں مصروف ہو گئے، اچانک کسی نے کہا بیماروں کے لیے دعا کریں یا فلاں شخص بیمار ہے اس کے لیے دعا کر دیں وغیرہ تو کسی کے مطالبے پر دعا بھی سنت ہے، لہذا دعا کرنا جائز ہوگا۔

۶۔ یاد رکھیے! ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا نہ تو فرض نماز کا حصہ ہے اور نہ بعد والے مسنون اذکار کا

حصہ ہے، اس لیے اس کا دائمی اہتمام کرنا درست نہیں ہے کیونکہ:

۷۔ فرض نماز ایک الگ عبادت ہے اور ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا ایک الگ عبادت ہے اور جب کسی شرعی دلیل کے بغیر: (الف) دو الگ الگ عبادتوں کو ایک مخصوص ترتیب کے ساتھ ہمیشہ ایک ساتھ ادا کیا جائے کہ (ب) دونوں ایک دوسرے کا حصہ معلوم ہوں حتیٰ کہ ایک کے بغیر دوسری کو نامکمل سمجھا جانے لگے نیز (ج) ایک شرعی مسئلے کی طرح لوگوں کو اس کی دعوت، ترغیب اور تعلیم دی جائے (د) اور جو شخص ان عبادات کو آپ ﷺ کے طریقے کے مطابق ادا نہ کرے اسے منکر اور گستاخ کے القابات سے نوازا جائے تو آپ راہ سنت سے بھٹک جائیں گے کیونکہ جب مختلف عبادات کو اپنی مرضی سے یکجا کر کے ایک نیا طریقہ رائج کیا جائے گا تو وہ سنت نہیں رہتا، بدعت بن جاتا ہے۔

۸۔ بات اصول کی ہے جو کام نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں ضروری بھی ہو اور اسے کرنے کے لیے کوئی رکاوٹ بھی موجود نہ ہو پھر بھی پورے عہد نبوت میں اسے کوئی نہ کرے مگر ہم نہ صرف خود اسے ہمیشہ کریں بلکہ دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیں تو وہ بلاشبہ بدعت ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا عہد نبوت میں فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کا اہتمام کرنے میں کوئی رکاوٹ تھی، یقیناً نہیں تھی پھر بھی اگر کسی فرض نماز کے بعد اس کا کبھی اہتمام نہیں کیا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کا اہتمام نہ کرنا سنت ہے کیونکہ ناممکن ہے کہ ایک چیز دین بھی ہو اور عہد نبوت میں کر سکنے کے باوجود اسے کوئی نہ کرے، یا اسے کیا گیا ہو مگر مقبول احادیث کے وسیع ذخیرے میں وہ کسی کو کہیں نظر نہ آئے۔

۹۔ انسان فطرتاً سہولت پسند ہے، اسے مسنون دعائیں یاد کرنا گراں گزرتا ہے اور چونکہ اس کی مصروفیات بھی بہت زیادہ ہیں، لہذا وہ فرض نمازوں کے بعد یکسوئی کے ساتھ پانچ چھ منٹ نہیں نکال سکتا، لہذا اس سنت سے پہلو بچانے کے لیے اس کا متبادل ایجاد کر لیا گیا یعنی مولوی صاحب نے سلام پھیرتے ہی ہاتھ اٹھائے، چند مسنون و غیر مسنون الفاظ پر مشتمل چھوٹے چھوٹے جملے بولے اور منہ پر ہاتھ پھیر کر تمام نمازیوں کو فارغ کر دیا جس کے بعد وہ سب (مسنون اذکار پڑھے بغیر) اٹھ کھڑے ہوں۔

درحقیقت یہ دعا نہیں رسم ہے جو انتہائی نیک نیتی سے ہر فرض نماز کے بعد ادا کی جاتی ہے اور اس طرح غیر شعوری طور پر ایک سنت کو مٹانے کا گناہ کیا جا رہا ہے۔ افسوس کہ لوگوں کو بدعتوں پر عمل کرنے کے لیے تو بڑا وقت مل جاتا ہے مگر سنت کو اپنانے کے لیے وقت نہیں ملتا، جو شخص بدعت کی تردید کرے اسے سرے سے دعا ہی کا منکر بنا دیا جاتا ہے جب کہ سنت کا تارک اہل السنۃ والجماعۃ !!

۱۰۔ فرض نمازوں کے بعد مسنون اذکار اور دعاؤں کو چھوڑ کر ان کے متبادل کے طور پر لا الہ الا اللہ کے اجتماعی ورد اور ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا مانگنے کو اس لیے رواج دیا گیا ہے کہ یہ ہمارے مسلک کی علامت اور پہچان بن جائیں۔ کیا کسی مسلک کے تحفظ کے لیے شرعی مسائل و احکام کے ساتھ اس طرح کھیلنا جائز ہے؟ اسلام کا حکم کیا ہے؟ فرقہ واریت کو مٹایا جائے یا اسے فروغ دیا جائے؟

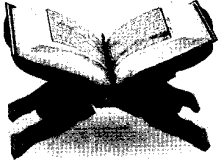
خلاصہ یہ ہے کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا فی نفسہ جائز ہے لیکن اس جائز کا نکر اذکار ایک سنت سے ہو رہا ہے، لہذا اسے معمول نہیں بنانا چاہیے کیونکہ سنت رسول مقبول ﷺ ہی اس بات کا زیادہ حق رکھتی ہے کہ وہ ہر کلمہ گو مسلمان کا معمول بنایا جائے اور یہ مسلمان کا مسلک اور پہچان بنے، لہذا ہمیں عموماً انہی اذکار اور دعاؤں پر اکتفا کرنا چاہیے جن پر ہمارے پیارے نبی ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمیشہ اکتفا کرتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے۔ آمین! (ع۔ ر)

یاد رہے کہ امام کے سلام پھیرنے سے جماعت ختم ہو جاتی ہے مگر نمازیوں کا اجتماع ختم نہیں ہوتا بلکہ ہر نمازی اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ کر عموماً ایک ہی قسم کے مسنون الفاظ پڑھا رہا ہوتا ہے۔ یہی نماز باجماعت کے بعد اجتماعی دعا کا مسنون تصور ہے اور اسی پر سلف صالحین کا عمل رہا ہے لیکن یہ بات کہ امام اور مقتدی حضرات لازماً ہاتھ اٹھائیں اور مخصوص مروجہ انداز میں مختصر سی رسم دعا ادا کر کے نمازیوں کو فارغ کر دیں تو یہ کسی طرح درست نہیں ہے۔ (محمد عبدالجبار)



پانچواں باب

# شیعیت اور مرزائیت



فصل اول: عقائد شیعہ

فصل دوم: مرزائیت

- توحید و شرک
- اہل سنت و جماعت کون
- تقلید و تہذیب
- چند اہم امور کی وضاحت
- شیعیت اور مرزائیت
- منفرقات

قرآن کریم کے بارے میں شیعہ اثنا عشریہ کا عقیدہ جو ان کی پہلی بنیادی کتاب ”الکافی“ (مصنفہ کلینی) سے لے کر آج کے دور کے شیعوں کے حاضر امام خمینی کی تصانیف تک ہر مقام پر یہ لکھا ہوا ملتا ہے اور نیز ان کی تفاسیر وغیرہ میں بھی علی الاعلان بیان کیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے فوراً بعد آپ ﷺ کے ساتھیوں نے اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حقوق غصب کرنے کے لیے اپنی مرضی کے مطابق قرآن میں بے شمار تحریفیں اور تبدیلیاں کیں اور یہ قرآن وہ اصلی قرآن نہیں جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا تھا، (معاذ اللہ!) وہ قرآن صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا اور اس وقت امام الزماں (امام العصر امام غائب مہدی) کے پاس ہے جو ۲۶۰ ہجری سے غائب لیکن زندہ ہیں، جب وہ ظاہر ہوں گے تو اصلی قرآن نکال کر باہر لائیں گے۔



## فصل اول

## عقائد شیعہ

نظریہ امامت، صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے بغض و عداوت اور تحریف قرآن، یہ تین عقیدے ایسے ہیں جنہوں نے شیعہ صاحبان کو اہل سنت و الجماعت سے بالکل کاٹ کر علیحدہ کر دیا ہے اور اب ان کی اسلام سے اور مسلمانوں سے کوئی قدر مشترک نظر نہیں آتی۔ اس کے علاوہ یہ غیر اللہ کو پکارتے ہیں جس کا ذکر توحیدی العبادت اور شرک فی العبادت میں بڑی تفصیل کے ساتھ کیا جا چکا ہے اور یہ لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا اور حاجت روا مانتے ہیں اور حنفی بریلوی اس معاملہ میں ان کے ہم عقیدہ ہیں، حالانکہ ابو طالب جو رسول اللہ ﷺ کے حقیقی چچا تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے باپ تھے وہ کافر فوت ہوئے اور دوزخی ہیں، یہ قرآن میں ہے۔ (القصص: ۵۶۔ التوبہ: ۱۱۳/۹) سب جمہور مفسرین کے مطابق یہ دونوں آیات ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئیں۔ (دیکھیے ترجمہ احمد رضا خان صاحب و تفسیر مراد آبادی) یہ مسئلہ بخاری و مسلم میں ہے اور حنفی فقہ کی کتابوں میں بھی ہے۔ مثلاً دیکھیے صفحہ ۴۳۴، ۴۳۵ سے نمبر شمار ۳۱، ۳۲۔ ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ مشکل کشا و حاجت روا نہیں۔ کربلا کا واقعہ ہمارے سامنے ہے جس میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سارا گھرانہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے جملہ ساتھی کربلا کے میدان میں شہید ہوئے۔ یہ واقعہ بھی ثابت کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ مشکل کشا یا حاجت روا نہیں بلکہ ان لوگوں نے یہ نام اپنی طرف سے رکھ لیے ہیں حالانکہ حاجت روائی، مشکل کشائی صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

شیعہ عقائد کا اصلی روپ:

سب سے اہم انکشاف یہ ہے کہ شیعیت بذات خود ایک الگ مذہب ہے جو کلمہ، بنیادی

عقائد، ارکان، عبادات، فقہی مسلک وغیرہ کے ہر ایک معاملہ میں جزئیات تک قرآن و سنت کے خلاف، متوازی اور ایک الگ تعلیم دیتا ہے اور اسلام اور شیعیت آپس میں کہیں بھی نہیں ملتے۔ لہذا یہ نہایت عظیم اور خطرناک غلطی ہے اور ہوگی، بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ دوسرے مسلمانوں کو دھوکا دینا ہوگا کہ یوں کہا جائے کہ شیعہ مذہب کے تبعین اسلام ہی کا ایک فرقہ ہیں۔ اسلام کی ساری تعلیم کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور ختم نبوت اور آپ ﷺ پر نازل شدہ کتاب قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی سنت اور احادیث ہیں، شیعہ ان تینوں معاملات میں قطعی علیحدہ مسلک اور عقیدہ رکھتے ہیں، تفصیل حسب ذیل ہے۔

### ۱۔ قرآن کے بارے تحریف کا عقیدہ:

قرآن کریم کے بارے میں شیعہ اثنا عشریہ کا عقیدہ جو ان کی پہلی بنیادی کتاب ”الکافی“ (مصنفہ کلینی) سے لے کر آج کے دور کے شیعوں کے حاضر امام خمینی کی تصانیف تک ہر مقام پر یہ لکھا ہوا ملتا ہے اور نیز ان کی تفاسیر وغیرہ میں بھی علی الاعلان بیان کیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے فوراً بعد آپ ﷺ کے ساتھیوں نے اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حقوق غصب کرنے کے لیے اپنی مرضی کے مطابق قرآن میں بے شمار تحریفیں اور تبدیلیاں کیں اور یہ قرآن وہ اصلی قرآن نہیں جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا تھا، (معاذ اللہ!) وہ قرآن صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا اور اس وقت امام الزماں (امام العصر امام غائب مہدی) کے پاس ہے جو ۲۶۰ ہجری سے غائب لیکن زندہ ہیں، جب وہ ظاہر ہوں گے تو اصلی قرآن نکال کر باہر لائیں گے۔ موجودہ قرآن سے آل محمد رضی اللہ عنہم کے حقوق کے بارے میں، علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اول بننے (خلیفہ بلا فصل) کے بارے میں نیز علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد میں امامت کے بارے میں، ائمہ کے ناموں سمیت جو کچھ نازل ہوا تھا وہ سب کچھ نکالا گیا ہے اور بے شمار آیات تحریف اور تبدیل کر کے اس قرآن میں لکھی گئی ہیں اور داخل کی گئی ہیں۔

### ۲۔ حدیث اور سنت کو رد کرنا:

رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور سنن قرآن پاک کی تفسیر اور تشریح ہیں، حدیث سے مراد رسول اللہ ﷺ کے اقوال اور ارشادات ہیں اور سنت سے مراد آپ ﷺ کے اعمال، اور جو اعمال

آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صادر ہوئے ان کی عملی صورت کو سنت کہا جاتا ہے۔ ان دونوں حدیث اور سنت کے ابتدائی پہنچانے والے راوی بھی قرآن کریم پہنچانے والوں کی طرح رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہو سکتے تھے اور وہی ہیں۔ حدیث و سنت کی روشنی میں نہ صرف قرآن کریم کی صحیح منشا، معنی اور مفہوم متعین ہوتا ہے بلکہ مذہب اسلام کے ہزاروں ایسے جزئیاتی مسائل ہیں جن کی تفصیل پیغمبر کریم ﷺ کی حدیث و سنت ہی سے ملتی ہے۔ اس بارے میں بھی شیعوں کی راہ اسلام سے بالکل الگ اور جدا ہے۔ شیعہ تقیہ کر کے سنت و حدیث کا نام تو لیتے ہیں، لیکن درحقیقت حدیث و سنت سے ان کی اصل مراد رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور اعمال نہیں ہیں، جن کے پہلے راوی رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہو سکتے ہیں اور وہی ہیں۔ بلکہ شیعوں کے نزدیک چونکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سوائے تین یا چار کے باقی سب ناقابل اعتبار، غاصب، منافق، لالچی، خود غرض، مرتد اور کافر تھے (نعوذ باللہ!) جنہوں نے قرآن ہی کو تبدیل کر دیا تو پھر احادیث پر کیا اعتبار۔ پھر شیعوں کے پاس احادیث کی اپنی مرتب کی ہوئی دوسری الگ کتابیں ہیں جن کی آخری سند رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی نہیں بلکہ شیعوں کے ائمہ ہیں اور سنت و حدیث سے ان کی مراد وہی روایتیں ہیں جو ائمہ کے ناموں سے منسوب ان کی کتابوں میں مرقوم ہیں۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی مشہور کتابوں سے، جن کو کتب ستہ کہا جاتا ہے، شیعوں کی روایتوں کی معتبر کتابوں کو جن کو وہ ”اصول اربع“ کہتے ہیں تقابل میں لایا جائے تا کہ اصل حقیقت مکمل طور سے واضح ہو سکے۔

اسلام میں احادیث کی مشہور کتابیں:

- ۱۔ مؤطا امام مالک، از امام مالک بن انس۔ ولادت ۹۵ ہجری، وفات ۱۷۹ ہجری۔
- ۲۔ صحیح بخاری، از امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری۔ ولادت ۱۹۴ ہجری، وفات ۲۵۶ ہجری۔
- ۳۔ صحیح مسلم، از امام حافظ مسلم بن حجاج القشیری۔ ولادت ۲۰۴ ہجری، وفات ۲۶۱ ہجری۔
- ۴۔ جامع ترمذی، از امام ابو عیسیٰ محمد بن موسیٰ۔ ولادت ۲۰۹ ہجری، وفات ۲۷۹ ہجری۔
- ۵۔ سنن ابی داؤد، از امام ابو داؤد سلیمان بن الاشعث۔ ولادت ۲۰۲ ہجری، وفات ۲۷۵ ہجری۔
- ۶۔ سنن نسائی، از امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب۔ ولادت ۲۱۴ ہجری، وفات ۳۰۳ ہجری۔

۷۔ سنن ابن ماجہ، از ابو عبد اللہ محمد بن یزید۔ ولادت ۲۰۹ ہجری، وفات ۲۷۳ ہجری۔

شیعہ مذہب میں ائمہ کی طرف منسوب روایات کی مشہور کتابیں (اصول اربع):

۱۔ الجامع الکافی، از ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی رازی۔ وفات ۳۲۸ ہجری۔ حال ہی میں ۱۳۹۱ ہجری میں ایران سے ۸ جلدوں میں چھپی ہے۔

۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ، از محمد بن علی ابن بابویہ قمی۔ وفات ۳۸۱ ہجری۔ حال ہی میں ۱۳۹۰ ہجری میں ایران سے بھی چھپی ہے، چار جلدوں میں ہے۔

۳۔ استبصار، از ابو جعفر محمد بن حسن طوسی۔ وفات ۴۶۰ ہجری۔ حال ہی میں ۱۳۹۰ ہجری میں ایران سے چار جلدوں میں چھپی ہے۔

۴۔ تہذیب الاحکام، از ابو جعفر محمد بن حسن طوسی۔ وفات ۴۶۰ ہجری۔ حال ہی میں ۱۳۹۰ ہجری میں ایران سے بھی دس جلدوں میں چھپی ہے۔

شیعوں کے بارے میں قرآن میں تحریف اور تبدیلی کے عقیدے کی بات تو عوام میں بھی مشہور ہے لیکن انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی احادیث کو بھی رد کیا ہے۔ اس حقیقت سے تو ہمارے اکثر علمائے کرام بھی ناواقف ہیں اور میرے اوپر بھی یہ انکشاف تب ہوا جب میں نے ان کی اصل بنیادی کتابیں دیکھی ہیں، جن کا میں نے یہ مختصر تعارف کرایا ہے۔

۳۔ ختم نبوت کے انکار کی قطعی صورت:

پہلے بیان کردہ حقائق کو سامنے رکھ کر شیعیت پر غور کیا جائے تو اس میں ختم نبوت کا معاملہ اس طرح ہے:

- ۱۔ قرآن مجید شیعوں کے نزدیک تحریف اور تبدیل شدہ ہے۔
- ۲۔ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو وہ رد کرتے ہیں اور ان کے پاس بالکل الگ، ائمہ کے ناموں سے ہزار ہا متوازی روایات ہیں جو قرآن کریم کی واضح تعلیم اور رسول اللہ ﷺ کی متواتر احادیث کی ضد اور مقابل ہیں اور شیعہ مذہب کی پوری عمارت ان روایات کی عملی شکل ہے۔
- ۳۔ ان کے عقیدہ کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ، جن کی تعداد کم و بیش سو لاکھ ہے، ان میں سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر چار افراد کے سوا باقی تمام رسول اللہ ﷺ کی

وفات کے بعد فوراً مرتد اور کافر بن گئے۔ (نعوذ باللہ من شرذک) شیعوں نے رسول اللہ ﷺ کی تیس سالہ دور نبوت والی زندگی کے تمام سرمایہ کو بیکار بنا دیا ہے، جس کے معنی یوں سمجھنے چاہئیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے آخری نبی بن کر آنے ہی کو بے فائدہ اور بے فیض کہا ہے۔ (العیاذ باللہ!) پھر جہاں رسول اللہ ﷺ کے آخری نبی بن کر معبود بنے تو تصور ہی بے فائدہ بن جائے تو اس مذہب میں ختم نبوت کا حقیقی تصور بھی کہاں آئے گا، عقیدہ تو بڑی دور کی بات ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیعہ مذہب میں امامت کے نام سے نبوت سے بھی افضل اور اعلیٰ منصب ایجاد کیا گیا ہے، جس کی موجودگی میں رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کا عقیدہ اس طرح ہو جاتا ہے کہ اس کا خالی تصور بھی تلاش کرنے سے نہیں ملتا۔

### ۴۔ شیعوں کے ان عقائد میں سے ہر ایک کا صریحاً کفر ہونا:

ہر شخص کو معلوم ہے کہ پوری دنیا کے علمائے کرام کا یہ متفقہ فتویٰ ہے کہ قادیانی مسلمان نہیں ہیں، کیونکہ یہ اسلام کے ایک اہم بنیادی عقیدہ ختم نبوت کے منکر ہیں اور یہ رسول اللہ ﷺ کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں اور اس کے اوپر وحی آنے کے قائل ہیں تو پھر یہ ظاہر ہے کہ جہاں قرآن کی تحریف کا عقیدہ ہو، امامت کے نام پر نبوت ہو، رسول اکرم ﷺ کی احادیث کو رد کیا گیا ہو، تو پھر ان لوگوں کو اسلام کا یا مسلمانوں کا ایک فرقہ کہنا یا ان لوگوں کا خود کو مسلمانوں کا ایک فرقہ کہلانا، کس طرح سے درست ہو سکتا ہے؟ یہ ایک ایسا سادہ اور آسان سوال ہے کہ کسی عام مسلمان کو بھی اس کا جواب دینے میں دیر نہیں لگے گی، بشرطیکہ اس کو مذکورہ حقائق کا صحیح علم ہو یا اس کو صحیح حقائق سے آگاہ کیا گیا ہو۔ چنانچہ شیعوں کے بارے میں بھی یہ حقیقت ثابت ہے کہ ابتدائی دور سے لے کر ہماری اسلامی دنیا کے جید علماء نے ان کے خارج از اسلام ہونے کے بارے میں فتوے دیے ہیں، یہ تین باتیں جو ”شیعہ عقائد کا اصلی روپ“ میں بیان ہو چکیں، ان کے علاوہ علمائے اہل سنت کا اس بات پر بھی متفق علیہ کفر کا فتویٰ موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر اور مرتد کہنے والا کافر ہے، کیونکہ قرآن مجید میں بے شمار مواقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کی گئی ہے اور ان کے لیے رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیثوں میں واضح الفاظ ہیں۔ ان کے ناموں

سے بھی بہت بشارتیں موجود ہیں۔ پھر ان پاکیزہ ہستیوں کے لیے بدکلامی کرنے سے قرآن کی بے شمار آیات اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا انکار لازم ہو جائے گا اور یہ بات صریحاً کفر ہے۔

۵۔ ہمارے علمائے کرام کی حیرت انگیز لاعلمی:

یہ سب کچھ معلوم کرنے اور شیعہ مذہب کے اصلی روپ سے واقف ہونے کے بعد فطری طور پر مجھے یہ جستجو رہی کہ اس عظیم فتنہ کے بارے میں ہمارے علماء نے کیا کیا ہے اور کیا کر رہے ہیں؟ کیا لکھا اور کیا لکھ رہے ہیں؟ لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ سوائے ان چند انگلیوں پر گئے جانے والے علماء کے، جو شیعہ مذہب کے اصلی روپ اور حقائق سے اچھی طرح واقف ہیں اور ان کے بارے میں وہ یقیناً مواعظ اور تقاریر کے ذریعہ اپنی تمام قوتیں صرف کر رہے ہیں، باقی تمام علماء اس بارے میں قطعی لاعلم اور خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں۔ بیشتر علماء کو شیعہ مذہب کی اصلی حقیقت، ان کے عقائد، علمی ماخذ، فقہ، شیعہ مذہب کی تاریخ وغیرہ کے بارے میں مشکل سے اتنی معلومات ہیں جتنی ایک عام درمیانہ درجہ کے مسلمان کو ہوتی ہیں۔ مدارس اسلامیہ میں بھی منطق اور فلسفہ کی تعلیم کا تو اعلیٰ سے اعلیٰ انتظام کیا ہوا ہے، قادیانیت کے فتنہ کا سدباب کرنے کے لیے (وہ بھی کسی حد تک) اور ختم نبوت کے عقیدہ کی تعلیم کا تو انتظام ہے لیکن شیعیت کے اتنے بڑے فتنہ کو سمجھنا، مسلم دنیا کے لیے خمینی صاحب کے تباہ کن توسیعی عزائم سے واقفیت رکھنا، خود پاکستان میں اندرونی اور بیرونی دباؤ سے شیعیت کا کس طرح جال بچھایا جا رہا ہے، اس میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن انتظامیہ کیسا کردار ادا کر رہے ہیں (اس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ خود کوئی وی دیکھنے کا پابند بنایا جائے)، اخبار و رسائل میں کیا چھپتا ہے، شیعوں کی کون کون سی کتابیں، رسائل، پلیٹن یا اشتہارات شائع یا نشر ہو کر مسلمانوں کے گھروں میں مفت، بغیر ایڈریس کے پہنچ رہے ہیں۔ دوسری طرف سنی علماء کی لائبریریوں میں شیعوں کی بنیادی ضخیم کتابیں تو دور کی بات ہے خود سنیوں کے جدید علماء کی پرانی و مشہور کتابیں، مثلاً تحفہ اثنا عشریہ فارسی اور اس کا اردو ترجمہ از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، آیات بینات از نواب سید محمد مہدی علی، نصیحة الشیعہ از حضرت مولانا احتشام الدین مراد آبادی، تحفۃ الوہاب از حضرت مولانا عبدالوہاب گلال (سندھی میں) شیعہ حضرات سے ایک سو سوالات (اردو اور سندھی) وغیرہ بھی موجود نہیں، جہاں ہیں تو وہاں

بھی صرف کتب خانوں کی زینت بنا کر رکھی گئی ہیں۔ کسے ضرورت پڑی ہے جو ان کو کھول کر مطالعہ کرے کہ ان میں شیعیت کے بارے میں کیا لکھا ہوا ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) نتیجہ ظاہر ہے کہ ہمارے اکثر علمائے کرام بلکہ یوں کہا جائے کہ چند علماء کے سوا، جو ہمہ وقت اس عظیم فتنہ کی بیخ کنی میں مصروف ہیں، شیعیت کے بارے میں باقی سب علماء ایک عام درمیانے درجے کے مسلمان جتنا علم رکھتے ہیں اور ان چند علماء سے کیا ہو سکے گا جب کہ ان کو باقی تمام علماء کی اخلاقی مدد بھی میسر نہیں۔ حال تو یہ ہے کہ کچھ علماء دنیوی طمع میں آکر شیعوں کی مجالس میں جا کر اور ریڈیو، ٹیلی ویژن پر شیعوں کے پروگراموں میں شریک ہو کر شیعیت کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کر کے اسلام کے لیے ضرر رساں بن رہے ہیں۔ یہاں میں یہ بات بھی واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جہاں تک میرے تحقیقی مطالعے کا تعلق ہے تو شروع سے لے کر آج تک اسلام کے نام پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازش کے تحت صرف دو مذاہب ایک شیعیت اور دوسرا قادیانیت وجود میں آئے ہیں جن کی ہر بات اسلام (قرآن و سنت اور ختم نبوت) کی ہر بات سے تحریری طور پر نکرانے والی ہے اور یہ دونوں مذاہب اسلام کے خلاف مکمل طور پر کتابی صورت میں قلم بند کیے ہوئے ہیں اور ان دونوں مذاہب میں بھی شیعیت کو اولیت حاصل ہے، جس کے مندرجہ ذیل دو سبب ہیں:

۱۔ اسلام میں شیعیت کا فتنہ دوسرے تمام فتنوں سے پرانا اور پہلا ہے۔ پہلی صدی ہجری کی پیداوار ہے، اس مذہب کے ماننے والوں کی حکومتیں بھی رہی ہیں، لہذا اس مذہب کے ماننے والوں کو اسلام کے خلاف ہر بات ایجاد کرنے اور تصنیف کرنے میں حد سے زیادہ آسانیاں اور مراعات میسر رہی ہیں اور ہیں۔

۲۔ اسلام کے نام پر دنیا میں شیعہ مذہب پہلا مذہب ہے جس کے تصنیف کرنے والوں نے دنیا کے سامنے قرآن کو محرف کہنے اور ثابت کرنے کے لیے خود قرآن مجید میں تحریفیں کی ہیں اور ان کی اول درجے والی پہلی معتبر ترین کتاب ”الکافی کلینی“ (جس کے مصنف نے ۳۲۸ ہجری میں وفات پائی) اس میں امامت کا عقیدہ قرآن پاک کی تحریف سے ثابت کیا گیا ہے۔ (العیاذ باللہ!)

ان شیعوں نے تحریف قرآن کے خود تراشیدہ عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے خود قرآن کریم

میں تحریف کی اور ایسی بے شمار آیات انھوں نے خود بنا ڈالیں اور ان کے لیے دعوے کیے کہ قرآن میں جو فلاں فلاں آیت ہے وہ جب نازل ہوئی تو اس میں فلاں فلاں الفاظ سے سیدنا علیؑ اور پانچ تن پاک کے نام تھے اور امامت کا ذکر تھا لیکن رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی نیابت، امامت، خلافت اور حکومت پر عاصبانہ قبضہ کیا (نعوذ باللہ!) انھوں نے قرآن مجید میں سے ایسے الفاظ اور آیتیں خارج کر وادیں، اس لیے موجودہ قرآن میں سیدنا علیؑ کی امامت اور خلافت اور آپ کی نسل میں امامت اور خلافت کا ذکر نہیں ملتا۔ شیعہ مذہب کے مصنفین کی تحریف قرآن کا عقیدہ ایجاد کرنے کی ضرورت کا اصلی پس منظر یہی ہے۔

۳۔ شیعہ اثنا عشریہ کے مقبول ترجمہ مع حاشیہ میں تحریف و تغیر کی تقابلی صورت میں چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

اس وقت میرے سامنے ”مقبول تفسیر و ترجمہ مع حاشیہ“ کے دو نسخے موجود ہیں۔ ایک نسخہ تیسرا ایڈیشن ۹۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسرا نسخہ پانچواں ایڈیشن، مطبوعہ لاہور ہے اور اس کے ۱۳۰۶ صفحات ہیں۔ یہ ترجمہ شیعہ اثنا عشریہ کے مطابق قرآن پاک کا با محاورہ ترجمہ ہے۔ اس کے حاشیہ میں زیادہ تر ائمہ کی روایات کی صورت میں تفصیل سے اردو میں تشریحی نوٹ لکھے گئے ہیں۔ سرورق پر کتاب کے مترجم و مفسر کا نام مولانا مولوی حکیم سید مقبول احمد شاہ صاحب دہلوی لکھا ہوا ہے۔ شیعہ مجتہد و مفسر نے اس تفسیر کے حواشی لکھنے میں جن اثنا عشریہ شیعوں کی معتبر و مستند ترین بنیادی کتابوں سے حوالہ جات لیے ہیں، وہ یہ ہیں: الکافی، الصافی، شرح نہج البلاغہ، امالی، مجمع البیان، علل الشرائع، الجوامع، تفسیر عیاشی، تفسیر قمی، کتاب التوحید، المعانی، اخبار الرضا، اکمال، الاحتجاج، تفسیر امام حسن عسکری (امام کی طرف منسوب کی ہوئی)، فصل الخطاب، روضۃ الواعظین، منج الصادقین وغیرہ وغیرہ۔

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ قرآن کریم کی تشریح و تفسیر رسول اللہ ﷺ نے خود فرمائی ہے اور احادیث کی کتابیں اس کی شاہد ہیں لیکن مندرجہ بالا اٹھارہ کتب میں آپ کو حدیث کی معتبر ترین ان چھ کتب صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں سے کسی کتاب کا نام ملتا ہے؟ تو پھر یہ حالت اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ شیعوں



کے دین کی بنیادیں نبی ﷺ کی احادیث نہیں ہیں بلکہ وہ جعلی روایات ہیں جن کو شیعہ مذہب کے مصنفین نے خود تراش کر ائمہ کے نام منسوب کیا، جن میں خود قرآن مجید کی تحریف کا ذکر ہے اور اماموں کے لیے کتمان اور تقیہ کا اصول بنایا گیا ہے اور اماموں کو نبی اکرم ﷺ جیسا کہا گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ میں نے اس مقبول تفسیر و ترجمہ کو شیعوں کے ہاں قرآن کی تحریف کا عقیدہ ثابت کرنے میں مندرجہ ذیل خاص وجوہ کی بنا پر اولین درجہ دیا ہے:

۱۔ یہ قرآن مجید کا مقبول ترجمہ و تفسیر برصغیر پاک و ہند میں، اردو زبان میں ایک شیعہ اثنا عشریہ مجتہد اور مفسر کا ۱۳۳۱ ہجری بمطابق ۱۹۱۳ء میں تحریر کردہ ہے اور ۱۹۵۵ء تک پانچ مرتبہ طبع ہوا ہے، اس کے بعد کتنی مرتبہ چھپا اس کی کوئی خبر نہیں ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ تفسیر شیعہ اثنا عشریہ کی برصغیر کے تمام شیعہ علماء کے نزدیک، چاہے وہ اردو دان ہوں یا سندھی، سب کے نزدیک شیعہ مذہب کی صحیح ترجمانی کرنے والی تفسیر ہے۔

۲۔ اس تفسیر کے سرورق پر تحریر شدہ عبارت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ یہ تفسیر شیعوں کے عقیدہ کے مطابق اہل بیت کے مذہب کے مطابق لکھی گئی ہے۔

۳۔ اس تفسیر کی ۱۲ شیعہ مجتہد العصر علماء نے کم و بیش ان الفاظ میں تصدیق کی ہے کہ اس تفسیر کا ماخذ وہ روایتیں ہیں جو حضرات اہل بیت سے منقول ہیں۔

۴۔ اس تفسیر کے تمام حواشی شیعہ اثنا عشریہ کی مذہبی، بنیادی اور مستند ترین اٹھارہ سے زیادہ کتابوں میں سے ائمہ کی طرف منسوب کردہ روایات سے مرتب کیے گئے ہیں اور یہ تمام مواد مترجم نے خود اردو زبان میں ترجمہ کر کے تحریر کیا ہے، جس میں غیر شیعہ کی طرف سے تغیر یا غلط معنی کرنے کے شک کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور یہ بڑی اہم بات ہے۔

۵۔ اس ایک ہی تفسیر پڑھنے سے ایک قاری کو شیعہ مذہب کی اٹھارہ معتبر ترین کتب سے وہ مواد مل جاتا ہے جو شیعہ مذہب کے مصنفین نے تحریف قرآن کے بارے میں ائمہ کی طرف منسوب کردہ روایات سے لکھ دیا ہے اور اس ایک ہی کتاب کے مطالعہ سے یوں معلوم ہوتا ہے گویا کہ شیعہ مذہب کی اٹھارہ کتابیں مطالعہ کر لیں، جن کے اوپر شیعہ مذہب کی عمارت تعمیر شدہ ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ تفسیر شیعوں کے جملہ عقائد اور تقریباً تمام اہم مسائل کی ائمہ کی روایات کے حوالہ سے ترجمانی کر رہی ہے اور یہ بات بھی اس کی اہمیت پر دلالت

کرتی ہے۔

۶۔ اس تفسیر کے پڑھنے سے یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ شیعہ مذہب کے مصنفین نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے پورے ذخیرہ کو رد کر کے، ان کے مقابلے میں ائمہ کے ناموں سے روایات بنا کر قرآن میں جہاں بھی ان کو ضرورت پیش آئی وہاں لفظی تحریف کر کے اور باقی پورے قرآن میں معنوی تحریف کر کے شیعہ مذہب کی عمارت تعمیر کی ہے، لہذا اسلام الگ چیز ہے اور شیعیت الگ چیز ہے، ان کا آپس میں دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اب حقیقت یہ ہے کہ یہ اٹھارہ کتابیں اور ان جیسی دیگر کتابیں، جن میں قرآن میں تحریف کے مضامین اور روایات شد و مد کے ساتھ موجود ہیں، یہ تمام پڑھ کر شیعوں کے علماء و مجتہدین بن رہے ہیں اور ان کا تحریف قرآن کا عقیدہ ہوتا ہے تو وہ پھر کیسے تحریف قرآن کے عقیدہ کا انکار کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان کا ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر مسلمانوں کے سامنے یا جاہل ناواقف شیعوں کے سامنے شیعیت میں قرآن کی تحریف کے عقیدے کا انکار سراسر کتمان یا تقیہ یعنی دوسروں کو دھوکا دے کر شیعیت کی طرف راغب کرنے اور شیعہ بنانے کی ایک چال ہے، جس کا ان کے اصلی مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اب شیعوں کے ہاں قرآن مجید میں تحریف کو آیات کے مقابلہ کی صورت میں بغیر ترجمہ کے حوالہ جات سے پیش کرتا ہوں، تاکہ صرف لفظی تحریف آسانی سے دیکھی جاسکے اور سمجھنے میں زیادہ آسانی ہو۔

### اہل تشیع کی قرآن میں تحریف:

مندرجہ ذیل مقامات پر شیعوں نے قرآن کی آیات میں تحریف کی ہے۔ ان سب آیات میں پہلے قرآن شریف کی آیات دی گئی ہیں اور اس کے بعد شیعوں کے ہاں تحریف شدہ آیات ترتیب وار دی گئی ہیں:

۱۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَالْإِسْمَاعِيلَ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾

[ال عمران: ۳۳]

﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَالْإِسْمَاعِيلَ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾

[تفسیر مقبول: ۱۰۵]

- ۲- ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ﴾ [آل عمران: ۸۱]
- ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ أُمَّمِ النَّبِيِّينَ﴾ [تفسیر مقبول: ۱۱۸]
- ۳- ﴿وَلَتَكُنَّ مِنْكُمْ أُمَّةٌ﴾ [آل عمران: ۱۰۴]
- ﴿وَلَتَكُنَّ مِنْكُمْ أُمَّةٌ﴾ [تفسیر مقبول: ۱۲۴]
- ۴- ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ [آل عمران: ۱۱۰]
- ﴿أَنْتُمْ خَيْرُ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ [تفسیر مقبول: ۱۲۵]
- ۵- ﴿وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ﴾ [آل عمران: ۱۲۳]
- ﴿وَأَنْتُمْ ضَعْفَاءٌ﴾ [تفسیر مقبول: ۱۲۹]
- ۶- ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً﴾ [النساء: ۲۴]
- ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً﴾ [تفسیر مقبول: ۱۶۱]
- ۷- ﴿فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ﴾ [النساء: ۵۹]
- ﴿فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ وَالْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ [تفسیر مقبول: ۱۷۳]
- ۸- ﴿جَاءُوكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ﴾ [النساء: ۶۴]
- ﴿جَاءُوكَ يَا عَلِيُّ فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ﴾ [تفسیر مقبول: ۱۷۴]
- ۹- ﴿مَا يُوعِظُونَ بِهِ لَكَانَ﴾ [النساء: ۶۶]
- ﴿مَا يُوعِظُونَ بِهِ فِي عَلِيِّ لَكَانَ﴾ [تفسیر مقبول: ۱۷۵]
- ۱۰- ﴿لَكِنَّ اللَّهَ يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ﴾ [النساء: ۱۶۶]
- ﴿لَكِنَّ اللَّهَ يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ فِي عَلِيِّ أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ﴾ [تفسیر مقبول: ۲۰۶]
- ۱۱- ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ﴾ [النساء: ۱۶۸]
- ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا أَلِ مُحَمَّدٍ حَقَّهُمْ لَمْ يَكُنِ اللَّهُ﴾ [تفسیر مقبول: ۲۰۷، ۲۰۶]
- ۱۲- ﴿قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ﴿ [النساء: ۱۷۰]

﴿ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فِي وَلايَةِ عَلِيٍّ فَأَمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ  
وَإِنْ تَكْفُرُوا بِوَلايَةِ عَلِيٍّ فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ﴾

[ تفسیر مقبول: ۲۰۶، ۲۰۷ ]

۱۳- ﴿ ذُو عَدْلٍ مِّنكُمْ ﴾ [المائدة: ۹۵]

﴿ ذُو عَدْلٍ مِّنكُمْ ﴾ [ تفسیر مقبول: ۲۴۴ ]

۱۳- ﴿ فَأَتَهُمْ لَئِيكًا بُونًا ﴾ [الأنعام: ۳۳]

﴿ فَأَتَهُمْ لَئِيكًا بُونًا ﴾ [ تفسیر مقبول: ۲۶۰ ]

۱۵- ﴿ إِنَّ الَّذِينَ فَارَقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا ﴾ [الأنعام: ۱۵۹]

﴿ إِنَّ الَّذِينَ فَارَقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا ﴾ [ تفسیر مقبول: ۲۹۶ ]

گزشتہ صفحات میں شیعہ اثنا عشریہ کے مقبول ترجمہ تفسیر مع حاشیہ میں سے میں نے صرف چند تحریف شدہ آیات کے بیان پر اکتفا کیا ہے۔ آیات کے الفاظ میں تحریف کے علاوہ اس ترجمہ و تفسیر کے مکمل حواشی معنوی تحریف سے بھرے پڑے ہیں۔ پھر بھی یہاں میں مقبول حاشیہ میں سے صرف چند معنوی تحریفات کو نمونہ کے طور پر پیش کرتا ہوں، جن سے آپ کو شیعہ مذہب کے اصل خدوخال کی معلومات حاصل ہو جائیں گی اور آپ آسانی سے جان لیں گے کہ اس مذہب کے مصنفین اور موجد کون تھے؟

۱۶- ﴿ يَوْمًا لَا يُجْزِي نَفْسٌ ﴾ [البقرة: ۴۸]

﴿ يَوْمًا لَا يُجْزِي نَفْسٌ ﴾ [ تفسیر مقبول: ۱۳ ]

مقبول حاشیہ میں آیت کی تشریح کا خلاصہ۔ ایک شیعہ نے اعمالِ صالحہ کچھ بھی نہ کیے ہوں گے تو اس کے عوض ایک لاکھ سنی مسلمانوں کو جہنم میں بھیج کر اس کو جہنم سے بچایا جائے گا۔

۱۷- ﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ عَلَىٰ عَقَبَيْهِ ﴾ [آل عمران: ۱۴۴]

﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ عَلَىٰ عَقَبَيْهِ ﴾ [ تفسیر مقبول: ۱۴۴ ]

مقبول حاشیہ میں امام محمد باقر سے مروی ہے کہ بعد جناب رسول اللہ ﷺ کے سوائے تین شخصوں کے اور سب مرتد ہو گئے۔ (امام جعفر صادق نے) ارشاد فرمایا کہ دو عورتوں نے رسول اللہ ﷺ کو موت سے پہلے زہر دے دیا تھا۔ (قول مترجم) مطلب حضرت کا وہی دو

عورتیں ہیں، رب ان پر اور ان کے باپوں پر لعنت کرے۔ (تفسیر مقبول: ۱۳۴)

یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شیعہ مذہب کے تمام متقدمین و متاخرین علماء و مجتہدین اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد تین یا چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوا باقی سب (نعوذ باللہ) مرتد اور کافر ہو گئے تھے اور یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت ازواج مطہرات میں سے خصوصاً سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما پر تو لعن طعن اور تبرا کرتے ہیں، جیسا کہ آپ نے مولوی مقبول احمد شاہ کے خودنوشتہ الفاظ پڑھے۔

رسول اللہ ﷺ کو دو عورتوں نے زہر دیا، ان سے شیعوں کی مراد ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ (نعوذ باللہ!) رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت ازواج مطہرات پر تہمت اور بہتان باندھنے کے بارے میں اس مذہب کے لیے کیا کہا جائے جو مذہب مکمل جھوٹ و فریب پر مبنی ہو تو اس کے کس کس جھوٹ کی نفی کی جائے، حالانکہ سیرت اور احادیث کی تمام کتابوں میں یہ واقعہ مرقوم ہے کہ خیبر کی فتح کے بعد رسول اللہ ﷺ نے چند دن خیبر میں قیام فرمایا تھا، انھی دنوں ایک یہودیہ عورت زینب بنت حارث زوجہ سلام بن شکم نے بکری کا گوشت بھون کر رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ کے طور پر پیش کیا تھا، آپ ﷺ نے اس گوشت سے ایک لقمہ اٹھایا پھر فوراً ہاتھ روک لیا۔ آپ کے ساتھ سیدنا بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ کھانے میں شریک تھے، انھوں نے کچھ زیادہ کھا لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بھی روک دیا لیکن چونکہ وہ زیادہ کھا چکے تھے، لہذا زہر نے اثر کیا اور وہ فوت ہو گئے۔ (سیرت المصطفیٰ: ۲۲۲) اس زہر کا اثر رسول اللہ ﷺ کی آخری عمر تک رہا، جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ آخری وقت میں بھی فرماتے رہے کہ یہ اس زہر کا اثر ہے جو میں نے کھایا تھا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته: ۴۴۲۸]

اور یہی اعتراف بعض شیعہ بھی کرتے ہیں جیسا کہ اس وقت شیعہ مذہب کی امامت اور ائمہ کے بارے میں ایک چارٹ میرے آگے ہے۔ یہ چارٹ شیعہ ویلفیئر آرگنائزیشن نواب شاہ کا طبع کردہ ہے اور شیعہ مجتہد علامہ علی احمد نجفی بلوچ، خطیب جامع مسجد مرتضوی نواب شاہ کا تصدیق شدہ ہے۔ اس چارٹ میں مختلف عنوانات سے ۲۶ کالم ہیں، جن میں رسول اللہ ﷺ، سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہما

اور بارہ ائمہ کے تفصیلی حالات ہیں۔ ان کالموں میں سے ۲۲ نمبر کالم کا عنوان ہے ”قاتل کا نام“ اس کالم میں رسول اللہ ﷺ کے قاتل کا نام ایک یہودی عورت دیا گیا ہے، جس سے بخاری شریف کی روایت کی تائید و تصدیق بھی ہوتی ہے۔ یہ بھی اللہ رب العزت کی حکمت ہے کہ کبھی کبھی اسلام اور مسلمانوں کے رہنماؤں کے حقیقی دشمنوں سے بھی حق اور سچ بات کہلو اور لکھو اور حق کو ثابت کرتا ہے۔ بے شک اللہ بہت بڑا ہے، بہت بڑا۔

۱۸۔ ﴿لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ﴾ [الأَنْفَالُ: ۳۷]

✽ رب تعالیٰ مومن (شیعہ) کے طینت (مٹی) میں کافر (سنی، ناصبی) کی طینت کا کچھ حصہ ملا دیتا ہے اور کافر (سنی، ناصبی) کی طینت میں مومن (شیعہ) کی طینت کا کچھ حصہ ملا دیتا ہے۔  
(تفسیر مقبول: ۳۶۰)

۱۹۔ ﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ وَأَخِيهِ﴾ [يُونُسُ: ۸۷]

✽ سوائے علی رضی اللہ عنہ اور اولاد علی رضی اللہ عنہم کے اور کسی کے لیے حلال نہیں ہے کہ میری مسجد میں عورتوں سے مقاربت کرے اور جنسی حالت میں شب باش ہو۔ (العیاذ باللہ!) (تفسیر مقبول ص: ۴۳۴)  
یہ روایت رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کی گئی ہے، اس روایت سے خود رسول اللہ ﷺ کے لیے کیا سمجھا جائے گا، ذرا غور کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت بھی اللہ کے گھر کو شیعوں کے امام باڑہ کے برابر کرنے کا مہم کا ایک حصہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے گھر کی خود حفاظت فرمائے اور اس کی عظمت اور فضیلت برقرار رکھے۔

۲۰۔ ﴿وَقَالَ الشَّيْطَانُ﴾ [ابراهيم: ۲۲]

✽ قرآن مجید میں جہاں ﴿وَقَالَ الشَّيْطَانُ﴾ آیا ہے وہیں ثانی (عمر) مراد ہے۔ (العیاذ باللہ!)  
(تفسیر مقبول: ۵۱۲)

۲۱۔ ﴿لَقَدْ عَلِمْت﴾ [بنی اسرائیل: ۱۰۲]

✽ جن لوگوں نے قرآن ناطق (بولتے قرآن علی رضی اللہ عنہ) چھوڑ دیا ہے ان کا قرآن صامت (بے زبان قرآن) کے الفاظ کو اس طرح زیر و زبر کرنا (تباہ کرنا) کچھ بعید نہیں۔ (تفسیر مقبول ص: ۵۸۳)۔

۲۲۔ ﴿وَلَمْ يَجِدْ لَكَ عِزْمًا﴾ [طہ: ۱۱۵]

✽ سارے اولوالعزم انبیاء نے سیدنا علیؑ کے اوصیاء اور غائب مہدی کو ماننے کا عہد کیا سوائے آدم کے، جس نے نہ اقرار کیا اور نہ انکار کیا (تقیہ کیا اور اللہ کو بھی دھوکا دیا۔) (مصنف کی جانب سے) (معاذ اللہ!) (تفسیر مقبول: ۶۳۷)

۲۳۔ ﴿لَیْنٌ لِّمَنِ یَتَّبِعُونَ﴾ [الأحزاب: ۶۰]

✽ اس آیت کی رو سے ایسے لوگوں پر لعنت واجب ہے جیسے کہ اس آیت میں مذکور ہیں۔

(تفسیر مقبول: ۸۵۰)

ان عبارات کو غور سے دیکھیں کہ کس طرح قرآن مجید میں منافقوں کی مذمت کے بارے میں نازل شدہ آیات کو پیغمبر کریمؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر چسپاں کر دیا گیا ہے۔ اس میں امام غائب مہدی کا بھی خاص کارنامہ ذکر کیا گیا ہے۔

۲۴۔ ﴿وَالْعَنَانُ لَعْنًا کَبِیْرًا﴾ [الأحزاب: ۶۸]

✽ ﴿وَالْعَنَانُ لَعْنًا کَثِیْرًا﴾ (تفسیر مقبول: ۸۵۱)

لعنت کرنے سے باز رہنے اور دوسروں کو لعنت کرنے سے روکنے والوں کو قیامت کے دن ﴿یَوْمَ تَقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِی النَّارِ﴾ یعنی ان کو منہ کے بل دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ یہاں سے آپ کو شیعہ مذہب میں (معاذ اللہ!) تبرا کرنے اور لعن طعن کرنے کا ثبوت ملا اور اس کی اہمیت کا بھی اندازہ ہو گیا یا نہیں؟ یہاں شیعوں نے قرآن کی معنوی تحریف کر کے رسول اللہؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نیز آپ کے اہل بیت ازواج مطہرات پر لعنت اور تبرا کرنے کا جواز بھی قرآن سے پیدا کیا ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں؟ کیا آپ کوئی صرف ایک مثال دکھا سکتے ہیں کہ کسی یہودی یا نصرانی نے قرآن مجید سے ایسا ظلم اور زیادتی کی ہو؟

۲۵۔ ﴿لَا یَسْتَعْیَبُونَ نَصْرَهُمْ وَلَا هُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُونَ﴾ [یس: ۷۵]

✽ مشرکوں کو جو حالت بت پرستی کے سبب پیش آئے گی وہی تلاش پرستوں کو اپنے ٹھاکروں کے ذریعہ سے سہنی پڑے گی۔ (تفسیر مقبول: ۸۸۸)

۲۶۔ ﴿فَیَوْمَیذِ لَا یُسْئَلُ عَنْ ذُنُوبِهِ اِنْسٌ وَلَا جَانٌّ﴾ [الرحمان: ۳۹]

✽ میسرہ کہتے ہیں کہ میں نے امام رضا کو یہ فرماتے سنا کہ تم میں سے دو بھی جہنم میں دکھائی نہ

دیں گے، نہیں واللہ! بلکہ ایک بھی نہیں۔ (تفسیر مقبول: ۱۰۶۳)

۲۷۔ ﴿وَالسَّيْقُونِ السَّيْقُونَ﴾ [الواقعة: ۱۰]

✽ علی اور ان کے شیعہ ”سابقین“ ہیں۔

﴿أَصْحَابُ الْيَمِينِ﴾ [الواقعة: ۲۷]

✽ اصحاب الیمین شیعہ ہیں۔

۲۹۔ ﴿طَلَعِ مَنَّوُدٍ﴾ [الواقعة: ۲۹]

✽ ﴿طَلَعِ مَنَّوُدٍ﴾ (لفظی تحریف) (تفسیر مقبول: ۱۰۶۷)

اب یہ بات ذہن میں رہے کہ مذکورہ شیعہ اثنا عشریہ کے اس مقبول ترجمہ کے تفسیری حواشی شیعوں کے اٹھارہ (۱۸) سے بھی زیادہ معتبر ترین بنیادی کتابوں سے مرتب کیے ہوئے ہیں، جس کا مطلب یہ ہوا کہ شیعوں کے ان اٹھارہ کتابوں سے بھی زیادہ کتابوں کے مصنفین اور مصدقین تمام کے تمام قرآن مجید کی تحریف اور اس میں رد و بدل کے کفریہ عقیدے کے قائل ہیں اور اس کفریہ کارنامہ میں سو فیصد ملوث ہیں۔ اب اگر وقت کے لحاظ سے دیکھیں تو شیعہ مذہب کی سب سے زیادہ معتبر ترین کتاب اصول کافی کے مصنف ابو جعفر بن یعقوب بن اسحاق کلینی نے ۳۲۸ھ-۳۲۹ ہجری میں وفات پائی ہے۔ اس کتاب میں سب سے زیادہ قرآن کی تحریف اور تغیر کی روایات ہیں، جن کی بنا پر امامت کے عقیدہ کو تصنیفی طور پر تخلیقی جامہ پہنایا گیا ہے اور ان دونوں عقائد یعنی قرآن کی تحریف اور امامت کے عقیدہ کی تصنیفی طرح ایک ہی وقت میں تخلیق ہوئی ہے۔ (۳۲۸ھ-۱۲۱۰ھ) یہ ایک ہزار بیاسی (۱۰۸۲) برس بنتے ہیں۔ اس عرصہ میں شیعوں کے ہزاروں کی تعداد میں محدث و مجتہد بنے ہیں کہ ان میں سے بعض کی تصنیفات ہیں اور بعض کی کوئی تصنیف نہیں ہے لیکن یہ سب کے سب قرآن مجید کی تحریف کے عقیدہ پر متفق رہے ہیں کیونکہ قرآن کی تحریف کے عقیدہ سے انکار کا نتیجہ امامت کے عقیدے کے انکار کو جنم دیتا ہے اور امامت کے انکار کے معنی شیعہ مذہب کا انکار ہے۔ اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ شیعہ مذہب میں تحریف قرآن کے عقیدہ کی کتنی اہمیت ہے۔ اب بھی اگر کوئی شیعہ مجتہد قرآن کی تحریف کا انکار کرے تو وہ کسمان اور تقیہ کی علامت ہے جس کا سچائی سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اور یہ سراسر دجل و فریب ہے۔



ہم شیعہ صاحبان کے متعلق پہلے ہی اس کتاب میں کافی کچھ لکھ چکے ہیں لیکن کچھ مزید باتوں کا ذکر کرنا بھی مناسب ہے:

۱۔ واقعہ کربلا کو ۱۳۶۵ قمری اور ۱۳۲۳ شمسی سال مکمل ہو گئے اور شریعت میں ۳ دن سے زیادہ سوگ نہیں تو اب تک ہر سال سوگ منانا کتنی بڑی نادانی اور ناتجہی ہے۔

۲۔ اب محرم الحرام ۱۴۲۶ ہجری ہے، ہمارے شہر شیخوپورہ میں شیعہ صاحبان ماتم کر رہے ہیں اور اشتہار بھی ہر گلی محلے میں لگائے ہیں۔ ایک بہت بڑا اشتہار ہماری نظر سے گزرا جس کے سب سے اوپر دائیں طرف لکھا ہے: ”یا علی مدد“ اور سب سے اوپر بائیں طرف لکھا ہے ”یا رسول اللہ مدد“ حیرت ہوئی، افسوس ہوا کہ خالق کائنات کو تو ان لوگوں نے بالکل فارغ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس اشتہار میں ذکر تک نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ان

لوگوں نے رسول اللہ ﷺ پر فوقیت دے دی۔ قیامت کے دن ان لوگوں کا کیا انجام ہوگا؟ اگر آپ شیعوں کے بارے میں مزید تحقیق اور آگاہی چاہتے ہیں تو مندرجہ ذیل کتب کا ضرور مطالعہ فرمائیں، سب کچھ واضح ہو جائے گا:

۱۔ شیعیت کا اصلی روپ۔ مصنف غلام محمد میمن، مکان نمبر ای۔۳۰۰، غریب آباد کالونی، نزد زبیدہ گلز کالج حیدرآباد سندھ۔

۲۔ اصلاح شیعہ (عربی) مصنف ڈاکٹر موسیٰ الموسوی۔ اردو ترجمہ ابو مسعود آل امام۔

۳۔ آیات پینات۔ مصنف محسن الملک نواب سید محمد مہدی علی خان۔



## فصل دوم

## مرزائیت

میرے سامنے کتاب ”ثبوت حاضر ہیں“ موجود ہے۔ یہ کتاب قادیانیوں کے متعلق بہت تحقیق کے بعد لکھی گئی ہے، اس کتاب کے صفحہ (۲) پر ہے:

چیلنج:

”ثبوت حاضر ہیں“ یہ کتاب اپنے اندر قادیانی مذہب کے بانی آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی، اس کے بیٹوں، اس کے نام نہاد خلیفوں اور دیگر قادیانیوں کی مستند تصانیف اور اخبارات و رسائل کی قابل اعتراض اور کفریہ عبارتوں کی عکسی نقول لیے ہوئے ہے۔ قادیانی جرائم کے یہ ثبوت اتنے واضح ہیں کہ دنیا کی کسی بھی عدالت میں ان کی عکسی دستاویزات کی صداقت کو چیلنج کرنا کسی بھی قادیانی کے لیے ممکن نہیں ہے۔ ہم اس کتاب میں درج تمام حوالوں اور عکسی نقول کی صداقت کی ذمہ داری کو قبول کرتے ہیں اور قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد سمیت دنیا کے تمام قادیانیوں (بشمول لاہوری گروپ) کو چیلنج کرتے ہیں کہ اگر اس کتاب میں موجود کوئی بھی عکس غیر حقیقی ہو یا ایک بھی حوالہ من گھڑت پایا جائے تو ہم اس کے لیے ہر قسم کی سزا پانے کے لیے تیار ہیں، بصورت دیگر انھیں ضد اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر آخرت کی فکر کرتے ہوئے اسلام کی آغوش میں آ جانا چاہیے۔ ہے کسی قادیانی میں اتنی جرأت جو ہمارے اس چیلنج کو قبول کرے؟ اس کتاب کے چند مندرجات درج ذیل ہیں:

وحی بند ہے:

۱۔ ”قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو،

کیونکہ رسول کو علم دین بتوسطہ جبرائیل ملتا ہے اور باب نزول جبرائیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے۔“ (ازالہ اوہام: ۳۱۱۔ روحانی خزائن: ۵۱۱/۳ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۲۔ ”یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبرائیل علیہ السلام کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد و رفت شروع ہو جائے اور ایک نئی کتاب اللہ، گو مضمون میں قرآن شریف سے تو ارد رکھتی ہو، پیدا ہو جائے اور جو امر مستلزم محال ہو وہ محال ہوتا ہے۔ فتدبر۔“ (ازالہ اوہام: ۳۱۲۔ روحانی خزائن: ۴۱۴/۳ از مرزا غلام احمد قادیانی)

ختم نبوت پر ایمان اور اصرار:

۳۔ ﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ دِينٍ لَّيْسَ بِوَالِدِنَا وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ﴾

[الأحزاب: ۴۱]

یعنی محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ اللہ کا رسول ﷺ اور ختم کرنے والا ہے نبیوں کا۔ یہ بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔“ (ازالہ اوہام: ۳۳۱۔ روحانی خزائن: ۴۳۱/۳ از مرزا غلام احمد قادیانی)

اجماعی عقیدہ کا منکر لعنتی ہے:

”میرا اعتقاد یہ ہے کہ میرا کوئی دین بجز اسلام کے نہیں اور میں کوئی کتاب بجز قرآن کے نہیں رکھتا اور میرا کوئی پیغمبر بجز محمد مصطفیٰ ﷺ کے نہیں جس پر خدا نے بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل کی ہیں اور اس کے دشمنوں پر لعنت بھیجی ہے۔ گواہ رہو کہ میرا تمسک قرآن شریف ہے اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث جو چشمہ حق و معرفت ہے، میں پیروی کرتا ہوں اور تمام باتوں کو قبول کرتا ہوں جو کہ اس خیر القرون باجماع صحابہ صحیح قرار پائی ہیں، نہ ان پر کوئی اضافہ کرتا ہوں اور نہ ان میں کوئی کمی اور اسی اعتقاد پر میں زندہ رہوں گا اور اسی پر میرا خاتمہ اور انجام ہوگا اور جو شخص ذرہ بھر بھی شریعت محمدیہ میں کمی بیشی کرے یا کسی اجماعی عقیدہ کا انکار کرے، اس پر خدا اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔“ (انجام آہم: ص ۱۴۳-۱۴۴۔ روحانی خزائن: ۱۴۳/۱۱-۱۴۴ از مرزا غلام احمد قادیانی)

## نبوت جاری ہے

۱۔ میرے پاس آئیل آیا:

”میرے پاس جبرائیل آیا اور اس نے مجھے چن لیا اور اپنی انگلی کو گردش دی اور یہ اشارہ کیا کہ اللہ کا وعدہ آگیا..... اس جگہ آئیل اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کا نام رکھا ہے، اس لیے کہ بار بار رجوع کرتا ہے۔“ (ہقیقۃ الوحی: ص ۱۰۳۔ روحانی خزائن: ۲۲/۱۰۶ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۲۔ اللہ تعالیٰ کی وحی:

”میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا۔۔۔۔ اور یہ دعویٰ امت محمدیہ میں سے آج تک کسی اور نے ہرگز نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا یہ نام رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحی سے صرف میں اس نام کا مستحق ہوں۔“ (ہقیقۃ الوحی: ص ۳۸۷، روحانی خزائن، نمبر ۲۲: ص ۵۰۳ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۳۔ خدا نے میرا نام نبی رکھا:

”اور میں اس اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لیے بڑے بڑے نشان ظاہر کیے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔“ (ہقیقۃ الوحی: ص ۳۸۷۔ روحانی خزائن: ۲۲/۵۰۳ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۴۔ ختم نبوت ایک باطل عقیدہ اور اسلام شیطانی مذہب:

”یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد رسول اللہ ﷺ کے وحی الہی کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے اور آئندہ کو قیامت تک اس کی کوئی بھی امید نہیں، صرف قصوں کی پوجا کرو۔ پس کیا ایسا مذہب کچھ مذہب ہو سکتا ہے جس میں براہ راست اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی پتا نہیں لگتا۔ جو کچھ ہیں، قصے ہیں اور کوئی اگرچہ اس کی راہ میں اپنی جان بھی فدا کرے، اس کی رضا جوئی میں فنا ہو جائے اور ہر ایک چیز پر اس کو اختیار کر لے، تب بھی وہ اس پر اپنی شناخت کا

دروازہ نہیں کھولتا اور مکالمات اور مخاطبات سے اس کو مشرف نہیں کرتا۔

میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں مجھ سے زیادہ بیزار ایسے مذہب سے اور کوئی نہ ہوگا۔ (دریں چہ شک - ناقل) میں ایسے مذہب کا نام شیطانی مذہب رکھتا ہوں نہ کہ رحمانی اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ایسا مذہب جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور اندھا رکھتا ہے اور اندھا ہی مارتا اور اندھا ہی قبر میں لے جاتا ہے۔“ (ضمیمہ براہین احمدیہ: ۱۸۴/۵۔ روحانی خزائن: ۲۱/۳۵۴/۱ از مرزا غلام قادیانی)

## اللہ تعالیٰ کی توہین

### ۱۔ اللہ کی زبان پر مرض:

”کیا کوئی عقلمند اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ اس زمانہ میں اللہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں، پھر بعد اس کے یہ سوال ہوگا کہ کیوں نہیں بولتا، کیا زبان پر کوئی مرض لاحق ہو گئی ہے۔“ (ضمیمہ براہین احمدیہ: ۱۴۲/۵، مندرجہ روحانی خزائن: ۲۱/۳۱۲/۱ از مرزا قادیانی)

### ۲۔ اللہ اور چور:

”وہ اللہ جس کے قبضہ میں ذرہ ذرہ ہے، اس سے انسان کہاں بھاگ سکتا ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ میں چوروں کی طرح پوشیدہ آؤں گا۔“ (تجلیات الہیہ: ۴۔ روحانی خزائن: ۲۰/۳۹۶/۱ از مرزا قادیانی)

### ۳۔ قادیان میں خدا:

”ایک بار مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ خدا قادیان میں نازل ہوگا، اپنے وعدہ کے موافق۔“ (تذکرہ مجموعہ الہامات: ۲۵۲/۱ طبع دوم از مرزا غلام احمد قادیانی)

### ۴۔ سچا خدا:

”سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔“ (دافع البلاء: ص ۱۱، مندرجہ روحانی خزائن: ۱۸/۲۳۱/۱ از مرزا غلام احمد قادیانی)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ سچے خدا کی نشانی صرف یہ ہے کہ اس نے مرزا قادیانی کو قادیان میں رسول بنا کر بھیجا ہے اور اگر مرزا قادیانی رسول نہیں ہے تو پھر خدا کی سچائی مشکوک ہے۔  
(نعوذ باللہ!)

۵۔ میں خود خدا ہوں:

”و رأيتني في المنام عين الله و تيقنت أنني هو“ میں (مرزا غلام احمد قادیانی) نے خواب میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں، میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں۔“ (آئینہ کمالات اسلام: ۵۶۳۔ مندرجہ روحانی خزائن: ۵/۵۶۳ از مرزا قادیانی) ”میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔“ (کتاب البریہ: ۸۵، مندرجہ روحانی خزائن: ۱۰۳/۳ از مرزا قادیانی)

رسول اللہ ﷺ کی توہین

۱۔ قادیانی محمد رسول اللہ:

”پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾

[الفتح: ۲۹]

اس وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔“ (ایک غلطی کا ازالہ: ۴، مندرجہ روحانی خزائن:

۱۸/۲۰۷ از مرزا غلام احمد قادیانی)

”خدا تعالیٰ نے آج سے چھبیس برس پہلے میرا نام براہین احمدیہ میں محمد اور احمد رکھا ہے اور

رسول اللہ ﷺ کا بروز مجھے قرار دیا ہے۔“ (حقیقۃ الوحی: تہ ص ۶۷، مندرجہ روحانی خزائن: ۲۲/۵۰۲

از مرزا قادیانی)

۲۔ مرزا قادیانی خاتم النبیین:

”میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت: ﴿وَأَخْرَجْنَا مِنْهُمْ لِبَاءً يَلْعَنُوا فِيهِمْ﴾ بروزی

طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں ”میرا نام

محمد (ﷺ) اور احمد (ﷺ) رکھا ہے۔“ مجھے رسول اللہ (ﷺ) کا ہی وجود قرار دیا ہے، پس اس طور سے رسول اللہ (ﷺ) کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اب اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔“ (ایک غلطی کا ازالہ: ۱۰، مندرجہ روحانی خزائن: ۲۱۲/۱۸ از مرزا قادیانی)

‘مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور میں اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بد قسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔“ (کشتی نوح: ۵۶، مندرجہ روحانی خزائن: ۶۱/۱۹ از مرزا غلام احمد قادیانی)

### ۳۔ مرزا قادیانی تمام نبیوں کا مجموعہ:

”میں آدم (ﷺ) ہوں، میں نوح (ﷺ) ہوں، میں ابراہیم (ﷺ) ہوں، میں اسحاق (ﷺ) ہوں، میں یعقوب (ﷺ) ہوں، میں اسماعیل (ﷺ) ہوں، میں موسیٰ (ﷺ) ہوں، میں داؤد (ﷺ) ہوں، میں عیسیٰ (ﷺ) ابن مریم ہوں، میں محمد (ﷺ) ہوں۔“  
(تتمہ ہقیقۃ الوحی: ۵۲۱، مندرجہ روحانی خزائن: ۵۲۱/۲۲ از مرزا غلام احمد قادیانی)

### ۴۔ قادیان میں محمد رسول اللہ:

”اور چونکہ مشابہت تامہ کی وجہ سے مسیح موعود (مرزا قادیانی) اور نبی کریم ﷺ میں کوئی دوئی باقی نہیں کہ ان دونوں کے وجود بھی ایک وجود کا ہی حکم رکھتے ہیں، جیسا کہ خود مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ ”صَارَ وُجُودِي وَوُجُودَهُ“ (دیکھو خطبہ الہامیہ: ۱۷۱) اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) میری قبر میں دفن کیا جائے گا جس سے یہی مراد ہے کہ وہ میں ہی ہوں یعنی مسیح موعود (مرزا قادیانی) نبی کریم ﷺ سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ وہی ہے جو بروزی رنگ میں دوبارہ دنیا میں آئے گا، تا کہ اشاعت اسلام کا کام پورا کرے اور ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ کے فرمان کے مطابق تمام ادیان باطلہ پر اتمام حجت کر کے اسلام کو دنیا کے کونوں تک پہنچا دے تو اس صورت میں کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد (ﷺ) کو اتارا، تا کہ اپنے

وعدہ کو پورا کرے جو اس نے ﴿وَالْآخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ﴾ میں فرمایا تھا۔“ (کلمۃ الفصل:

۱۰۵، از مرزا بشیر احمد ایم اے، ابن مرزا غلام احمد قادیانی)

۵۔ محمد رسول اللہ کے تمام کمالات مرزا غلام احمد قادیانی میں:

”ہر ایک نبی کو اپنی استعداد اور کام کے مطابق کمالات عطا ہوتے تھے، کسی کو بہت کسی کو کم، مگر مسیح موعود (علیہ السلام) کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ کے مسیح موعود (علیہ السلام) کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم (ﷺ) کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔“ (کلمۃ الفصل: ۱۱۳، از مرزا بشیر احمد ایم اے، ابن مرزا غلام احمد قادیانی)

۶۔ قادیانی کلمہ:

”ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) نبی کریم (ﷺ) سے کوئی الگ چیز نہیں ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے: ”صَارَ وَجُودِي وَجُودَهُ“ نیز ”مَنْ فَرَّقَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْمُصْطَفَى فَمَا عَرَفَنِي وَ مَا رَأَى“ اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا جیسا کہ آیت ﴿وَالْآخِرِينَ مِنْهُمْ﴾ سے ظاہر ہے، پس مسیح موعود (علیہ السلام) خود محمد رسول اللہ (ﷺ) ہے جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔ اس لیے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر محمد رسول اللہ (ﷺ) کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔“ (کلمۃ الفصل: ۱۵۸، از مرزا بشیر احمد ایم اے، ابن مرزا غلام احمد قادیانی)

۷۔ افضلیت مرزا:

”اس (نبی کریم ﷺ) کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا، اب کیا تو انکار کرے گا۔“

(اعجاز احمدی: ۷۱، مندرجہ روحانی خزائن: ۱۹/۱۸۳ از مرزا قادیانی)

۸۔ مرزا قادیانی پر درود:

”صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَعَلَى مُحَمَّدٍ“



(تذکرہ مجموعہ الہامات ص ۷۹۴، طبع دوم از مرزا غلام احمد قادیانی)

”يُصَلُّونَ عَلَيْكَ صَلَاحَاءُ الْعَرَبِ وَ اَبْدَالُ الشَّامِ وَ نُصَلِّيُ عَلَيْكَ الْاَرْضُ  
وَ السَّمَاءُ وَ يَحْمَدُكَ اللَّهُ مِنْ عَرْشِهِ“

”تجھ پر عرب کے صلحاء اور شام کے ابدال درود بھیجیں گے، زمین و آسمان تجھ پر درود بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ عرش سے تیری تعریف کرتا ہے۔“

(تذکرہ مجموعہ الہامات: ۱۶۸، طبع دوم از مرزا غلام احمد قادیانی)

انبیائے کرام عليهم السلام کی توہین

۱۔ سیدنا نوح (عليه السلام) پر فضیلت:

”خدا تعالیٰ میرے لیے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح (عليه السلام) کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔“ (تمتہ حقیقۃ الوحی: ۱۳۷۔ مندرجہ روحانی خزائن: ۲۲/۵۷۵ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۲۔ سیدنا یوسف (عليه السلام) پر فضیلت:

”پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز (مرزا قادیانی) اسرائیلی یوسف (عليه السلام) سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچا یا گیا مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔“ (براہین احمدیہ: ۹۹/۵، مندرجہ روحانی خزائن: ۲۱/۹۹ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۳۔ سیدنا ابراہیم (عليه السلام) پر فضیلت:

”اور یہ جو فرمایا: ﴿وَ اتَّخِذْ ذٰلِمْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّی﴾ [البقرہ: ۱۲۵] یہ قرآن شریف کی آیت ہے اور اس مقام میں اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ ابراہیم (مرزا غلام احمد قادیانی) جو بھیجا گیا تم اپنی عبادتوں اور عقیدوں کو اس کی طرز پر بجلاؤ اور ہر ایک امر میں اس کے نمونہ پر اپنے تئیں بناؤ۔“ (اربعین: ۳/۳۸ از مرزا غلام احمد قادیانی)

## عیسیٰ (علیہ السلام) کی توہین

۱۔ سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) گالیاں دیتے تھے:

”آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے، یہ بھی یاد رہے کہ آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔“

(حاشیہ انجام آہتم: ۵، مندرجہ روحانی خزائن: ۱۱/۲۸۹ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۲۔ سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) نے انجیل چرا کر لکھی:

”نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے، یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا یہ میری تعلیم ہے۔“ (حاشیہ انجام آہتم: ۶، مندرجہ روحانی خزائن: ۱۱/۲۹۰ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۳۔ سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) کا کوئی معجزہ نہیں:

”عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا اور اس دن سے کہ آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا، اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا۔“ (حاشیہ انجام آہتم: ۶، مندرجہ روحانی خزائن: ۱۱/۲۹۰ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۴۔ سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) کے معجزوں کی حقیقت:

”سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے، یا اگر پرواز نہیں تو پیروں سے چلتا ہو کیونکہ مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام

درحقیقت ایک ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے اور جیسے انسان میں قوی موجود ہوں انھیں کے موافق اعجاز کے طور پر بھی مدد ملتی ہے۔“ (ازالہ اوہام: ۱۵۳-۱۵۵، مندرجہ روحانی خزائن: ۲۵۴/۳-۲۵۵ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۵۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام شراب پیتے تھے:

”یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے، شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔“ (کشتی نوح حاشیہ: ۴۳، مندرجہ روحانی خزائن: ۱۹/۱۷۱ از مرزا غلام احمد قادیانی)

مرزا غلام احمد قادیانی چونکہ خود شراب پیتا تھا اس لیے اس نے اپنے لیے جواز پیدا کرنے کے لیے عیسیٰ علیہ السلام پر الزام لگا دیا۔

۶۔ سیدہ مریم (علیہا السلام) کا نکاح:

”اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعداد ازواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگئیں، اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ کہ قابل اعتراض۔“ (کشتی نوح: ۲۰، مندرجہ روحانی خزائن: ۱۹/۱۱۸ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۷۔ سیدہ مریم صدیقہ علیہا السلام کا اپنے منسوب سے نکاح سے پہلے تعلق:

”پانچواں قرینہ ان کے وہ رسوم ہیں جو یہودیوں سے بہت ملتے ہیں۔ مثلاً ان کے بعض قبائل ناتا اور نکاح میں کچھ چنداں فرق نہیں سمجھتے اور عورتیں اپنے منسوب سے بلا تکلف ملتی ہیں اور باتیں کرتی ہیں۔ مریم صدیقہ (علیہا السلام) کا اپنے منسوب یوسف کے ساتھ قبل نکاح کے پھر نا اس اسرائیلی رسم پر پختہ شہادت ہے مگر خواتین سرحدی کے بعض قبائل میں یہ مماثلت عورتوں کی اپنے منسوبوں

سے حد سے زیادہ ہوتی ہے، حتیٰ کہ بعض اوقات نکاح سے پہلے حمل بھی ہو جاتا ہے، جس کو برا نہیں مانتے بلکہ ہنسی ٹھٹھے میں بات کو ٹال دیتے ہیں کیونکہ یہود کی طرح یہ لوگ نانا کو ایک قسم کا نکاح ہی جانتے ہیں جس میں پہلے مہر بھی مقرر ہو جاتا ہے۔“ (ایام الصلح: ۷۴، مندرجہ روحانی خزائن: ۳۰۰/۱۴)

از مرزا غلام احمد قادیانی

## صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین

۱۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی توہین:

”میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے درجہ پر ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کیا، وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے۔“ (مجموعہ اشہارات: ۲۷۸/۳ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۲۔ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی توہین:

”ابوبکر و عمر کیا تھے وہ تو غلام احمد (قادیانی) کی جوتیوں کے تسمہ کھولنے کے بھی لائق نہ تھے۔“ (ماہنامہ المہدی بابت جنوری، فروری ۱۹۱۵ء-۲-۳ ص ۵۷، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام)

۳۔ مولوی (حکیم) نور الدین، ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہے:

”خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھ سے ہماری ہمیشہ مبارکہ بیگم صاحبہ نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت صاحب آخری سفر میں لاہور تشریف لے جانے لگے تو آپ نے ان سے کہا کہ مجھے ایک کام درپیش ہے، دعا کرو اور اگر کوئی خواب آئے تو مجھے بتانا۔ مبارکہ بیگم نے خواب دیکھا کہ وہ چوبارہ پر گئی ہیں اور وہاں حضرت مولوی نور الدین صاحب کتاب لیے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو اس کتاب میں میرے متعلق حضرت صاحب کے الہامات ہیں اور میں ابوبکر ہوں اور دوسرے دن صبح مبارکہ بیگم سے حضرت صاحب نے پوچھا کہ کیا کوئی خواب دیکھا ہے۔ مبارکہ بیگم نے یہ خواب سنائی تو حضرت صاحب نے فرمایا: ”یہ خواب اپنی اماں کو نہ سنانا۔“ مبارکہ بیگم کہتی ہیں کہ ”اس وقت میں نہیں سمجھتی تھی کہ اس سے کیا مراد ہے۔“ (سیرت المہدی: ۳۷۸/۳ از مرزا بشیر احمد ایم اے)

۴۔ زندہ علی، مردہ علی:

”پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو، اب نئی خلافت لو، ایک زندہ علی تم میں موجود ہے۔ اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو۔“ (ملفوظات احمدیہ: ۴۰۰/۱، از مرزا غلام احمد قادیانی)

۵۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی توہین:

”اور انھوں نے کہا کہ اس شخص (مرزا قادیانی) نے امام حسن اور حسین سے اپنے تئیں اچھا سمجھا، میں کہتا ہوں کہ ہاں اور میرا خدا عنقریب ظاہر کر دے گا۔“ (اعجاز احمدی: ۵۲، مندرجہ روحانی خزائن: ۶۳/۱۹، از مرزا غلام احمد قادیانی)

۶۔ کربلا کی سیر:

کربلائے است سیر ہر آنم  
صد حسین است در گریبانم

”میری سیر ہر وقت کربلا میں ہے سو (۱۰۰) حسین ہر وقت میری جیب میں ہیں۔“  
(نزول اسح: ۹۹، مندرجہ روحانی خزائن: ۴۷۷/۱۸، از مرزا قادیانی)

۷۔ سو حسین قربانی، مرزا قادیانی کی ایک گھڑی کے برابر:

”شہادت کا یہی مفہوم ہے جس کو مد نظر رکھ کر مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے فرمایا۔“

کربلائے است سیر ہر آنم  
صد حسین است در گریبانم

”میرے گریبان میں سو حسین رضی اللہ عنہم ہیں، لوگ اس کے معنی یہ سمجھتے ہیں۔ مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے فرمایا ہے۔“ میں سو حسین کے برابر ہوں، لیکن میں کہتا ہوں اس سے بڑھ کر اس کا یہ مفہوم ہے کہ سو حسین رضی اللہ عنہم کی قربانی کے برابر میری ہر گھڑی کی قربانی ہے۔ وہ شخص جو اہل دنیا کے فکروں میں گھلا جاتا ہے، جو ایسے وقت میں کھڑا ہوتا ہے جب کہ ہر طرف تاریکی اور ظلمت پھیلی ہوئی ہے اور اسلام کا نام مٹ رہا ہے، وہ دن رات دنیا کا غم کھاتا ہو، اسلام کو قائم کرنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے، کون کہہ سکتا ہے کہ اس کی قربانی سو حسین رضی اللہ عنہم کے برابر نہ تھی۔ پس یہ تو ادنیٰ

سوال ہے کہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) امام حسین (ؑ) کے برابر تھے یا ادنیٰ، امام حسین (ؑ) ولی تھے مگر ان کو وہ غم اور صدمہ کس طرح پہنچ سکتا تھا جو اسلام کو متا دیکھ کر حضرت مسیح موعود کو ہوا۔ حسین (ؑ) اس وقت ہوئے جب کہ لاکھوں اولیاء موجود تھے، اسلام اپنی شان و شوکت میں تھا، ایسی حالت میں ان کو وہ غم کہاں ہو سکتا تھا جو اس شخص کو ہوا جو ایسے ہی حالات میں مبعوث ہوا جن حالات میں خود محمد (ﷺ) کی بعثت ہوئی تھی۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ امام حسین (ؑ) کی شہادت رسول کریم ﷺ کی شہادت سے بڑی تھی۔ نہیں! اس لیے کہ جو غم اور تکلیف آپ کو اسلام کے لیے اٹھانی پڑی، وہ امام حسین (ؑ) کو نہیں اٹھانی پڑی، اسی طرح مسیح موعود کی شہادت بھی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب اپنے گھر پر بیٹھے رہے پھر کس طرح امام حسین سے بڑھ گئے۔ میں کہتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اسی طرح فوت ہوئے جس طرح امام حسین (ؑ) فوت ہوئے تھے؟ نہیں! مگر کوئی ہے جو کہے محمد (ﷺ) کی قربانی حضرت امام حسین کی قربانی سے کم تھی۔ محمد (ﷺ) کی ایک ایک سیکنڈ کی قربانی امام حسین (ؑ) کی ساری عمر کی قربانی سے بڑھ کر تھی۔ پس جس طرح محمد (ﷺ) کی قربانی بڑی تھی اسی طرح وہ شخص جو انھی حالات میں کھڑا ہوگا جن میں محمد (ﷺ) کھڑے ہوئے اس کی قربانی بھی بہت بڑھ کر ہوگی۔ اسی لیے مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے کہا ہے.....

کربلائے است سیر ہر آنم

صد حسین است در گریبانم

کہ مجھ پر تو ہر لمحہ سو کر بلا مصیبتیں گزرتی ہیں اور میں تو ہر گھڑی کربلا کی سیر کر رہا ہوں۔“

(خطبہ مرزا بشیر الدین محمود، روزنامہ الفضل قادیان: ش: ۱۳/۸۰، ۲۶ جنوری ۱۹۲۶ء)

۸۔ گالیاں دینا سفلوں اور کینوں کا کام ہے:

”ناحق گالیاں دینا سفلوں اور کینوں کا کام ہے۔“ (ست بچن ص ۲۱۔ مندرجہ روحانی خزائن:

۱۳۳۱ء، از مرزا غلام احمد قادیانی)

۹۔ بد زبان بدتر ہے:

”بدتر ہر ایک بد سے وہ ہے جو بد زبان ہے، جس دل میں یہ نجاست، بیت الخلاء یہی ہے۔“  
(قادیان کے آریہ اور ہم، ۴۲، مندرجہ روحانی خزائن: ۲۰/۳۵۸، از مرزا غلام احمد قادیانی)  
مسلمانوں کو گالیاں اور کفر کا فتویٰ

۱۔ ولد الحرام:

”اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جاوے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔“ (انوار اسلام، ۳۰، مندرجہ روحانی خزائن: ۱۹/۳۱، از مرزا غلام احمد قادیانی)  
۲۔ عیسائی، یہودی، مشرک:

”جو میرے مخالف تھے ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔“ (نزول المسح (حاشیہ)  
ص ۴۔ مندرجہ روحانی خزائن: ۱۸/۳۸۲، از مرزا غلام احمد قادیانی)

۳۔ بدکار عورتوں کی اولاد:

”میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے مگر رنڈیوں (بدکار عورتوں) کی اولاد نے میری تصدیق نہیں کی۔“ (آئینہ کمالات اسلام، ۵۴۷، ۵۴۸، مندرجہ روحانی خزائن: ۵/۵۴۷، ۵۴۸، از مرزا غلام احمد قادیانی)

اصل عبارت عربی میں ہے، اس کا ترجمہ ہم نے لکھا ہے، مرزا کے الفاظ یہ ہیں: ”الذریۃ البغایا“ عربی کا لفظ ”البغایا“ جمع کا صیغہ ہے۔ واحد اس کا ”بغیۃ“ ہے جس کا معنی بدکار، فاحشہ زانیہ ہے۔ خود مرزا نے خطبہ الہامیہ (ص ۴۹، مندرجہ روحانی خزائن: ۱۶) میں لفظ ”بغایا“ کا ترجمہ بازاری عورتیں کیا ہے اور ایسے ہی انجام آتھم کے ص ۲۸۲ (مندرجہ روحانی خزائن: ۱۱) نور الحق: ۱۲۳ (مندرجہ روحانی خزائن: ۸/۱۶۳) میں لفظ ”بغایا“ کا ترجمہ نسل بدکاران، زناکار، زن بدکار وغیرہ کیا ہے۔

## ۴۔ مرد خنزیر، عورتیں کتیاں:

”دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیاں سے بڑھ گئی ہیں۔“ (نجم الہدیٰ:

۵۳، مندرجہ روحانی خزائن: ۵۳/۱۴، از مرزا غلام احمد قادیانی)

## ۵۔ مرزا کو نہ ماننے والا پکا کافر:

”ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ (علیہ السلام) کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ (علیہ السلام) کو نہیں مانتا یا عیسیٰ (علیہ السلام) کو مانتا ہے مگر محمد ﷺ کو نہیں مانتا اور یا محمد (ﷺ) کو مانتا ہے پر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرۃ اسلام سے خارج ہے۔“ (کلمۃ الفصل: ۱۱۰، از مرزا بشیر احمد ایم اے، ابن مرزا قادیانی)

## ۶۔ جہنمی:

”اور مجھے بشارت دی ہے کہ جس نے تجھے شناخت کرنے کے بعد تیری دشمنی اور تیری مخالفت اختیار کی وہ جہنمی ہے۔“ (تذکرہ مجموعہ الہامات: ۱۶۸/۲، از مرزا غلام احمد قادیانی)

”خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔“ (تذکرہ مجموعہ الہامات: ۶۰۰، طبع دوم از مرزا غلام احمد قادیانی)

## مسلمانوں سے معاشرتی بائیکاٹ

## ۱۔ مسلمانوں سے تعلقات حرام:

”ہم تو دیکھتے ہیں کہ مسیح موعود (علیہ السلام) نے غیر احمدیوں کے ساتھ صرف وہی سلوک جائز رکھا ہے جو نبی کریم ﷺ نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں، ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا، ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا، اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں۔ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں: ایک دینی، دوسرے دنیوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ و نانا ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لیے حرام قرار دیے گئے۔ اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے اور اگر یہ کہو کہ غیر احمدیوں کو سلام



کیوں کہا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات نبی کریم ﷺ نے یہود تک کو سلام کا جواب دیا ہے۔“ (کلمۃ الفصل: ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، از مرزا بشیر احمد ایم اے، ابن مرزا قادیانی)

## ۲۔ مسلمانوں کے پیچھے نماز قطعی حرام:

”خدا نے مجھے اطلاع دی ہے، تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب کے پیچھے نماز پڑھو، بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔“ (تذکرہ مجموعہ الہامات: ۴۰۱/۲ از مرزا غلام احمد قادیانی)

اگر آپ قادیانیوں کے بارے میں مکمل تحقیق اور آگاہی چاہتے ہیں تو کتاب ”ثبوت حاضر ہیں“ کا مطالعہ کیجیے، یہ کتاب محمد متین خالد نے لکھی ہے۔



چھٹا باب

# متفرقات



- فصل اول: مختلف موضوعات پر قرآنی آیات  
فصل دوم: عقائد اہل سنت (سوالات و جوابات)  
فصل سوم: اسلام اور جمہوریت کا تضاد  
فصل چہارم: نبی ﷺ کا خواب میں آنا  
فصل پنجم: عذاب جہنم اور انعامات جنت کا بیان

- توحید و شرک
- اہل سنت و الجماعت کون...؟
- تقلید و ائمہ اربعہ
- چند اہم امور کی وضاحت
- شیعیت اور مرزائیت
- متفرقات

جمہوری نظام حکومت میں اصولی طور پر یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ آخری اقتدار یا آخری فیصلہ عوام کے پاس ہی ہے۔ یعنی اقتدار اعلیٰ عوام کو حاصل ہے لیکن اسلامی نقطہ نظر سے اقتدار اعلیٰ نہ عوام کو حاصل ہے نہ سربراہ مملکت کو اور نہ کسی خاندان یا ادارے کو بلکہ اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ قرآن میں بیان فرمایا گیا ہے:

فَسُبْحٰنَ الَّذِيْۤ اَبْدَا مَلٰٓئِكُوْهُۤ كُلَّ شَيْۤءٍ وَّ اَلَيْۤهٖ  
تُرْجَعُوْنَ (یس: ۸۳)

”پاک ہے وہ (ذات) جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔“

## فصل اول

## مختلف موضوعات پر قرآنی آیات

- ۱۔ اس آیت سے شرک کی جڑ کٹ گئی۔ (الاعراف: ۱۸۸)
- ۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق۔ (التوبہ: ۱۰۰۔ الفتح: ۲۹، ۱۸)
- ۳۔ قیامت کے دن گواہی۔ (البقرہ: ۱۴۳۔ الحج: ۷۸)
- ۴۔ شہید کی برزخی زندگی۔ (البقرہ: ۱۵۴۔ آل عمران: ۱۶۹ تا ۱۷۱)
- ۵۔ جاودگری سے بچو۔ (البقرہ: ۱۰۲۔ یونس: ۷۷)
- ۶۔ تقویٰ میں تعاون کرو گناہ میں تعاون نہ کرو۔ (المائدہ: ۲)
- ۷۔ انعام یافتہ کون ہیں؟ (الفتح: ۶۰، ۵۔ النساء: ۶۹)
- ۸۔ سورۃ انعام مسائل عقائد پر مشتمل ہے۔
- ۹۔ سورۃ النحل کو سورۃ نعم بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں نعمتوں کا ذکر ہے۔
- ۱۰۔ ولی اللہ کا دشمن اللہ کا دشمن ہے۔ (البقرہ: ۹۸)
- ۱۱۔ اللہ تعالیٰ آسانی چاہتا ہے۔ (البقرہ: ۱۸۵)
- ۱۲۔ انبیاء (ﷺ) کفر و شرک کی تعلیم نہیں دے سکتے۔ (آل عمران: ۷۹، ۸۰)
- ۱۳۔ محمد (ﷺ) نام قرآن میں چارجگہ آیا ہے۔ (آل عمران: ۱۴۳۔ الأحزاب: ۴۰۔ محمد: ۲۔ الفتح: ۲۹)
- ۱۴۔ نیکی بڑھتی ہے۔ (النساء: ۴۰۔ الأنعام: ۱۶۰)
- ۱۵۔ مولویوں اور درویشوں کے غلط کام۔ (المائدہ: ۶۳، ۴۴۔ التوبہ: ۳۴، ۳۱)
- ۱۶۔ دنیا میں ایک گھڑی رہے۔ (النازعات: ۳۶۔ یونس: ۳۵)

- ۱۷۔ ابلیس جن تھا۔ (الکہف: ۵۰)
- ۱۸۔ مسلمان نام رکھا۔ (الحج: ۷۸)
- ۱۹۔ انسان کی زندگی کے مراحل۔ (الحج: ۵۔ المؤمنون: ۱۲ تا ۱۳)
- ۲۰۔ برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کرنا۔ (الفرقان: ۷۰، ۷۱)
- ۲۱۔ شیطان کا دھوکا۔ (فاطر: ۵)
- ۲۲۔ مومن۔ (یس: ۱۱)
- ۲۳۔ شیطان نے اکثریت کو گمراہ کیا۔ (یس: ۶۲)
- ۲۴۔ نیک اعمال کے بدلے دنیا کمانا۔ (الشوریٰ: ۲۰۔ بنی اسرائیل: ۱۸، ۱۹)
- ۲۵۔ ایمان و عمل والے کم ہیں۔ (ص: ۲۴)
- ۲۶۔ دنیا و آخرت۔ (آل عمران: ۱۴، ۱۵۔ الحدید: ۱۹ تا ۲۱)
- ۲۷۔ ایمان کا فائدہ۔ (آل عمران: ۱۳۸، ۱۳۹)
- ۲۸۔ اچھے یا برے کام کی سفارش کا بدلا۔ (النساء: ۸۵)
- ۲۹۔ شیطانی کام۔ (النساء: ۱۱۷، ۱۱۹)
- ۳۰۔ رسول کے معنی ہیں بھیجا ہوا اور نبی کے معنی ہیں اللہ کا پیغام سنانے والا۔ (مریم: ۵۱۔ الحجر: ۴۹، ۵۱۔ التحریم: ۳)
- ۳۱۔ دین حنیف اور آسان ہے۔ (الحج: ۷۸)
- ۳۲۔ ظالم کی پہچان، مومن کی پہچان۔ (النور: ۴۷، ۵۶)
- ۳۳۔ کامیابی کا فارمولا۔ (حم سجدہ: ۳۳، ۳۵)
- ۳۴۔ کافر کون؟ (المجادلہ: ۴، ۵۔ الحج: ۷۲)
- ۳۵۔ مردوں کے لیے ایصال ثواب۔ (القدر: ۳۶ تا ۴۲)
- ۳۶۔ اللہ کو قرض دینا۔ (الحدید: ۱۱۔ المزمل: ۲۰)
- ۳۷۔ آخرت میں کامیاب ہونے والوں کی پہچان۔ (الحشر: ۹)
- ۳۸۔ مشرک کی پہچان۔ (القصف: ۹)۔ مومن کی پہچان۔ (القصف: ۱۰ تا ۱۳) کافر کے اوصاف۔

- (القلم: ۱۰-۱۳) فلاح پانے والے۔ (الشمس: ۹) بدعتی کی پہچان یہ ہے کہ وہ سنت یعنی رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کو کافی نہیں سمجھتا۔ (النساء: ۱۱۵۔ الاحزاب: ۳۶، ۶۶، ۷۱)
- ۳۹۔ دو زندگیاں، دو موتیں۔ (البقرة: ۲۸۔ المؤمن: ۱۱)
- ۴۰۔ مسجدوں سے منع کرنا۔ (البقرة: ۱۱۳۔ التوبة: ۱۸، ۱۷)
- ۴۱۔ یتیم کے مال کے متعلق۔ (النساء: ۲، ۱۰، ۱۲۔ الانعام: ۱۵۲۔ بنی اسرائیل: ۳۴)
- ۴۲۔ منافق کی نشانیاں۔ (النساء: ۶۱)
- ۴۳۔ ہماری ان کے آگے، ان کی اللہ کے آگے کی تردید (جیسا کہ آج لوگ قبروں پر جا کر قبر والوں سے کہتے ہیں کہ ہماری تمہارے آگے اور تمہاری اللہ کے آگے) ایسے لوگ قرآن کی رو سے کافر ہیں۔ (یونس: ۱۸۔ الزمر: ۳)
- ۴۴۔ تقلید نا جائز کی جڑ کٹ گئی۔ (الانفال: ۲۴۔ الاحزاب: ۳۶)
- ۴۵۔ اللہ تعالیٰ ناظر ہے۔ (البقرة: ۹۶، ۲۳۷، ۲۴۱، ۲۴۳)
- ۴۶۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی پر ہمیشہ دوزخ میں۔ (الحج: ۲۳)
- ۴۷۔ موت۔ (آل عمران: ۱۶۸، ۱۸۵)۔ سب کو موت۔ (العنکبوت: ۵۷۔ الرحمن: ۲۶، ۲۷)
- ۴۸۔ موت کے بعد دنیا میں آنے کا رد۔ (یس: ۳۱۔ الانبیاء: ۹۵)
- ۴۹۔ موت مؤخر نہیں۔ (النافقون: ۱۱)
- ۵۰۔ آخرت میں موت نہیں۔ (ابراہیم: ۱۷۔ طہ: ۷۴)
- ۵۱۔ موت اور نیند برابر ہیں۔ (الزمر: ۴۲)
- ۵۲۔ اپنا اپنا عمل ہی کام آئے گا۔ (البقرة: ۱۳۳، ۱۳۹)
- ۵۳۔ قبر میں برزخی زندگی۔ (المومن: ۱۱، ۴۶)
- ۵۴۔ دین کو چھپانا جرم ہے۔ (البقرة: ۱۵۹)
- ۵۵۔ نہ خوف نہ غم (ایسے لوگ کون ہیں؟) (البقرة: ۳۸، ۳۹، ۶۴، ۱۱۲، ۲۶۲، ۲۷۲، ۲۷۷، ۲۷۸)
- ۵۶۔ انکار آیات خطرناک ہے۔ (البقرة: ۳۹، ۸۵، ۹۹، ۱۰۱، ۱۲۱)
- ۵۷۔ آیات میں جھگڑا خطرناک ہے۔ (الشوریٰ: ۱۶، ۱۷)

۵۸۔ آیات کا ٹیڑھا مطلب نکالنا خطرناک ہے۔ (حم سجدہ: ۴۰۔ یونس: ۵۹: ۶۰)

۵۹۔ کتاب میں اختلاف کرنا خطرناک ہے۔ (البقرہ: ۷۵، ۸۵، ۹۱، ۱۷۷)

۶۰۔ تمیید ناجائز ہے۔ (الزخرف: ۴۳، ۴۴۔ البقرہ: ۱۲۰، ۱۳۷، ۱۳۸)

۶۱۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے علاوہ کسی کا حکم ماننا طاغوت کی پیروی ہے۔ (البقرہ: ۲۵۶۔ النحل: ۳۶)

۶۲۔ حرام چیزیں۔ (النحل: ۱۱۵۔ المائدہ: ۳۔ البقرہ: ۱۷۳۔ الانعام: ۱۳۵)

۶۳۔ قیامت کے دن مشرکوں کا حال۔ (البقرہ: ۱۶۵ تا ۱۶۷۔ الانعام: ۲۲ تا ۲۴۔ یونس: ۲۸ تا ۳۶)

۶۴۔ اللہ کے سامنے استغفار اور توبہ کرنی چاہیے، یہ بہت فائدہ مند ہے۔ (نوح: ۱۰ تا ۱۲۔ الأنفال: ۳۸ تا ۴۰)

۶۵۔ اللہ تھکتا نہیں۔ (البقرہ: ۲۵۵، ۲۵۶) اللہ کھاتا نہیں۔ (الانعام: ۱۴) اللہ کو نیند نہیں، اونگھ نہیں۔

(البقرہ: ۲۵۵) اللہ کو موت نہیں۔ (الرحمن: ۲۶، ۲۷) اللہ بھولتا نہیں۔ (مریم: ۶۴)

۶۶۔ آسمان اور زمین میں سب اسی سے مانگتے ہیں۔ (الرحمن: ۲۹، ۳۰) وہ ہر روز ایک نئے کام میں لگا ہے۔ (الرحمن: ۲۹، ۳۰)

۶۷۔ اللہ ظاہر اور باطن کو جانتا ہے۔ (البقرہ: ۳۳، ۷۷)

۶۸۔ مردے سنتے نہیں۔ (النحل: ۲۰، ۲۱۔ فاطر: ۱۳، ۱۴، ۲۲۔ الزخرف: ۳، ۴۔ النمل: ۸۰۔ الروم: ۵۲۔ یس: ۲۶، ۲۷، ۳۱۔ المؤمنون: ۱۲، ۱۶، ۱۰۰) (ہدایہ: ۹۲۲، ۹۲۵ تا ۹۲۷، ۳۱۴/۳)

۶۹۔ دنیا میں انسان کو ظاہری اختیار ہے، موت کے بعد یہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ (الاعراف: ۱۲۳، ۱۲۷) (۱۲۹)

۷۰۔ غیر اللہ کی عبادت منع ہے۔ (البقرہ: ۸۳۔ آل عمران: ۶۴، ۷۹، ۸۰)

۷۱۔ شیطانی کام۔ (البقرہ: ۱۶۸، ۱۶۹، ۲۰۸، ۲۰۹۔ المائدہ: ۹۰، ۹۱)

۷۲۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا ذکر بلند فرمایا۔ (الانشراح: ۴) جس کی تفسیر یہ ہے کہ انبیاء

اور فرشتوں میں آپ ﷺ کا نام بلند کیا اور دنیا و آخرت میں آپ ﷺ کے نام کا چرچا کیا،

چنانچہ کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتا مگر اس کے ساتھ آپ ﷺ کا نام ضرور لیتا ہے۔

کلمہ شہادت، اذان، اقامت، خطبہ اور تشہد وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے نام کے بعد آپ ﷺ کا نام لیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جہاں بندوں کو اپنی اطاعت کا حکم فرمایا ہے وہیں آپ ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے۔

۷۳۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ (العلق: ۵)

۷۴۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں کوئی نہیں جا سکتا، اپنے اعمال کی وجہ سے بھی کوئی جنت میں نہیں جا سکتا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ”کیا آپ (ﷺ) بھی؟“ فرمایا: ”ہاں! میں بھی۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومة علی العمل: ۶۶۶۳۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب لن یدخل أحد الجنة بعمله، بل برحمة

اللہ تعالیٰ: ۲۸۱۶]

۷۵۔ رسول اللہ ﷺ کا نشانیاں دکھانے اور ہدایت دینے سے عجز (عاجز ہونا)۔ (الانعام:

۵۰، ۵۸، ۱۰۷، القصص: ۵۶)

مندرجہ بالا متفرقات میں سے کچھ کی تفصیل درجہ ذیل ہے:

۱۔ کوئی نبی بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں:

”اے پیغمبر! کہہ دے میں اپنی ذات کے نفع اور نقصان کا بھی مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب کی بات جانتا ہوتا تو اپنے لیے بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے کچھ تکلیف نہ پہنچتی، میں تو کچھ نہیں مگر (ایک بندہ) ایمان داروں کو ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں۔“ (الاعراف: ۱۸۸)

یعنی مشیت الہی سے جو کچھ ہونا ہے ہو رہا ہے، مجھ میں ذاتی طور پر اتنا بھی اختیار و قدرت نہیں کہ میں اپنی جان سے کسی نقصان کو روک سکوں یا کچھ نفع حاصل کر سکوں۔ (کذافی السلفیہ)

یعنی نہ میں غیب دان ہی ہوں، اگر ایسا ہوتا تو کتنے ہی فائدے ہیں جن کو پیشگی علم کی وجہ سے میں سمیٹ لیتا اور کتنے ہی نقصانات ہیں جن سے قبل از وقت آگاہ ہونے کی بنا پر میں بچ جاتا۔ یہاں لفظ ”لو“ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ باوجود افضل المرسلین ہونے کے علم غیب نہیں رکھتے تھے، خود واقعہً افسوس ہمارے سامنے ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کتنے دنوں تک مضطرب



اور پریشان رہے۔ آخر قرآن میں اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل فرمائی تو آپ ﷺ حقیقت حال سے آگاہ ہوئے۔ اس ایک واقعہ ہی سے آپ ﷺ کو مختار کل اور غیب دان کہنے والے خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اور اولیاء کو جو اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے، سو ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ بتاتے ہیں اور اس بات میں کچھ ان کی بڑائی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عالم میں تصرف کی قدرت دے دی ہو کہ موت و حیات ان کے اختیار میں ہو یا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو غیب دانی دے دی ہو کہ جس کے احوال جب چاہیں معلوم کر لیں۔ (سلفیہ) اس آیت سے شرک کی جڑ کٹ گئی، جب رسول اللہ ﷺ کو، جو تمام عالم کے سردار ہیں، اپنی جان کے نفع و نقصان کا اختیار ہو نہ غیب کی بات معلوم ہو تو کسی اور نبی یا ولی یا بزرگ یا فقیر یا جن یا فرشتے کو کیا قدرت ہے کہ کسی کو فائدہ یا نقصان پہنچائے یا کوئی غیب کی بات بتائے۔ البتہ اللہ تعالیٰ جو غیب کی بات رسول اللہ ﷺ کو بتا دیتا وہ آپ کو معلوم ہو جاتی اور آپ لوگوں کو اس کی خبر دے دیتے۔ (از وحیدی)

۳۔ قیامت کے دن گواہی:

”ویسے ہی ہم نے تم کو (اے مسلمانو!) ایک معتدل امت بنایا، تاکہ تم دوسرے لوگوں پر (قیامت کے دن) گواہ بنو اور پیغمبر (یعنی محمد ﷺ) تم پر گواہ ہوں اور (اے پیغمبر!) جس قبلہ پر تو پہلے تھا (یعنی کعبہ) ہم نے اسی کو (دوبارہ) مقرر کر دیا۔ اس کی غرض یہ تھی کہ ہم کو یہ بات کھل جائے کہ کون پیغمبر کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور قبلہ بدلنا بھاری (یعنی شاق) ہوا مگر ان پر جن کو اللہ تعالیٰ نے راہ بتلائی اور اللہ تعالیٰ تمہاری نماز کو بے فائدہ کر دے، یہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تو لوگوں پر بڑی شفقت کرنے والا، مہربان ہے۔“ (البقرہ: ۱۴۳)

یعنی تمہیں امت وسط قرار دینے سے غرض یہ ہے کہ تم کو دنیا اور آخرت میں لوگوں پر شاہد ہونے کا درجہ حاصل ہو جائے۔ تم قیامت کے دن انبیاء کے حق میں گواہی دو کہ انہوں نے اپنی امتوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ یہ گواہی دیں کہ تم نے اس کے مطابق عمل کر کے دکھایا۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں اور میری

امت قیامت کے دن ایک بلند ٹیلے پر بیٹھے ہوں گے کہ جب کوئی امت اپنے نبی ﷺ کی تکذیب کرے گی تو ہم گواہی دیں گے کہ بے شک اس نبی نے امت کو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا دیے تھے۔ امت کی یہ شہادت قرآن کے بیان پر مبنی ہوگی، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اس شہادت پر امت محمدیہ سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں ان واقعات کا کیسے علم ہوا تو وہ کہیں گے: «أَخْبَرَنَا نَبِينَنَا بِذَلِكَ أَنَّ الرُّسُلَ قَدْ بَلَّغُوا» کہ ہمارے پیغمبر نے خبر دی تھی کہ تمام انبیاء نے اپنی امتوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا دیے تھے۔ [ابن ماجہ، أبواب الزهد، باب صفة أمة محمد ﷺ: ۴۲۸۴] امت محمد (ﷺ) کی شہادت کے متعلق بھی احادیث وارد ہیں۔ ایک حدیث میں ہے اچھے اور برے لوگوں کی تمیز اور معرفت تمہاری شہادت پر ہوگی، جس کی تم نے تعریف کر دی وہ اچھا ہے اور جس کی تم نے مذمت کر دی وہ برا ہے۔ [تفسیر ابن کثیر: ۲۶۲/۱] ایک مرتبہ دو جنازوں کے بارے میں بھی رسول اللہ ﷺ نے جنتی اور دوزخی ہونے کا حکم صحابہ کی شہادت ہی پر فرمایا تھا اور ساتھ ہی اس کی وجہ بیان فرمائی کہ «أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ» کہ تم زمین میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے گواہ ہو۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس على الميت: ۱۳۶۷]

### ۳۔ شہید کی برزخی زندگی:

”اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کو مردے مت کہو، بلکہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔“ (البقرہ: ۱۵۴)

اوپر کی آیت میں اقامت دین کے لیے صبر و صلوة سے کام لینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اب یہاں جہاد کی ترغیب ہے (کبیر) جب غزوہ بدر میں کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے تو بعض لوگ کہنے لگے ”فلاں مر گیا، اس سے زندگی کا عیش و آرام چھین گیا۔“ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شہداء کے متعلق کفار نے اس قسم کی باتیں کیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (فتح البیان و کبیر) شہیدوں کو برزخی حیات حاصل ہے اور احادیث سے ثابت ہے کہ ان کی روحیں جنت میں عیش و آرام سے گزر بسر کر رہی ہیں۔ (دیکھیے آل عمران: ۱۶۹، ۱۷۰) اور قرآن و احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد برزخ میں ہر شخص کو زندگی حاصل ہے۔ (دیکھیے سورة المؤمن: ۱۱، ۳۶۔ سورة إبراهيم: ۲۷) مگر مومن کی روح راحت میں ہے اور کافر کی روح کو عذاب ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”(اے پیغمبر!) جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ مت سمجھ، وہ اپنے مالک کے پاس زندہ ہیں، ان کو روزی ملتی ہے اور اللہ نے جو اپنے فضل سے ان کو دیا ہے اس پر خوش ہیں اور جو لوگ ابھی ان کے پاس نہیں پہنچے ان کے پیچھے (دنیا میں زندہ) ہیں (لیکن جہاد میں مصروف ہیں) ان کی خوشی مناتے ہیں کہ نہ ان کو ڈر ہوگا اور نہ غم۔ اللہ کی نعمت و فضل کی خوشی کر رہے ہیں اور اس کی (خوشی کر رہے ہیں) کہ اللہ مسلمانوں کا ثواب ضائع نہیں کرتا۔“ (آل عمران: ۱۶۹ تا ۱۷۱)

احادیث میں ہے کہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹ میں جنت کی سیر کرتی ہیں اور عرش کے نیچے قندیلوں کے ساتھ آویزاں رہتی ہیں۔ [مسلم، کتاب الإمامة، باب بیان أن ارواح الشهداء..... الخ: ۱۸۸۷] عالم برزخ کی یہ زندگی شہداء کو حاصل ہے۔  
(نیز دیکھیے: البقرة: ۱۵۴) ثابت ہوا کہ شہداء جنت میں زندہ ہیں، اپنی قبروں میں زندہ نہیں۔

### ۱۵۔ مولویوں اور درویشوں کے غلط کام:

”بے شک ہم نے تورات اتاری، اس میں ہدایت اور روشنی ہے، اللہ کے تابع فرمان پیغمبر (جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں آئے) یہودیوں کو اسی کے موافق حکم دیتے رہے اور پیغمبروں کے علاوہ مشائخ اور مولوی (بھی اسی پر حکم دیتے رہے) اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے وہ حافظ (امانتدار) بنائے گئے تھے اور اس کی نگہبانی کرتے تھے تو اے یہود! لوگوں سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے (دنیا کا) تھوڑا مول مت لو (رشوت کھا کر میرے حکم مت چھپاؤ) اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اترے کے موافق حکم نہ دیں وہی کافر ہیں۔“ (المائدہ: ۴۴)

حسن بصری فرماتے ہیں کہ حکام پر اللہ تعالیٰ نے تین چیزیں لازم کی ہیں: خواہش کی پیروی نہ کریں، درست فیصلہ کرنے میں کسی کی پروا نہ کریں اور رشوت لے کر غلط فیصلہ نہ کریں۔ اور سورہ مائدہ ہی میں ہے:

”ان کے مشائخ اور مولوی جھوٹ بولنے اور حرام کا مال کھا جانے سے ان کو منع کیوں نہیں کرتے، بے شک برا (کام) کرتے رہے۔“ (المائدہ: ۶۳)

یعنی جنھوں نے سچ بات کہنے اور منکرات سے روکنے سے اپنی زبانوں کو گنگ بنا لیا ہے ایسے مشائخ اور مولویوں کو یقیناً گناہ کرنے والوں سے بھی سخت سزا ملے گی۔ (ابن جریر) اور ان کی بری خصلتوں کا ذکر کرتے ہوئے، سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”ان لوگوں نے اپنے مولویوں اور درویشوں (علماء و مشائخ) کو اور مسیح مریم کے بیٹے کو اللہ کے سوا (جو اکیلا ہے) داتا بنا لیا، حالانکہ ان کو (اللہ کے پاس سے) اور کچھ نہیں یہی حکم ملا تھا کہ ایک (اکیلے سچے) اللہ کی پرستش کریں، اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں (سب جھوٹے معبود ہیں) وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک ہے۔ (یہ لوگ) چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (قرآن یا دین یا پیغمبر کی پیغمبری) کو اپنے منہ سے (جھوٹی باتیں بنا کر) بجھا دیں اور اللہ تو ماننے والا نہیں جب تک اپنے نور کو پورا نہ کرے، گو کافر برا مانیں۔ وہی اللہ ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت کی باتیں (معجزے اور شریعت کے احکام) اور سچا دین (اسلام) دے کر بھیجا۔ اس لیے کہ اس کو (یعنی پیغمبر کو یا دین اسلام کو) ہر دین پر غالب کرے گو مشرک برا مانیں۔ مسلمانو! (اہل کتاب کے) بہت سے مولوی اور مشائخ لوگوں کے مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے (لوگوں کو) روکتے ہیں۔“ (التوبہ: ۳۱ تا ۳۴)

یعنی رشوت لے کر، غلط مسئلے بتا کر، رسول اللہ ﷺ کے متعلق بشارتوں کو چھپا کر اور ان کو غلط معنی پہننا کر اور لوگوں کو دین کی حفاظت اور تبلیغ دین کا چکھہ دے کر۔ امام رازی فرماتے ہیں: ”فی زمانہ بھی بہت سے علماء اور مشائخ اسی طرح کے حیلے حوالوں سے لوگوں کے مال ہضم کر رہے ہیں۔“ (کبیر، ابن کثیر)

۲۳۔ نیک اعمال کے بدلے دنیا کمانا:

”جو کوئی (نیک عمل کر کے) آخرت کی کھیتی (وہاں کا ثواب) چاہے ہم اس کی کھیتی اور بڑھائیں گے اور جو کوئی دنیا کی کھیتی چاہے (یہاں کا فائدہ، مال و متاع) ہم اس کو وہی دیں گے اور آخرت میں کچھ حصہ اس کا نہ رہے گا۔“ (الشوریٰ: ۲۰)

یعنی ہم اسے دنیا میں نیک کاموں کی زیادہ توفیق دیتے ہیں اور آخرت میں دس سے سات سو

گنا تک اس کا اجر بڑھائیں گے اور جو دنیا کی کھیتی چاہے اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، کیونکہ اس نے جو اعمال کیے اس سے اس کی نیت یہ تھی ہی نہیں کہ آخرت کا ثواب حاصل کیا جائے۔ ایک حدیث میں بھی ہے کہ جو شخص آخرت کا عمل کر کے دنیا چاہے گا اس کے لیے آخرت میں کچھ حصہ نہ ہوگا۔ (دیکھیے: بنی اسرائیل: ۱۹، ۱۸)

شاہ صاحب لکھتے ہیں: ”دنیا کے واسطے جو محنت کرے موافق قسمت کے ملے یہ اس کی محنت کا فائدہ آخرت میں نہیں۔“  
اور سورہ بنی اسرائیل میں ہے:

”جو شخص دنیا کی بھلائی چاہتا ہو تو جتنا ہم چاہتے ہیں اس کو جلدی سے دنیا میں دے دیتے ہیں پھر (آخرت میں تو) ہم نے اس کے لیے دوزخ ٹھہرا رکھی ہے جس میں برے حالوں مردود ہو کر اس کو جانا ہے اور جو شخص (اچھے عمل کر کے) آخرت کی بھلائی چاہتا ہو اور اسی کے لیے جیسی کوشش کرنی چاہیے ویسی کوشش کرے اور ایماندار ہو تو ایسے لوگوں کی کوشش اللہ کی درگاہ میں قبول ہوگی۔ دنیا چاہنے والے اور آخرت چاہنے والے ہر ایک کو ہم تیرے پروردگار کی بخشش سے مدد دیتے ہیں اور تیرے رب کی بخشش کسی نے نہیں گھیری۔“ (بنی اسرائیل: ۱۸ تا ۲۰)

یعنی وہ نیک اعمال محض اس لیے کرتا ہو کہ اسے دنیا کا فائدہ اور اس کی خوشحالی حاصل ہو جیسے منافق یا ریاکار۔

یعنی اس کا مقصد پورا کر دیتے ہیں مگر اتنا نہیں جتنا وہ چاہتا ہے بلکہ جتنا ہم چاہتے ہیں۔ پہلے گزر چکا ہے کہ سورہ ہود کی آیت: ﴿تَوَقَّ إِلَىٰ يَوْمِ لِقَائِهِمْ﴾ [ہود: ۱۵] اس آیت کے ساتھ مقید ہے۔

۵۲، ۳۵۔ ایصالِ ثواب کی حقیقت:

”موسیٰ (علیہ السلام) کی کتاب کے ورقوں میں ہے اور ابراہیم (علیہ السلام) کی کتاب کے ورقوں میں جس نے اللہ کا حق پورا ادا کیا ان کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور یہ بھی لکھا ہے کہ آدمی کو اپنی ہی کوشش سے ایمان سے

فائدہ ہوگا اور یہ کہ اس کی کوشش آگے چل کر اور قیامت کے دن اس کو دکھائی جائے گی۔“

(النجم: ۳۶ تا ۴۰)

یعنی کسی دوسرے کا عمل فائدہ نہیں دے سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ ابراہیم اور موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں یہ حکم عام ہو لیکن ہماری شریعت میں کچھ مستثنیات ہیں، مثلاً گنہگاروں کے لیے انبیاء اور فرشتوں کی شفاعت، مردوں کے لیے زندوں کی دعا اور باپ کے عمل سے اولاد کے درجوں کا بلند ہونا تو قرآن سے ثابت ہے اور میت کی طرف سے صدقہ و خیرات اور حج کرنا وغیرہ کا نافع ہونا صحیح احادیث سے ثابت ہے، اب رہی نماز اور قرآن خوانی تو اس کے متعلق چونکہ قرآن یا کسی حدیث میں صراحت نہیں ہے اس لیے یہ اس آیت کے عام حکم کے تحت رہیں گے اور انسان کی اولاد بھی چونکہ اس کی سعی کا نتیجہ ہے، اس لیے اس کے نیک عمل کا ثواب پہنچنا اس آیت کے تحت داخل ہے۔ (قرطبی)

۴۴۔ تقلید چھوڑو، اتباع رسول کرو:

”مسلمانو! جب رسول (ﷺ) تم کو ایسے کام کے لیے بلائے جس میں تمہاری زندگی ہے تو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا حکم مانو (جواب دو۔ فوراً حاضر ہو جاؤ) اور یہ سمجھ لو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے بیچ میں آڑ ہو جاتا ہے اور تم کو آخر اسی کی طرف جمع ہونا ہے، وہ ہر کام کا بدلا دے گا۔“ (الأنفال: ۲۴)

یعنی اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر بلیک کہنا تم پر لازم ہے۔ ”وہ جو تمہیں زندگی بخشتا ہے“ میں علمائے سلف سے مختلف اقوال منقول ہیں، بعض نے ایمان و اسلام اور بعض نے قرآن لیکن اکثر نے اس سے جہاد مراد لیا ہے کیونکہ جہاد دنیا و آخرت میں زندگی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور پھر سیاق کلام کے مناسب بھی یہی ہے لیکن اگر اس سے مراد حق و ثواب لیا جائے تو قرآن، ایمان، جہاد اور اطاعت کے جملہ امور کو یہ لفظ شامل ہو جاتا ہے۔ مولانا علامہ وحید الزماں لکھتے ہیں: ”ان آیات سے تقلید ناجائز کی جڑ کٹ گئی۔ جب اللہ کا حکم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کہا مانو تو کیونکر یہ درست ہو سکتا ہے کہ رسول کے حکم کی موجودگی میں دوسرے مجتہد یا امام کی بات پر عمل کیا جائے۔ دوسرے ائمہ تو رسول اللہ ﷺ کے کفش بردار ہیں، جب رسول اللہ ﷺ کا حکم معلوم

ہو جائے تو تابعداروں کی بات سننا اور رسول اللہ ﷺ کا کہنا نہ ماننا اپنے آپ کو تباہ کرنا ہے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔ (مختصر از وحیدی)

اسی طرح یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد بھی اگر کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کہنا نہ مانے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو یہ سزا ملتی ہے کہ وہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اس کے بعد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت پر لبیک کہنے کی توفیق نہیں ملتی، جیسے فرمایا:

﴿فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ﴾ [الصف : ۵]

”وہ خود ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔“

آیت کے یہ معنی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور مفسرین نے بیان فرمائے ہیں۔ (ابن کثیر) ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آدمی کے دل کے قریب ہے، اس لیے کہ وہ انسان کے دل کے حالات سے خوب واقف ہے، اسے خوب معلوم ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت پر اخلاص سے لبیک کہہ رہے ہو یا کسی دوسرے جذبے سے، مطلب یہ ہے کہ دلوں میں اخلاص پیدا کرو۔ (الفواد) شاہ صاحب اس آیت کی تشریح یہ فرماتے ہیں کہ حکم بجالانے میں دیر نہ کرو، شاید اس وقت دل ایسا نہ رہے، دل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں اللہ کا حائل ہونا موت سے کنا یہ ہے یعنی موت آنے سے قبل نیکی اور اطاعت بجالاؤ۔ اس کے بعد ﴿وَآيَةٌ إِلَيْهِ تُخْشَرُونَ﴾ کے جملے سے بھی اس معنی کی تائید ہوتی ہے۔ (رازی)

۵۸۔ آیات کا ٹیڑھا مطلب نکالنے کی مذمت:

”جو لوگ ہماری آیتوں کا (جان بوجھ کر) ٹیڑھا مطلب نکالتے ہیں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں (ان کا حال ہم کو معلوم ہے) بھلا جو کوئی دوزخ میں ڈالا جائے وہ بہتر ہے یا جو قیامت کے دن بے کھٹکے آئے، جو چاہو سو کر لو، وہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔“

[حم السجدة : ۴۰]

لفظی ترجمہ یہ ہے: ”جو لوگ ہماری آیات میں الحاد کرتے ہیں“ الحاد کے معنی ہیں حق سے پھر کر ٹیڑھی راہ اختیار کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی آیات میں الحاد یہ ہے کہ ان کا سیدھا سادا اور واضح مطلب

لینے کی بجائے غیر متعلق بحثیں کرے اور انھیں غلط مطلب پہنانے کی کوشش کرے، جو لوگ مسلمان ہو کر باطل نظریات، مثلاً: انکار حدیث، اشتراکیت، سرمایہ داری، بدعات وغیرہ کے حامی بن جاتے ہیں وہ یہی طرز اختیار کرتے ہیں، خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس میں سخت سرزنش بھی ہے کہ ایسے لوگ ہماری گرفت سے بچ کر کہیں نہیں جاسکتے۔ سورہ یونس میں ہے:

”اے پیغمبر! ان لوگوں سے پوچھ، بھلا بتلاؤ تو سہی اللہ نے جو روزی تمہارے لیے اتاری پھر تم نے اس میں سے کچھ حلال ٹھہرائے کچھ حرام (اے پیغمبر!) کہہ دے کیا اللہ نے تم کو یہ حکم دیا یا تم اپنی طرف سے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں انھوں نے قیامت کے دن کو کیا سمجھ رکھا ہے، بے شک اللہ تو لوگوں پر فضل کرتا ہے، بہت لوگ شکر نہیں کرتے۔“ (یونس: ۵۹، ۶۰)

اس سے معلوم ہوا کہ اپنی خواہشوں سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دینا اللہ پر جھوٹ باندھنے کے مترادف ہے۔ (ابن کثیر) قاضی شوکانی فرماتے ہیں اس آیت میں ان مقلد حضرات کے لیے سخت وعید ہے جو فتوے کی کرسی پر بیٹھ کر حلال اور حرام، جواز و عدم جواز کے فتوے صادر کرتے ہیں، حالانکہ ان کا مبلغ علم صرف اتنا ہوتا ہے کہ امت کے کسی ایک شخص نے جو بات کہہ دی ہے اسے نقل کر دیتے ہیں، گویا انھوں نے اس شخص کو ایک شارع کی حیثیت دے رکھی ہے، کتاب و سنت کے جس حکم پر اس نے عمل کیا اس پر یہ بھی عمل کریں گے اور جو چیز اسے نہ پہنچی یا پہنچی مگر وہ اسے ٹھیک طرح سمجھ نہ سکا یا سمجھا مگر اپنے اجتہاد و ترجیح میں غلطی کر بیٹھا وہ ان کی نظر میں منسوخ اور مرفوع الحکم ہے، حالانکہ جس کی یہ لوگ تقلید کر رہے ہیں وہ بھی اس شریعت اور اس کے احکام کا اسی طرح پابند تھا جس طرح خود یہ لوگ۔

سورہ الانعام کا خلاصہ:

سورۃ الانعام اصول عقائد کے اثبات اور مشرکین و اہل بدعت کے اقوال کے ابطال میں ایک اصل کی حیثیت رکھتی ہے بلکہ پورے علم اصول یعنی عقائد پر حاوی ہے۔ (شوکانی و کبیر) اس سورت



کا خلاصہ درج ذیل ہے:

- (۱) دلائل توحید: ۱ تا ۳، ۶، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۲۲ تا ۲۴، ۹۵ تا ۹۹، ۱۴۱ تا ۱۴۴۔ (۲) دلیل لاؤ: ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰۔ (۳) کسی چیز (شے) کو اللہ کا شریک نہ بناؤ: ۱۵۱۔ (۴) اللہ کے برابر کوئی نہیں، غیر اللہ کو اللہ کے برابر سمجھنا کفر ہے: ۱۵۰۔ (۵) انسان مٹی سے پیدا کیا گیا: ۲۔ (۶) اللہ سب ظاہر اور باطن جانتا ہے: ۳، ۴، ۷، ۱۱، ۱۳، ۱۳۹۔ (۷) سب کچھ اللہ کا ہے: ۱۳۔ (۸) رسول اللہ (اور امت کو) اللہ کے حکم (آسمانی ہدایت) ماننے کا حکم دیا گیا: ۱۴، ۱۵، ۵۰، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۱۱۳ تا ۱۱۶، ۱۲۱، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۵، ۱۴۸، ۱۵۰، ۱۵۳ تا ۱۵۷، ۱۶۱، ۱۶۲ تا ۱۶۵۔ (۹) صرف اللہ تعالیٰ نفع و نقصان کا مالک ہے: ۷، ۱۸، ۱۴، ۳۹، ۴۶، ۵۰، ۵۷، ۵۸، ۶۰، ۶۲، ۶۵، ۸۱، ۸۴، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۱۰۷، ۱۱۱، ۱۲۵، ۱۳۳، ۱۳۴۔ فائدہ ۸۱: اس امت کے کلمہ گو پیر پرست بھی اہل توحید سے کہتے ہیں جو شخص بڑے پیر کی گیارھویں چھوڑ دے اس کا بیٹا یا بھینس مرجاتی ہے، یا کوئی اور نقصان پہنچ جاتا ہے، تو ان کا بھی یہی جواب ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے اس آیت میں دیا ہے۔ (۱۰) معبود ایک ہے، شرک سے آپ ﷺ (اور امت) کو منع کیا گیا ہے: ۱۹، ۱۴، ۱۶۱ تا ۱۶۵۔ (۱۱) مشرکین قیامت کے دن شرک سے مکر جائیں گے: ۲۲ تا ۲۴۔ (۱۲) ہدایت رسول کائنات ﷺ کے اختیار میں نہیں: ۳۳ تا ۳۵۔ (۱۳) غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے: ۲۰، ۴۱، ۶۳ تا ۶۶۔ (۱۴) معبود کون ہے؟: ۱۹، ۱۰۲، ۱۰۴۔ (۱۵) غیر اللہ کو پکارنا ان کی عبادت ہے: ۵۶۔ (۱۶) اللہ خالق ہے: ۱، ۳، ۷، ۱۰، ۱۰۲۔ (۱۷) یَرَوْا: ۶۔ (۱۸) اللہ تعالیٰ ناظر ہے: ۱۳، ۱۱۵۔ (۱۹) معجزات کا اختیار آپ ﷺ کو نہ تھا: ۳۵، ۳۷، ۱۰۹۔ (۲۰) آپ ﷺ کے پاس اللہ کے خزانے نہیں، آپ غیب نہیں جانتے: ۵۰، ۵۹۔ (۲۱) آپ ﷺ کا الہ بھی اللہ ہے: ۱۹۔ (۲۲) آپ ﷺ کسی کے نفع و نقصان کے مالک نہیں: ۵۲، ۵۷، ۵۸، ۶۶، ۱۰۷۔ (۲۳) پیغمبر صرف بشیر و نذیر تھے: ۲۸۔ (۲۴) شفاعت اللہ کے اختیار میں ہے اور وہی یعنی کارساز ہے: ۹۳، ۵۱، ۷۰۔ (۲۵) قرآن کے متعلق: ۵۵، ۱۹، ۱۰۴، ۱۱۵، ۱۲۶، ۱۴۲ تا ۱۵۷۔ (۲۶) دین میں ہنسی مذاق منع ہے: ۱۰، ۵۔ (۲۷) اللہ تعالیٰ کن فیکون کا مالک ہے: ۳۔ (۲۸) اللہ تعالیٰ علی کل شیء قدر ہے: ۱۷۔ (۲۹) پہلے ایمان پھر عمل: ۲۸۔ (۳۰) انکار آیات: ۲۱، ۲۶، ۲۷، ۳۹، ۴۹، ۹۳۔ (۳۱) رسولوں کی اللہ نے مدد کی: ۳۳۔ (۳۲) اعمال اپنے اپنے: ۵۲۔ (۳۳) اللہ سب جہانوں کا رب (داتا) ہے: ۴۵، ۷۱، ۱۶۲، ۱۶۴۔ (۳۴) اللہ وہاب

(داتا) ہے: ۸۴۔ (۳۵) اللہ آپ ﷺ کا رب (داتا) ہے: ۱۵، ۵۷، ۱۰۶، ۱۱۲، ۱۱۴، ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۲۶، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷۔ (۳۶) اللہ ابراہیم کا رب (داتا) ہے: ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۸۰۔ (۳۷) مشرکین مکہ کے کام: ۶۳ تا ۶۶، ۴۱، ۴۲، ۴۳ تا ۴۴، ۲۶، ۴۰، ۴۱، ۵۶، ۷۱، ۱۳۰ تا ۱۳۰، ۱۱۶، ۱۱۹، ۱۱۹، ف: ۳۷ (الف) وہ غیر اللہ کو پکارتے تھے، لہذا مشرک قرار پائے: ۶۳ تا ۶۶ اور ۴۰، ۴۱، ۷۱، ۵۶۔ (ب) وہ غیر اللہ کو اللہ کے برابر ٹھہراتے تھے، اس لیے کافر قرار پائے: (ج) وہ اللہ کی آیتوں سے منہ پھیر لیتے تھے: ۴۔ (د) وہ غیر اللہ کو اپنا والی یعنی کار ساز بناتے تھے، اس لیے مشرک ٹھہرے: ۴۰، ۵۱، ۱۴۔ (ر) وہ غیر اللہ کو اللہ کا شریک ٹھہراتے لیکن قیامت کے دن مکر جائیں گے: ۲۲ تا ۲۴۔ (س) ترجمہ: ۲۶۔ (اور وہ لوگوں کو اس سے روکتے ہیں اور خود بھی الگ رہتے ہیں اور یہ لوگ کچھ نہیں مگر اپنے تئیں آپ تباہ کرتے ہیں اور سمجھتے نہیں اور اے پیغمبر! اگر تو ان کو اس وقت دیکھے جب دوزخ پر ٹھہرائے جائیں گے تو عجب تماشا یا بڑا ہولناک سا منظر دیکھے گا، یہ کہتے ہوں گے کاش! پھر ہم دنیا میں بھیج دیے جائیں اور اب کی بار اپنے مالک کی آیتوں کو جھٹلائیں نہیں اور ایماندار ہو جائیں، یہ جو خود آرزو کریں گے وہ بھی سچے دل سے نہیں، ایمان کو اچھا سمجھ کر نہیں، بلکہ جس بات کو پہلے وہ چھپاتے تھے وہ ان کے سامنے کھل گئی۔ یعنی صرف قرآن پر طعن کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ قرآن سننے اور آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے سے دوسرے لوگوں کو بھی منع کرتے ہیں۔ (کذافی الکبیر) بہت سے بدعت پرست علماء اپنے ماننے والوں کو اس قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے سے منع کرتے ہیں کہ کہیں وہ عشق و جذب، پاگل پن کی بھول بھلیوں سے نکل کر وہابی (ایک داتا کو ماننے والے) نہ بن جائیں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم) (ص) وہ آسمانی ہدایت کی بجائے اپنے خیالات و خواہشات اور انکل پچو کی پیروی کرتے تھے: ۱۱۶، ۱۱۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۵۶۔ (ع) وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے تھے: (۶) ۲۱۔ (۳۸) دون اللہ غیر اللہ: ۵۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱

توحید خالص: ۱ تا ۷۳، ۷۹ تا ۸۲، ۹۵، ۱۰۰ تا ۱۰۴، ۱۰۶، ۱۱۶ تا ۱۶۵۔ (۲۸) آپ ﷺ کی رسالت عالمگیر ہے: (۶) ۹۰۔ (۳۹) عذاب قبر: ۹۳۔ (۵۰) اللہ پر جھوٹ بولنا: ۹۳، ۲۱۔ (۵۱) مخلوق خالق کی شریک نہیں ہو سکتی: ۱۰۰۔ (۵۲) لوگوں کی اطاعت نہ کرو وہ تمہیں گمراہ کر دیں گے: ۱۱۶، ۱۲۱، ۱۵۳۔ (۵۳) اپنے خیالات، خواہشات اور انکل پچو پر نہ چلو: ۱۱۶، ۱۱۹، ۱۵۰۔ (۵۴) اللہ تعالیٰ کی پسند و ناپسند: ۱۵۱ تا ۱۵۳۔ (۵۵) یتیم کے مال کو استعمال کرنے میں غلط طریقہ سے بچو: ۱۵۲۔ (جیسے تیج، دسواں، چالیسواں اور دوسرے غیر شرعی طریقوں سے لوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں)۔ (۵۶) فرقہ بازوں سے رسول کائنات ﷺ کا کوئی تعلق نہیں: ۱۵۹۔ (مراد یہود و نصاریٰ ہیں جنہوں نے گمراہی میں مبتلا ہو کر اپنے دین میں فرقہ بندیاں قائم کر لیں، یا تفریق دین کے یہ معنی ہیں کہ کتاب کے بعض حصوں پر ایمان لائے اور بعض کے ساتھ کفر کیا اور خود مسلمانوں میں سے وہ اہل بدعت حضرات بھی اس کے مصداق ہیں جو دین میں بدعات پیدا کر کے اس میں تفرقہ پیدا کر رہے ہیں)۔ (کذا المرادی عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ابن کثیر: ۳۱۶/۲۔ الانعام: ۱۵۹) سورۃ الانعام کا مختصر خلاصہ ختم ہوا۔



## فصل دوم

## عقائد اہل سنت (سوالات و جوابات)

سوال: اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں کس لیے پیدا کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہمیں صرف اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [الذاریات: ۵۶] ”اور میں نے جنوں اور

انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔“ اور یہ بھی فرمایا:

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ﴾ [بنی اسرائیل: ۲۳] ”تمہارے رب نے فرمایا

کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔“

سوال: توحید کو قبول کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: جو شخص سچے دل سے لا الہ الا اللہ کہتا ہے اور اپنے ایمان میں شرک کی ملاوٹ نہیں کرتا اس

پر روزخ کی آگ حرام ہے اور اس کا مقام جنت ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُونَ﴾

[الأنعام: ۸۳]

”جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان میں ظلم کی آمیزش نہیں کی تو ایسے

لوگوں کے لیے امن ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے۔ [بخاری، کتاب الإیمان،

باب ظلم دون ظلم: ۳۲۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب صدق الإیمان وإخلاصه: ۱۲۴]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ ہر اس شخص پر حرام کر دی جس نے اللہ

تعالیٰ کی رضا مندی کے حصول کے لیے لا الہ الا اللہ کہا۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبياء، باب

قوله تعالیٰ ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا.....﴾: ۳۴۳۵۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الدليل على أن

من مات على التوحيد دخل الجنة : ۲۹ ]

سوال : اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام ﷺ کو دنیا میں کیوں بھیجا؟  
جواب : اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴾

[الأنبياء : ۲۵]

”اور ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھیجے ان کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری عبادت کرو۔“

معلوم ہوا کہ انبیائے کرام ﷺ کو مبعوث کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ لوگوں کو توحید کی دعوت دی جائے اور لوگ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں۔

سوال : کیا مسلم بننے کے لیے لا الہ الا اللہ کے معنی جاننا ضروری ہیں؟

جواب : مسلم بننے کے لیے شرط اول یہ ہے کہ اسے لا الہ الا اللہ کے معنی معلوم ہوں، اسے پتا ہو کہ کلمہ پڑھنے سے اسے کن کن باتوں کو ماننا پڑے گا اور کن کن باتوں کا انکار کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے آخری نبی محمد ﷺ کو فرماتا ہے :

﴿ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ﴾ [محمد : ۱۹]

”پس جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الہ (معبود) نہیں۔“

معلوم ہوا کہ کفر سے نکل آنے اور ایمان میں داخل ہو کر اپنے درجات بلند کرنے کے لیے علم شرط اول ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ”جو اس حال میں مر جائے کہ وہ اس بات کا علم رکھتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں، جنت میں داخل ہوگا۔“ اس علم سے مراد دل کی تصدیق اور زبان کا اقرار ہے۔ [مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة قطعاً : ۲۶]

سوال : توحید الاسماء والصفات سے کیا مراد ہے؟

جواب : توحید صفات سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی تشریح میں درج شدہ تمام صفات باری تعالیٰ پر ایمان لانے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ان سب صفات کا بھی اقرار کیا جائے جن سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے آپ کو موصوف کیا، مثلاً اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ (ط : ۵) اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔ (النساء : ۱۶۴) اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں

سے بنایا۔ (سورہ ص: ۷۵)۔ یا جن صفات کا ذکر احادیث صحیحہ میں ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ [مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب الترغیب فی الدعاء والذکر فی آخر الليل والإجابة فیہ: ۷۵۸] یہ تمام صفات اس کمال کو پہنچی ہوئی ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہیں، کسی مخلوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفات کو تشبیہ نہیں دی جاسکتی، کیونکہ مخلوق خالق کی صفات کی کیفیت کو جاننے سے قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ [الشوریٰ: ۱۱] ”(کائنات کی) کوئی چیز اس کی مثل نہیں۔“ اللہ تعالیٰ کی صفات کو حقیقت پر محمول کرتے ہوئے کسی تاویل، کیفیت، تعطیل اور تمثیل کے بغیر ایمان لانا توحید الاسماء والصفات ہے۔

### تاویل:

آیات و احادیث کے ظاہری معنوں کو دوسرے مرادی معانی کی طرف پھیرنا تاویل کہلاتا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا مطلب یہ بیان کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر غالب ہے، ایسی تاویل کرنا جائز نہیں۔

### کیفیت:

اللہ تعالیٰ کی صفت کی کیفیت بیان کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

### تمثیل:

تمثیل سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت کو مخلوق کی صفت کے مشابہ قرار دے دیا جائے۔ مثلاً اللہ کا آسمان دنیا پر نزول ہمارے نزول کی طرح مانا جائے، ایسا ماننا حرام ہے۔

### تعطیل:

اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرنا تعطیل ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کو عرش پر مستوی ماننے کی بجائے اسے بلحاظ ذات ہر جگہ موجود سمجھا جائے، ایسا سمجھنا گمراہی ہے۔ یقیناً سلف صالحین یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کا مسلک ہی حق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے حقیقی معانی پر ایمان لا کر بغیر کسی تاویل، تمثیل کے ان صفات کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا چاہیے۔

سوال: اسلامی دعوت کا طریقہ کار کیا ہے؟

جواب: اسلامی دعوت کا صحیح طریقہ کار یہ ہے کہ دعوت کا آغاز توحید کے پرچار سے کیا جائے،

لوگوں پر توحید اور شرک کے مابین فرق واضح کیا جائے۔ جو مبلغین دعوت توحید کو مشکل محسوس کرتے ہوئے لوگوں کے عقائد کی تصحیح کی طرف دھیان نہیں دیتے پھر دعوت توحید کو ثانوی حیثیت دیتے ہوئے لوگوں کو نماز، روزہ، جہاد اور اخلاقیات کی دعوت دیتے ہیں، ان کا یہ رویہ انبیائے کرام ﷺ کی سنت کے منافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی دعوت اصل اسلامی نتائج حاصل کرنے میں ناکام رہتی ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے ہوئے فرمایا: ”اولین چیز جس کی طرف لوگوں کو دعوت دی جائے وہ کلمہ شہادت ہونی چاہیے یعنی یہ کہ لوگ اللہ تعالیٰ ہی کو الہ واحد مانیں۔“

[بخاری، کتاب الزکاة، باب لا تؤخذ کرائم أموال الناس فی الصدقة: ۱۴۵۸]

سوال: کیا شرک کا ارتکاب کرنے والے کو اس کے نیک اعمال فائدہ دیں گے؟

جواب: نیک اعمال (صدقہ، خیرات، نماز، روزہ، لوگوں سے حسن سلوک) عقیدہ شرک کی موجودگی میں بے کار ہو جاتے ہیں اور اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں رہتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قانون کی انتہائی بالادستی بیان کرتے ہوئے ابراہیم، اسحاق، یعقوب، داؤد، سلیمان اور ایوب رضی اللہ عنہم سمیت ۱۸ جلیل القدر انبیاء کا نام لے کر فرمایا:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [الأَنْعَام: ۸۸]

”اور اگر (بفرض حال) ان لوگوں نے شرک کیا ہوتا تو ان کے بھی سب اعمال ضائع ہو جاتے۔“

سوال: کیا شرک کرنے سے آدمی کا اسلام جاتا رہتا ہے؟

جواب: جس طرح نماز میں کلام کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، ہوا خارج کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، جان بوجھ کر کھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اسی طرح شرک کرنے سے آدمی کا اسلام جاتا رہتا ہے خواہ خود کو مسلمان کہے۔ اس کے بعد آدمی کا ہر عمل خود بخود ضائع ہو جاتا ہے، اسے عقائد کی اصطلاح میں نواقض اسلام کہتے ہیں۔ اسلامی فقہ کی ہر کتاب میں باب المرتد موجود ہے یعنی وہ باتیں جو کسی کلمہ گو کو کافر کر دیتی ہیں۔ اس کے بعد اس امر کی گنجائش نہیں رہتی کہ شرک کا داعی یا طاغوت کی کرسی پر بیٹھا ہوا کوئی کلمہ گو ہو تو اسے مسلمان کہا یا سمجھا جائے۔

سوال: کیا عامۃ الناس کو کافر سمجھا جائے گا؟

جواب: کسی گمان اور قیاس پر کسی کو کافر نہیں کہا جائے گا کیونکہ مسلمان رکفر کا فتویٰ خود لگانے

والے پر پلٹ آئے گا۔ یہ کہنے میں تو کوئی خوف نہیں ہونا چاہیے کہ جو سیدنا علیؑ کو مشکل کشا جان کر مشکلات میں امداد کے لیے پکارتا ہے وہ مشرک ہے مگر فرد معین پر فتویٰ لگانے میں احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ چار وجوہات کی بنا پر فتویٰ نہیں لگتا:

### ۱- تاویل:

کوئی شخص اپنے فعل کی کوئی تاویل کرے مثلاً گیارہویں والے پیر کے نام کی نذر و نیاز کو ایصال ثواب کہے تو اس کو مشرک نہیں کہا جائے گا۔

### ۲- اکراہ:

کوئی شریک عمل اپنی جان بچانے کے خوف سے کرے تو وہ بھی مشرک نہ ہوگا۔

### ۳- جہالت:

کوئی شخص جاہل ہے تو فتویٰ سے پہلے اس کی جہالت دور کی جائے گی۔ مثلاً وہ نبی اکرم ﷺ کو نور من نور اللہ کہتا ہے مگر اس کے مفہوم ہی سے نا آشنا ہے۔

### ۴- بلا مقصد:

کسی شخص کی زبان سے بلا ارادہ شریک یا کفریہ کلام نکلتا ہے، وہ دل سے بات کا قائل نہ ہو تو بھی اس پر فتویٰ نہیں لگتا۔

یہ چاروں وجوہات مانع نہ ہوں اور واضح طور پر نواقض اسلام میں سے کسی ایک بات کا مرتکب ہو تو اس کو کافر کہا جائے گا، ورنہ فقہ اسلامی میں مرتد کا باب سرے سے نہ ہوتا، کیونکہ مرتد کلمہ گو ہوتا ہے، جس نے اسلام قبول ہی نہ کیا ہو اسے مرتد نہیں کہا جا سکتا۔

سوال: کیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والا مشرک ہو سکتا ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم ضرور بالضرور اپنے سے پہلی امتوں کی پیروی کرو گے اور پہلی امتوں سے آپ ﷺ کی مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبياء، باب ما ذکر

عن بنی اسرائیل: ۳۴۵۶- مسلم، کتاب العلم، باب إتياع سنن اليهود والنصارى: ۲۶۶۹]

یہود و نصاریٰ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ طاغوت پر ایمان لاتے تھے اور طاغوت کی

بندگی کرتے تھے:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْحَبِيبِ وَالطَّاغُوتِ﴾

[النساء: ۵۱]



”کیا تو نے اہل کتاب کو نہیں دیکھا کہ وہ بت اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں۔“  
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک میری امت کی ایک جماعت مشرکوں سے نہ جا ملے اور میری امت کے بہت سے لوگ بت پرستی نہ کریں۔“ (برقانی نے اپنی صحیح میں روایت کی) [ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء لا تقوم الساعة حتی یخرج کذابون:

[۲۲۱۹]

سوال: کیا قبر پرستی کو بت پرستی کہا جاسکتا ہے؟

جواب: جب کسی قبر کی پوجا ہوگی تو اس کو بت پرستی کہا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا اس قوم پر سخت غضب نازل ہوا جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔“ [موطا امام

مالک، کتاب قصر الصلاة فی السفر، باب جامع الصلاة: ۸۵]

رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی (۱) ان عورتوں پر جو کثرت سے قبروں کی زیارت کرتی ہیں (۲) جو قبروں پر مسجدیں بناتے ہیں (۳) اور جو قبروں پر چراغ جلاتے ہیں۔ [ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب فی زیارة النساء القبور: ۳۲۳۶۔ ترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی کراهیة أن یتخذ علی القبر مسجدا: ۳۲۰، ۱۰۵۶]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ آخر وقت میں فرماتے تھے: ”یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔“ اب اگر اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ محمد ﷺ کی قبر کو بھی سجدہ گاہ بنا لیا جائے گا تو آپ کو بند حجرہ میں دفن نہ کیا جاتا، بلکہ آپ کی قبر بھی کھلی ہوتی۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور: ۱۳۳۰۔

مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن بناء المسجد علی القبر..... الخ: ۵۲۹ تا ۵۳۲]

سوال: کیا شیطان نے یہ داؤ امت محمدیہ کے ساتھ کھیلا؟

جواب: شیطان نے امت محمدیہ پر بھی اس کا بھرپور وار کیا، اس نے انتہائی خطرناک انداز میں جھوٹ کو احادیث رسول بنانے کی کوشش کی۔ امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ہم نے صالحین سے بڑھ کر جھوٹ بولنے والا کسی کو نہیں پایا، یہ جھوٹ کا ارادہ نہ بھی کریں تو بھی

جھوٹ بے ساختہ ان کی زبانوں پر جاری ہو جاتا ہے۔“ [مقدمة صحیح مسلم، باب بیان أن الإسناد من الدين ..... الخ : ٤٠] (صالحین اس زمانے میں صوفی قسم کے لوگوں کو کہا جاتا تھا)۔ شیطان کا یہ وار آج بھی جاری ہے، بہت سے شرکیہ نظریات اس لیے اسلامی قرار دیے جا رہے ہیں کہ ان کی نسبت ان لوگوں کے ساتھ ہے جو پاک و ہند میں مشاہیر امت کے طور پر مشہور ہیں۔ ان مشرکانہ نظریات کو ان ہستیوں سے علیحدہ کر دیا جائے تو ان کا انکار کرنے والوں کی یہاں کمی نہیں، مگر جو نبی یہ نظریات ان شخصیات کے نام پر سامنے آتے ہیں تو کئی توحید کے دعویدار بھی انتہائی بودی تاویلات کا سہارا لے کر ان باطل نظریات کی تائید کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

سوال: کیا مشرکین بے جان پتھروں کے بنے ہوئے بتوں کی عبادت کرتے تھے؟

جواب: بتوں کی حقیقت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما یوں بیان کرتے ہیں کہ وہ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر قوم نوح (علیہ السلام) کے صالحین تھے۔ جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ جن مقامات پر یہ اولیاء اللہ بیٹھا کرتے تھے وہاں ان کے بت بنا کر کھڑے کر دو (تاکہ ان کی یاد تازہ رہے) وہ ان کو پوچتے نہ تھے۔ جب یہ یادگار بنانے والے فوت ہو گئے اور بعد والوں کو یہ شعور نہ رہا کہ ان بتوں کو صرف یادگار کے لیے بنایا گیا تھا تو انھوں نے (ان بزرگوں کے بتوں کی) عبادت شروع کر دی۔ [بخاری، کتاب التفسیر (سورة نوح) باب ﴿ودا ولا سواعا ولا یغوث و یعوق و نسرا﴾: ٤٩٢٠] اسی طرح لات ایک مرد تھا جو حاجیوں کے لیے ستو بناتا تھا۔ [بخاری، کتاب التفسیر (سورة والنجم)، باب ﴿أفرأیتم اللہ والعزى﴾ : ٤٨٥٩] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حبشہ کے معبد کا ذکر کیا، جسے ماریہ کہا جاتا تھا، اس میں تصویریں تھیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ ایسے لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی نیک بندہ مر جاتا تو اس کی قبر پر سجدہ گاہ بنا دیتے تھے اور تصویریں بنا دیتے تھے، یہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔“ [بخاری، کتاب الصلاة، باب الصلاة فی البیعة : ٤٣٤] اس لیے اللہ تعالیٰ مشرکین کے معبودوں کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادًا أَمْثَلُكُمْ﴾ [الأعراف : ١٩٤]

” (مشرکوں!) بے شک تم اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہو وہ تم جیسے بندے ہیں۔“  
اور فرمایا:

﴿أَمْوَاتٌ غَيْرٌ أَحْيَاءُ وَمَا يَشْعُرُونَ﴾ [النحل: ۲۱]  
”وہ تو بے جان لاشیں ہیں، ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔“

جن اولیاء کو مشرکین پکارتے ہیں، ان کے بارے میں بتایا:

﴿وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا لِعِبَادَتِهِمْ كُفْرِينَ﴾ [الأحقاف: ۶]  
”اور جب (قیامت کے دن یہ) لوگ جمع کیے جائیں گے، وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔“

ان تینوں آیات سے ثابت ہوا کہ مشرکین کے معبود اللہ کے بندے تھے اور وہ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔

سوال: کیا رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا کہ اے جابر! اللہ نے تمام اشیاء سے پہلے اپنے نور سے تیرے نبی کا نور پیدا کیا پھر اس کے چار حصے کیے، ایک سے قلم، دوسرے سے لوح محفوظ، تیسرے سے عرش اور چوتھے سے کل کائنات پیدا کی؟ (ریاض السالکین)

جواب: یہ روایت بلا سند ہے، موضوع یعنی من گھڑت ہے۔ ایسی روایت کو رسول اللہ ﷺ کا فرمان کہنے والوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس نے جان بوجھ کر کوئی ایسی بات میری طرف منسوب کی، جو میں نے نہ کہی ہو،

وہ اپنا مقام جہنم میں بنا لے۔“ [بخاری، کتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي

ﷺ: ۱۰۶، ۱۰۷۔ مقدمة صحيح مسلم، باب تغليظ الكذب على رسول الله ﷺ: ۴۱]

اس کے مقابلے میں صحیح حدیث ترمذی میں ہے:

”بے شک اللہ نے سب سے پہلے قلم پیدا کیا۔“

[ترمذی، کتاب القدر، باب (إعظام أمر الإيمان بالقدر): ۲۱۵۵]

سوال: حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْتُ الرَّبِّ﴾ ”مومن کا دل

رب کا گھر ہے“ کیا یہ صحیح نہیں؟

جواب: یہ روایت بے اصل، جھوٹی اور باطل ہے۔ امام ابن تیمیہ، علامہ سخاوی اور ملا علی قاری نے

اسے موضوع (من گھڑت) قرار دیا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: ”اولاد آدم کا دل رحمن کی دو انگلیوں میں ہے، وہ جس طرف چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔“ [مسلم، کتاب القدر، باب تصریف اللہ تعالیٰ القلوب کیف شاء: ۲۶۵۴] یعنی سب قلوب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں اور یہ جھوٹی روایت کہتی ہے کہ ہر قلب اللہ تعالیٰ کو محیط ہے۔ (معاذ اللہ!)

سوال: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (( مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ )) ”جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا“ کیا یہ حدیث صحیح ہے؟  
جواب: یہ بھی من گھڑت روایت ہے، اس کی سند کا ہی پتا نہیں۔ امام نووی نے کہا: ”لَيْسَ هُوَ ثَابِتًا“ یہ ثابت نہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے موضوع کہا ہے۔ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”اسناد دین میں سے ہیں، اگر اسناد نہ ہوں تو جو کوئی جو چاہے کہتا رہے۔“  
[مقدمة صحيح مسلم، باب بيان أن الإسناد من الدين ..... الخ: ۳۲]

سوال: کیا اللہ کے سوا کوئی اور مافوق الاسباب (بغیر اسباب کے) لوگوں کی تکالیف کا علم رکھتا ہے؟  
جواب: اللہ اپنے بندوں کے حالات سے باخبر ہے۔ فرمایا:

﴿ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴾ [بنی اسرائیل: ۳۰]

”بے شک اللہ اپنے بندوں سے خبردار ہے اور ان کو دیکھ رہا ہے۔“  
کسی فوت شدہ کو لوگوں کی تکالیف کا علم نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:  
﴿ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنِ دُعَائِهِمْ غَفُلُونَ ﴾ [الأحقاف: ۵]

”اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے سوا ایسے شخص کو پکارے جو قیامت تک بھی اسے جواب نہ دے سکے اور وہ ان کی پکار ہی سے غافل ہوں۔“  
خود رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَن فِي الْقُبُورِ ﴾ [فاطر: ۲۲]

”(اے نبی!) آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں۔“  
یہ بھی فرمایا:

﴿ فَإِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَى ﴾ [الروم: ۵۲]

”پس بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔“

جب رسول اللہ ﷺ مردوں کو نہیں سنا سکتے تو اور کون ہے جو مردوں کو اپنی مشکلات سے آگاہ کر سکے۔ اس لیے فرمایا:

﴿ اَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْفِي السُّوءَ ﴾ [النمل: ۶۲]

”بھلا کون بے قراری کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور کون اس کی تکلیف دور کرتا ہے۔“

سوال: حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَوْ لَاكَ لَمَّا خَلَقْتَ الْاَفْلَاكَ ﴾ ((اے محمد!) اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو کائنات پیدا نہ کرتا“ کیا یہ فرمان رسول نہیں؟

جواب: یہ روایت من گھڑت ہے۔ امام اصفہانی نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ ایسی بلا سند روایت کو ماننا جائز نہیں، جب کہ قرآن حکیم بھی اس نظریہ کی تردید کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ﴾ [الذاریات: ۵۶]

”میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔“

معلوم ہوا کہ تخلیق کائنات کا سبب رسول اللہ ﷺ کی ذات نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کا مقصد بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفَيْلِ ﴾ [الفیل: ۱]

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔“

تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اس واقعہ کو دیکھ رہے تھے، حالانکہ آپ ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔

جواب: ”الم تر“ (کیا تو نے نہیں دیکھا) سے مراد مشاہدہ نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَلَمْ يَرَوْا كَمَا اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ ﴾ [الأنعام: ۶]

”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی بستیاں ہلاک کیں۔“

اب کیا مشرکین مکہ کے بارے میں بھی یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ اپنی پیدائش سے پہلے ہلاک ہونے والی بستیوں کو دیکھ رہے تھے۔ یہ بھی فرمایا:

﴿ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً اَوْ لَمْ يَرَوْا

اَنَّ اللّٰهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ﴾ [حم السجدة: ۱۵]

”پس قوم عاد نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہنے لگے کہ ہم سے قوت میں کون زیادہ

ہے؟ کیا انھوں نے دیکھا ہے، اللہ وہ ہے جس نے انھیں پیدا کیا، وہ قوت میں ان سے زیادہ ہے۔“

اب کیا قوم عاد نے اللہ تعالیٰ کو تخلیق انسانیت کرتے ہوئے آنکھ سے دیکھا تھا، الغرض ”الم تر“ سے مراد آنکھ سے مشاہدہ کرنا نہیں ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ باتیں سب کے علم میں ہیں۔ (الانبیاء: ۳۰۔ العنکبوت: ۱۹۔ یس: ۳۱، ۷۷۔ الأحقاف: ۳۳، نوح: ۱۵۔ الکہف: ۶۳) ان آیات سے ان لوگوں کے اس باطل عقیدہ کی واضح تردید ہوتی ہے۔

سوال: کیا غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے؟

جواب: غیر اللہ کو پکارنا کفر و شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِذْ أَرَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبُّنَا هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ كُنَّا نَدْعُوهُ مِنْ دُونِكَ﴾ [النحل: ۸۶]

”اور جب شرک کرنے والے اپنے شرکاء کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے ہمارے رب!

یہ ہمارے شرکاء ہیں جن کو ہم تیرے سوا پکارتے تھے۔“

معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے۔

سوال: کیا غیر اللہ کو پکارنا کفر ہے؟

جواب: غیر اللہ کو پکارنا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُونَ﴾ [المؤمنون: ۱۱۷]

”اور جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو پکارتا ہے، اس کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں،

اس کا حساب اللہ کے ذمے ہے، تحقیق کافر فلاح نہیں پاتے۔“

غیر اللہ کو پکارنے والے خود مرتے وقت اپنے کافر ہونے کا اقرار کریں گے :

﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمْ رَسُولُنَا يُتَوَقَّوْهُمْ قَالُوا آئِنَ مَا لَكُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كٰفِرِينَ﴾ [الأعراف: ۳۷]

”یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے فرشتے جان لینے کو آئیں گے تو وہ کہیں گے

وہ کہاں ہیں جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے تھے؟ وہ کہیں گے آج ہم سے گم ہو گئے ہیں

اور اقرار کریں گے کہ بے شک وہ کافر تھے۔“

سوال: غیر اللہ کو پکارنے کا کیا نقصان ہے؟

جواب: غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارنا عذاب کا باعث ہے۔ فرمایا:

﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ﴾ [الشعراء: ۲۱۳]

”اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارو، ورنہ تم عذاب دیے جانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔“

یہ بھی فرمایا:

﴿وَيُذَرِّتُ الْجَحِيمَ لِلْغَوِينَ ۗ وَقِيلَ لَهُمْ إِنِّي سَأَكْتُمُ تَعْبُدُونَ ۗ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۗ هَلْ يَبْصُرُونَكُمْ أَوْ يَنْتَهِرُونَ ۗ فَكَلْبُوا فِيهَا هُمْ وَالْعَاوَنَ﴾ [الشعراء: ۹۱ تا ۹۴]

”اور جہنم گمراہوں کے سامنے کر دی جائے گی اور کہا جائے گا وہ کہاں ہیں جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے؟ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں؟ یا اپنا ہی بچاؤ کر سکتے ہیں۔ پس وہ باطل معبود اور گمراہ دوزخ میں اوندھے منہ ڈال دیے جائیں گے۔“

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ مشرکین اگرچہ انبیاء اور اولیاء اللہ کو پکارتے ہیں مگر وہ چونکہ مشرکین کے دشمن تھے اس لیے وہ ان کے معبود نہیں، ان کا معبود شیطان ہے۔ جیسا کہ المائدہ (۱۱۶، ۱۱۷) اور النساء (۱۱۷) میں ہے۔ یہ بھی فرمایا:

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ [یونس: ۱۰۶]

”اللہ کے سوا ایسے کو نہ پکارنا جو تجھے نہ نفع دے سکتا ہے نہ تیرا نقصان کر سکتا ہے۔ اگر تو نے ایسا کیا تو اسی وقت ظالموں میں سے ہو جائے گا۔“

سوال: کیا غیر اللہ کو پکارنا شیطان کی عبادت ہے؟

جواب: غیر اللہ کو پکارنا شیطان کی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انسانوں سے فرمائے گا:

﴿الْمَ أَعْبَدُ إِلَيْكُمْ لِيَبَيِّنَ أَمْرًا أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۗ وَإِنَّ عَبْدِي نِيَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ﴾ [یس: ۶۰، ۶۱]

”اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے کہہ نہیں دیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری ہی عبادت کرنا، یہی سیدھی راہ ہے۔“

آج شیطان کو کوئی سجدہ اور رکوع نہیں کرتا، کوئی شیطان کو نہیں پکارتا مگر چونکہ اللہ کے سوا کسی

کو بھی پکارا جائے وہ شیطان ہی کی اطاعت ہے اور اطاعت ہی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِزْهِيمَهُ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ۗ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا ۗ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۗ يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ ۗ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَنِ عَصِيًّا ۗ﴾ [مریم: ۴۱ تا ۴۴]

”اور کتاب میں ابراہیم (علیہ السلام) کا ذکر کر، وہ سچے نبی تھے۔ جب انھوں نے اپنے باپ سے کہا ابا جان! آپ کیوں اس کی عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اور نہ کوئی فائدہ دے سکتا ہے؟ ابا جان! میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں ہے، میرے پیچھے چلو! میں آپ کو سیدھی راہ پر لے چلوں گا۔ اے ابا جان! شیطان کی عبادت نہ کر، شیطان تو رحمن کا نافرمان ہے۔“

ان آیات سے ثابت ہوا کہ بتوں کی پوجا بھی دراصل شیطان کی عبادت ہے۔ درج ذیل آیات پر بھی غور کیجیے:

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهَؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ۗ قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلِيِّنَا مِنْ دُونِهِمْ ؕ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْحِجَابَ أَكْثَرَهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ﴾ [سبا: ۴۰، ۴۱]

”اور جس دن وہ ان سب کو اکٹھا کرے گا، پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ لوگ تمھاری عبادت کرتے تھے؟ فرشتے کہیں گے آپ (ہر عیب سے) پاک ہیں، ان کی بجائے آپ ہی ہمارے دوست ہیں، بلکہ یہ لوگ جنات کی عبادت کرتے تھے، ان کی اکثریت انھی کو مانتی تھی۔“

مشرکین مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے اور ان کی عبادت کرتے تھے مگر فرشتے صاف انکار کر دیں گے اور کہیں گے کہ یہ شیطان جنات کی عبادت کرتے تھے۔ بعض تعویذات پر یا جبرئیل، یامیکاہیل، یا اسرافیل، یا عزرافیل لکھا جاتا ہے، بعض چوروں کو پکڑنے کے لیے مٹی کا لوٹا لے کر اس پر یہ نام لکھتے ہیں اور پھر مشکوک لوگوں کے نام کاغذ پر لکھ کر اس میں ڈالتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ چور کے نام پر لوٹا گھومے گا، یہ سب شیطان کی عبادت ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا﴾ [النساء: ۱۱۷]



”اور یہ لوگ شیطان سرکش ہی کو پکارتے ہیں۔“

سوال: کیا غیر اللہ کسی کی پکار کا جواب دے سکتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطٍ  
غَفِيهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ﴾

[الرعد: ۱۴]

”اسی کو پکارنا سود مند ہے اور جو اس کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں وہ ان کو کوئی جواب

نہیں دے سکتے۔ اس کی مثال پانی کی طرف ہاتھ پھیلانے والے کی مانند ہے (جو

چاہتا ہے کہ) پانی اس کے منہ میں آجائے، حالانکہ وہ نہیں آسکتا اور کافروں کی پکار

بے کار ہے۔“

معلوم ہوا اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنا ایسا ہی ہے کہ آدمی کنویں کے پانی کو کہے کہ وہ ار

کے منہ میں آجائے۔ یہ بھی فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْعٍ ۗ إِنَّ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ ۗ

وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۗ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بَشِرْكُمْ﴾ [فاطر: ۱۳، ۱۴]

”اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔

اگر تم ان کو پکارو، تمہاری پکار نہ سنیں اور اگر سن لیں تو تمہاری درخواست قبول نہیں کر

سکتے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے۔“

معلوم ہوا کہ غیر اللہ کسی کو نفع دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ یہ بھی فرمایا:

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنِ دُعَائِهِمْ

غٰفِلُونَ ۗ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ۗ﴾

[الأحقاف: ۶]

”اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا ان کو پکارتا ہے جو قیامت تک

اس کو جواب تک نہ دے سکے اور وہ ان کے پکارنے ہی سے غافل ہیں اور جب لوگ جمع

کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔“

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ غیر اللہ قیامت تک ان پکارنے والوں کو جواب نہیں دے

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرکین نیک لوگوں کو پکارتے تھے، اسی لیے وہ ان کے دشمن ہوں گے۔  
سوال: قرآن مجید میں: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ﴾ ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ﴾ آیا ہے، اگر ہم یا رسول اللہ (ﷺ) کہیں تو کیا حرج ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ جس کو چاہے خطاب کرے، وہ سنوانے پر قادر ہے۔ فرمایا:

﴿يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ﴾ [فاطر: ۲۲]

”بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے سناتا ہے اور آپ قبر والوں کو نہیں سنا سکتے۔“

جب اللہ سنانے پر قادر ہے تو اس نے ان چیزوں سے خطاب بھی کیا ہے۔ زمین و آسمان

سے بھی خطاب کیا ہے:

﴿يَا رِضُّ ابْلَعِي مَاءَكَ وَيَسْمَاءُ أَقْلِعِي﴾ [ہود: ۴۴]

”اے زمین! اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان! تھم جا۔“

سب انسانوں سے ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ﴾ [البقرة: ۲۱] کہہ کر خطاب کیا۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا﴾

[التحریم: ۷] کہہ کر کفار سے خطاب کیا۔ ﴿يَا لَيْلِيسُ﴾ [سورة ص: ۷۵] کہہ کر شیطان سے خطاب

کیا۔ چونکہ اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں، وہ جس کو چاہے خطاب کرے، وہ تو ہر ایک کو دیکھتا اور اس کی

سنتا ہے۔ مگر ہم نہ یہ قدرت رکھتے ہیں کہ اپنی آواز انھیں پہنچا سکیں اور نہ وہ جواب دینے پر قادر

ہیں، لہذا اس میں دلیل نہیں ہے۔

سوال: تشہد میں ﴿الْسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ﴾ کہا جاتا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ ہم

”یا رسول اللہ (ﷺ)“ کہیں؟

جواب: سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہم میں زندہ تھے تو

ہم ﴿الْسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ﴾ کہتے تھے لیکن جب آپ وفات پا گئے تو ہم

﴿الْسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ﴾ کہتے ہیں۔ [بخاری، کتاب الاستئذان، باب الأخذ بالیدین:

[۶۲۶۵]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تشہد میں ﴿الْسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ﴾

پڑھتے تھے۔ [موطا امام مالک، کتاب الصلاة، باب التشهد فی الصلاة: ۵۴]

در اصل تشہد میں خطاب کا صیغہ اس لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ صحابہ فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ ﷺ

تشہد کی یہ دعا اس طرح یاد کرواتے تھے جس طرح قرآن کی کوئی سورت۔ اس لیے قرآن میں

جہاں خطاب کے الفاظ آتے ہیں انہیں اسی طرح پڑھا جاتا ہے، لہذا یہ دعا بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسی طرح جاری رکھی۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کا عقیدہ یہی تھا کہ آپ ﷺ وفات کے بعد نہیں سنتے۔ سلف میں جو لوگ خطاب کے قائل تھے وہ بھی ندا اور استغاثہ لغیر اللہ کو شرک شمار کرتے ہیں۔ وہ تاویل کرتے ہیں کہ ہم حکم کے مطابق الفاظ استعمال کرتے ہیں، ہم ندا لغیر اللہ کے قائل نہیں ہیں۔ سوال: قبرستان میں جا کر ﴿السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ﴾ کہا جاتا ہے، اگر مردے نہیں سنتے تو پھر ان سے خطاب کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب: صرف خطاب کرنا سننے کی دلیل نہیں ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حجرا سود کو خطاب کر کے کہتے ہیں: ”اے حجر اسود! تو ایک پتھر ہے، نفع و نقصان تیرے اختیار میں نہیں ہے۔ اگر میں نے نبی اکرم ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ کیا یہ بات دلیل ہے کہ پتھر سنتے ہیں؟ معلوم ہوا کہ صرف خطاب سننے کی دلیل نہیں ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَكَانُوا مِنْ قَبْلِ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ [البقرة: ۸۹] ”اور اس سے پہلے وہ کافروں کے خلاف فتح کی درخواست کرتے تھے۔“

کیا یہ آیت نبی ﷺ کا واسطہ دینے کی دلیل نہیں ہے؟

جواب: اس آیت میں اس بات کا ذکر ہے کہ یہود اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! اس نبی ﷺ کو ہمارے لیے بھیج جس کی جماعت میں شامل ہو کر ہم مشرکین سے لڑیں گے اور فتح حاصل کریں گے۔ اس آیت میں کوئی ایسا ذکر نہیں کہ فلاں کے واسطے سے ہماری مدد فرما۔

سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا

رَّحِيمًا﴾ [النساء: ۶۴]

”جب ان لوگوں نے خود پر ظلم کیا اگر آپ کے پاس آتے اور اللہ سے مغفرت چاہتے اور رسول اللہ (ﷺ) ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔“

کیا اس آیت کے مطابق ہمیں قبر نبوی پر جا کر مغفرت کی دعا نہیں کرنی چاہیے؟

جواب: ﴿جَاءُوكَ﴾ سے آپ ﷺ کے پاس آنا مراد ہے، یہاں قبر نبوی مراد نہیں ہے۔ اس

آیت میں بھی ﴿جَاءُوكَ﴾ کا لفظ ہے:

﴿وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ﴾ [المجادلة: ۸]

”اور جب یہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو جس (کلمے) سے اللہ نے آپ کو دہا نہیں دی اس سے آپ کو دہا دیتے ہیں۔“

دونوں آیتوں سے مراد آپ کی زندگی کا وقت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی صحابی، تابعی یا امام سے یہ ثابت نہیں کہ کسی نے قبر پر آکر آپ کے وسیلہ سے استغفار کیا ہو۔

سوال: ابو منصور نے عتی سے روایت کیا کہ ایک اعرابی نے قبر نبوی پر سلام کیا اور کہا کہ اللہ نے فرمایا: ”جب یہ لوگ اپنے آپ پر ظلم کر چکیں پھر آپ کے پاس آئیں اور اللہ سے استغفار کریں اور رسول ان کے لیے بخشش کی دعا مانگیں تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا، مہربان! میں گے۔“ میں اپنے رب کے پاس آپ کی سفارش لینے آیا ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ عتی کے خواب میں آئے کہ اسے مغفرت کی خوشخبری سنا دو۔ (ابن کثیر)

جواب: یہ قصہ من گھڑت ہے۔ عتی کی توثیق کسی نے نہیں کی اور اس کی سند میں محمد بن حرب الہلالی ہے، نہ معلوم کون ہے، کہیں اس کا ذکر نہیں۔ جب سند کا حال معلوم نہ ہو تو اس مجہول روایت کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔

سوال: کیا ہم زندہ اور موجود لوگوں سے تعاون طلب کر سکتے ہیں؟

جواب: جس چیز میں اللہ تعالیٰ نے زندہ لوگوں کو قدرت دی ہے اس میں ہم ان سے معاونت طلب کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى﴾ [المائدة: ۲]

”نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔“

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”اللہ اپنے بندے کی مدد اس وقت تک کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد

کرتا ہے۔“ [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن،

و علی الذکر: ۲۶۹۹]

یہ اسباب سے مشروط امداد اس بات کی قطعاً دلیل نہیں بن سکتی کہ فوت شدہ انبیاء و اولیاء کو پکارا جائے۔ مافوق الاسباب امداد کے لیے پکارنا قرآن مجید کی کئی آیات کے مطابق شرک ہے۔

سوال: کیا کسی قبر سے تبرک حاصل کیا جا سکتا ہے؟

جواب: صالحین کی قبروں پر جا کر ان کی قبر کے پتھر یا درخت سے برکت حاصل کرنا شرک ہے۔ واقعہ اللیثی بیان کرتے ہیں کہ ہم جنگ حنین کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے، ہمارا زمانہ کفر ابھی قریب ہی گزرا تھا کہ راستے میں ایک جگہ بیری کا درخت آیا جس کو ذات انواط کہا جاتا تھا۔ مشرکین اس درخت کے پاس بیٹھنا باعث برکت خیال کرتے تھے اور اپنے ہتھیار بھی برکت کے لیے اس درخت پر لٹکایا کرتے تھے۔ جب ہم اس درخت کے پاس سے گزرے تو ہم نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ ”جیسے ان مشرکوں کے لیے ذات انواط ہے آپ ﷺ ہمارے لیے بھی ایک ذات انواط مقرر فرما دیجیے۔“ آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا: ”قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم نے وہی بات کہی جو بنی اسرائیل نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کہی تھی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)! ہمارے لیے بھی کوئی ایسا معبود بنا دے جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں؟ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا تم لوگ بڑے جاہل ہو۔“ پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تم بھی اگلی امتوں کے طریقوں پر چلو گے۔“ [ترمذی، کتاب الفتن، باب ما

جاء لترکب سنن من کان قبلکم : ۲۱۸۰]

معلوم ہوا کہ برکت کے حصول کے لیے ایسی جگہیں مقرر کرنا جائز نہیں۔

سوال: کیا کسی قبر پر، جہاں دوسرے لوگ غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرتے ہوں، کوئی موحد خالص اللہ تعالیٰ کے لیے جانور ذبح کر سکتا ہے؟

جواب: وہ مقام جہاں غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کیے جاتے ہیں وہاں خالص اللہ کے لیے بھی جانور ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔ ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ بوانہ نامی مقام پر جا کر چند اونٹ ذبح کرے گا۔ اس نذر کے ماننے والے نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا: ”کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟“ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ”کیا وہاں کوئی بت تھا جس کی مشرک پوجا کرتے تھے؟“ صحابہ نے عرض کی: ”نہیں۔“ آپ ﷺ نے پھر پوچھا: ”کیا وہاں مشرکین کا میلا لگتا تھا؟“ صحابہ نے عرض کی: ”نہیں۔“ آپ ﷺ نے اس صحابی کو نذر پوری کرنے کی اجازت دی اور فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نذر پوری کرنا درست نہیں اور نہ وہ نذر پوری کرنا صحیح ہے جو انسان کی ملکیت میں نہ ہو۔“

[أبو داؤد، کتاب الأیمان والنذور، باب ما يؤمر به من وفاء النذور : ۳۳۱۳]

سوال: کیا قرآنی آیات یا مسنون دعاؤں سے تعویذ لکھ کر لٹکانا اچھا عمل ہے؟

جواب: قرآن و سنت میں وارد دعاؤں کا استعمال وہی صحیح ہے جو اللہ کے نبی محمد ﷺ نے سکھایا۔ یوں آیات و احادیث کو لکھ کر گھونگے و سپی کی سی شکل بنا کر کالے یا سفید دھاگوں میں باندھنا یا گرہ دار دھاگوں میں لٹکانا ہرگز ہرگز سنت سے ثابت نہیں ہے، بلکہ یہ انداز تو التماّم کے ساتھ مشابہ ہے۔ جب کہ تماّم سے مراد گھونگے و سپیاں وغیرہ ہیں جو مشرکین بلاؤں سے بچنے کے لیے لٹکایا کرتے تھے، ان تمام کو اللہ کے نبی محمد ﷺ نے شرک کہا ہے۔ پھر تعویذ تو اچھا خاصا کاروبار بن چکا ہے اور شاید ہی کوئی تعویذ لکھنے والا لوگوں کو یہ بتاتا ہو کہ اس میں لکھا گیا ہے۔ جب کہ بعض تعویذوں میں یا جبرائیل یا اسرائیل وغیرہ (نذیر اللہ) تک لکھا ہوتا ہے۔

سوال: کیا ام موسیٰ، مریم اور دیگر کسی غیر نبی پر وحی نہیں آئی؟

ج: اس امت سے قبل ایسا ہوا مگر اب ایسا ممکن نہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا سوائے مبشرات کے۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ”مبشرات کیا ہیں؟“ فرمایا: ”اچھے خواب۔“ [بخاری، کتاب التعبیر، باب المبشرات: ۶۹۹۰] اور فرمایا: ”مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔“ [بخاری، کتاب التعبیر، باب الرؤیا الصالحة جزء من ستة وأربعین جزءا من النبوة: ۶۹۸۷] غیر نبی کا خواب شیطان کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے، اس لیے خواب یقینی خبر کا ذریعہ نہیں۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: ”جو کوئی برا خواب دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے، اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے، پھر وہ اس کا نقصان نہ کر سکے گا۔“ [بخاری، کتاب التعبیر، باب الرؤیا من اللہ: ۶۹۸۵] آپ ﷺ نے فرمایا: ”اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہے۔“ [بخاری، کتاب التعبیر، باب الرؤیا من اللہ: ۶۹۸۴] آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ”تم سے قبل بنی اسرائیل میں ایسے افراد تھے (جو نبی نہیں تھے لیکن) اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام کیا، اگر میری امت میں کوئی ایسا ہوتا تو وہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہوتا۔“ [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب مناقب عمر بن

الخطاب أبی حفص القرشی العدوی رضی اللہ عنہ: ۳۶۸۹]

سوال: جس طرح بادشاہ سے ملنے کے لیے وزیر کی سفارش کی ضرورت ہوتی ہے، کیا اس طرح

- اللہ سے ملنے کے لیے اولیاء اللہ کی سفارش کی ضرورت نہیں؟
- جواب: اللہ تعالیٰ بادشاہوں جیسا نہیں ہے کیونکہ بادشاہ سلطنت کا مکمل انتظام خود کرنے سے فطرتاً عاجز ہوتا ہے۔ اسے ایسے معاونین کی ضرورت ہوتی ہے جو نہ صرف امور سلطنت میں اس کی معاونت کرتے ہیں بلکہ درحقیقت یہ لوگ بادشاہ کی حکومت میں شریک ہوتے ہیں اور اس لیے:
- ۱۔ کبھی بادشاہ سفارش قبول کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔
  - ۲۔ کبھی بادشاہ کو سفارش کرنے والے سے کوئی غرض ہوتی ہے۔
  - ۳۔ کبھی اسے سفارش کرنے والے کی سرکشی کا خوف ہوتا ہے۔
  - ۴۔ کبھی سفارش کرنے والے کے کسی احسان کا بدلا دینا مقصود ہوتا ہے۔
  - ۵۔ اور کبھی وہ سفارش کرنے والے کی محبت میں مجبور ہو کر قانون تبدیل کر کے اس کی سفارش قبول کرتا ہے۔

جب کہ اللہ کے متعلق ایسا سوچنا کفر و شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا مِثْرًا زُرْقًا لَكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمًا لَا بَيْعَ فِيهِ وَلَا خِلَافَةً وَلَا شَفَاعَةً وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ [البقرة: ۲۵۴]

”اے ایمان والو! جو مال ہم نے تمہیں دیا اس کو اس دن کے آنے سے پہلے پہلے خرچ کر لو جس میں نہ اعمال کا سودا ہوگا، نہ دوستی اور نہ سفارش کام آئے گی اور کافر ہی ظالم ہیں۔“

سوال: کیا دعا میں کسی فوت شدہ نبی یا ولی کا واسطہ دیا جاسکتا ہے؟

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی یا کسی دوسرے فوت شدہ نبی کی ذات کے وسیلے سے کبھی دعا نہیں کی۔ آپ ﷺ کی زندگی میں اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد دونوں صورتوں میں آپ ﷺ کا وسیلہ یکساں ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے بجائے آپ ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو دعا کے لیے نہ کہتے بلکہ رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ دیتے۔ دعا میں محمد ﷺ، آل محمد یا کسی ولی اور پیر کا وسیلہ بعض اوقات انسان کو شرک تک پہنچا دیتا ہے، جب کہ اعتقاد رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی محبوب کے واسطے کا محتاج ہے، جیسا کہ بادشاہ یا افران بالا ہوتے ہیں۔ ایسا کہنے سے خالق کی مخلوق سے مشابہت لازم آتی ہے۔ کیونکہ کسی کو واسطہ اسی

کا دیا جاتا ہے جس سے وہ ڈرتا یا جس کی محبت میں مجبور ہو جائے یعنی اس کے نام سے وہ لاچار ہو جائے اور انکار کرنا مشکل ہو۔ اللہ تعالیٰ ان سب نقائص سے پاک ہے۔

سوال: جب آدم علیہ السلام جنت سے نکالے گئے تو کیا انھوں نے محمد ﷺ کے وسیلہ سے دعا نہیں کی تھی؟  
جواب: آدم علیہ السلام کی دعا قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے۔

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

[الأعراف: ۲۳]

”اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ہم ضرور تباہ ہو جائیں گے۔“

آدم علیہ السلام نے محمد ﷺ کا واسطہ نہیں دیا، یہ روایت موضوع ہے کیونکہ اس حدیث کا راوی عبدالرحمن بن زید بن اسلم اپنے والد سے موضوع روایات بیان کرتا ہے۔ (التوسل لعلاء ناصر الدین البانی) حافظ ذہبی اور امام ابن تیمیہ نے اسے موضوع کہا۔ قرآن مجید میں انبیاء اور اولیاء کی بہت سی دعائیں مذکور ہیں۔ نماز کے اندر ہر مسلمان بہت سی دعائیں کرتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے دن کے مختلف اوقات میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو بہت سی دعائیں سکھائی ہیں، لیکن کسی دعا میں یہ موجود نہیں کہ اے اللہ! میری مصیبت کو بحق فلاں، بطفیل فلاں، بصدقہ فلاں، بوسیلہ فلاں دور فرما، اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کسی وکیل کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿أَدْعُوَنِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [المومن: ۶۰]

”مجھ سے دعائیں کرتے رہو میں تمھاری دعائیں قبول کروں گا۔“

سوال: مسلمانوں کو غلبہ کب نصیب ہوگا؟

جواب: مسلمانوں کو غلبہ اس وقت ملے گا جب وہ انبیاء، پیغمبروں کی دعوت قبول کریں گے۔ یعنی:

- ۱- توحید باری تعالیٰ پر ایمان لائیں گے اور شرک کی تمام اقسام سے دست بردار ہو جائیں گے۔
- ۲- توحید کا پرچار کرتے ہوئے عقیدہ کو بنیاد بنا کر کثیر مسلمان ایب جماعت یعنی جسد واحد کی طرح ہو جائیں۔ گویا کہ فرقہ بندی کا جنازہ نکل جائے اور خاص توحید کی برکت سے کل دنیا کے اندر بہت سے مسلمانوں کا رخ دین حنیف کی طرف مڑ جائے۔

۳- دین اسلام کے لیے لڑنے کی حسب استطاعت تیاری کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَسَوْفَ يُؤْتِيهِمُ اللَّهُ ذِكْرَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا﴾



﴿يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا﴾ [النور: ۵۰]

”اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ تم میں سے جو ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے وہ ان کو زمین میں اسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے۔ ان کے لیے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ان کی حالت خوف کو امن سے بدل دے گا۔ پس وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔“

سوال: انبیاء ﷺ نے قوم کو کیا دعوت دی؟

جواب: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ [النحل: ۳۶]

”اور بے شک ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔“

معلوم ہوا کہ ابن آدم پر جو چیز سب سے پہلے فرض کی گئی ہے وہ طاغوت سے کفر اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا طاغوت سے کفر کرنے سے کیا تعلق ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ پر ایمان اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک طاغوت سے کفر نہ کیا جائے۔ فرمایا:

﴿فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا﴾

[البقرة: ۲۵۶]

”جو کوئی طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اور اللہ کے سوا جن جن کی پوجا کی جاتی ہے ان کا انکار کرے اس کا مال و خون مسلمانوں پر حرام ہو گیا اور اس کے دل کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔“

[مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بقتال الناس..... الخ: ۲۳]

غور فرمائیے کہ صرف زبان سے کلمہ پڑھ لینے سے مال و جان محفوظ نہیں بلکہ مسلمانوں کی تلوار سے جان و مال اس وقت محفوظ ہوگی جب ان معبودوں کا انکار کرے جن کو اس کے زمانے کے لوگ پوجتے تھے۔ اس حدیث میں ان لوگوں پر واضح دلیل اور صریح حجت ہے جو صرف توحید کی بات کرنا چاہتے ہیں مگر آج کلمہ گو اللہ کو چھوڑ کر جن جن کی بندگی کر رہے ہیں ان کی تردید نہیں کرنا چاہتے کیونکہ اس طرح ان کی نظر میں امت میں جوڑ پیدا نہیں ہوتا۔

سوال: طاغوت کسے کہتے ہیں؟

جواب: طاغوت ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے اور وہ اپنی عبادت کیسے جانے اور کردائے جانے پر راضی ہو۔ یعنی طاغوت خدائی کے جھوٹے دعویدار کو کہتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلاتے تھے اور وہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کے سب سے بڑے دشمن تھے، اس لیے وہ طاغوت نہیں ہیں، چاہے لوگ ان کی بندگی کریں۔ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ایک بندے کے تین درجے ہیں: پہلا درجہ یہ ہے کہ بندہ اصولاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی کو حق سمجھے، مگر اس کے احکام کی خلاف ورزی کرے، تو یہ فق ہے اور وہ گناہ گار ہوگا۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ وہ اس کی فرماں برداری سے اصولاً منحرف ہو کر یا تو خود مختار بن جائے یا کسی اور کی بندگی کرنے لگے، یہ شرک و کفر ہے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ اللہ کی بغاوت کر کے اس کی مخلوق پر خود اپنا حکم چلائے۔ جو شخص اس درجے پر پہنچ جائے تو وہ طاغوت ہے اور کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک طاغوت کا منکر نہ ہو۔

سوال: سب سے بڑا طاغوت کون ہے؟

جواب: شیطان سب سے بڑا طاغوت ہے جو غیر اللہ کی عبادت کی طرف بلاتا ہے۔ فرمایا:

﴿اَلَمْ اَعٰهَدْ اِلَيْكُمْ يٰۤاٰدَمُ اَنْ لَا تَعْبُدُوْا الشَّيْطٰنَ ۗ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾

[ یلس : ۶۰ ]

”اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیطان کی اطاعت ہی شیطان کی عبادت ہے۔ لہذا غیر اللہ کی غیر مشروط اطاعت اس کی عبادت ہے۔

سوال: کیا حکمران بھی طاغوت ہیں؟

جواب: وہ جابر اور ظالم حکمران جو فیصلے کے لیے کتاب و سنت کا پابند نہ ہو بلکہ انسان پر انسانوں کے بنائے قوانین نافذ کرے، وہ یقیناً طاغوت ہے۔ ایسے حکمران کے بارے میں فرمایا:

﴿مَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ [المائدة: ۴۴]

”اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے، وہ کافر ہیں۔“

سوال: حکمرانوں کو اختلاف کی صورت میں کس چیز کے ذریعے فیصلہ کرنا چاہیے؟

جواب: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ [النساء: ۵۹]

”پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہی بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے اچھا ہے۔“

معلوم ہوا کہ جھگڑا کسی چیز میں ہو، جتنا بھی ہو، جیسا بھی ہو، اس میں فیصلہ کے لیے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور اس بات کو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان کی شرط قرار دیا اور اس کو دنیا و آخرت میں بھلائی کا سبب قرار دیا۔ پھر جو لوگ اس قانون کی بجائے بشری قوانین کے ذریعے اپنے معاملات کا فیصلہ کرتے ہیں وہ کیسے مومن ہیں۔ یہ بھی فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا

قَضَيْتَ وَيَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [النساء: ۶۵]

”(اے محمد!) تیرے رب کی قسم! یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں۔ پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سر تسلیم خم کر لیں۔“

اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھا کر اور نفی کے الفاظ کو دوبارہ استعمال کرتے ہوئے جھگڑوں میں نبی رحمت ﷺ کو حاکم و فیصلہ نہ بنانے والوں کو خارج از ایمان قرار دیا ہے اور آپ کے فیصلے کے سامنے غیر مشروط طور پر سر تسلیم خم کرنے کا حکم دیا۔

سوال: اللہ اور رسول ﷺ کی بجائے کسی اور سے فیصلہ کروانے کا جرم کتنا بڑا ہے؟  
جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَتَّخِذُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ يَكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يَضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴾

[ النساء: ۶۰ ]

”کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو کچھ آپ (ﷺ) پر اور آپ (ﷺ) سے پہلے نازل ہوا اس سب پر ایمان رکھتے ہیں مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنا مقدمہ طاغوت کے پاس لے جا کر فیصلہ کروائیں، حالانکہ ان کو اس سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور شیطان ان کو دور کی گمراہی میں ڈالنا چاہتا ہے۔“

یقیناً جو حکمران ان قوانین کو ملک کے عوام پر نافذ کرتے ہیں جو انسانوں نے بنائے ہیں (چاہے وہ مارشل لا ہو یا اسمبلی کا پاس کردہ قانون یا کسی ایک شخص کا بنایا ہوا کوئی آئین) وہ طاغوت ہے اور جو شخص طاغوت سے فیصلہ کروانا چاہتا ہے ﴿يَزْعُمُونَ﴾ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے ان کے دعویٰ ایمان کو جھٹلا دیا کہ یہ ایمان دار بنتے ہیں لیکن یہ طرز عمل اور ایمان ایک بندے کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ شیطان نے ان کو گمراہ کر دیا ہے، ﴿قَدْ اُمِرُوْا اَنْ يَكْفُرُوْا بِهٖ﴾ فرما کر مسلم پر لازم کر دیا کہ وہ طاغوت سے دشمنی کرے۔ یہ طاغوت چاہے دیہاتوں میں قبیلوں کے سرداروں کی پنچائیت، ٹاشی کمیٹی یا جرگہ ہو، جو کتاب و سنت کی بجائے رسم و رواج کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں، یا وہ عدالتیں ہیں جو اسلامی ممالک میں موجود ہیں، یہ عدالتیں اسمبلی کے بنائے ہوئے آئین کے مطابق کتاب و سنت سے آزاد لوگوں میں فیصلہ کرتی ہیں جن پر پولیس اور فوج زبردستی عمل درآمد کرتی ہے تو اس کفر سے بڑھ کر اور کفر کیا ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝۳۰ ..... هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۳۱ ﴾

[ المائدہ: ۴۴ تا ۴۷ ]

”جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں ..... وہی ظالم ہیں ..... وہی فاسق ہیں۔“

یہ محال ہے کہ اللہ ایسے لوگوں کو کافر کہے اور وہ کافر نہ ہوں، ہرگز نہیں یہ لوگ کپکے کافر ہیں اور جب ان سے فیصلہ کروانے والے منافقین کے دعویٰ ایمانی (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار)

کی اللہ تعالیٰ نے نفی کی ہے تو خود فیصلہ کرنے والوں کے کلمہ کا کیسے اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ جب صحابہ نے منکرین زکوٰۃ اور خوارج کے کلمہ کا اعتبار نہ کیا اور ان کو قتل کیا تو بشری قوانین کے مطابق فیصلہ کرنے والے بھی کافر ہیں، خواہ وہ کلمہ پڑھتے ہوں۔

سوال: بعض لوگ قصہ یوسف (علیہ السلام) سے یہ بات نکالتے ہیں کہ فرعون (طاغوت) کی حکومت میں ایک مسلمان کا اسمبلی ممبر بننا یا وزیر بننا جائز ہے؟

جواب: اس بات میں تو کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش نہیں کہ جو حاکم بھی شریعت سے بے پروا ہو کر قانون و دستور حکمرانی مقرر کرے وہ طاغوت ہے اور اس کے بنائے ہوئے قانون کا انکار ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کے لیے بھی شرط ایمان ہے۔ جب حقیقت حال یہ ہے تو کیا ایک کریم ابن کریم ہستی یوسف (علیہ السلام) کے بارے میں ایسا سوچنا بھی جائز ہوگا کہ وہ فرعونی نظام دستور کے نفاذ میں ایک واسطہ ہوں؟ معاذ اللہ! یہ تو صریح ظلم و زیادتی ہے۔ تفصیلات کچھ بھی ہوں یقیناً وہ نبی کی حیثیت سے طاغوت کے سب سے بڑھ کر انکار کرنے والے اور اللہ کے حکم کے سب سے زیادہ فرماں بردار اور اسے قائم کرنے والے تھے، لہذا ان لوگوں کے لیے جو آج کی طاغوتی حکومتوں کی چاکری میں مصروف ہیں اور ان کے بنائے ہوئے دساتیر و قوانین کی حلف برداریاں کرتے پھرتے ہیں اور اکثریت کی حاکمیت و اختیار کو تسلیم کرتے ہیں ان کے لیے برگزیدہ نبی (علیہ السلام) کے قصے میں ہرگز کوئی گنجائش موجود نہیں، جو اپنے وعظ میں ڈنکے کی چوٹ فرماتے تھے: ﴿إِنَّ الْحُكْمَ لِلَّهِ﴾ [یوسف: ۴۰] ”حاکمیت کا حق صرف اللہ کے لیے ہے۔“

سوال: کیا علماء کی غیر مشروط اطاعت کی جا سکتی ہے؟

جواب: علماء کی غیر مشروط اطاعت حرام ہے، جیسا کہ سورہ توبہ میں ہے:

﴿اتَّخَذُوا أَحْبَابَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالنَّبِيِّينَ ابْنِ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا

إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا ۗ لَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ [التوبة: ۳۱]

”انھوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے اور اسی طرح مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ ان کو معبود واحد کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ وہ معبود واحد جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ پاک ہے۔ ان مشرکانہ باتوں

سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔“

معلوم ہوا کہ علماء کی غیر مشروط اطاعت ان کی عبادت ہے۔ خصوصاً جب کہ ان کی وجہ سے شرک کو توحید سمجھ کر قبول کیا جا رہا ہو۔ اسی لیے امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جنہوں نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سنی پھر اس کی سند کی صحت معلوم کی پھر اسے چھوڑ کر سفیان رحمۃ اللہ علیہ یا کسی دوسرے کے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

[النور: ۶۳]

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں

گرفراں نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آجائے۔“

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ فتنہ کیا ہے، فتنہ شرک ہے۔“ (کتاب التوحید) کسی کو حلال و حرام کرنے کا حق دینا اس کو الہ بنانا ہے۔ اس لیے باطنی فرقے مشرک ہیں جو اپنے اماموں کو حلال و حرام کرنے کا مطلق حق دیتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کا شرک بھی لازم آتا ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول کی بجائے اپنے پیروں، درویشوں اور علماء سے زندگی کے مختلف احکام لیتے ہیں اور طریقت کے مختلف سلسلوں (نقشبندی، سہروردی، قادری اور چشتی وغیرہ) سے منسلک ہیں۔ اسی طرح قومی اسمبلی کو یہ حق دینے والے بھی مشرک ہیں کہ وہ سیاسی، معاشی، دیوانی اور بین الاقوامی قانون بنانے میں کتاب و سنت کے پابند نہیں اور ان کی اکثریت جو قانون بنا دے اس کی اطاعت لازم قرار دینے والے اس کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ اللہ کے قانون پر چلنا اللہ کی عبادت ہے اور غیر اللہ کے قانون پر چلنا غیر اللہ کی عبادت ہے۔

سوال: طاغوت سے کفر کرنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: طاغوت سے کفر کی صورت یہ ہے کہ طاغوت کے باطل ہونے کا اعتقاد رکھا جائے۔ اس سے بغض و عداوت رکھتے ہوئے اس سے علیحدہ رہا جائے اور ان طواغیت کی اطاعت کرنے والوں کو طاغوت کا اولیاء جانا جائے۔ قول و عمل کے ساتھ طاغوت اور اولیائے طاغوت سے دشمنی کا اعلان کیا جائے۔ فرمایا:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَّاءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا

تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَكُفْرًا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى  
بِاللَّهِ وَحْدَهُ ﴿ [ الممتحنة : ٤ ]

”تمہارے لیے ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور جن جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بے زار ہیں، ہم تمہارا انکار کرتے ہیں اور جب تک تم اللہ کیلئے پر ایمان نہیں لاتے ہم میں اور تم میں ہمیشہ عداوت اور دشمنی رہے گی۔“

اسلامی شریعت میں مشرکوں سے مخالفت بھی فرض ہے مگر طاغوت سے کفر و براءت اسلام کا فرض اولین ہے۔ ہونہیں سکتا کہ کسی موحد کی طاغوت کے ساتھ دوستی ہو، کیونکہ تحریک اسلامی کی نکر طاغوت سے ہونا ناگزیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) کو مصر کی طرف بھیجا تو انہیں فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا کیونکہ وہ طاغوت تھا اور اس کو اللہ کی کبریائی کا درس دینا تھا۔ فرمایا:

﴿ اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ۖ فَقُلْ هَلْ لَكَ إِلَٰهٌ إِلَّا أَنَا تَزَكَّىٰ ۖ ﴾ [ النازعات : ١٧، ١٨ ]

”فرعون کے پاس جاؤ، وہ سرکش ہو گیا ہے اور اس سے کہو کہ کیا تو پاکیزگی اختیار کرنے پر تیار ہے؟“

سوال: اللہ کے نزدیک دین کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ﴾ [ آل عمران : ١٩ ]

”بے شک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔“

سوال: کیا اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر عمل جائز ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ﴾ [ الأعراف : ٣ ]

”لوگو! تمہارے رب کی طرف سے جو نازل ہوا اس کی پیروی کرو اور اس کے علاوہ

اولیاء کی پیروی نہ کرو۔“

اور یہ بھی فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَكُنْ يُقْبَلُ مِنْهُ ۗ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ ۝ ﴾

[ آل عمران : ۸۵ ]

”اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا طلب گار ہو گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔“

سوال: اللہ کے نازل کردہ دین میں محمد رسول اللہ ﷺ کا کیا مقام ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رسالت کے ساتھ مخصوص فرما کر آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور اس کی مکمل تشریح کا حکم دیا:

﴿ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ ۝ ﴾ [ النحل : ۴۴ ]

”اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے، تاکہ جو (ارشادات) نازل ہوئے ہیں وہ لوگوں سے بیان کر دو۔“

آیت کریمہ کے اس حکم میں دو باتیں شامل ہیں:

۱۔ الفاظ اور ان کی ترتیب کا بیان یعنی قرآن مجید کا مکمل متن امت تک اس طرح پہنچا دینا جس طرح اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔

۲۔ الفاظ، جملہ یا مکمل آیت کا مفہوم و معانی بیان کرنا تاکہ امت مسلمہ قرآن حکیم پر عمل کر سکے۔

سوال: قرآن مجید کی جو شرح رسول اللہ ﷺ نے فرمائی اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: دینی امور میں رسول اللہ ﷺ کے فرامین اللہ کے حکم کے مطابق ہوتے ہیں:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۗ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ ﴾ [ النجم : ۴۳ ]

”اور وہ (رسول ﷺ) اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے ہیں، جو بولتے ہیں وہ وحی ہوتی ہے۔“

اس لیے فرمایا:

﴿ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۗ ﴾ [ النساء : ۸۰ ]

”جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی پس تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

یہی وجہ ہے کہ دینی امور میں فیصلہ کن حیثیت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو حاصل ہے،

فرمایا:

﴿ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۗ ﴾



[ النساء : ۵۹ ]

”پس اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو۔“

معلوم ہوا اسلام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کا نام ہے۔

سوال: کیا انبیاء علیہم السلام کو کتب کے علاوہ بھی وحی آتی ہے؟

جواب: یقیناً انبیاء علیہم السلام کو کتب سماوی کے علاوہ بھی وحی آتی ہے اور اس وحی پر عمل بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا اللہ کے کلام پر۔ کتاب کے علاوہ وحی کی اقسام میں سے ایک قسم انبیاء کے خواب ہیں، ابراہیم علیہ السلام کا خواب ملاحظہ فرمائیں:

﴿ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيُ قَالَ يُبَيِّنُ لِئِنِّي آتِي فِي الْمَنَامِ آتِي أَدْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَأْتِي ۖ قَالَ يَا بَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّادِقِينَ ۖ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ۖ وَنَادَا دِينَهُ أَن يَأْتِيَاهُم بِهِمَا ۚ قَدْ صَدَفْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَحْزَى الْمُحْسِنِينَ ﴾ [الصافات: ۱۰۲، ۱۰۵]

”اور ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا اے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں، تم بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا ابا جان! جو آپ کو حکم ہوا وہ کر گزریے، اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے۔ جب دونوں نے حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا تو ہم نے ان کو پکارا کہ اے ابراہیم! تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں۔“

اس آیت میں خواب میں بیٹے کو ذبح کیے جانے والے عمل کو اللہ کا حکم کہا گیا ہے۔

سوال: کیا رسول ﷺ پر بھی خواب میں وحی ہوتی؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے بھی ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ بیت اللہ میں داخل ہو کر طواف کر رہے ہیں، چونکہ یہ خواب بھی وحی کی قسم میں سے تھا، لہذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ساتھ عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہوئے لیکن کفار مکہ نے حدیبیہ کے مقام پر آپ ﷺ کو روک دیا اور وہاں صلح حدیبیہ ہوئی، جس کی رو سے یہ طے پایا کہ آپ اس سال کی بجائے اگلے سال بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ آپ ﷺ کے خواب کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں خلجان پیدا ہوا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ ”کیا

آپ ﷺ نے ہمیں خبر نہیں دی تھی کہ ہم مکہ میں داخل ہوں گے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں! میں نے تمہیں بتایا تھا مگر میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ ایسا اسی سفر میں ہوگا۔“ واپسی پر اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرمائیں:

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّسُولَ يَا الْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِن شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ﴾

[ الفتح : ۲۷ ]

”بلاشبہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو سچا خواب دکھایا، تم ضرور مسجد حرام میں امن وامان سے داخل ہو گے، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔“  
معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی خواب میں وحی ہوئی۔

سوال: کیا قرآن حکیم کے علاوہ وحی کے ذریعے احکامات نازل ہوئے؟

جواب: بلاشبہ قرآن مجید کے علاوہ بھی احکامات نازل ہوئے۔ مثلاً مسلمانوں کا پہلا قبلہ بیت المقدس تھا جس کی طرف ۱۳ سال تک منہ کر کے مسلمان نماز ادا کرتے رہے۔ بیت المقدس کو قبلہ مقرر کرنے کا حکم قرآن حکیم میں نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ﴾

[ البقرة : ۱۴۳ ]

”اور ہم نے وہ قبلہ جس پر آپ اب تک تھے اس لیے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھرتا ہے۔“  
معلوم ہوا کہ بیت المقدس کو قبلہ مقرر کرنے کا حکم اللہ نے بذریعہ وحی خفی دیا۔ قرآن حکیم کے علاوہ دوسری وحی کو وحی خفی (سنت) بھی کہتے ہیں۔

سوال: کیا سنت کے بغیر قرآن حکیم کو سمجھا جاسکتا ہے؟

جواب: سنت کے بغیر قرآن حکیم سمجھنا ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کے بعد سب سے زیادہ تاکید اقامت صلوٰۃ کی فرمائی مگر سنت کے بغیر اس حکم پر عمل بھی ممکن نہیں۔ چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

﴿حُفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ﴾ [ البقرة : ۲۳۸ ]

”نمازوں کی حفاظت کرو، بالخصوص وسطیٰ نماز کی۔“

وسطی نماز سے کیا مراد ہے، جب تک نمازوں کی کل تعداد معلوم نہ ہو، وسطی نماز کیسے معلوم ہو سکتی ہے۔ نمازوں کی تعداد کا ذکر قرآن حکیم میں نہیں۔ معلوم ہوا کہ وحیِ خفی کے ذریعے مسلمانوں کو اطلاع دی ہوئی تھی۔ اسی طرح فرمایا:

”جب تم سفر کو جاؤ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو کم کر کے پڑھو۔“

اس آیت میں یہ نہیں بتایا گیا کہ نماز کو سفر میں کتنا کم کیا جائے۔ پھر نماز کے کم کرنے کا تصور اسی صورت میں ممکن ہے جب یہ معلوم ہو سکے کہ پوری نماز کتنی ہے۔ یہ بھی فرمایا:

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذْ أَمِنْتُمْ فَأَذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾

[البقرة: ۲۳۹]

”اگر تم خوف میں ہو تو نماز پیدل یا سواری پر پڑھ لو لیکن جب امن ہو جائے تو اسی طریقہ

سے اللہ کا ذکر کرو، جس طرح اس نے تمہیں سکھایا اور جس کو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔“

اس آیت میں واضح ہے کہ نماز پڑھنے کا کوئی خاص طریقہ مقرر ہے جو بحالتِ جنگ معاف ہے اس طریقہ تعلیم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا۔ نماز کا طریقہ اور اس کے اوقات وغیرہ قرآن مجید میں کہیں مذکور نہیں پھر اللہ نے کیسے سکھایا، معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ وحیِ آئی ہے۔ یہ آیت بھی قابلِ غور ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ﴾

[الجمعة: ۹]

”اے ایمان والو! جب تمہیں جمعہ کے دن نماز کے لیے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی

طرف جلدی کرو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔“

معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز کا اہتمام باقی دنوں کے علاوہ خاص درجہ رکھتا ہے۔ اس نماز کا وقت کون سا ہے؟ بلانے کا طریقہ کیا ہے؟ اس کی رکعات کتنی ہیں؟ قرآن مجید اس سلسلہ میں خاموش ہے اور کوئی شخص آیاتِ قرآنی کے ذریعے نماز کی تفصیل نہیں جان سکتا، جب تک وہ حدیث کی طرف رجوع نہ کرے۔

سوال: کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی قرآن مجید کا مفہوم حدیث کے بغیر سمجھنے میں غلطی کھا سکتے ہیں؟

جواب: یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی قرآن مجید کا مفہوم سمجھنے کے لیے حدیثِ رسول کے محتاج ہیں۔

قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾

[الأنعام: ۸۲]

”اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کے اندر ظلم کی ملاوٹ نہیں کی وہی امن پانے والے ہیں اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔“

مذکورہ بالا آیت کریمہ سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے چھوٹے بڑے تمام گناہوں کو ظلم سمجھا، اس لیے یہ آیت ان لوگوں پر گراں گزری۔ لہذا عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم میں کون ہے کہ جس نے ایمان کے ساتھ کوئی گناہ نہ کیا ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس ظلم سے مراد عام گناہ نہیں بلکہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے۔ کیا تم نے قرآن حکیم میں لقمان (بیٹا) کا یہ قول نہیں پڑھا: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ ”شُرک ظلم عظیم ہے۔“

[بخاری، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين و قتالهم، باب ما جاء في المتأولين:

۶۹۳۷- مسلم، کتاب الإیمان، باب صدق الإیمان و إخلاصه: ۱۲۴]

سوال: کیا سنت قرآن مجید کی آیت میں موجود شرط کو ختم کر سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں اور اس کی مثال سفر میں نماز قصر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِذَا ضَرَيْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنَّ خَفْتُمْ أَنْ يَقْتُلَكُمْ

الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ [النساء: ۱۰۱]

”اور جب تم سفر پر جاؤ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو کچھ کم کر کے پڑھو بشرطیکہ تم کو خوف ہو کہ کافر تم کو ایذا دیں گے۔“

آیت بالا میں نماز قصر ایسے سفر کے ساتھ مشروط ہے جس میں خوف بھی ہو، اس لیے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اب تو امن کا زمانہ ہے اور ہم پھر بھی قصر کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ ہم حالت امن کے سفر میں قصر کریں، یہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی رعایت ہے، پس اس رعایت کو قبول کرو۔“ [مسلم،

کتاب الصلاة المسافرين و قصرها، باب صلاة المسافرين و قصرها: ۶۸۶]

سوال: کیا حدیث قرآن مجید کی کسی آیت کے عام حکم کو مقید کر سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں اور اس کی مثال قرآن حکیم کی یہ آیت ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا﴾ [المائدة: ۳۸]

”اور چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔“

اس آیت میں چوری کا مطلقاً ذکر ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چور کا ہاتھ چوتھائی دینار، یا اس سے زیادہ کی چوری پر کاٹا جائے۔“ [بخاری، کتاب الحدود، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا﴾: ۶۷۸۹۔ مسلم، کتاب الحدود، باب حد السرقة و

نصابها: ۱۶۸۴]

سوال: کیا سنت قرآن حکیم کے حکم سے کسی چیز کو مستثنیٰ کر سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں اور اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلِكَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ﴾ [المائدة: ۳]

”تم پر مہرا ہوا جانور، خون، سور کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام پکارا جائے حرام ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہمارے واسطے دو مردار، ٹڈی اور مچھلی اور دو خون کبھی اور تلی حلال

ہیں۔“ [السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الضحايا، باب ما جاء في الكبد والطحال: ۱۰/۱۲، ح: ۱۹۶۹۷] معلوم ہوا کہ حدیث نے مچھلی اور ٹڈی کو مردار، اور کبھی اور تلی کو خون سے مستثنیٰ قرار دیا۔ ایک اور مثال پر غور فرمائیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ [الأعراف: ۳۲]

”پوچھو کہ جو زینت (و آرائش) اور کھانے (پینے) کی پاکیزہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنے

بندوں کے لیے پیدا کیں ان کو کس نے حرام کیا ہے؟ کہہ دو کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی

میں ایمان والوں کے لیے بھی ہیں اور قیامت کے دن خاص انھی کے لیے ہوں گی۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ریشم اور سونا میری امت کے مردوں کے لیے حرام اور عورتوں

کے لیے حلال ہیں۔“ [مسند أحمد: ۴/۳۹۴] اگر حدیث سے رہنمائی نہ لی جائے تو

اس آیت سے ریشم اور سونے جیسی حرام چیزوں کو حلال سمجھ لیا جاتا۔

سوال: کیا کوئی سنت صحیحہ قرآن مجید کے خلاف ہو سکتی ہے؟

جواب: محدثین کا اصول ہے کہ جو روایت قرآن حکیم اور سنت مطہرہ کے الٹ ہو وہ قول رسول ﷺ نہیں ہو سکتی۔ امام بخاری، امام مسلم اور دیگر ائمہ حدیث نے اصول حدیث کی رو سے جن احادیث مبارکہ کو صحیح کہا ہے یقیناً وہ قرآن و سنت کے مطابق ہیں۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں صرف صحیح احادیث درج کی گئی ہیں، اس لیے ان میں کوئی ایسی روایت نہیں جو کتاب و سنت کے خلاف ہو۔ جن لوگوں کو (۱) عیسیٰ ابن مریم ﷺ کا دوبارہ دنیا میں آنا، (۲) رسول اللہ ﷺ پر ذاتی حیثیت سے جادو کے چند اثرات ہو جانا۔ (۳) دجال سے متعلق (۴)، عذاب قبر سے متعلق، احادیث اور ان جیسی باتیں قرآن حکیم کے خلاف نظر آتی ہیں تو یہ دراصل ان کی کم علمی اور جہالت ہے۔ یہ وہ روایات ہیں جنہیں تحقیق کے بعد محدثین نے صحیح کہا، یہ قرآن کے خلاف نہیں بلکہ ان کے خود ساختہ مفہوم کے الٹ ہیں۔ درج ذیل آیت پر غور کیجیے:

﴿قُلْ لَا آجِدُ فِي مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ مَحْزُومًا عَلٰى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا  
أَوْ لَحْمَ خَنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهْلًا لِّغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۗ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَنْ  
رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [الأنعام: ۱۴۵]

”کہو جو احکام مجھ پر نازل ہوئے میں ان میں کسی چیز کو کھانے والے پر حرام نہیں پاتا سوائے مردار، بہتا خون، سور کا گوشت، جو ناپاک ہے یا گناہ کی چیز جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو اور اگر کوئی مجبور ہو جائے لیکن نہ تو نافرمانی کرے نہ حد سے باہر نکلے تو تمہارا رب بخشنے والا مہربان ہے۔“

سوچئے کیا کتے اور دیگر درندوں کو اور دیگر نوپنے والے پرندوں کو حرام قرار دینے والی احادیث مبارکہ اس آیت کے خلاف ہیں، اگرچہ ظاہر ایسا ہی محسوس ہوتا ہے مگر حقیقتاً سنت اور قرآن میں کوئی تضاد نہیں۔

دونوں کا جمع کرنا لازم ہے۔ یاد رکھیے! جو دین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعے امت کو تو اتر کے

ساتھ ملا، وہی صراطِ مستقیم ہے، جو لوگ اپنی خواہشات کے ساتھ قرآن حکیم کی تفسیر بیان کرتے ہیں ان کے ہاں سنت کا مفہوم یہ ہے کہ جو چیز ان کی خواہش نفس کے موافق ہو اس کی پیروی کی جائے اور جو ان کی خواہشات کے خلاف ہو اسے ترک کیا جائے۔ ایک صحیح حدیث میں ایسے ہی لوگوں کا ذکر ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ یقیناً ایک وقت آئے گا کہ تکیہ سے ٹیک لگائے ہوئے ایک آدمی بیٹھا ہوگا اور برے احکامات میں سے کوئی حکم اس کے پاس آئے گا یا میرے منع کردہ امور میں سے کسی چیز کا اس کے سامنے ذکر ہوگا تو وہ کہے گا ہم اسے نہیں جانتے۔ ہم جو اللہ کی کتاب میں حرام پاتے ہیں اسے حرام سمجھتے ہیں۔ خبردار! مجھے قرآن حکیم دیا گیا ہے اور اس کی مثل ایک اور چیز بھی۔ [مسند احمد : ۱۳۱/۴۔ سنن أبی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ : ۴۶۰۴۔ ترمذی، کتاب العلم، باب ما نہی عن أن یقال عند حدیث رسول اللہ ﷺ : ۲۶۶۴]

معلوم ہوا کہ شریعت اسلامیہ سے مراد قرآن و سنت ہے، جس نے ان میں سے صرف ایک کو اختیار کیا اور دوسری کو ترک کیا اس نے کسی ایک کو بھی اختیار نہیں کیا، کیونکہ دونوں ایک دوسرے سے تمسک کا حکم دیتی ہیں، فرمایا:

﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ [النساء : ۸۰]

”جس نے رسول کی اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔“

سوال : صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے منج کی کیا حیثیت ہے؟

جواب : رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو اسلام کی تعلیم دی یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے براہ راست تربیت یافتہ تھے۔ لہذا صحابہ معیاری مسلمان تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال تابعین نے اخذ کیے، محدثین نے ان کو جمع کیا۔ یہ تمام ادوار اسلام کے عروج کے ادوار ہیں، رسول اللہ ﷺ نے انھیں بہترین زمانے قرار دیا۔ سلف صالحین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریق اور منج سے وہی شخص انکار کرتا ہے جو قرآن مجید کی من مانی تفسیر کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا

تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ [النساء : ۱۱۵]

”اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔“

مومنین کے راستے سے مراد اسلام کی وہ تعبیر و تفسیر ہے جس پر قرون اولیٰ کے مسلمان جمع تھے۔ وہ منہج جس میں مردوں سے استغاثہ، قبر پر چلہ کشی اور فیض حاصل کرنے کی اور امر رسول (ﷺ) کے سامنے کسی کی رائے کی کوئی حیثیت یا شریعت کے مقابلے میں دنیا کے کسی اور قانون کے مطابق فیصلہ کرنے کی کوئی گنجائش نہ تھی۔

سوال: کیا صحابہ رضی اللہ عنہم سنت رسول (ﷺ) کو بھی وحی یعنی اللہ کی بات سمجھتے تھے؟  
جواب: جی ہاں صحابہ رضی اللہ عنہم سنت رسول (ﷺ) کو اللہ کی بات سمجھتے تھے۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں، صرف ایک ملاحظہ فرمائیں:

ایک عورت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ ”کیا آپ کہتے ہیں کہ اللہ نے گودنے والی اور گدوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔“ آپ نے فرمایا: ”ہاں!“ وہ عورت کہنے لگی کہ ”میں نے شروع سے آخر تک قرآن حکیم کی تلاوت کی ہے مگر اس بات کو کہیں نہیں پایا۔“ پس آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تو نے قرآن پڑھا ہوتا تو اس میں ضرور پاتی، کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ [الحشر: ۷]

”اور جو کچھ میرا رسول (ﷺ) تمہیں دے اسے لے لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔“

وہ کہنے لگی: ”ہاں!“ تب سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں نے رسول اللہ (ﷺ) کو یہ لعنت کرتے ہوئے سنا ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ﴾:

۴۶۸۶- مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحريم فعل ..... الخ: ۲۱۲۵]

یہ بھی واضح ہوا کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ قرآن و سنت میں تفریق نہ کریں، ان دونوں پر عمل فرض ہے اور شریعت اسلامیہ کی بنیاد ان دونوں پر ہے۔ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: ”میں تم میں دو باتیں چھوڑے جا رہا ہوں، کتاب اللہ اور میری سنت، جب تک تم انھیں مضبوطی سے تھامے رکھو



گے گمراہ نہ ہو گے۔“ [موطأ إمام مالك، كتاب القدر، باب النهی عن القول بالقدر: ۳۔ مستدرک

حاکم، کتاب العلم: ۹۳/۱]

سوال: رسول اللہ ﷺ نے سنت کی حفاظت کے سلسلے میں کیا اقدام کیے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے سنت کی حفاظت کے سلسلے میں خصوصی توجہ دی۔ جب بھی کوئی

مسئلہ بیان فرماتے تو اس کو تین مرتبہ دہراتے، یہاں تک کہ وہ مسئلہ سمجھ میں آجاتا۔

[بخاری، کتاب العلم، باب من أعاد الحديث ثلاثا ليفهم عنه: ۹۵] ایک دفعہ قبیلہ

عبد القیس کا وفد آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ نے انہیں امور دین کی تعلیم دینے

کے بعد فرمایا: ”اس کو یاد کرو اور اپنے پیچھے آنے والوں کو اس کی خبر دو۔“ [بخاری، کتاب

الإیمان، باب أداء الخمس من الإیمان: ۵۳] یقیناً پیچھے آنے والوں سے مراد آنے والی

نسلیں بھی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تشہد یوں سکھاتے جیسے قرآن کی

سورت۔ [مسلم، کتاب الصلاة، باب التشهد فی الصلاة: ۴۰۳]

نو، ہجری میں مدینہ میں بہت سے وفود آئے۔ سیدنا مالک بن حویرث نے بھی نو، ہجری میں مدینہ

میں قیام کر کے آپ ﷺ کی عملی زندگی کا مشاہدہ کیا اور ضروری تعلیم حاصل کی۔ آپ ﷺ نے ان

سے فرمایا: ”نماز ایسے پڑھنا جیسے مجھے پڑھتے دیکھتے ہو۔“ [بخاری، کتاب الأذان، باب الأذان

للمسافرین إذا كانوا جماعة..... الخ: ۶۳۱] حجۃ الوداع میں منی کے مقام پر آپ ﷺ نے خطبہ

دیا، سامعین کی تعداد سو لاکھ کے لگ بھگ تھی۔ خطبہ کے اختتام پر آپ ﷺ نے فرمایا: ”حاضر کو

چاہیے کہ غائب کو میری باتیں پہنچا دے، اس لیے کہ شاید تم کسی ایسے شخص کو بیان کر سکو جو تم سے

زیادہ اس کو محفوظ کر سکے۔“ [بخاری، کتاب العلم، باب قول النبی ﷺ «رب مبلغ أوعى من سامع»:] ۶۷] یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ محدثین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیان کردہ

احادیث کو بالکل محفوظ کر لیا۔

سوال: کیا رسول اللہ ﷺ نے احادیث کی کتابت بھی کروائی؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے مختلف مواقع پر احادیث لکھوائیں، چند حوالے ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کتاب الصدقہ تحریر کر دوائی۔ امام محمد بن مسلم فرماتے ہیں کہ آپ کی یہ کتاب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان کے پاس تھی اور مجھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے سالم نے یہ کتاب پڑھائی اور میں نے پوری طرح اس کو محفوظ کر لیا۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس کتاب کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پوتوں سالم اور عبد اللہ سے لے کر لکھوایا۔ [ابو داؤد، کتاب الزکاة، باب فی الزکاة السائمة : ۱۵۷۰]

۲۔ ابوراشد الحمرانی فرماتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے میرے سامنے ایک کتاب رکھی اور فرمایا: ”یہ وہ کتاب ہے جو رسول اللہ ﷺ نے لکھوا کر مجھے دی تھی۔“ [ترمذی، کتاب الدعوات، باب دعاء علمہ ﷺ أبابکر : ۳۵۲۹]

۳۔ موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس وہ کتاب ہے جو معاذ کے لیے رسول اللہ ﷺ نے لکھوائی تھی۔ [الدارقطنی : ۹۶/۲، ح : ۱۸۹۱۔ مسند أحمد : ۲۲۸/۵، ح : ۲۱۹۸۹۔ مستدرک حاکم : ۴۰۱/۱۔ البیہقی : ۱۲۸/۴، ۱۲۹]

۴۔ جب رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو یمن کا عامل بنا کر بھیجا تو اہل یمن کے لیے ایک کتاب لکھوا کر دی جس میں فرائض، سنت اور دین کے مسائل تحریر تھے۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو پڑھا، یہ کتاب ابو بکر بن حزم کے پاس تھی۔ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے بھی اس کتاب کو پڑھا۔ [نسائی، کتاب القسامة، باب عقل الأصابع : ۴۸۵۰ (باب) ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول واختلاف الناقلین له : ۴۸۵۷]

سوال: کیا صحابہ نے بھی احادیث لکھیں؟

جواب: جی ہاں! خود رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو احادیث لکھوائیں۔ آپ نے سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: ”احادیث لکھا کرو، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس منہ سے حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی۔“ [ابو داؤد، کتاب العلم، باب

کتابة العلم: ۳۶۴۶]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب ان کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو زکوٰۃ کے فرائض لکھ کر دیے۔ [بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب زکوٰۃ الغنم : ۱۴۵۴]

حماد بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے پوتے ثمامہ سے حاصل کی۔

[نسائی، کتاب الزکاة، باب زکاة الإبل : ۲۴۴۹]

خليفة ثانی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی زکوٰۃ کے متعلق ایک کتاب تحریر فرمائی تھی۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی کتاب پڑھی۔ [موطأ امام مالك، كتاب الزکاة، باب صدقة الماشية : ۲۳] سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”ہمارے پاس کوئی چیز نہیں سوائے کتاب اللہ کے اور اس صحیفہ کے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں۔“ [بخاری، کتاب فضائل المدینة، باب حرم المدینة : ۱۸۷۰ - مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینة..... الخ : ۱۳۷۰]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی شخص مجھ سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان نہیں کرتا سوائے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے، اس لیے کہ وہ لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔ [بخاری، کتاب العلم، باب كتابة العلم : ۱۱۳]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ کتاب ان کی اولاد میں منتقل ہوتی رہی اور ان کے پڑپوتے عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے محدثین نے حاصل کر کے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لی۔ ایسے کئی واقعات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ احادیث لکھا کرتے تھے۔

سوال : کیا ۲۵۰ سال تک احادیث تحریر میں نہیں آئیں؟

جواب : یہ صرف منکرین حدیث کا پروپیگنڈا ہے۔ خلفائے راشدین اور صحابہ نے احادیث کی حفاظت کا خاص اہتمام کیا پھر تابعین کے دور میں کئی کتب لکھی گئیں۔ موطأ امام مالک اب بھی موجود ہے جو صرف سو سال بعد لکھی گئی ہے۔ ان کی سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت میں صرف امام نافع راوی ہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں امام زہری راوی ہیں۔ غرض موطأ میں سینکڑوں سندیں ایسی ہیں جن میں صحابہ رضی اللہ عنہم اور امام مالک کے درمیان ایک یا دو راوی ہیں اور وہ زبردست امام ہیں۔ امام بخاری سے پہلے کی کتب صحیفہ صادقہ، مسند احمد، مسند حمیدی، موطأ امام مالک، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبد الرزاق، مسند شافعی آج بھی موجود ہیں۔ دیگر ائمہ نے بھی درس و تدریس کا ایسا اہتمام کیا ہوا تھا کہ کوئی کذاب حدیث گھڑ کر احادیث صحیحہ میں شامل نہ کر سکا۔

سوال : اگر احادیث کی اتنی حفاظت ہوئی ہے تو پھر امام بخاری نے چھ لاکھ احادیث میں سے صرف ۴۷۵۰ احادیث کا انتخاب کیوں کیا اور باقی کو ردی کی ٹوکری میں کیوں پھینکا؟

جواب: پہلے تو چھ لاکھ احادیث کی حقیقت سمجھیں۔ محدثین کی اصطلاح میں ہر سند کو حدیث شمار کیا جاتا ہے۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ نے ایک بات فرمائی جو پانچ صحابہ نے سنی۔ ہر صحابی نے اپنے پانچ پانچ شاگردوں کو وہ بات سنائی۔ اس طرح تابعین تک اس کی پچیس اسناد بن گئیں۔ اب اگر ہر تابعی اپنے دس دس شاگردوں کو روایت بیان کرے تو اس طرح اس حدیث کی دوسو پچاس اسناد بن گئیں۔ محدثین کی اصطلاح میں یہ دوسو پچاس احادیث کہلاتی ہیں۔ اس لیے امام بخاری فرماتے ہیں: ”مجھے ایک لاکھ صحیح احادیث یاد ہیں۔“ (مقدمہ ابن الصلاح، النوع الاول، معرفۃ الصحیح ص: ۱۰) اس کا مطلب ہے ایک لاکھ صحیح اسناد یاد ہیں۔ ان ایک لاکھ میں سے ۷۲۷۵ اسناد صحیح بخاری میں درج کر لیں، یہ بھی درست ہے کہ بعض راویوں نے دین اسلام میں گمراہ کن عقائد داخل کرنے کے لیے حدیث کا سہارا لیا۔ اسی لیے ضعیف اور من گھڑت روایات کی کثرت ہے، مگر محدثین نے ایسے اصول مقرر کیے کہ کوئی من گھڑت روایت حدیث صحیح کا درجہ نہ پاسکی۔ امام بخاری اور امام مسلم نے صرف صحیح احادیث جمع کر کے دین پر چلنے والوں کے لیے مزید آسانی کر دی۔

سوال: کیا صحیح بخاری قرآن حکیم کی طرح لاریب کتاب ہے؟

جواب: یقیناً بخاری اور دیگر کتب احادیث میں موجود احادیث صحیحہ کا وہ حصہ جو شرعی احکام پر مشتمل ہے، منزل من اللہ ہے، جس پر قرون اولیٰ کے مسلمان جمع ہیں اور جسے امت سے تعلق بالقبول حاصل ہے۔ مگر صحیح بخاری میں امام بخاری رضی اللہ عنہ نے ابواب قائم کیے۔ ابواب میں مختلف ائمہ کے اقوال درج کیے پھر اسناد احادیث کا آدھا حصہ ہیں، جو منزل من اللہ نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اور واقعات بھی کتب احادیث میں موجود ہیں، آپ ﷺ کے تاریخی واقعات، ہجرت اور غزوات کے بعض واقعات بھی منزل من اللہ نہیں، ہاں احادیث کا ایک حصہ ایسا ضرور ہے جو منزل من اللہ ہے اور قرآن مجید کی تشریح کے لیے وہ اتنا ضروری ہے کہ اس کے بغیر قرآن حکیم کو سمجھا ہی نہیں جاسکتا، جو لوگ اس وحی کا انکار کرتے ہیں وہ دراصل قرآن حکیم کی من مانی اور گمراہ کن تفسیر کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توحید و سنت کی سمجھ عطا فرمائے اور شرک و بدعت سے بچنے کی توفیق دے۔

سوال: کیا خضر علیہ السلام ابھی تک زندہ ہیں؟

جواب: خضر علیہ السلام اللہ کے بندے تھے اور کئی ایک محدثین نے بادل لائل ثابت کیا ہے کہ وہ اللہ کے نبی تھے۔ امام قرطبی نے کہا وہ جمہور کے نزدیک نبی تھے۔ اس بات کی شہادت قرآنی آیات دیتی ہیں اس لیے بھی کہ نبی اپنے سے کم مقام والے سے علم نہیں سیکھتا اور باطن کے حکم پر انبیاء ہی کو اطلاع دی جاتی ہے اور ان کے آب بقا پینے والی کہانی بلا دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کے لیے بھی پیشگی نہیں رکھی۔ قرآن اس پر گواہ ہے:

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ

الْمَوْتِ ﴿۳۵﴾ [الانبیاء: ۳۴، ۳۵]

”اور ہم نے تجھ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشہ کے لیے زندہ نہیں رہنے دیا پھر کیا اگر تو مر گیا تو وہ ہمیشہ رہ جائیں گے۔ ہر جان دار موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔“

ہر ایک نے موت کا جام پینا ہے اور خضر علیہ السلام کی موت پر امام بخاری، ابراہیم الحربی، ابو جعفر ابن السنائی، ابو یعلیٰ بن الفراء، ابو طاهر العبادی اور ابو بکر ابن العربی وغیرہ محدثین نے قطعی حکم صادر کیا ہے اور ان کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری ایام میں فرمایا:

”ایک صدی بعد سطح زمین پر جو لوگ آج موجود ہیں ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔“ [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب بیان معنی قوله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (( علی

رأس مائة))..... الخ: [۲۵۳۸]

اور سورہ آل عمران کی آیت (۸۱) میں ہے: ”اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد کرنی ہوگی۔“ لیکن کسی بھی صحیح خبر میں موجود نہیں کہ سیدنا خضر علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے ہوں اور نہ یہ ثابت ہے کہ انھوں نے آپ کے ساتھ مل کر قتال کیا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر والے دن فرمایا تھا: ”اے اللہ! اگر یہ گروہ ہلاک کر دیا گیا تو تیری زمین میں عبادت نہیں کی جائے گی۔“

[مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب الإمداد بالملائكة فی غزوة بدر: ۱۷۶۳]

اگر سیدنا خضر علیہ السلام موجود ہوتے تو یہ نفی صحیح نہ ہوتی۔ مزید تفصیل صحیح البخاری مع فتح الباری

(۴۳۴۶) وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔ لہذا سیدنا خضر علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ یہی بات دلائل کی رو سے قوی اور مضبوط ہے۔ اس سلسلے میں کئی شعروں اور حکایتوں میں سیدنا خضر علیہ السلام کی تا قیامت زندگی اور عمر خضر کی جو باتیں کی جاتی ہیں وہ سراسر غیر شرعی اور قرآن و حدیث کے خلاف ہیں، جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔



## اسلام اور جمہوریت کا تضاد

جمہوریت سے مراد ایسا نظام حکومت ہے جس میں عوام کے چنے ہوئے نمائندوں کی اکثریت رکھنے والی سیاسی جماعت حکومت چلاتی ہے اور عوام کے سامنے جواب دہ ہوتی ہے۔ قدیم یونانی مورخ ہیروڈوٹس نے جمہوریت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: ”یہ ایک ایسا طرز حکومت ہے کہ جس میں حاکمانہ اختیارات قانونی طور پر کسی ایک گروہ یا عوام کے کئی گروہوں کے پاس نہیں بلکہ مجموعی طور پر معاشرے کے جملہ ارکان کو حاصل ہوتے ہیں۔“ سابق امریکی صدر ابراہیم لنکن نے جمہوریت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: ”عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے اور عوام کے لیے۔“ جمہوریت کے بارے میں ابراہیم لنکن کی تعریف جامع اور درست تصور کی جاتی ہے۔ اس تعریف میں عوام کو مرکزی حیثیت حاصل ہے یعنی عوام کی حکومت سے مراد ہے کہ اقتدار اعلیٰ عوام ہی کو حاصل ہے اور عوام کے ذریعے حکومت سے مراد یہ ہے کہ عوام صرف اقتدار اعلیٰ کے نظریاتی طور پر ہی مالک نہیں ہیں بلکہ وہ عملاً بھی اپنے آپ پر حکومت کرتے ہیں یعنی وہ حکومت کی باگ ڈور اپنے ایسے نمائندوں کے حوالے کرتے ہیں جن سے وہ جواب طلبی کر سکتے ہوں اور بوقت ضرورت انھیں مسند اقتدار سے ہٹا بھی سکتے ہوں اور عوام کے لیے حکومت سے مراد یہ ہے کہ حکومت عوام کے لیے ہے، اس کا مقصد بلا استثناء عوامی مفاد کی حفاظت ہے۔

جہاں تک جمہوریت کی اصل کا تعلق ہے، قطع نظر جدید جمہوریت کے بنیادی فرق سے، اس کا تصور قدیم یونان کی شہری ریاستوں میں بھی پایا جاتا تھا لیکن باقاعدہ طور پر دنیا میں جمہوریت کی ترقی کی راہ عالمی جنگوں کے بعد ہموار ہوئی۔ خاص کر دوسری جنگ عظیم کے پیدا کردہ حالات جمہوریت کے فروغ کا سبب بنے، جب جاپان، جرمنی اور اٹلی وغیرہ کی جارحیت کو شکست ہوئی اور برطانیہ، فرانس اور ہالینڈ کی شہنشاہیت اور سامراجیت پر بھی ضرب پڑی۔ چنانچہ ان ممالک کی محکوم اقوام

بھی آزادی حاصل کر کے جمہوریت کی راہ پر گامزن ہونے لگیں۔ اکثر اسلامی ممالک نے بھی آزادی کے بعد جمہوری طریق کار اپنایا۔ اسی طرح پاکستان میں بھی بحیثیت ایک سیاسی نظام کے جمہوری اصولوں کو اپنایا جاتا رہا ہے بلکہ پاکستان کے تمام دساتیر کی ہمیشہ پہلی دفعہ ہی یہ رہی ہے کہ ”مملکت پاکستان ایک وفاقی جمہوریہ ہوگی، جس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہوگا۔“

ہمارے ملک کے اکثر سیاسی و مذہبی زعماء بھی جمہوری اقدار کے فروغ پر زور دیتے رہے ہیں۔ بعض دانشور تو جمہوریت کو اسلام کے شورائی نظام کے عین مطابق قرار دیتے ہیں، حالانکہ جمہوریت کے بنیادی اصولوں اور اسلامی تعلیمات میں کھلا تضاد موجود ہے۔ ذیل میں اسلامی تعلیمات اور جمہوریت کے اصولوں میں پائے جانے والے تضاد کے چند نمایاں پہلوؤں کو بیان کیا جا رہا ہے۔

### عوام کی حاکمیت:

جمہوری نظام حکومت میں اصولی طور پر یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ آخری اقتدار یا آخری فیصلہ عوام کے پاس ہی ہے۔ یعنی اقتدار اعلیٰ عوام کو حاصل ہے لیکن اسلامی نقطہ نظر سے اقتدار اعلیٰ نہ عوام کو حاصل ہے نہ سربراہ مملکت کو اور نہ کسی خاندان یا ادارے کو بلکہ اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ قرآن میں بیان فرمایا گیا ہے:

﴿ قَسْبُحَنَّ الَّذِي يَبْدَأُ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَاللَّيْلُ تَرْجَعُونَ ۝ ﴾ [یس: ۸۳]

”پاک ہے وہ (ذات) جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔“

﴿ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ ۖ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۝ ﴾ [البقرہ: ۲۵۵]

”اس کی کرسی آسمانوں اور زمین پر پھیلی ہوئی ہے اور ان کی نگرانی اس کے لیے تھکان کا باعث نہیں۔“

﴿ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا ۖ وَلَمْ يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ ۝ ﴾

[الفرقان: ۲]

”وہی جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور جس کے ساتھ بادشاہی میں کوئی شریک نہیں۔“

﴿ لَا يَسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ ۝ ﴾ [الأنبياء: ۲۳]

”وہ جو کچھ کرتا ہے اس کے بارے میں (کسی کے آگے) جواب دہ نہیں، جب کہ سب



لوگ (اس کے سامنے) جواب دہ ہیں۔“

﴿وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقَّبَ لِحُكْمِهِ﴾ [الرعد: ۴۱]

”اللہ (جسے چاہتا ہے) حکم کرتا ہے، کوئی اس کے فیصلے کو رد کرنے والا نہیں۔“

﴿وَمَا كَانَ لِلَّهِ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ إِنَّكَ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا﴾

[فاطر: ۴۴]

”اور اللہ ایسا نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز اس کو عاجز کر سکے، وہ علم اور قدرت رکھنے والا ہے۔“

﴿وَالِیَ اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾ [لقمان: ۲۲]

”اور (تمام) معاملات کا انجام اللہ کی طرف ہے۔“

﴿رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَنُ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا﴾ [النبا: ۳۷]

”وہ جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، سب کا مالک ہے، بڑا مہربان، کسی کو اس کے سامنے بولنے کا یا راندہ ہوگا۔“

﴿وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا﴾ [الكهف: ۲۶]

”اور وہ اپنے حکم (فیصلے) میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔“

﴿وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ﴾ [المائدة: ۱۸]

”اور آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب پر اللہ ہی کی حکومت ہے اور سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“

ان آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اقتدار کسی محدود یا مجازی مفہوم میں نہیں بلکہ اپنے پورے مفہوم اور اس کے مکمل تصور کے لحاظ سے حقیقی اقتدار اعلیٰ ہے۔ درحقیقت اقتدار اعلیٰ جس چیز کا نام ہے وہ اگر کہیں پایا جاتا ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں پایا جاتا ہے۔ اس کے سوا اور جہاں بھی اس کے ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے، خواہ وہ کسی بادشاہ یا ڈکٹیٹر کی ذات ہو یا کوئی طبقہ یا گروہ یا خاندان ہو، یا کوئی قوم ہو، اسے فی الواقع اقتدار اعلیٰ حاصل نہیں ہے کیونکہ اقتدار اعلیٰ سرے سے اس حکومت کو کہتے ہی نہیں جو کسی کا عطیہ ہو، جو کبھی ملے اور کبھی سلب ہو جائے، جسے کسی دوسری طاقت سے خطرہ لاحق ہو سکتا ہو، جس کا قیام و بقا عارضی یا وقتی ہو اور جس کے دائرہ اقتدار کو بہت سی دوسری مقاصد تو تین محدود کرتی ہوں۔ یہاں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ اسلام کا نظریہ اقتدار

اعلیٰ ایک دینی عقیدہ ہے اس کو سائنسی، منطقی یا عقلیاتی اصولوں اور دلیلوں سے نہیں پرکھا جاسکتا۔ نیز اقتدارِ اعلیٰ کی یہ موجودہ بحث ایک جدید بحث ہے جو باقاعدہ طور پر انقلابِ فرانس کے بعد منظرِ عام پر آئی۔

**اکثریت کا فیصلہ:**

جمہوریت کا سب سے نمایاں اصول یہ ہے کہ اس میں ہر معاملے میں فیصلے کثرتِ آراء یعنی اکثریت کی بنیاد پر ہوتے ہیں، خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہوں۔ گویا کہ جمہوریت میں حق و باطل میں تمیز کا پیمانہ بھی اکثریت کا فیصلہ ہے، مگر اس کے برعکس اسلامی تعلیمات میں حق و باطل میں تمیز کے لیے اکثریت کے فیصلے کو گمراہ قرار دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأِنْ نُطِعَ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ  
وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾ [الأنعام: ۱۱۶]

”اور اے نبی (ﷺ)! اگر تم زمین پر بسنے والے لوگوں کی اکثریت کا کہا مانو گے تو وہ تمہیں

اللہ کے راستے سے پھیر دیں گے۔ یہ محض گمان کی پیروی کرتے اور انکل کے تیر چلاتے ہیں۔“

اسی لیے اسلامی تعلیمات میں عام اجتہادی فیصلے بھی کثرتِ آراء کی بنیاد پر نہیں ہوتے بلکہ قوتِ دلیل کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ عہدِ رسالت اور عہدِ خلافتِ راشدہ میں ایسی مثالیں ملتی ہیں جس میں قوتِ دلیل کی بنیاد پر محض ایک شخص کی رائے پر اجماع کر لیا گیا۔ اس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر میں ایک خاص جگہ خیمہ زن ہونے کا فیصلہ کیا۔ اس پر ایک صحابی سیدنا خباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس جگہ خیمہ زن ہونے کا فیصلہ وحی الہی پر مبنی ہے یا آپ (ﷺ) کا ذاتی فیصلہ ہے۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ میرا ذاتی فیصلہ ہے۔“ تو اس پر سیدنا خباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ یہ جگہ غیر موزوں ہے، یہاں سے لشکر کو لے کر فلاں جگہ خیمہ زن ہوں تاکہ مسلمان آسانی سے پانی حاصل کر سکیں۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ مشورہ پسند آیا اور آپ ﷺ نے اس مشورہ کو قبول فرمایا۔

[مستدرک حاکم: ۳/۴۲۶، ۴۲۷، والنسخة الجديدة ۳/۴۸۲، ح: ۵۸۰۱ و سندہ ضعیف]

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر کے بعد اسیرانِ جنگ کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ آپ ﷺ نے اس رائے کو پسند کیا اور فدیہ لے کر سب کو رہا کر دیا۔ [مسلم، کتاب الجہاد والسیر،

باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر..... الخ : ۱۷۶۳]

ج۔ غزوة احزاب کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا۔ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جو ایران کے رہنے والے تھے، نے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا مشورہ دیا اور آپ ﷺ نے یہ مشورہ قبول فرمایا۔

د۔ خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شراب کی سزا مقرر کرنے کی بابت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری رائے میں شرابی کی سزا اسی کوڑے ہونی چاہیے۔ کیونکہ جب آدمی شراب پیتا ہے تو مست ہو جاتا ہے اور جب مست ہو جاتا ہے تو بے ہودہ بکتا اور بہتان لگاتا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس مشورہ کو قبول فرمایا اور شراب پینے کی سزا اسی (۸۰) کوڑے مقرر کر دی۔ [الموطأ للإمام مالک، کتاب الأشربة، باب الحد في الخمر : ۲ [إسناده منقطع]

ان دلائل سے یہ مقصد نہیں ہے کہ اسلام میں اکثریت کی رائے کو ہر جگہ نظر انداز کیا گیا ہے، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے بعض دفعہ اکثریت کے فیصلے کو بھی قبول کیا ہے۔ مثلاً غزوة احد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ شہر میں رہ کر مقابلہ کیا جائے یا باہر نکل کر۔ اکثر نے باہر نکلنے کی رائے دی، خاص کر ان لوگوں نے جو غزوة بدر میں حصہ نہ لے سکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کی رائے کو منظور فرمایا، حالانکہ آپ ﷺ شہر میں رہ کر مقابلہ کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ کثرت آراء کو شریعت اسلامیہ نے نہ تو ہر جگہ حجت اور دلیل تسلیم کیا ہے اور نہ ہر موقع پر اسے اس درجہ سے محروم رکھا ہے، بعض مواقع پر اسے حجت مانا ہے اور بعض میں اسے حجت و دلیل تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ مجلس شوریٰ کا اصل کام یہ ہے کہ وہ امیر کو مشورہ دے لیکن تجاویز کو قانون کی منزل تک پہنچانا امیر کا کام ہے۔ یہی بات سورہ بقرہ کی حجت ذیل آیت سے بھی ثابت ہے:

﴿وَسَأَوْدُهُمْ فِي الْأَمْرِ قَادًا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ﴾

[آل عمران : ۱۵۹]

”اور (اے پیغمبر!) دین کے کام میں ان سے مشورہ لیا کرو۔ پھر جب تم (کسی کام کا)

پکا ارادہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ رکھو، بے شک اللہ بھروسہ رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“

اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مشورہ کے بعد کسی ایک جانب کو ترجیح دینا اور اس کا عزم کرنا یہ فقط امیر مجلس کی رائے پر موقوف ہے۔ امیر اپنی دیانت اور فہم سے جس رائے کو زیادہ صائب سمجھے گا اس کو نافذ کر دے گا۔ چنانچہ اسلامی شورائی نظام میں امیر وقت کو فیصلے کا حتمی اختیار

حاصل ہونے کی وجہ سے مجلس شوریٰ کے اندر گروپ بندی کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔ صرف ایک ہی ناقابل تقسیم جماعت ہوتی ہے جو منفرد انداز میں بیک وقت حزب اختلاف بھی ہوتی ہے اور حزب اقتدار بھی اور اس کا واحد مقصد اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت قائم کرنا ہوتا ہے۔ اس نسبت سے شوریٰ اللہ تعالیٰ کے قانون کی پابند ہے۔ مجلس شوریٰ میں کوئی ایسی تجویز پیش نہیں ہو سکتی جو کسی اسلامی قانون کے خلاف ہو۔ مجلس شوریٰ اس امر پر تو مشورہ کر سکتی ہے کہ نص کا صحیح مفہوم کیا ہے اور اس پر عمل درآمد کس طریقہ سے کیا جائے لیکن کسی ایسے معاملے پر کوئی مشورہ نہیں کر سکتی جس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کر دیا ہو۔ اس کا ثبوت خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس طرز عمل سے بھی دیا جاسکتا ہے جو آپ نے منکرین زکوٰۃ و نماز کے معاملہ میں اختیار کیا تھا۔ آپ مشورہ کی طرف متوجہ نہیں ہوئے، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا ان لوگوں کے بارے میں حکم موجود تھا۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان یہ ہے کہ جو اپنے دین کو بدلے اسے قتل کر دو۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوٰۃ و نماز کے خلاف جہاد کیا۔

عورت کی سربراہی اور اس کی شہادت :

جمہوریت میں عورت ملک کی سربراہ بن سکتی ہے، یا اسی طرح کے کسی بڑے منصب پر فائز ہو سکتی ہے اور ہر مقدمہ میں اس کی شہادت مرد کے برابر تصور کی جاتی ہے لیکن اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کوئی عورت سربراہ مملکت نہیں بن سکتی اور نہ ایسے کسی بڑے منصب پر فائز ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ [النساء: ۳۴]

”مرد عورتوں پر قوام (یعنی حاکم) ہیں۔“

صحیح بخاری میں سیدنا ابوبکرہ نفع بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر سنی کہ اہل فارس (ایران والوں) نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا حکمران بنا لیا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پاسکتی جس نے اپنے امور عورت کے سپرد کر دیے ہوں۔“

[بخاری، کتاب المغازی، باب کتابۃ النبی ﷺ، ص ۴۴۲۵]

مذکورہ بالا نصوص شرعیہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مملکت میں ذمہ داری کے مناصب، خواہ صدارت ہو یا وزارت یا مجلس شوریٰ کی رکنیت وغیرہ، عورتوں کے سپرد نہیں کیے جاسکتے۔ (اسلامی

ریاست ازسید ابوالاعلیٰ مودودی) اور اسی طرح اسلام کے قانون شہادت میں مقدمات کی نوعیت کے اعتبار سے گواہوں کی تعداد میں بھی فرق رکھا گیا ہے، مثلاً ثبوت زنا کے لیے چار مرد گواہ ہوں گے۔ (النور: ۱۳، النساء: ۱۵) قصاص، قتل اور فوجداری مقدمات میں ”دو مرد گواہ ہوں گے۔“ کیونکہ عموماً ایسے مقدمات میں عورت کی شہادت تسلیم نہیں کی جاتی، البتہ عام مقدمات میں ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت لی جاسکتی ہے، کیونکہ قرآن و سنت میں عورت کی گواہی مرد کی گواہی کا نصف قرار دی گئی ہے۔ [بخاری، کتاب الشهادات، باب شهادة النساء: ۲۶۵۸]

لیکن ایسے معاملات جن کی اطلاع مردوں کے لیے ممکن نہیں، وہاں عورتوں کی شہادت قبول کی جاتی ہے، مثلاً رضاعت (دودھ پلانا، دودھ شریک) کے سلسلہ میں صرف ایک عورت کی گواہی کافی ہو سکتی ہے۔ [بخاری، کتاب النکاح، باب شهادة المرضعة: ۵۱۰۴]

اس طرح کے معاملات میں عورت سے مشورہ بھی لیا جاسکتا ہے، خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ عورتوں سے بھی مشورہ لے لیا کرتے تھے۔ (تفسیر مظہری، حاشیہ آل عمران)

علماء اور جہلاء کی یکسانیت:

جمہوریت میں ہر بالغ مرد و عورت کے ووٹ کو یکساں قرار دیا جاتا ہے اور اسی طرح مجالس قانون ساز میں بھی عموماً ہر ممبر کی رائے کی اہمیت یکساں تصور کی جاتی ہے، خواہ وہ مومن ہو یا مشرک و کافر، عالم ہو یا جاہل، لیکن نصوص شرعیہ میں مومن اور مشرک، عالم اور جاہل، متقی اور فاجر و فاسق کو برابر و یکساں قرار نہیں دیا گیا ہے۔ قرآن کی گواہی ملاحظہ ہو:

﴿ أَقْمَنَ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ ﴾ [السجدة: ۱۸]

”بھلا وہ شخص جو مومن ہو کیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو فاسق ہو؟ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔“

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ [الزمر: ۹]

”اے پیغمبر! ان سے پوچھو! کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔“

﴿ قُلْ لَا يَسْتَوِي الْغَنِيُّ وَالْغَنِيُّ وَالَّذِي كَثُرَ الْغَنِيُّ ﴾ [المائدة: ۱۰۰]

”اے نبی! کہہ دو کہ ناپاک اور پاک چیزیں برابر نہیں ہو سکتیں، اگرچہ ناپاک چیزوں کی کثرت تمہیں اچھی ہی لگے۔“

﴿ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَخْيَاهُمْ وَمَا لَهُمْ طَسَاءً مَا يَكْفُرُونَ ﴾ [الحاثیة: ۲۱]

”جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے (اور) ان کی زندگی اور موت یکساں ہوگی؟ یہ برا فیصلہ کرتے ہیں۔“

﴿ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرَةُ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا الضَّالِّينَ ؕ قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ ﴾ [المؤمن: ۵۸]

”اور اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں اور نہ ایمان لانے والے نیکو کار اور بدکار برابر ہیں۔ (حقیقت یہ ہے کہ) بہت کم لوگ غور کرتے ہیں۔“

﴿ أَمْ جَعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ جَعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ﴾ [ص: ۲۸]

”کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو زمین میں فساد کرتے ہیں؟ کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے؟“

رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی یہی ہے: ”اللہ کے نزدیک بزرگ و برتر وہ شخص ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے یعنی متقی و پرہیزگار ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿لقد كان في يوسف وإخوته

آيات للسائلين﴾: ۴۶۸۹- مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل يوسف عليه السلام: ۲۳۷۸]

آپ ﷺ نے مزید فرمایا: ”جو لوگ تم میں سے دور جاہلیت میں بہتر ہیں وہ تم میں سے دور اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ وہ دین کو سمجھ لیں۔“ [بخاری (أيضاً)۔ مسلم (أيضاً)] اسی لیے قرون اولیٰ میں مجلس شوریٰ کا رکن عموماً انھی لوگوں کو بنایا جاتا تھا جو عالم اور متقی جانے جاتے تھے۔ خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جنگ قادسیہ کے موقع پر ایک خطبہ میں فرمایا تھا کہ ”مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان کے کام ذی رائے اصحاب کے مشورہ سے انجام پذیر ہوں۔ عام لوگ اس شخص کے تابع ہوں جس کو انھوں نے والی حکومت قرار دیا ہے اور والی حکومت ذی رائے اصحاب کے تابع ہے۔ لہذا سب کو ان کی پیروی کرنی ہوگی۔“ [تاریخ طبرانی: ۳۸۱/۳] سیدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے بھی ایک موقع پر فرمایا تھا: ”عابد (پرہیزگار، متقی) لوگوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ لینا چاہیے۔“ (روح المعانی فی تفسیر القرآن۔ سورۃ الشوریٰ تحت الآیہ: ۳۸۔ جامع بیان العلم وفضلہ: ۸۵۳/۲، ح: ۱۶۱۲)

کثیر جماعتی نظام:

عموماً ایک جمہوری ریاست میں متعدد سیاسی جماعتیں ہوتی ہیں۔ ہر جماعت اپنا الگ نظریہ رکھتی ہے اور عوام کے سامنے اپنا الگ منشور پیش کرتی ہے، لیکن اسلام میں مسلمانوں کے درمیان صرف ایک ہی جماعت کا وجود ثابت ہوتا ہے، کیونکہ قرآن میں تمام انسانیت کو دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک مسلم اور دوسرے کافر اور تمام مسلمانوں کا تعلق ایک ہی امت (جماعت) سے ظاہر کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَيَنْكُمْ كَافِرًا وَيُنَكِّمُ مَوْمِنًا ط وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾

[التغابن: ۲]

”وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر کوئی تم میں کافر ہے اور کوئی مؤمن اور اللہ دیکھ رہا ہے جو تم کرتے ہو۔“

﴿إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ۖ وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ط  
كُلٌّ إِلَيْنَا رِجْعُونَ﴾ [الأنبياء: ۹۲، ۹۳]

”یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں، پس تم میری ہی عبادت کیا کرو اور یہ لوگ (خود ہی) اپنے معاملے میں باہم متفرق ہو گئے (مگر) سب ہماری ہی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔“

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۖ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ [آل عمران: ۱۰۲، ۱۰۳]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا۔“

احادیث رسول ﷺ میں بھی اسلامی جماعت کے مقابلہ میں کسی دوسری جماعت کے بنانے کو سخت ناپسندیدہ فعل اور بغاوت کہا گیا ہے:

۱۔ ”جو شخص امیر کی اطاعت سے نکلا اور اسلامی جماعت سے جدا ہوا اور اسی حال میں مر گیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔“ [مسلم، کتاب الإمامة، باب وجوب ملازمة جماعة

المسلمین عند ظهور الفتن فی کل حال ..... الخ: ۱۸۴۸]

۲۔ ”عنقریب طرح طرح کے شر اور فسادات رونما ہوں گے، پس جو شخص اس امت کے اتحاد و ارتباط

میں تفریق پیدا کرے اور مجتمع امت کے اجتماع کو توڑ دے اس کی گردن تلوار سے اڑا دو، خواہ وہ کوئی ہو۔“ [مسلم، کتاب الإمامة، باب حکم من فرق أمر المسلمین و هو مجتمع : ۱۸۵۲]

۳۔ ”جو شخص تمہارے پاس آئے اور امام وقت کے خلاف خروج کا دعویٰ کرے اور حالت یہ ہو کہ تم سب ایک امیر اور ایک خلیفہ کی اطاعت پر متحد ہو اور وہ تمہارے اتحاد کو توڑنے کا ارادہ رکھتا ہو یا تمہاری جماعت کو متفرق کر دینا چاہتا ہو تو تم اس کو قتل کر دو۔“ [مسلم، کتاب الإمامة، باب حکم من فرق أمر المسلمین و هو مجتمع : ۱۸۵۲/۶۰]

۴۔ ایک دوسری حدیث میں سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا کہ اگر میں ایسا زمانہ پاؤں جب مسلمان حالت شر (یعنی تفرقہ، فتنہ و فساد) میں مبتلا ہوں تو میں کیا کروں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ رہنا۔“ میں عرض گزار ہوا کہ اگر ان کی کوئی معیت اور کوئی امام نہ ہو؟ فرمایا کہ تم فرقوں سے علیحدگی اختیار کر لینا، خواہ تمہیں کسی درخت کی جڑ ہی چبانی پڑے، یہاں تک کہ تمہیں موت آجائے لیکن رہنا اسی حالت میں۔“ [بخاری، کتاب الفتن، باب کیف الأمر إذا لم تکن جماعة : ۷۰۸۴]

اسلام میں سیاسی جماعتوں کے وجود کے حق میں جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں، ان میں خصوصی طور پر سیدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت کے بعد مسلمانوں میں تفرقہ، خانہ جنگی اور نفاق سے متعلق جو واقعات پیش آئے ان کو بنیاد بنایا جاتا ہے، حالانکہ تاریخ اسلام کے یہ مذکورہ ادوار مثالی دور نہیں کہلائے جاتے بلکہ محدثین کتب احادیث میں ان ادوار کا ذکر ”کتاب الفتن“ میں لائے ہیں۔ (کتاب الفتن، بخاری و مسلم وغیرہما) اس اعتبار سے سیاسی جماعتوں کے وجود کے حق میں یہ دلیل وزن نہیں رکھتی، چنانچہ اس دلیل کو اسلام میں سیاسی جماعتوں کے وجود کے سلسلہ میں بنیاد نہیں بنایا جا سکتا۔ ان مذکورہ بالا نصوص شرعیہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسلم امت پوری کی پوری ایک ہی جماعت ہے اور اس کا منشور صرف اور صرف شریعت کا نفاذ ہے۔

حکومت و منصب کی خواہش:

جمہوریت میں سیاسی لیڈر اور سیاسی جماعتیں حکومت حاصل کرنے کی خواہش رکھتی ہیں، اسی لیے وہ انتخابات میں حصہ لیتے ہیں اور اپنے جلسوں میں عوام سے ووٹ کا سوال کرتے ہیں، تاکہ



انتخابات جیت کر حکومت یا حکومت کا کوئی عہدہ حاصل کر سکیں، لیکن اسلامی تعلیمات میں حکومت و اقتدار کی خواہش کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اسی طرح ایسے افراد کو بھی کوئی منصب دینا جائز نہیں ہے جو کسی منصب کی حرص رکھتے ہوں۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کے فرامین یہ ہیں: ”عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ امارت و حکومت کی خواہش نہ کر، اس لیے کہ اگر تجھ کو مانگنے سے حکومت ملی تو حکومت کے حوالے کیا جائے گا اور اگر بے مانگے ملے تو اللہ کی طرف سے تجھ کو مدد دی جائے گی۔“ [بخاری، کتاب الأحکام، باب من لم يسأل الإمارة ..... الخ : ۷۱۴۶] ”ہم اس کو حاکم نہیں بناتے جو اس کی درخواست کرے یا اس کا حریص ہو۔“ [بخاری، کتاب الأحکام، باب ما یکره من الحرص علی الإمارة : ۷۱۴۹]

کلیدی مناصب پر غیر مسلموں کا تقرر:

ایک جمہوری حکومت میں اقلیتوں کو مجالس قانون ساز کا ممبر بنایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح انھیں وزیر، قاضی، سالار جیسے کلیدی اور اہم مناصب پر بھی فائز کیا جاسکتا ہے، لیکن ایک اسلامی حکومت میں کوئی غیر مسلم ایسے کلیدی مناصب کا اہل نہیں ہو سکتا، جہاں وہ حکومت کی پالیسی میں حصہ دار ہو، کیونکہ ایک اسلامی ریاست نظریاتی نوعیت کی ہوتی ہے۔ اس لیے اس کے چلانے والے بھی ایسے آدمی ہونے چاہئیں جو اس کے نظریات سے متفق ہوں۔ (اسلامی ریاست از سید ابوالاعلیٰ مودودی: ۳۸۶)

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو تعلیم فرماتا ہے:

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكُفْرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۗ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ﴾ [آل عمران: ۲۸]

”مومنوں کو چاہیے کہ مومنوں کے مقابلے میں کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا

کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔“

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْتُونَكُمْ خَبْرًا لَاطٍ وَذُؤًا مَا عَيْنَتْكُمْ

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۗ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۗ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ

﴿إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ﴾ [آل عمران: ۱۱۸]

”اے اہل ایمان! تم کسی غیر (مذہب کے آدمی) کو اپنا راز دار نہ بناؤ، یہ لوگ تمہاری

خرابی (اور فتنہ انگیزی کرنے) میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ

(جس طرح ہو) تمہیں تکلیف پہنچے۔ ان کی زبانوں سے تو بغض ظاہر ہو ہی چکا ہے اور جو ان کے سینوں میں مخفی ہے وہ کہیں زیادہ ہے۔ ہم نے اپنی آیات کھول کر تمہارے سامنے بیان کر دی ہیں، اگر تم عقل رکھتے ہو۔“

﴿إِنَّ تَسْلُكَكُمْ سَبِيلَ طَهْرٍ وَإِنَّ تَجْنِبَكُمْ سَبِيلَ الْفِرْحَانِ﴾ [آل عمران: ۱۲۰]

”اگر تمہیں آسودگی حاصل ہو تو ان کو بری لگتی ہے اور اگر تمہیں رنج پہنچے تو یہ خوش ہوتے ہیں۔“

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾ [النساء: ۵۸]

”(مسلمانو!) اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کر دیا کرو۔“

یعنی ذمہ داری کے مناصب ایسے لوگوں کے سپرد کرو جو ان مناصب کے اہل ہوں، جن میں بار امانت اٹھانے کی پوری پوری صلاحیت ہو۔ کلیدی اور اہم مناصب کے علاوہ دیگر عہدوں پر غیر مسلموں کو فائز کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح وہ مسائل جن کا تعلق ذمیوں سے ہو، اس میں غیر مسلموں سے مشورہ بھی لیا جا سکتا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہمیشہ ان معاملات میں جن کا تعلق ذمیوں سے ہوتا تھا، ان سے مشورے بھی لیتے تھے۔ (الفاروق: ۲۸۳) امام ابو حنیفہ کے نزدیک غیر مسلم اپنے ہم مذہبوں کا قاضی بھی ہو سکتا ہے لیکن اگر کوئی غیر مسلم قاضی سے اپنا فیصلہ کروانا چاہتا ہو تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔ (الأحكام السلطانية از الماوردی)

اسلامی ریاست میں حکومت پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے علاقہ میں غیر مسلموں کے جان و مال، حقوق اور ان سے کیے گئے عہد کا پورا پورا خیال رکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”جو شخص کسی معاہدہ کو قتل کرے گا (یعنی اس کا فرک جو جس سے جنگ نہ کرنے کا عہد کیا گیا ہو)

”وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔“ [بخاری، کتاب الدیات، باب إثم من قتل ذمیا بغیر جرم: ۶۹۱۴]

خلیفہ ہاشمی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت خلیفہ بننے والے شخص کے لیے ایک مفصل

وصیت فرمائی تھی، اس کا آخری فقرہ یہ تھا: ”ذمیوں سے جو عہد کیے گئے ہوں انہیں پورا کیا جائے

اور ان کی حمایت میں لڑا جائے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔“ [بخاری،

کتاب الجہاد والسیر، باب یقاتل عن أهل الذمة ولا یسترقون: ۳۰۵۲] قرون اولیٰ میں عموماً

اہل اسلام بلاد مفتوحہ میں غیر مسلموں سے جو معاہدے کرتے تھے اس کی دفعات کا خلاصہ یہ تھا:

”عرب حکام اطاعت گزاری اور جزیہ کے بدلے میں رعایا کے جان و مال کی حفاظت کریں گے

اور انہیں مذہبی آزادی دیں گے۔“ (The Preaching of Islam by T.W Arnold)

اسلام قبول کرنے پر بھی کوئی ذمی مجبور نہیں کیا جاتا تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے غلام و شیق رومی کا بیان ہے کہ وہ اس کو ہمیشہ اسلام کی ترغیب دلاتے تھے لیکن اس نے انکار کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”دین کے معاملہ میں کوئی زور زبردستی نہیں۔“ (کنز العمال فی سنن لا قوال والأفعال: ج ۵) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اس کو آزاد کر دیا اور فرمایا کہ جہاں تیرا جی چاہے چلا جا۔ مشہور مؤرخ اور نقاد آرنلڈ لکھتا ہے: ”اگر ذمیوں پر چند پابندیاں عائد تھیں تو ان کا مقصد فقط یہ تھا کہ مقابل مذاہب کے پیرووں کی باہمی کشمکش کا انسداد ہو سکے یا اس مذہبی جنون اور تعصب کو روکا جائے جو مسلمانوں کے لیے ناپسندیدہ تھا۔“ (The Preaching of Islam: 56)

سیکولر ازم:

جمہوریت کا ایک نمایاں اصول سیکولر ازم (Secularism) ہے یعنی مذہب اور سیاست کی علیحدگی، اس اصول کے تحت ملک کا کوئی سرکاری مذہب نہیں ہوتا۔ البتہ شہریوں کو اپنی انفرادی زندگی میں مذہبی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ مگر اجتماعی، تمدنی اور سیاسی معاملات میں مذہب کو داخل نہیں کیا جاتا۔ آج دنیا کی تقریباً تمام جمہوریتوں نے سیکولر ازم کو اپنے دستور اساسی میں شامل کر لیا ہے۔ (اسلامی ریاست از گوہر الرحمن: ۸۱)

جمہوریت کے اس تصور کے برعکس اسلامی تعلیمات میں دین و سیاست کو جدا قرار نہیں دیا گیا، بلکہ حکومت کے قیام کا مقصد ہی شریعت کا نفاذ ہوتا ہے۔ گویا کہ ”اسلامی حکومت مسلمانوں کی اس جماعت کا نام ہے جو شرعی استحقاق کی بنا پر اسلامی احکام کو زور و قوت کے ساتھ نافذ کر سکے۔“ (اسلام کا سیاسی نظام از محمد اسحاق صدیقی: ۸۹) قرآن میں اقتدار کے فرائض کو مختصر اُس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ [الحج: ۴۱]

”یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں تمکن عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں گے۔“

اکثر مسلم فقہاء نے اپنی تصانیف میں خلیفہ کے فرائض میں سے دینی امور سے متعلق فرائض کو نمایاں اہمیت دی ہے۔ (الاحکام السلطانیہ از الماوری) اسلام کی سر بلندی و اشاعت کی ذمہ داری

صرف ارباب اقتدار ہی پر نہیں ڈالی گئی، بلکہ تمام مسلمانوں پر بھی یہ فرض ہے کہ وہ اسلام کی سربلندی کے لیے اپنے ذاتی مفادات کو قربان کر دیں۔ اس سلسلے میں قرآن کی دلیل ملاحظہ ہو:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ  
اِقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ  
وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ٢٤﴾

[التوبة: ٢٤]

” (اے نبی!) کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم کماتے ہو اور تمہارے تجارتی کاروبار جن کے مندے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے مکانات جو تم کو پسند ہیں، اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کو رہنمائی نہیں دیا کرتا۔“

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جمہوریت خالصتاً ایک غیر اسلامی نظریہ ہے۔ اسلامی تعلیمات اور اس کے اصولوں میں کھلا تضاد اور بعد ہے، لہذا مسلمانوں کے لیے یہ بات زیبا نہیں کہ وہ اسلامی تعلیمات و اقدار کے مقابلے میں کسی غیر اسلامی و طاغوتی نظام کو اپنائیں یا اس کے قیام و استحکام میں کسی طرح کا کوئی تعاون کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيحَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ٥  
إِنَّهُمْ لَن يَغْنُؤُوا عَنكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۗ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ وَوَلِيُّ  
الْمُتَّقِينَ ٦ ۗ هَذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾ [الحائية: ٥ تا ٦]

” (اے نبی!) پھر ہم نے تم کو دین کے کھلے رستے (شریعت) پر (قائم) کر دیا لہذا تم اسی پر چلو اور نادانوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ یہ اللہ کے مقابلے میں تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے اور حقیقت یہ ہے کہ ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں، جب کہ اللہ پرہیز گاروں کا دوست ہے۔ یہ (قرآن) لوگوں کے لیے دانائی کی باتیں ہیں اور ہدایت و رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔“



## فصل چہارم

## نبی ﷺ کا خواب میں آنا

نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے اس دنیا سے منقطع ہو جانے والے رابطے کو جوڑنے کے لیے ہمارے علمائے کرام نے ایک انوکھا طریقہ اختیار کیا یعنی قرآن و حدیث کی غلط تاویلات کے ذریعہ خواب کو نبی ﷺ کی دنیا میں آمد اور ان ”عشاق“ سے ملاقات کا مستقل ذریعہ بنا دیا۔ چنانچہ آپ خوابوں میں آتے ہیں، بشارتیں دیتے ہیں، ہدایات سے نوازتے ہیں، پیشگوئیاں فرماتے ہیں اور اب تو صرف نبی ﷺ ہی نہیں بلکہ اولیاء اللہ بھی خوابوں میں تشریف لاتے ہیں۔ (تبلیغی جماعت) کبھی امام بخاری خوابوں میں آ کر بخاری پڑھا جاتے ہیں، کبھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ عرش پر بیٹھ کر نکاح پڑھانے لگ جاتے ہیں۔ (علامہ یوسف ہوری) کوئی صاحب دل خواب میں اپنے بختی اونٹ کا سودا کر لیتے ہیں۔ (فضائل صدقات، حصہ دوم) کبھی خود نبی کریم ﷺ آ کر خواب میں چالیس حدیثیں پڑھا دیتے ہیں۔ (شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ) یہاں تک کہ کبھی خاص مواقع پر تورب العالمین بھی خود ہی خواب میں آ کر اپنے ولیوں کو ضروری ہدایات سے نواز دیتا ہے۔

خوابوں کا یہ سلسلہ خیر القرون کے بعد اس وقت شروع ہوا جب آپ ﷺ کے ”سچے عاشقوں“ نے دین اسلام پر غلبہ حاصل کر لیا اور تبھی سے دنیا میں آپ ﷺ کی آمد و رفت شروع ہو گئی جو اب تک جاری ہے اور اب تو ماشاء اللہ آپ ﷺ کی زیارت کے لیے وظیفہ بھی موجود ہے۔

زیارت نبوی ﷺ کا نسخہ:

شاہ عبدالحق محدث دہلوی کہتے ہیں کہ جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب میں دو رکعت نفل پڑھے، ہر رکعت میں گیارہ مرتبہ آیت الکرسی، گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے، سلام پھیرنے کے بعد سومرتبہ

درد و شریف پڑھے، تین جمعہ نہیں گزریں گے کہ (ان شاء اللہ) رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہو جائے گی۔ درود یہ ہے: «اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلِّمْ»

افسوس کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و محدثین کے پاس یہ نسخہ موجود نہ تھا، ورنہ ان کو اپنے دور حیات میں رونما ہونے والے فتنوں کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ مثلاً خلیفہ ثالث کی نامزدگی کے مسئلہ پر عبد الرحمن بن عوف کئی دن پریشان رہے، نبی ﷺ نے خواب میں آکر ان کی رہنمائی نہ فرمائی۔ اسی طرح جنگ جمل اور جنگ صفین جیسے افسوس ناک واقعات پیش آئے جس میں محض غلط فہمیوں کی وجہ سے ہزاروں صحابہ شہید ہو گئے مگر اس وقت بھی نبی ﷺ نے آکر اپنے عزیز ساتھیوں کی رہنمائی نہ فرمائی۔ محدثین کرام نے احادیث کو جمع کر کے ان کی جانچ پڑتال اور راویوں کو پرکھنے میں پوری زندگیاں لگا دیں لیکن نسخہ زیارت استعمال کر کے نبی ﷺ سے ملاقات نہ کی، تاکہ مشقت سے بچ جاتے اور بے شمار پیچیدہ مسائل چٹکی بجاتے حل ہو جاتے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ لوگ سچے مہمان رسول نہ تھے ورنہ نبی ﷺ ان سے یہ بے اعتنائی نہ برتتے، یا ان ”عاشقین صادقین“ کا درجہ نبی کے نزدیک صحابہ، تابعین اور محدثین سے زیادہ ہے۔ (نعوذ باللہ!)

یہ ”مہمان رسول“:

ان ”مہمان رسول“ کو جن کے پاس آپ کی باقاعدہ آمد و رفت ہے، چاہیے کہ آپ ﷺ سے ان مسائل کے بارے میں رہنمائی حاصل کریں جن کی وجہ سے یہ امت فرقوں میں بٹی ہوئی ہے اور یہ فرقے باہم دست و گریباں ہیں۔ مثلاً نبی ﷺ کا حاضر ہونا، آپ پر درود پیش ہونا، آمین بالجبر، فاتحہ خلف الامام اور رفع الیدین وغیرہ اور اپنے اپنے فرقوں کے برحق ہونے کی بھی نبی ﷺ سے تصدیق کرالیں، آیا کہ بریلوی مسلک درست ہے یا دیوبندی، غیر مقلدین، یا پھر سب غلط ہیں؟ ویسے یہ اور بات ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے تو چار مصلوں کے درست ہونے کے بارے میں نبی ﷺ سے سرشکلیت حاصل کر لیا ہے۔ اس خواب کے عقیدہ کا اگر قرآن کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس عقیدہ کی عمارت بغیر بنیاد کے قائم ہے، یہ عقیدہ تو آیات قرآنی کا صریح کفر کرتا ہے کیونکہ اس کی بنیاد دو باتوں پر ہے، اول یہ کہ مرنے کے بعد بھی نبی یا ولی دنیا میں آسکتے ہیں۔ دوم یہ کہ نبی یا ولی عالم الغیب بھی ہوتے ہیں کہ ان کو اگر یاد کیا جائے تو انہیں خبر ہو جاتی ہے اور وہ حاجت روائی کے لیے فوراً چلے آتے ہیں، حالانکہ

قرآن کے مطابق وہ تو ان باتوں سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں، جیسا کہ سورہ احقاف میں فرمایا:

﴿ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غٰفِلُونَ ﴾ [الأحقاف: ۵]

”وہ ان کی پکاروں سے بے خبر ہیں۔“

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَسْمَعُونَ مِنْ قِطْعِنَةٍ اِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا

دُعَاءَكُمْ ۗ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۗ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۗ ﴾

[فاطر: ۱۳، ۱۴]

”اور جن لوگوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ سمجھور کی گھٹلی کے چھلکے کے برابر بھی کسی

چیز کے مالک نہیں، اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں اور اگر سن بھی لیں تو جواب

نہ دے سکیں اور وہ قیامت کے روز تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے۔“

اس کے علاوہ خواب کے معاملہ میں جو سوال تشہیر تاویل ہے وہ یہ ہے کہ جب نبی یا ولی کسی

کے خواب میں داخل ہونے کے لیے قبر سے باہر جاتے ہیں تو اپنی قبر سے کس طرح اور کہاں سے

نکلتے ہیں؟ یہ قبر سے باہر جانے کا فعل عام مادی تو انین کے تحت ہے یا خارق الفطرت معجزہ؟ اگر

مادی ہے تو مادی تو انین کے دائرہ میں اس کی توجیہ و توضیح درکار ہے اور اگر یہ فعل معجزانہ ہے تو اس

کا ثبوت قرآن و صحیح حدیث سے پیش کیا جائے۔ اس کے علاوہ نبی ﷺ کے قبر کے باہر ہونے کے

دوران اگر کوئی شخص قبر نبوی پر درود و سلام پیش کرے تو کیا وہ ضائع ہو جائیں گے، کیونکہ درود و سلام

(ان کے عقیدہ کے مطابق) صرف نبی ﷺ ہی پر پیش ہوتے ہیں، اس لیے یہ بھی معلوم ہونا چاہیے

کہ نبی ﷺ کس وقت قبر میں موجود ہیں اور کس وقت قبر سے باہر ہیں۔ اس کے علاوہ نبی یا ولی قبر سے

نکل کر چند لمحات میں ہزاروں میل کی مسافت کیسے طے کر لیتے ہیں؟ کیا وہ کسی کو قبر سے نکلنے ہوئے

یادوران سفر نظر آتے ہیں؟ کیا یہ سب کچھ تصرف فی الامور نہیں جو صرف اللہ ہی کا اختیار ہے؟



## فصل پنجم

## عذاب جہنم اور انعاماتِ جنت کا بیان

## عذاب جہنم کی کیفیت :

دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے ستر حصے زیادہ تیز ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے تین ہزار سال تک دہکایا ہے۔ اگر دوزخ کی آگ کی ایک چنگاری دنیا میں آجائے تو ساتوں زمینوں کو اور جو ان کے درمیان ہے سب کو جلا کر بھسم کر ڈالے۔ دوزخ کی سختی و شدت کی کیفیت قرآن مجید میں یوں بیان کی گئی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾

[التحریم : ۶]

”اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اس کے موکل ہیں فرشتے نہایت بے رحم اور سنگ دل کہ سزا دیتے کسی کا لحاظ نہیں کرتے، جیسا حکم الہی پاتے ہیں ویسی تعمیل کرتے ہیں۔“

ہزار طرح پر روؤ، گڑ گڑاؤ، معافی چاہو، مگر وہ جلانے اور تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ رحم تو ان کے پاس نام تک کو نہیں، یہ فرشتے دوزخیوں کو آتشی زنجیروں میں جکڑیں گے، دوزخ میں آتشی زنجیریں ہوں گی، ستر ستر گز لمبی۔ فرشتے دوزخیوں کے منہ کی راہ سے یہ زنجیریں ڈالیں گے اور پاخانہ کی راہ سے نکال کر خوب جکڑ بند کر دیں گے۔ دوزخ میں آگ کے گرز ہوں گے، جن سے فرشتے دوزخیوں کو مارتے، ہانکتے ہوئے دوزخ میں لا ڈالیں گے۔ دوزخ میں ایسے



غضب کے زہریلے سانپ دیکھو ہوں گے کہ ایک دفعہ کانٹے سے ہزار برس تک دوزخی روئے گا، چلائے گا، تڑپے گا لیکن زہر نہ اترے گا، موت مانگے گا وہ بھی نہ آئے گی۔ دوزخ میں خراسانی اونٹ کے برابر سانپ اور گدھے کے پالان برابر بچھو ہوں گے، جو ہمیشہ دوزخیوں کو کانٹے رہیں گے، کبھی فرصت نہ دیں گے۔ قیامت کے دن فرشتے دوزخ کو ستر ہزار زنجیروں میں جکڑ کر میدان محشر میں کھینچتے ہوئے لائیں گے، ایک ایک زنجیر کو ستر ستر ہزار فرشتے پکڑ کر گھسیٹیں گے، دوزخ دوزخیوں کا نام لے کر پکارے گی، دوزخی ڈر کے مارے بھاگیں گے کہ آگ کی ایک بڑی لمبی گردن دوزخ سے نکلے گی اور نافرمانوں کو دو سو برس کی مسافت سے اس طرح گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دے گی جیسے مرغ دانہ کو چگ لیتا ہے۔

دوزخیوں کا جسم اس قدر بڑھ جائے گا کہ ایک کندھے سے دوسرے تک تیز رو سوار تین روز میں پہنچ سکے۔ ان کی ڈاڑھ احد پہاڑ کے برابر اور ان بیضاء پہاڑ کے برابر ہو جائے گی۔ دوزخیوں کے جوتے بھی آتشی ہوں گے۔ دوزخ کی ایک چنگاری بڑے محل کے برابر ہوگی۔ دوزخ کی گہرائی اتنی عمیق ہے کہ اگر ایک بھاری پتھر چھوڑا جائے تو ستر برس کی مدت میں نہ میں پہنچے۔ دوزخ میں ایک آگ کے پہاڑ کا نام صعود ہے جس کی بلندی سیکڑوں برس کا سفر ہے۔ اس پر دوزخیوں کو چڑھائیں گے اور چوٹی پر سے دوزخ میں دھکیل دیں گے۔ اسی طرح ہمیشہ عذاب ہوتا رہے گا۔ دوزخ میں زقوم کے سوا اور کچھ کھانا نہ ملے گا۔ زہریلے کانٹوں کا ایک درخت ہے جسے زقوم کہتے ہیں، یہ درخت آگ میں پیدا ہوگا۔ اسی طرح دوزخیوں کو پینے کے لیے کچھ نہ ملے گا مگر کبھی گرم کھولتا ہوا پانی اور کبھی گرم کھولتی ہوئی سڑی پیپ، جسے منہ کے قریب کرتے ہی تمام منہ کا گوشت گل کر گر پڑے گا۔ دوزخی پیاس کی شدت سے وہی پی جائیں گے۔ یہ پیٹ میں پہنچتے ہی آنتوں کو پاخانہ کی راہ سے نکال دے گا۔ ہزاروں برس پیاس پیاس کہہ کر تھک جائیں گے، ہرگز فریاد رسی نہ کی جائے گی، جب دوزخی دوزخ کے دروازہ پر پہنچیں گے تو دوزخ کا دار و درہ پوچھے گا کیا تمہارے پاس اللہ کے پیغمبر کتاب اللہ کے سنانے اور دوزخ سے ڈرانے اور قیامت کے مصائب یاد دلانے کو نہیں آئے تھے؟ دوزخی جواب دیں گے کہ آئے تو تھے اور انہوں نے ہمیں اللہ کے غضب اور قیامت کی ہولناکی سے ڈرایا بھی تھا لیکن ہم نے اسے نہ سنا نہ ان کا کہا مانا بلکہ جھٹلایا اور جھگڑا کیا،

اگر ہم ان کے وعظ سنتے، سمجھتے اور مانتے تو آج دوزخ میں مبتلائے عذاب کیوں ہوتے۔ الغرض دوزخیوں کو جان گزر مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں گی کہ وہی مصیبتیں کسی نے آنکھوں سے دیکھی نہ کانوں سے سنی۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

﴿ تَمَرًا يَبُوتُ فِيهَا وَلَا يَخْبِي ﴾ [الأعلى: ۱۳]

کہ دوزخی نہ تو دوزخ میں مر ہی جائے گا کہ جھگڑا ختم ہو نہ چین ہی سے زندہ رہے گا بلکہ اس کی جان غضب میں رہے گی۔

جنت کی خوبی اور اہل جنت کے عیش:

بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا جو ایمان لائے اور جو سچے مسلمان بنے اور جنہوں نے عمل کیے اچھے اور چلے پیغمبر کے طریقہ پر، وہ جنت ایسی ہے جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔ یہ احوال اس بہشت کا ہے کہ جس کا وعدہ ملا ہے اللہ پاک کی طرف سے ڈرنے والے موحد مسلمانوں کو۔ اس بہشت میں کئی قسم کی نہریں ہیں، کوئی دودھ کی ہے جس کا مزہ نہیں بدلتا، کوئی صاف پانی کی ہے جس کی بو نہیں پلٹتی، کوئی شراب کی جو پینے والوں کو لذت دیتی ہے۔ کوئی شہد کی ہے جس پر جھاگ نہیں ہوتی۔ نہایت صاف اور شیریں خوش ذائقہ بہت پاکیزہ اور ان کے لیے وہاں میوے ہیں ہر قسم کے لذت دار اور اللہ کی طرف سے ان لوگوں کو وہاں معافی ہے۔ اور فرمایا:

”تمہارے واسطے وہاں جو تم چاہو گے موجود ہے اور مہمانی ہے ہماری سرکار سے۔“

[خم السجدة: ۳۱]

پیشین آٹھ ہیں: جنت عدن، جنت الفردوس، جنت الخلد، جنت النعیم، جنت الماوی، جنت القرار، دار السلام، دار المقام۔ یہ ان کے نام ہیں۔ نہایت خوبیوں کے ساتھ بنائی گئی ہیں۔ بہشت کی دیواریں ایک اینٹ سونے اور ایک اینٹ چاندی سے بنائی گئی ہیں اور ان میں مشک کا گارا لگایا گیا ہے۔ جنت میں کنکریاں موتی، یاقوت کی ہیں۔ خاک وہاں کی زعفران اور خوشبودار ہے۔ جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے وہ چین و آرام پائیں گے اور ہمیشہ زندہ رہیں گے، نہ ان کی جوانی فنا ہوگی اور نہ ان کے کپڑے میلے ہوں گے۔ ہر جنتی کو جنت میں سو سو درجے اتنے بڑے ملیں گے

کہ جیسے آسمان و زمین اور ہر مسلمان کے واسطے دو بارغ ہوں گے سونے کے جن کا کل سامان بھی سونے کا ہوگا اور بارغ ہوں گے چاندی کے جن کا کل سامان بھی چاندی کا ہوگا۔ ان کے سوا اور ایک ایک موتی کے محل ملیں گے جن کا عرض و طول ساٹھ ساٹھ میل کا ہوگا، ہر ایک محل میں پردہ والی بیبیاں رہیں گی جن کو نہ کوئی دیکھے گا اور نہ ان سے سوا ان کے خاوندوں کے اور کوئی مباشرت کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جنت نور کی مانند چمکدار ہوتی ہے اور اس کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ جنت میں خوشگوار ہوائیں چلتی ہیں۔ جنت کے محل بڑے مضبوط ہیں، ہر محل میں نہریں جاری ہیں، میوے پکے ہوئے تیار ہیں۔ عورتیں کنواریاں جن پر کسی آدمی یا جن نے ہاتھ نہیں ڈالا، چہرے ان کے یاقوت و مونگے سے زیادہ روشن، بناؤ سنگار کیے ہوئے ہر محل میں موجود ہیں کیونکہ بہشت ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”جنت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔“ (بخاری: ۲۷۹۶) اور فرمایا: ”جنت والے اونچے محلوں کو اس طرح دیکھتے ہیں جیسے تم روشن ستاروں کو آسمان کے کناروں میں دیکھتے ہو مشرق و مغرب کی طرف۔“ صحابہ نے عرض کی: ”یا رسول اللہ ﷺ! ایسے عمدہ محل تو خاص پیغمبروں کے واسطے ہوں گے۔“ فرمایا: ”نہیں، قسم ہے اللہ کی! ان کو میری امت کے مسلمان پائیں گے۔“ (بخاری: ۳۲۵۶) اور فرمایا: ”اللہ سے جنت الفردوس مانگو۔“ (بخاری: ۲۷۹۰) اور دیکھیں گے بہشتی لوگ جنت کے جھروکوں میں سے بیٹھے ہوئے ایک دوسرے کو اور نہ دیکھ سکیں گے ایک دوسرے کی بیوی کو اور ان کی بیویاں ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں گی۔ جنت میں سایہ دار اس قسم کے تخت ہیں جن پر آنجورے لبریز بھرے ہوئے رکھے ہیں۔ شہد، شراب، شربت، دودھ ذائقہ دار اور خوشبودار ہے اور ان پر تکیے برابر کے لگے ہوئے ہیں۔ قالین اور اونچی مسندیں ہیں ان پر بچھائی ہوئی ہیں۔

اور فرمایا: ”بیک لوگ نعمتوں کے اندر تختوں پر بیٹھے ہوئے ہر طرف کے تماشے دیکھتے ہوں گے۔ ان کے چہروں سے جنت کی نعمتوں کی سرسبزی پائی جائے گی۔ پیئیں گے وہ شراب خالص جس پر مشک کی مہریں لگی ہوں گی، چاہیے کہ رغبت کرنے والے اس کی رغبت کریں۔ ملاوٹ اس میں ایک چشمہ سے ہوگی جس میں سے خاص مقرب بندے پیئیں گے۔“ [المطففين: ۲۸ تا ۲۲]

فرمایا: ”جنتی بندے بہشت میں تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے اپنی بیویوں کو ساتھ لیے بہشت کی نعمتیں کھاتے پیتے سیر و تماشے میں مشغول رہیں گے۔“ [ینس : ۵۶، ۵۷] ہر جنتی کو جنت میں بڑا ملک عطا کیا جائے گا خواہ وہ کیسا ہی کم رتبہ والا ہے، دنیا سے دس حصہ زیادہ، جن میں سے ایک درخت کے نیچے ہو کر تیز گھوڑے کا سوار سو برس تک چلے تو بھی اس کے سایہ کو طے نہ کر سکے۔

جنت کی فراخی اور بڑائی سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ جنت کے دروازے اس قدر کشادہ ہیں کہ ایک چوکھٹ سے دوسری چوکھٹ تک چالیس برسوں کا فاصلہ ہے۔ باوجود ایسی کشادگی کے محمد ﷺ کی امت والوں کا کھوے سے کھوا چھلتا ہوگا، جنت میں داخلے کے وقت، جب جنتیوں کا سیر کو جی چاہے گا اپنے اپنے تختوں پر سوار ہو کر اپنی اپنی عورتوں کو ساتھ لے کر سیر کرنے کو نکلا کریں گے، جہاں تک ان کا جی چاہے گا وہ تخت بہشتی ان کو اشارہ کے ساتھ سیر کروائے گا۔ ہر مرد کو جنت میں سو سو عورتوں سے صحبت کرنے کی طاقت ملے گی اور اس سے اس کو ہرگز ٹکان نہ معلوم ہوگی بلکہ قوت اور بڑھتی رہے گی۔ جنت کی عورتوں کی آنکھیں بڑی بڑی، دل کو بھانے والی، رسیلی اور خوش نما ہوں گی۔ ان کی اوڑھنی کا ایک پلو دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔ اگر جنت کی ایک عورت دنیا میں جھانکے تو مشرق سے لے کر مغرب تک سب روشن ہو جائے اور چاند و سورج ماند ہو جائیں اور کل اہل دنیا بے ہوش ہو جائیں۔

﴿ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ [البقرة: ۲۰۱]

”اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔“

﴿ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تَحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ ﴾

”اے اللہ! تو درگزر کرنے والا ہے اور درگزر کرنے کو پسند کرتا ہے، پس مجھ سے درگزر کر۔“





پیش قدم

[www.ircpk.com](http://www.ircpk.com)